قال عزّ من قائلہ

فورب السّماء والارض انّه

لحق مثل ما انّکم تنطقون۔ ۵

الحمد للہ علیٰ وفور لفضلاتہ المتوالیہ۔ کہ رسالہ مبارکہ عالیہ (عرف ردّ قطبیہ) مکتفی ومحتوی بر مطالب قویہ ومقاصد بہیہ۔ متضمن و مشتمل بر حقائق ومعارف واسرار کلمات وخطبات مرتضویہؑ۔ موجب ومثبت حقیقت وحقانیت مسلک نورانیہ امامیہ۔ کاسر ومکسر اسنان واعناق اعتقادات گروہ اشعریہ غیر مہتدیہ۔ اعنیٰ

حصّہ اول

رموز بدیعہ

بجواب

رسالہ ردِّ شیعہ

حسب فرمائش مومنین احمد پور سیال ال کوٹ کمالیہ

نمبر ۶ از اشاعت سلسلہ حسینیہ

رشحات کلک جواہر سلک فاضل نبیل و اعظ عدیم المثیل زبدۃ المتکلمین قدوۃ المتفقہین صاحب الذہن الوقاد والطبع النقاد ذی المحامد التی طار صیتہا فی الآفاق وانعقد علیہا الاجماع والاتفاق۔ البارع الخاشع المجید۔ والحبر الطالع السدید۔ العالم المتقن۔ والکامل المتمکن عالیجناب مولانا مولوی محمد حسن صانہ اللہ عن الحوادث والفتن بجاہ النبی وآلہ ذی المنن۔ الشہیر کی بائے پوری مصنف البینہ ومسرج الجارم

مطبع گلزار محمدی سٹیم لاہور باہتمام شیخ

گلزار محمد پرنٹر حلیہ انطباع پوشید

بار اول تعداد ۵۰۰ قیمت عبعۃ

اعلان

بلا اجازتِ مصنف کتاب ہٰذا کے چھاپنے اور چھپوانے

ر... نس اختیار نہیں ہے والّا نقصان کا ذمہ وار

ہونا پڑے گا۔ جس قدر نسخے مطلوب ہوں

احمد پور ... لع جھنگ۔ عالی جناب

مہر محمدؐ عنایت علی خاں صاحب و مہر محمدؐ اسمٰعیل

خاں صاحب زید توفیقہما کے پتہ پر سے منگا لینے چاہئیں

المعلن۔ غلام علی خاں (نوابزادہ) کمالیہ ضلع منٹگمری

نوٹ - جملہ حقوق محفوظ -

قال عز من قائلہ

نور ابن السماء او رضی اللہ بسی مشرعها ان کنتم تنظرون

الحمد للہ علی وفور تفضلات التوالیہ کہ رسالہ مبارکہ عالیہ (معروف) رموز بدیعہ کتب صحری
بر مطالب قویہ و مقاصد بہیہ متضمن و مشتمل بر حقائق و معارف اسرار کلمات خطبات تطہیریہ
موجب مثبت حقیت و حقانیت مسلک نورانیہ امامیہ۔ کاسر و مکسر لسان وافاق
واعقاب گروہ اشعریہ غیر ہاشمیہ اعلیٰ

حصہ اول

رموز بدیعہ

بجواب

رسالہ ردّ شیعہ

حسب فرمائش مومنین احمد پور سیالاں و کوٹ کمالیہ -

نمبر ۵ از اشاعت سلسلہ حسینیہ کیمپ -

رشحات کلک جواہر سلک فاضل نبیل و اعظم عدیم المثیل زبدۃ المتکلمین و قدوۃ المتفقہین صاحب
الذہن الوقاد والطبع النقاد۔ ذی المحاسن التی طار صیتها فی الآفاق۔ والمنعقد علیہا
الاجماع والاتفاق۔ البارع الناشرع المحجۃ والبحر الطافح المسرور۔ والعلامۃ الموقر
والکامل المتبحر عالیجناب مولانا مولوی شیخ محمد حسن صاحب اللہ علی عبادہ والمقر
بجاہ النبی وآلہ ذی المنن الشہیر بکی لاٹے پوری مصنف البقیۃ مصروف بحمد للہ وشکرہ

در مطبع گلزار محمدی شہر لاہور ملیۃ الطباع پوشیدہ

حسب الحکم کوٹ مومنین شد

۷۸۶

وما انفقتم من نفقة او نذرتم من نذر فان الله یعلمه

نذر

اس میں کسی طرح کا شک وشبہ نہیں کہ دُنیا میں عالم کامل کا وجود مبارک ومسعود
خداوند معبود ومسجود کی نعمت عظمےٰ وفیض مشہود ہے۔ خصوصاً اس زمانہ میں
جبکہ معالم وآثار حقیقیہ تقریباً معدوم ومفقود ہیں سچے عالم ہادی الی الحق کا وجود
ایسی نعمت واصل مقصود ہے جس کا شکریہ کسی طرح ادا ہو ہی نہیں سکتا۔ بنا بریں
موجودہ وقت۔ اعلےٰ حضرت ناصر الملت صدر المحققین فخر الحکماء والمتالہین رأس
الفقہاء والمتکلمین سلطان العلماء الربانیین قدوة الفضلاء المتشرعین شرف الاتقیاء
والمتورعین مجدد العلوم السبحانیہ مفسر الرموز والغوامض القرآنیہ مبین الاسرار
والنکات الفرقانیہ۔ الحکیم الماہر۔ والحبر الباہر۔ وحید العصر۔ فرید الدہر۔ تاج
الافاخم الاعاظم الاعلام۔ مروج الاحکام بین الانام مرجع الخواص والعوام۔ شمس
الہدایۃ بین الظلام ظہیر الدین والاسلام العالم الربانی والکامل الصمدانی والفاضل
السبحانی الذی لیس لہ فی علمہ وکمالہ وفضلہ الثانی سرکار شریعتمدار علام فہامہ
الموصوف والمعروف بالمجدد الکرار الشیخ عبد العلی الھروی الطہرانی بسط اللہ
ظلال فیوضہ وافاداتہ علے الاعالی والادانی (جو علاوہ جامعیت وکاملیت فروع
واصول ومعقول ومنقول اور علوم وفہوم وفنون مانوس ومعمول علم قرآن میں اپنی
نظیر ومثیل آپ ہی ہیں) کا بوجہ حوادث زمان وفتن دوران وانقلاب واضطراب
آوان اقلیم ہندوستان میں تشریف لانا اور اقامت فرمانا حضرت حق جل وعلا

ذکرہ کے تفضلات خاصہ و نعمات مختصہ و اکرامات مخصوصہ سے ہے اور اس نعمت غیر
مترقبہ کی ناشکر گذاری کفران نعمت و انکار اعطاء الٰہیہ ہے خوشا وہ نفوس مبارکہ
جنہوں نے اس منبع فیوض غیر متناہیہ کی قدر شناسی کی اور اس جوہر فرد کو پہچانا اور اس
نعمت کلیہ کاملہ کا شکریہ ادا کیا۔ اصلاً وہ دونوں جہان میں سرخرو و با آبرو اور سعادت
گذین و عظمت قرین ہوئے۔ احادیث اصحاب ان علوم ربانیہ و مخازن فہوم و اسرار
سبحانیہ و منابع رحمات رحمانیہ سے مترشح ہوتا ہے کہ جب حضرت حق جل و علا خو کرہ کو
کسی قوم کی ہدایت و صلاح و فلاح منظور ہوتی ہے تو کسی عالم دین کو کسی ابتلا میں مبتلا
کر کے وہاں بھیج دیتا ہے۔ اگر ہم اس وجود عالی حضور متعالی کی قدر نہ کریں تو سخت بے
نصیب ہیں اس بزرگوار مطلع الانوار کاشف الاسرار جامع الفضائل الرضیہ و لامع
الشمائل المرضیہ کے وجود ذی جود مبارک و مسعود کے فیوض کاملہ و سعادات شاملہ سے
جو علمی روشنی بعض بلاد و امصار و قریہ ہائے ہندوستان خصوصاً صوبہ پنجاب میں
پھیلی ہے اس کا اہل علم و ارباب فضل منصف المزاج کبھی انکار نہیں کر سکتے کیونکہ
جو چیز مشاہد و محسوس ہو اس سے ہرگز انکار نہیں کیا جا سکتا ہے لمؤلفہ

زباں قرباں پہ ہے توصیف عالم بردی ۔۔ مکاں مکاں میں ہے جو توکلن وہ مہر ہدا

ہمارا یہ عقیدہ نہیں کہ صفحہ روزگار پہ پیچھے اور ذی وقار علماء کا وجود ہی نہیں
اور کوئی عالم مستحق تعظیم و تکریم و تشکر و تفخر و توصیف نہیں لیکن ہاں بلا خوف و ہراس
و بجز خدشہ و وسواس یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے اپنی زندگی میں اس وسعت علم و جامعیت و
قابلیت کا عالم و کامل اور با مجد و فضل نہیں دیکھا صرف ہم ہی نہیں بلکہ اور بھی بہت سے
محسن قومی محسن ذی علم فہمیدہ حضرات عالیہ درجات اس بارہ میں ہمارے ساتھ متفق
و متحد الخیال ہیں وہ انوکھی بات اور نرالا جوہر جو ہر ایک اس من و مخلص و عارف کے دل کو
بقوہ عدلیہ قدسیہ اس عدو ذی وقار برگزیدہ و چیدہ روزگار مقبول ذات کردگار
کامل بزرگوار کی طرف کھینچتا ہے اور سوائے بعض ان خود غرض اشخاص ناجوہر شناس کے
جو محض بباعث بغض و عناد و تعصب دلداد و حسد و فساد خواہ مخواہ عداوت و الحاد

والجادو کہتے ہیں اکثر و بیشتر مخالف و موالف کو اس کا ثناگو اور اس سے حق جو بنا دیا ہوا ہے
اور بالاتفاق اس حد تک شہرۂ آفاق و مجمع اخلاق و اشفاق ثابت کیا ہوا ہے جو آج تک
یہ شرف کسی کو نصیب تک نہیں ہوا۔ وہ اس کے عجیب و غریب اور نئے طرز اور نئے ڈھنگ کے
دلائل و شواہد و براہین و استدلالات و احتجاجات اور اسکی پُر اثر جادو بیانی اور
دُر فشانی بالمطالب والمعانی ہے جس کے سامنے خصم کو بلا تسلیم خم کئے چارہ ہی نہیں۔
خصوصاً قرآنی استدلالات جو اپنی نوعیت و فردیت و خوش اسلوبیت میں بالکل بےنظیر
ہوتے ہیں اور سننے والوں کو بغیر مجذوب و مفتون کئے نہیں رہتے۔ یہ اس وجود اقدس
و ذات مقدس کا ایک ادنےٰ اثر ہے کہ وہ اعتقادی مسائل جنکو ہم محض تقلیدی سماعی
طور پر سمجھے ہوئے تھے اور فرضی فوٹو خیال کئے ہوئے تھے اور مخالفین و معاندین و مرتابین
و منکرین و معترضین و معترضین کی کینہ خاطروں اور سفیہانہ نظروں میں صرف
توہمات معلوم ہوتے تھے اصح و اوضح براہین صدق آگین سے حسّی طور پر شیشے کی طرح
صاف و شفاف شکل میں دکھلا دیا۔ وہ آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ و مقالات فرخیہ
معادن علوم الہیہ جو بجائے خود وہی نفسہا ابواب علوم یقینی اور بوجہ محدود الفہمی و
قلیل العلمی اکثر لوگوں نے انکی سفسطہ و لاطائل و بے معنی و تنگ و تنگ تاویلیں کرکے
مسوخ الصورت کر دیا تھا اور اعدائے دین و مستہزئین انپر مضحکہ اڑاتے تھے اور وہ انکی
جائے طعن و تشنیع تھی۔ اکثر بدلائل و شواہد ایسا صاف و روشن کر دیا کہ معمولی ذی علم و عقل
انسان بھی سمجھنے لگ گئے غیر مسلمین تک کی نگاہوں میں دیانت اسلامیہ کی قیمت ہوگئی مشککین و
ملحدین جھک گئے کہ ہاں بیشک دین اسلام جامع و لامع کمالات ضروریہ فطریہ اولیہ مستقلہ ہے
اور حق الاصل سچا اور پاک دین ہے اور اسکے تمام اصول علی الاطلاق فطرت عالم و حقائق عقلیہ
کے مطابق و موافق ہیں اس بزرگوار ہی نے بتا دیا کہ حقیقت دیانت اسلامیہ کیا ہے اور
قرآن کیا چیز ہے اس سے کیونکر استدلال کیا جاتا ہے اور قرآن فہمی کیونکر میسر ہوتی ہے
اور اس کا حقیقی و تحقیقی علم کن نفوس مقدسہ مطہرہ میں بلکہ انہی میں محدود ہے۔ نبوت
و امامت کی حقیقت کو بیان کرکے اس کی راہ فہم کو ایسا صاف و روشن کر دیا کہ اب
کوئی معمولی سمجھ کا انسان بھی دھوکا نہیں کھا سکتا آپ سے وہ حضرات مستفید ہوئے جو کہ اکثر
مستفیض ہوئے۔ اور وہ فقط مخلص تھے جو لوگ اس پارس کامل کی صحبت کیمیا برکت میں رہے
ہیں اصل قدر اس جوہر عالی و گوہر بے بہا کا تو انہیں کو ہے ہم اس نعمت خداداد کے
طول بقا و رازی حیات کے لئے مجیب الدعوات سے بخضوع و خشوع مستدعی ہیں

کہ اس مبارک وجود کو حسد حاسدین و شر فاسدین سے بحفظ و امن حضرت حجۃ العصر عجل اللہ فرجہ محفوظ و مامون فرمائے اور عمر نوح و خضر بخشے تاکہ یہ سیلان و جریان بحار علوم و کنوز و اسرار ہمیشہ ہمیشہ کے لئے باقی اور پائدار رہے۔ اور سایۂ رحمت پایہ اس بزرگوار کا ہم عقیدت کیشان و اخلاص مندان کے سر پر سے ایک لحظہ بھر کے لئے بھی کم و کوتاہ نہ ہو۔ باین فیضیابی و حصول سعادت و اکتساب فوز و رشد بکمال نیاز و عجز سر تسلیم و ادب خم کئے ہوئے اس ناچیز رسالہ کو بطور نذر بنظر قبولیت اس منبع جود و عطا کی خدمت عمرا باعظمت میں پیش کرتے ہیں اور متوقع الحال کہ اس باکمال کی نگاہ و توجہ سے قبول خاطر اور حسن قبول کا سہرا اس کے سر رہے گا +

العبد خاک لیس در دولت

(مؤلف)

[illegible]

چونکہ یہ رسالہ ایک ایسے شخص کے جواب میں لکھا گیا ہے جسکا تعصب و عناد در حق اہلبیت و پیروان اہلبیت بدرجۂ غایت بڑھا ہوا ہے۔ درپیہ سلیمہ امر یہ کہ من قال ما لا ینبغی لیسمع ما لا یشتہی (کردنی خویش آمدنی پیش) لیکن پھر بھی ہم نے تہذیب و متانت سے کام لیا ہے یعنی جس طرح کہ ہمارے ہادیان برحق نے مصلحت بر سکوت سمجھی تھی اسی طرح ہم نے بھی اس معاملہ میں صبر کیا ہے۔ اور ترکی بہ ترکی جواب سے الوسع نہیں دیا۔ ہاں اتنی بات ہے کہ جس امر کی القصدیق و تطبیق عند التحقیق والتوثیق مطلوب تھی اس کو بدلائل قاطعہ و براہین ساطعہ و از خانہ ثالثہ متروکہ بکمال وضوح و شروح ثابت و ظاہر کر دکھایا ہے کہ اگر کتب محولہ سے بروقت ضرورت ملا لیا جائے تو انشاء اللہ سر مو فرق نہ ہوگا۔ باین ہمہ وثوق یہ چند اوراق بالاستحقاق و علی الاطلاق مذہب حقہ شیعہ حنفیہ کلیمیہ بوداتیہ فلاحیہ کی تائید و حمایت خاصہ میں بطریق خاصہ لکھے جاتے ہیں سنی حضرات نہ انکو خریدیں نہ مطالعہ میں لائیں (زہے انکہ شاہین چنگ کندہ بلائے کبک در رقص بخیزد) انکی نازک مزاجی و تنگ ظرفی اس امر کی متقضی ہوگئی ہے کہ شیعی کتب کی بے محل شکایت سے دکھ کرہ عدالت کا طواف کرنا پڑتا ہے (الا پائے لنگ و چہ پیچاز دست گرسنہ خیر) بنابریں ہماری بہ منت التماس صحبت اساس ہے بنظر غائر مطالعہ فرما ہونگے۔ در اگر در خانہ کس است یک حرف بس است۔ بصورت خیر عمل سیراتی ہم ذمہ وار نہیں۔ والسلام خیر ختام +

المبتلی الداعی (مؤلف)

بسم الله الرحمن الرحيم

ديباجة الكتاب

الحمد لله الواحد الاحد المسجود- واهب العطيات واجب الوجود- المتفرد
بالازلية والابدية- المتفرد بالكرم والجود- المنزه عن الوالد والمولود- تعالى
الله عما يصفه النصارىٰ واليهود العنود- وليس هو كما يزعمه المجوس والنواصب
والهنود- الذى من علينا بوجوده من وجوده وايجاده وجد الوجود- لكل من
له الوجود- ووجد الوجود كل ما هو موجود- والصلوة الدائمة القائمة
البالغة الى الذات العالية على خاصته وصفوته وافضل بريته واول
خليقته ومظهر رحمته ومالك شفاعته ومحل مشيته صاحب الوسيلة
الجليلة والحوض المورود- الذى اختص بختم رسالته ونبوته وبعثه
باحكامه ووفى بعثه وارسل بالهدى ودين الحق لاتمام نوره وتكميل نعمته
وجعله كاشفا للسر فى كل موجود- الشاهد والمشهود- وعده الله لرضائه
وارتضائه فى شهر يوم موعود- سيدنا ومولانا وحبيب ربنا وشفيعنا و
حفيظنا وهادينا محمد بن عبد الله النبي الامي البشير النذير المصطفى المبارك
المسعود- وعلى آله العالمين العاكفين الطائفين الركع السجود المتسلطين من
حكيم المعبود- على كل غوى وغيور شقى ومتمرد حسود- اولهم مظهر العجائب
الغرائب ومعين لنا فى النوائب واسعد السعود- سمى ربه الودود- و فى
الكعبة مولود- النجم الثاقب الهادى الى المقصود- وقطب السماء الكمالية
بلا زوال ولا ركود ولى الله الاعظم وحبله الممدود- نقطة دائرة المطالب و
المقصود- كاسر الاصنام ودامغ كل جحود وجحود- فارس العرصات والشهود
فاتح الغزوات وضارب الجيوش والجنود- حامل لواء الحمد عند مقام المحمود-

قاسم النار والجنات الخلود۔ اسد اللہ الغالب مولانا و معتمد انا و ولینا و خلیفۃ نبینا بلا فصل علی ابن ابی طالب اعظم البہاء والجہود۔ و آخرہم القائم المنتظر المہدی الموعود۔ فنرجوا من اللہ العلیم المجیب۔ سیظہرہ فی الزمان المحدود۔ لیملاء الارض قسطا و عدلا بعد ما ملئت ظلما و جورا و علی اعدائہم فی الدنیا لعنۃ و یوم القیامۃ بئس الرفد المرفود۔ (اما بعد)

تمہید

اس میں شک نہیں ہے کہ اسلام بے شمار خوبیوں کا مجموعہ ہے اگر انسان دینی یا دنیوی ترقیات پر پہنچ سکتا ہے تو اسی کی بدولت۔ اسکی جامعہ اور زندہ جاوید تعلیم اُن منازل ضروریہ بدیہیہ کو طے کر دسکتی ہے جو نفس انسان کے لئے بالفطرت مبلغ المرام ہیں۔ اس جیسی ہدایت اور کہیں سے ممکن ہی نہیں غرض جو سفاد اس پاک اسلام کی طفیل سے ہم کو نصیب ہیں وہ محتاج کشف و بیان نہیں۔ یہ تو سب کچھ ہوا مگر جب ہم اپنی رائے صاحب کو ذرا عمیق دیتے ہیں تو معاملہ برعکس نظر آتا ہے یعنی باوجود ان محاسن کے پھر بھی اہل اسلام کی حالت قابل ہزار افسوس ہے کہ ان میں صورت اتفاق و اتحاد معدوم۔ ہمیشہ باہمی اختلاف و نفاق کی وجہ سے دلوں میں ورہی برہمی ہو رہی ہے۔ ہاں سچ ہے آراء شخصیہ جو دین میں داخل ہو گئی ہیں اس کے یہ قبیح منظر قائم ہوا ہے۔ اُف۔ شخصی رائیں جزو دین ہو گئی ہیں جن کا علیحدہ ہونا اب مشکل ہے نہ یہ نکلینگی نہ باہمی اتفاق ہو گا۔

[illegible]

یہ مسلمہ مسئلہ ہے اور قرآن سے مستفاد ہے حقیقیہ کہ عالم جو بات کہے جاہل اس کی اتباع کریں نہ یہ کہ وہ بھی دخل در معقولات دیں لیکن آجکل ایسا ہی دیکھنے میں آرہا ہے کہ وہ بھی مالک دین بن بیٹھے چاہتے ہیں قرآن کو اپنی رائے کے موافق کر دیں حالانکہ حق تو یہ تھا کہ اپنی رائے کو قرآن کے موافق کرتے جو کچھ حکم ہوتا اُسی پر عامل ہوتے لیکن یہ ناممکن۔ اگر قرآن اُنکی رائے کے خلاف ہوتا ہے تو فوراً انکار کر جاتے ہیں بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ یونس ع ۴۔ جب یہ صورت ہو تو اہل اسلام کیا ترقی کریں اور کیونکر اُنمیں اتفاق ہو۔ اسی خود رائی اور اندھی تقلید نے تو اسلام والوں کو مضمحل و

مستغرق کر دیا ہے جب تک مسلمان اُسکو نہ چھوڑینگے امید بہبودی محال و خیال جنون ہے جو شخص باوجود قانون کامل کے موجود ہونے کے اپنی رائے کو دخل دیتا ہے وہ یقیناً کافر ہے (وَمَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ مائدہ ع)

سے اسلام بذاتِ خود غدار دیبے۔ ✣ ہر عیب کہ ہست در مسلمانی ہست

> قرآن باعث رفع اختلاف ہے
> اختلاف عقائد مسلمانوں میں
> اختلاف کیوں ہوا

اہل اسلام کے نزدیک یہ بات تسلیم و طے شدہ ہے کہ قرآن باعث اختلاف نہیں بلکہ سراسر موجب رفع اختلاف ہے کما قال عز من قائلہ۔ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا (نساء ع) - یعنی اگر یہہ قرآن کسی غیر خدا کا نازل کیا ہوا ہوتا تو البتہ اس میں اختلاف کثیر تھا مطلب یہہ ہے کہ جب یہہ قرآن کلام خدا ہے اور اُسی کا اپنا نازل کیا ہوا ہے تو اس میں بالکل اور ذرہ بھر بھی اختلاف نہیں ہے نیز یہ بات پایۂ صدق و صحت کو پہنچ چکی ہے کہ اکثر امور فرضیہ الٰہیہ میں مسلمان آپس میں متفق ہیں۔ مثلاً حق سبحانہ تعالےٰ کی یکتائی و یگانگت میں شریک۔ انبیائے ماسبق کی نبوات کے سب معتقد (لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ بقرہ ع) خصوصاً آنحضرت ختمی مرتبت روحی فداہ کی نبوت مطلقہ کلیہ کا اعتماد کلی و اعتقاد یقینی تو ہر ایک کو ہے۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوۃ۔ وغیرہ احکام کبریائی کے وجوب و عمل میں کسی کو اعتراض نہیں۔ اہل قبلہ بھی سب ہیں روز جزا و سزا یعنی قیامت کے آنے میں کسی کو شک و شبہ نہیں اعتراف و اقرار جنت و نار سب کے یہاں مسلم۔ مع کون ذالک پھر بھی ان میں ایسا مابہ الاشتراک کوئی بھی موجود نہیں جس کی وجہ سے وہ آپس میں شیر و شکر ہو کر حسب ارشاد ذات رب العباد (اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ حجرات ع) سب متحد و متفق ہوں - اگر کہا جاوے کہ اہل اسلام میں اسلام ہی مابہ الاشتراک ہے تو کہا جائیگا کہ پھر ایک دوسرے کی تکفیر و تفسیق کیوں کی جاتی ہے یہ صحیح ہے کہ اسلام مابہ الاشتراک ہے لیکن مسلمانوں میں قانون اسلامیہ کی پابندی ہرگز نہیں رہی اگر قانون اسلامیہ کی پابندی کیجاتی تو یہ حالت کبھی نہ ہوتی بادی النظر میں یہ محقق ہے کہ بمقابلہ

فرقہ حقہ شیعہ اثنا عشریہ مرضیہ خیر البریہ باقی تمام فرق اسلامیہ اتفاق ہی کر جاتے ہیں
(گو مسلمات عقیدیہ کے رو سے سب ایک دوسرے کے مخالف) قرآن کے رو سے جو نفوس
مقدسہ مکرمہ ہادی و علیم منصوب معین منجانب اللہ الکریم ہیں ان سے مسلمانوں
نے اعراض ہی کر لیا ہے اصل ما بہ النزاع مسئلہ خلافت و امامت ہے اسلام کے اتفاق
باہمی کی برہمی کا سبب اگر دیکھا جاوے تو سوا اس کے اور کوئی امر ظاہر نہ ہوگا۔
محققین اولین و عقلاء مجتہدین اپنی اپنی تالیفات میں اس بات کا فیصلہ و تصفیہ
کر چکے ہیں کہ جب کبھی مسلمانوں میں تلوار علم ہوئی اور نوبت بہ جدال و قتال اکثر
فتنہ و فساد کی بنیاد قائم ہوئی ہے تو خلافت کی وجہ سے چنانچہ فاضل شہرستانی
علامہ عبد الکریم نے ملل و نحل میں اس معاملہ کو با ایں صورت واضح کر دیا ہے کہ اعظم
خلاف بین الامۃ خلاف الامامۃ اذ ما سل سیف فی الاسلام علی قاعدۃ
دینیۃ ما سل علی الامامۃ فی کل زمان۔ محصل اس کا یہ ہے کہ
بھاری اختلاف اسلام امامت کی تشخیص اور تعیین میں امت کا مختلف الرائے
ہونا مسلم ہوا ہے اسی پر اہل اسلام نے تلواریں اٹھائی ہیں اور یہی مخاصمہ خونی
ندیوں کے بہنے کا موجب ہوا۔ (فافہم و تدبر)

فرقہ ناجیہ

مسلم ہے کہ تہتر فرق اسلامیہ میں سے محض ایک فرقہ ہی ناجی ہے پس
چاہیئے کہ اسی کی تلاش ہو اور وہ فرقہ ناجیہ بقید عقیدہ و عمل خود
ہر ایک پہلو سے بہ نسبت بقیہ فرق اسلامیہ بالکل علیحدہ اور ممتاز
اور اُس کا معیار نجات و فلاح کچھ اور ہی ہوگا۔ نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ
معیار نجات نہیں۔ اور نہ دلیل قاطع و برہان قوی بر حقیقت و حقانیت۔ کیونکہ
اس میں تو سب کے سب ہی شامل ہیں۔ پس لازم آئیگا کہ سب ہی سب ناجی ہوں۔
حالانکہ حدیث نبوی (ستفترق امتی علی ثلث و سبعین فرقۃ کلھم
فی النار الا واحدۃ) کے رو سے ایک ہی فرقہ ناجی ہے۔ بقیہ ناری و ہاجی۔
اب تصور شرط ہے کہ وہ کونسی جماعت ہے جو اس فرقہ ناجیہ خلاصیہ میں ہے اور دوسرے

میں نہیں جس کے سبب سے وہ ایک ہی ناجی ہو رہا ہے۔ مشاہد و محسوس ہے کہ بایں اعتبار وہ فرقہ ناجیہ محض شیعہ اثنا عشریہ حنیفیہ کلیمیہ ہے کیونکہ نصب امام و خلیفہ مفترض الطاعۃ اس کے نزدیک من اللہ ہے اور یہ ایک ایسی بات ہے کہ بقیہ فرق میں نہیں پائی جاتی - اور یہ قانون کامل قرآن سے مستنبط ہے کہ جو ہادی امت ہے وہ خدا کا بنایا ہوا ہوتا ہے لوگوں کو اس میں دخل نہیں۔ وربّک یخلق ما یشاء ویختار ما کان لھم الخیرۃ قصص ع - یعنی تیرا پروردگار جو کچھ چاہتا ہے خلق کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے منتخب فرماتا ہے کسی اور کا اس میں کچھ اختیار نہیں - کیونکہ وہی خالق ہے اور وہی صاحب دین فطری - دیانت جو اسی کی طرف سے ہے تو وہی انسان کی حوائج ضروریہ پر حاوی ہے اس لئے کہ اسی نے اس کے اجزاء کو ترکیب دی ہے - پس لابد وہی امام کو مقرر کرسکتا ہے اور امام بھی وہ شخص ہو سکتا ہے جو عالم فطریات و ضروریات انسانی ہو - نبوت و امامت بظاہر دو رشتے جداگانہ ہیں لیکن انبیاء کے حق میں فرماتا ہے وجعلناھم ائمۃ یھدون بامرنا واوحینا الیھم فعل الخیرات واقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ وکانوا لنا عابدین ۵ انبیاء ع - یعنی ہم نے انکو امام بنایا ہے جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے ہیں اور ہم نے انکو فعل خیر و اقامۂ صلوۃ و ادائے زکوۃ کی وحی کی ہے اور وہ ہمارے عبادت گذار بندے ہیں - اس آیت مجیدہ میں انبیاء کو امام کہا گیا ہے پس ثابت ہوا کہ امامت و نبوت ایک ہی رشتہ ہے اور ایک ہی سلسلہ ہے اور تقرر امام از جانب خدا ہے جس طرح کہ تعیین نبی خدا کی طرف سے ہے - جب حضرت ابراہیم کو یہ عہدۂ امامت بعد نبوت و رسالت و خلت عطا ہوا ہے قال انی جاعلک للناس اماما - یعنی میں تم کو اب تمام لوگوں کا امام بنانا چاہتا ہوں تو آپ نے ازراہِ خوشی اظہار عرض کیا ومن ذریتی کیا میری ذریت کو بھی یہ عہدہ عنایت و مرحمت ہوگا ارشاد ہوا قال لا ینال عھدی الظالمین - بقرہ ع - یعنی یہ عہد امامت ظالموں کو نہ پہنچیگا البتہ صالحین خاصت امامت سے ممتاز ہوں گے۔

ظلم دو قسم پر ہے ایک ظلم جلی اور وہ شرک ہے اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ۔ لقمان ع۲۔
بہ تحقیق کہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ اور ظلم خفی تمام معاصی ہیں۔ پس عہدۂ امامت دونوں
قسم کے ظالموں یعنی مشرکوں اور گنہگاروں کو نہیں پہنچ سکتا جو ان دونوں قسم کے
گناہوں سے معصوم اور مبرا ہے وہی امام ہے۔ اور جب غیر معصوم مستحق امامت نہیں
تو تقرر امام میں بھی اس کو دخل نہ ہوگا کیونکہ سوائے معصوم کے باقی کوئی شخص بری از
ظلم نہیں۔ خواہ ظلم جلی ہو یا ظلم خفی۔ اور ظاہر کہ وہ شخص تو امام ہو ہی نہیں سکتا جسکی
تنبیہ و تزجیر ظلم عظیم سے کی گئی ہو یعنی۔ الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل ملاحظہ
ہوں۔ کتب ذیل۔ (ادب المفرد امام بخاری صفحہ ۱۰۳ مطبوعہ مصر۔ و تفسیر در منثور
جلد ۲ صفحہ ۱۰۵۔ و ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ دہلوی صفحہ ۱۹۲ و حیاۃ الحیوان شیخ
کمال الدین دمیری صفحہ ۲۱۶ جلد ۲)

غرض امامت معصومین سے مختص ہے غیر کا اس میں کوئی حصہ نہیں اور من ذریتی شاہد
ہے کہ امامت خاص ذریت ابراہیمیہ ہی میں ہے۔ حضرت ابراہیم مع حضرت اسمعیل وقت
بناء کعبہ دعا فرماتے ہیں ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن
ذریتنا امۃ مسلمۃ لک ۔ ۔ ۔ ۔ یعنی بار خدایا ہم دونوں کو اپنا
خاص مسلم و مطیع و فرمانبردار مطلق بنا۔ اور ہماری ذریت میں سے بھی
ایک امت ایسی ہی مسلم بنا ۔ ۔ ۔ ۔ ربنا وابعث فیھم رسولا
منھم یتلوا علیھم آیاتک الخ بقر ع۱۵۔ بار خدایا ان میں انہی میں سے ایک کو رسول
بنا کہ وہ ان پر تیری آیات کی تلاوت فرماوے اس آیت مجیدہ سے چند امور بصراحت وقوع
و صدور میں آئے۔ اول یہ دعا ابراہیمیہ مخصوص ہے ذریت اسمعیلیہ سے نہ اسحاق سے
کیونکہ اس دعا میں حضرت اسمعیل بھی شامل ہیں۔ دوم یہ کہ اس اسلام سے فعلیت اسلام
مقصود ہے نہ قبولیت کیونکہ جس وقت یہ دعا کی گئی ہے حضرت ابراہیم نبی تھے رسول تھے
اور خلیل اللہ تھے غیر ممکن ہے کہ رسول غیر مسلم ہو لا بد اس سے یہی مراد ہے کہ جس طرح
ہم اعتقاداً مسلم و منقاد مطلق ہیں اسی طرح توفیق رفیق شامل حال فرما کہ یہی اسلام

فعلیت میں بھی آئے اور ہم جیسا یقین رکھتے ہیں کر بھی دکھائیں۔ سوم اسلام دو قسم
پر ہے ایک اسلام بالواسطہ دوسرے اسلام بلا واسطہ۔ اسلام بالواسطہ عام لوگوں
کا ہوتا ہے کہ وہ کسی نبی۔ رسول۔ امام۔ یا کسی عالم کے ہاتھ پر اور اُس کے ذریعہ سے
اور اس کی تعلیم کے طفیل سے خدا پر اسلام لاتے ہیں اور اسلام بلا واسطہ وہ ہے کہ
جہاں خدا اور اُس اسلام لانے والے کے بیچ میں اور کوئی رسول و فرشتہ وغیرہ واسطہ
نہیں ہوتا اور یہ اسلام انبیاءؑ کا اسلام ہے چنانچہ خاص جناب خلیل کی بابت ارشادِ
الٰہی ہے اذ قال لہ ربہ اسلم قال اسلمت لرب العالمین۔ (بقرہ ۱۶)۔
یعنی جب اس کے معبود برحق نے اُس سے فرمایا کہ اسلام لا اور مطیع مطلق ہو جا۔ تو اُس نے
عرض کی میں رب العالمین پر اسلام لایا۔ اور اُس کا مطیع مطلق ہو گیا۔ چہارم یہ کہ
جو دُعا حضرت ابراہیمؑ نے اپنے اور اسماعیل کے لئے کی ہے اور جو اسلام اپنے لئے مانگا
ہے وہی اسلام اپنی ذریت کی اس امت مسلمہ کے لئے ہے اور وہی مانگا ہے اسی واسطے
لفظ "جعل" مکرر وارد نہیں ہوا اور جو لام اختصاص "لک" میں اپنے لئے
استعمال کیا ہے وہی اُس امت مسلمہ کے لئے استعمال کیا ہے اور اس کو اپنی طرح مسلم
با سلام بلا واسطہ قرار دیا ہے۔ پنجم یہ کہ یہ اُمت مسلمہ ذریت اسماعیل میں سے وہ امت
ہے جس میں سے پیغمبر عربی مبعوث ہوا اور جس کا ایک فرد پیغمبر ہے۔ کیونکہ بنص قرآنی
ثابت ہے کہ حضرت اسماعیلؑ سے لیکر تا جناب خاتمؐ بیچ میں کوئی پیغمبر مبعوث نہیں ہوا۔
وما آتینا ھم من کتب یدرسونھا وما ارسلنا الیھم قبلک من نذیرٍ
(سباء ع ۶) یعنی اے محبوبؐ تجھ سے پہلے نہ ہم نے ان کو کوئی کتاب دی ہے جس کو وہ
پڑھتے اور نہ انکی طرف کوئی ہادی بھیجا ہے حالانکہ ارشاد باری یہ ہے۔ وان من امۃ
الا خلا فیھا نذیرٌ (فاطر ع ۳) یعنی ہر ایک امت میں ایک ہادی گذر چکا ہے پس لابد
ربنا وابعث فیھم رسولا سے مراد آنحضرت ہی ہیں۔ ششم چاہیئے کہ ضرور بالضرور
یہ امت مسلمہ وقت بعثت وظہور پیغمبرؐ موجود ہو۔ تاکہ پیغمبرؐ اول اس پر آیات الٰہی کی
تلاوت کرے اور وہ اس کی تصدیق فرمائے اور اسلام انبیاءؑ کا یہ حال ہے کما قال

عز من قائلہ۔ انی ترکت ملۃ قوم لا یؤمنون باللہ وہم بالآخرۃ ہم کافرون
واتبعت ملۃ آبائی ابراہیم واسحٰق ویعقوب ما کان لنا ان نشرک باللہ
من شیئ (یوسف ع) میں نے ترک کیا ان لوگوں کی ملت کو جو خدا پر ایمان نہیں
رکھتے اور وہ روز آخرت کے منکر ہیں اور میں نے اتباع کیا اپنے آباء و اجداد ابراہیم ع
و اسحاق و یعقوب ع کی ملت کا۔ ہم انبیاء کے لئے شایاں نہیں ہے کہ ہم خدا کے
ساتھ ادنےٰ سا بھی شرک کریں۔ پس انبیاء علیہم السلام ابتدائے عمر سے آخر تک چھوٹے
و بڑے شرک سے پاک و صاف ہوتے ہیں اور یہی مسلم مطلق ہیں۔ اور ایسے ہی اسلام
سے متصف وہ امت مسلمہ ہے جس میں سے نبی عربی فداہ روحی مبعوث ہوئے ہیں
اور وہ اس کا ایک فرد ہے اور اول اُسی امت مسلمہ پر آیات الٰہی کو پڑھا۔ کیونکہ
اگر ایسی امت مسلمہ موجود نہ ہو اور ایسے نفوس مسلم باسلام نبوتی پہلے سے موجود نہ
ہوں تو کون ہے کہ ایک ایسے نبی عربی فداہ روحی کی تصدیق کرے۔ کون اس کو
جانتا اور کون پہچانتا ہے۔ وہی سب سے پہلے اس کی تصدیق کرتے ہیں تاکہ
دوسرے لوگ بھی اسپر اسلام و ایمان لائیں چنانچہ انہی کے حق میں فرماتا ہے۔
لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیہم رسولا منہم یتلوا علیہم آیاتہ الخ۔
(آل عمران ع) یعنی خدا عزوجل نے اُن مومنین پر احسان فرمایا ہے جبکہ انہی میں سے
ایک کو انہیں پر رسول کرکے بھیجا جس نے اُنپر آیات الٰہی کی تلاوت کی ہے اور وہ مثل
ابراہیم مسلم مطلق و مسلم بلاواسطہ ہیں اور انہوں نے چشم زدن کے واسطے شرک
نہیں کیا۔ اور اسوقت سے پہلے سے مسلمان تھے جبکہ آنحضرت نے اسلام کا اظہار کیا
اور دعوت دی اور آیات الٰہی کی تلاوت فرمائی چنانچہ قرآن خبر دیتا ہے والذین
آتیناہم الکتاب من قبلہ ہم بہ یومنون واذا یتلی علیہم قالوا آمنا بہ
انہ الحق من ربنا انا کنا من قبلہ مسلمین اولئک یؤتون اجرہم
مرتین بما صبروا۔ الخ (قصص ع) یعنی جن لوگوں کو ہم نے پہلے سے علم
کتاب دے دیا ہے وہ سب اسپر ایمان رکھتے ہیں اور جب اس قرآن کی آیات انپر

پڑھی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہوئے ہیں اور پہلے سے اسکی
تصدیق کئے ہوتے ہیں کہ بیشک یہ ہمارے رب کی طرف سے ہے اور حق و صدق ہے
اور ہم پہلے سے مسلم تھے یہی وہ لوگ ہیں جنکو ان کے صبر کی وجہ سے دوچند اجر
دیا جائیگا۔ وجعلنا منهم ائمة يهدون بامرنا لما صبروا (السجدة ع ۳)
اور ہم نے انکو امام بنایا ہے جبکہ ان سے صبر ثابت ہوا ہے اور ہمارے ہی حکم سے ہدایت
کرتے ہیں اور چونکہ یہ مسلم ہے کہ پیغمبر ذریت ابراہیم و اسماعیل میں سے بنی ہاشم میں سے
مبعوث ہوئے ہیں تو ضرور وہ امت مسلمہ بھی بنی ہاشم میں سے ہوگی۔ اور امت مسلمہ
کی یہ صفت ثابت کی جاچکی ہے کہ اس نے چشم زدن کیواسطے کسی قسم کا شرک نہ کیا ہو۔
اور بلا واسطہ پیغمبر اسلام لائی ہو اور یہ محقق ہے کہ ایسا شخص بنی ہاشم میں جبکہ
آنحضرت مبعوث برسالت ہوئے غیر از علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور کوئی موجود
نہ تھا اور انہی کی صفت ہے لم يشرك بالله طرفة عين ابدا ولم يعبد
الاوثان قط لصغره (تاریخ الخلفاء و جامع الصغیر سیوطی) یعنی ایک چشم زدن کے
واسطے کبھی شرک نہیں کیا اور نہ لڑکپن میں کبھی بت کے آگے جھکے ہیں۔ اسی لئے
تو جملہ اہل اسلام آنجناب کو کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں کہ کبھی شرک و بت پرستی نہیں
کی وجہ یہ ہے کہ پہلے ہی سے صاحب علم موہبتی لدنی اور مالک کتاب وجودی تھے
چنانچہ فرماتا ہے فان كنت في شك مما انزلنا اليك فسئل الذين يقرءون
الكتاب من قبلك لقد جاءك الحق من ربك الخ (یونس ع ۱۰) یعنی اے
محبوب اگر تجھکو بابت اس چیز کے شک واقع ہوا ہے جو تجھ پر ہم نے نازل کی ہے تو
اس کی بابت تصدیق کرلے ان نفوس مقدسہ سے جنہوں نے تجھ سے پہلے اس کتاب
کو پڑھا ہے بتحقیق کہ خدا کی طرف سے تیرے پاس حق ہی آیا ہے۔ اس سے یہ مراد
نہیں ہے کہ آنحضرت کو معاذ اللہ پناہ بخدا ما انزل اللہ میں شک تھا اس سے مقصود
محض اظہار فضیلت کا ان نفوس کی بابت ہے جنکو نزول قرآن سے پہلے علم قرآن
دیا گیا ہے اور کتاب وجودی یعنی حقیقت کتاب نزولی و علم موہبتی لدنی آچکے

وجود کے ساتھ ساتھ ہی رہا ہے۔ اور یہ بدرجۂ ثبوت و صحت پہنچا ہوا ہے کہ وقت ولادت قبل از نزول قرآن جناب امیرؑ نے بجوف کعبہ قرآن پڑھکر سُنا دیا ہے۔ چنانچہ اخبار صحیحہ میں وارد ہوا ہے لما تولد علی فی جوف الکعبۃ و جاء النبیؐ نظر الیہ و ابتسم ضاحکا و سلم علیہ و جعل یقرء القرآن قبل نزولہ عند حضور الاعیان۔ یعنی جب حضرت علیؑ کعبہ میں متولد ہوئے اور آنحضرتؐ تشریف لائے تو پہلے پہلے آنحضرتؐ کے چہرہ مبارک پر نظر ڈال اور لگے ہنسنے اور سلام کر کے مجمع ناس میں تلاوت قرآن فرمائی (دیکھو انوار الحق علامہ زین الورئے بلخی شافعی و کتاب مستطاب صیانۃ البداہت علامہ ابو الفاضل الشریف الکرمانی الحنفی الطائفہ صفحہ ۲۱۲ و صفحہ ۲۲۳) لہٰذا اس امت مسلمہ میں یہ اول مومن و مطیع و منقاد مطلق و مسلم باسلام بلا واسطہ یعنی آنحضرتؐ کی اولاً تصدیق کرنے والے ہیں جس طرح کہ حضرت ابراہیمؑ کی حضرت لوطؑ پیغمبر نے تصدیق کی فآمن لہ لوط ۔ (عنکبوت ع۳) یعنی اس کے ساتھ حضرت لوطؑ ایمان لائے یعنی تصدیق نبوت فرمائی اسی طرح سے حضرت علیؑ نے جو پہلے ہی سے مسلم باسلام ہوتی تھے آنحضرتؐ کی تصدیق فرمائی اور ایمان لائے۔ دیکھو شفاء قاضی عیاض مالکی صفحہ ۲۱۴ و اکثر المفسرین علی ان الذی جاء بالصدق ھو محمد قال بعضھم و ھو الذی صدق بہ قیل علیؑ۔ یعنی اکثر مفسرین کا اسپر اتفاق ہے کہ آیت مجیدہ والذی جاء بالصدق یعنی جو شخص سچ لایا ہے اس سے آنحضرتؐ مراد ہیں اور وصدق بہ اولئک ھم المتقون یعنی جس شخص نے اولاً اس کی تصدیق کی وہ حضرت علیؑ ہیں۔ اور شرح تجرید قوشجی صفحہ ۳۶۹ میں ہے یدل علیٰ ذٰلک ما روی ان النبیؐ قال بعثت یوم الاثنین و اسلم علی یوم الثلثاء ولا اقرب من ھٰذہ المدۃ و قولہ اولکم اسلاماً علی بن ابی طالب و ما روی عن علی انہ کان یقول انا اول من صلّے و اوّل من آمن باللہ و رسولہ ولا یسبقنی الی الصلوٰۃ الا نبی اللہ و کان قولہ مشہوراً بین الصحابۃ ولم ینکر علیہ منکر فدل علی صدقہ و اذا ثبت انہ اقدم ایماناً

من الصحابۃ کان افضل منھم بقولہ والسابقون السابقون اولئک المقربون
و روی انہ قال علی المنبر بمشھد من الصحابۃ انا الصدیق الاکبر آمنت
قبل ایمان ابی بکر و اسلمت قبل ان اسلم و لم ینکر علیہ منکر فیکون افضل
من ابی بکر۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں دوشنبہ کے دن مبعوث
برسالت ہوا ہوں اور علیؑ سہ شنبہ کے دن اسلام لائے۔ اور علیؑ ہی تم سب سے پہلے اسلام
لائے ہیں اور خود حضرت علیؑ نے فرمایا کہ سب سے پہلے میں نے آنحضرت کے ساتھ نماز پڑھی اور
سب سے پہلے خدا و رسول کے ساتھ ایمان لایا ہوں۔ مجھ سے نماز پڑھنے میں آنحضرتؐ
کے سوا اور کوئی سابق نہیں ہے اور یہ دعوےٰ حضرت علیؑ کا تمام صحابہ کے درمیان مشہور
تھا اور کسی نے اس کا انکار نہیں کیا۔ پس یہ انکے سچ کہنے پر دال ہے تو لابد وہی تمام
صحابہ سے افضل ٹھیرے اور آیت مجیدہ والسابقون الخ سے وہی حضرت مراد ہیں
اور آپ نے بار بار منبر نبویؐ پر روبرو صدہا صحابہ کے فرمایا کہ میں ہی صدیق اکبر ہوں
اور حضرت ابوبکر سے پہلے ایمان لایا ہوں اور اُس سے میں ہی فقط سابق الاسلام ہوں
اور جب کسی نے اسکا انکار نہیں کیا اور ہر ایک نے اس دعوے کی تصدیق کی تو آپ کی
فضیلت حضرت ابوبکر پر بدرجۂ غایت ثابت ہوئی۔ حافظ ابونعیم حلیۃ الاولیاء صفحہ ۶۳
ابن عباس سے روایت کرتے ہیں قال رسول اللہ ما انزل اللہ یا ایھا الذین
امنوا الا و علی راسھا و امیرھا و شریفھا۔ یعنی خدا نے قرآن شریف میں کسی جگہ
جملہ "یا ایھا الذین امنوا" (اے ایمان والو اے مومنو) نازل نہیں کیا مگر یہ کہ حضرت
علیؑ راس و رئیس اور امیر و شریف مصداق جملہ مذکورہ اور اصل مقصود اہل ایمان
و مومن اول ہیں (ایضاً فی تاریخ الخلفا سیوطی صفحہ ۱۷۰)

غرض کہاں تک لکھوں۔ پس ثابت ہوا کہ یہ مومنین جو سورۂ حج کی آخری آیات
میں مذکور ہیں اور جو شہید علی الناس ہیں ذریت حضرت ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ و نبیؐ خاتم
سے ہیں اور اول اُن میں علی ابن ابی طالبؑ ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ یا ایھا الذین
امنوا ارکعوا و اسجدوا و اعبدوا ربکم و افعلوا الخیر لعلکم تفلحون۔ و

جاھدوا فی اللہ حق جہادہ ھو اجتباکم وما جعل علیکم فی الدین من
حرج ملۃ ابیکم ابراھیم ھو سمٰکم المسلمین من قبل وفی ھذا لیکون الرسول
شہیدا علیکم وتکونوا شہداء علی الناس فاقیموا الصلوۃ واٰتوا الزکوۃ
واعتصموا باللہ ھو مولاکم فنعم المولیٰ ونعم النصیر۔ (حج ع۱۰) - یعنی
اے مومنو رکوع کرو - سجدہ بجا لاؤ - اور اپنے پروردگار کی عبادت کرو - اور خیر مطلق بجا
لاؤ - تم ضرور رستگار ہو گے - اور راہ خدا میں وہ جہاد کرو جو حق جہاد راہ خدا ہے -
اس خدا نے تمہیں اس کام کے لئے چنا اور مجتبےٰ بنایا ہے - اور تمہارے اوپر دین میں کوئی
تنگی نہیں رکھی - یہ تمہارے باپ ابراہیمؑ کی ملت ہے - اُسی نے تمہیں مسلمین کہا ہے -
(ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک) پہلے بھی اور اس (قرآن) میں بھی تاکہ
رسول تم پر شہید ہو اور تم تمام لوگوں پر شہید ہو - پس نماز کو قائم کرو اور زکوۃ ادا
کرو - اور خدا کو محکم پکڑے رہو - پس وہی تمہارا مولے و ولی ہے اور وہی اچھا مولے
اور اچھا مددگار ہے - یہ آیت صاف توضیح کرتی ہے کہ یہ مومنین جن سے اس میں
خطاب ہے مومنین مخصوصین ہیں نہ کوئی اور کیونکہ یہ خاص برگزیدہ و مجتبےٰ بندے
ہیں یہ شہید علے الناس ہیں اور رسول انپر شہید ہے اور یہ ذریت حضرت ابراہیمؑ
ہیں - انہی کو انکے باپ ابراہیم نے مسلمین کہا ہے جن میں سے نبی محمدؐ عربی روحی فداہ
مبعوث برسالت ہوئے اور وہ اُس وقت موجود تھے وکذلک جعلناکم امۃ
وسطا لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا -
(بقرہ عٌ) یعنی اے امت مسلمہ ہم نے تمکو اس لئے امت وسط قرار دیا ہے تاکہ تم تمام
لوگوں پر شہید ہو اور رسولؐ تم پر شہید ہے - تفسیر نیشاپوری جلد ۱ صفحہ ۴۰۳
میں ہے - وروی الحاکم ابو القاسم الحسکانی فی کتابہ شواھد التنزیل
باسنادہ عن علی رضی اللہ عنہ ان اللہ تعالے ایانا عنی بقولہ لتکونوا
شہداء علی الناس فرسول اللہ شاھد علینا ونحن شہداء اللہ
علی خلقہ وحجتہ فی ارضہ ونحن الذین قال اللہ تعالیٰ وکذلک جعلناکم امۃ

وسطا۔ یعنی علامہ حاکم ابوالقاسم حسکانی نے اپنی کتاب شواہد التنزیل میں جناب امیر علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے کہ جناب امیرؑ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے مراد ہم ہی ہیں اور ہم ہی تمام لوگوں پر شہید ہیں اور رسولؐ ہمارے اوپر شہید ہیں اور ہم ہی اسکی زمین میں حجت قرار دئے گئے ہیں پس وکذالک جعلنا کم امۃ وسطا سے مراد ہم ہی ہیں۔ خلاصہ کلام صداقت انضمام ہدایت التیام یہ ہے کہ ملت ابراہیمیہ و دولت اسلامیہ مطلقہ ذریت خاصہ ابراہیمیہ میں جو نسل اسماعیلیہ میں سے ہے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے برابر باقی و مستدام رہی ہے ایک آن کے واسطے منقطع نہیں ہوئی۔ چنانچہ آیت ذیل سے شہادت ملتی ہے واذ قال ابراہیم لابیہ وقومہ انّنی براء مّما تعبدون الا الذی فطرنی فانہ سیہدین وجعلہا کلمۃ باقیۃ فی عقبہ لعلہم یرجعون (زخرف ع۳) یعنی اے محبوب یاد کر اُسوقت کو جبکہ ابراہیمؑ نے اپنے موُنھ بولے باپ (چچا) آذر اور اپنی قوم سے کہا کہ میں تمہارے اُن خود ساختہ معبودوں سے بری بیزار ہوں۔ جنکو تم پوجتے ہو میں تو صرف اُسی کو معبود برحق جانتا ہوں جسنے مجھکو پیدا کیا ہے اسے وہی ہدایت کرتا ہے اور کریگا۔ (یعنے میں اپنے خالق و صانع کے سوا اور کسی کو معبود نہیں جانتا وہی معبود برحق ہے لا الہ الا اللہ سوائے خدا کے اور کوئی معبود نہیں یہی کلمہ اسلامیہ و دیانت خالصہ اسلامیہ ہے) اس اسلام کو ہمیشہ کے لئے حضرت ابراہیم نے اپنی اولاد و اعقاب میں قرار دیا ہے چنانچہ فرماتا ہے وجعلہا کلمۃ باقیۃ فی عقبہ لعلہم یرجعون یعنی ابراہیمؑ نے اُسکو بطور کلمہ باقیہ اپنی اولاد میں قائم کیا تاکہ وہ اُسی کی طرف رجوع کریں۔ اس آیت مجیدہ سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام ہمیشہ اولاد حضرت ابراہیمؑ میں باقی رہا ہے اور رہیگا ایک آن کیواسطے ملت ابراہیمیہ بالکلیہ مفقود نہیں ہوئی تاظہور حضرت سرور کائنات اوصیا حضرت ابراہیمؑ یکے بعد دیگرے ہوتے رہے خواہ ظاہر خواہ غیر ظاہر۔ اور وقت ولادت باسعادت جناب خاتمؐ حضرت عبد المطلب آپکے جد بزرگوار وصی حضرت ابراہیمؑ تھے اور اُسی ملت ابراہیمیہ پر قائم و استوار۔ اسی طرح پھر آپکی اولاد جیسا کہ کتب اخبار صحیحہ سے ثابت ہے۔ بعض ناعاقبت اندیش جو راہ صدق و صفا اور جادۂ

معرفت و حیاء سے دُور جا پڑے ہیں یہ کہتے ہیں کہ آباء و اجداد آنحضرتؐ معاذ اللہ

نبیؐ و علیؑ کے والدین کا اسلامی شرف

بناہ بخدا مشرک و کافر تھے نہ مومن و مطہر وہ بیچارے جہالت کے
مارے علم قرآن اور حقیقت خاندان خلیلیہ سے جو امت مسلمہ ہے
نااہل و ناواقف ہیں - حالانکہ حق سبحانہ و تعالے فرماتا ہے وتوکل
علی العزیز الرحیم الذی یراک حین تقوم و تقلبک فی
الساجدین - (شعراء ع ۱۱) - یعنی اے محبوب تو ہمیشہ اُسی ذات پاک عزیز و رحیم پر
متوکل رہ جا جو ہر حال میں وہ تیرا حافظ و نگران حال ہے اور تقلب تیرا (ایک صلب
سے دوسرے صلب اور ایک رحم سے دوسرے رحم میں آنا) ہمیشہ میرے سجدہ کرنے
والوں میں رہا ہے - دیکھو تفسیر آیت ہذا در ینابیع المودة شیخ سلیمان حنفی قندوزی صفحہ ۱۴
و تفسیر ابن کثیر برحاشیہ تفسیر فتح البیان صفحہ ۱۹۵ و جمع الفوائد صفحہ ۱۱۶ و تفسیر در منثور
جلد ۵ صفحہ ۲۹۴ - کہ آنحضرتؐ ختمی مرتبت فداہ ابی و اُمی ارشاد فرماتے ہیں خرجت من
نکاح و لم اخرج من سفاح من لدن آدم الی ان ولدنی ابی و امی - یعنی آدمؑ سے
لیکر تا اپنے والدین تک ہمیشہ سے میں پاک و صاف نکاح اسلام کے ذریعہ سے ہر ایک صلب
و رحم پاک و پاکیزہ میں ہوتا چلا آیا ہوں - میری ولادت ہرگز ناجائز طریقہ سے نہیں ہوئی -
نیز فرماتے ہیں - ما ولدنی من سفاح الجاهلیة شیئ و ما ولدنی الا نکاح کنکاح
الاسلام - یعنی ہمیشہ میں نکاح اسلام کے ذریعہ سے متولد ہوتا چلا آیا ہوں (یعنی جن جن
اصلاب و ارحام میں میرا نور نبوت منتقل ہوا ہے وہ سب مومن و مسلم باسلام مطلق
تھے) زمانہ جاہلیت (کفر و شرک) کی ذرا بھر بھی مجھے ہوا نہیں لگی - اور فرماتے ہیں کہ جبرئیل
نازل ہوئے اور عرض کی کہ آپکا پروردگار بعد تحفہ درود و سلام ارشاد فرماتا ہے کہ اے
محبوب میں نے آتش دوزخ کو حرام کر دیا ہے اُس پشت پر جس نے تم کو رحم مادر میں اُتارا اور
اُس شکم پر جس نے تم کو اٹھایا (جس میں تمہارا حمل رہا ہے) اور اس گود پر جس نے تمہاری
کفالت کی ہے اس حدیث کو مسلم نے اپنی صحیح کے جزو ثانی میں درج کیا ہے انتہی دیکھو
مودة القربیٰ سید علی ہمدانی صفحہ ۱۹ -

یہ مشاہدہ کی بات ہے کہ جو چیز پاکیزہ اور لطیف ہو مثلاً دودھ جو ایک عمدہ اور اچھی خوراک ہے اس کو صاف اور ستھرے ظرف میں رکھا جاتا ہے اگر تھوڑی سی کثافت و میل اُسمیں داخل ہو تو کثیف و متعفن ہو جائیگا۔ ایک محدود الخیال کے نزدیک بھی یہہ مسلم ہے تو یہہ کیونکر باور کیا جاسکتا ہے کہ نور خدا ناپاک اور پلید ظروف میں چلا آیا ہو حسب ارشاد باری انما المشرکون نجس۔ (توبہ ع۴)۔ سوائے اس کے نہیں کہ مشرک لوگ پلید و ناپاک ہیں اور اُسے زمانہ جاہلیت و کفر کے اتصال و قرب سے مقام نجس میں جگہ ملی ہو چنانچہ نورانی ہونا اسے خود تسلیم ہے اول ما خلق اللہ نوری (سب سے پہلے خدا نے میرے نور کو خلق فرمایا) اصل بات یہہ ہے کہ حضرت آدم صفی اللہ سے لیکر تا زمانہ خود جس جس پشت اور جس جس رحم میں یہ نور حضور متمکن ہوا ہے وہ بموجب آیت شریفہ وتقلبك فی الساجدین خدا کے خاص بندے اور کامل موحد تھے۔ اس سے وہ شک بھی رفع ہوگیا۔ کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ جو ہمارے نبیؐ کے جد امجد و شیخ الانبیاءؑ ہیں ان کی بابت یہہ مشہور ہے کہ اُن کے باپ کافر و مشرک تھے اور اس قسم کی آیات سے (جس میں لفظ اب آذر کے لئے استعمال ہوا ہے) استدلال لاتے ہیں۔ و اذ قال ابراھیم لابیہ آذر اتتخذ اصناما الھۃ۔ (انعام ع۹)۔ یعنی یاد کرو اُسوقت کو جبکہ ابراہیمؑ نے اپنے منھ بولے باپ آذر سے کہا کہ تم لوگ کیوں بتوں کو خدا سمجھے ہوئے ہو۔ وہ مرتابین و متشککین بصورت ظاہرہ لفظ اب سے اس غدشہ میں پڑتے ہیں۔ حالانکہ حضرت خلیلؑ کے حقیقی باپ کا نام نامی و اسم گرامی حضرت تارخؑ ہے آذر اُنکا چچا تھا اور اہل علم جانتے ہیں کہ لفظ اب غیر حقیقی باپ پر بھی مجازاً بولا جاسکتا ہے۔ چنانچہ مقام کنیت وغیرہ میں اور لفظ والد حقیقی باپ کے سوا اور کسی پر نہیں بولا جاتا۔ چنانچہ جناب امیرؑ کو ابو تراب کہتے ہیں کیا مٹی حضرتؑ کے وجود سے پیدا ہوئی تھی اور وہ جناب مٹی کے حقیقی باپ ہیں اگر ایسا ہوتا تو پھر وہ والد تراب کہے جاسکتے اسی طرح ابو ہریرہ۔ کیا وہ بلیاں جنکی ابوہریرہ صاحب پرورش فرماتے تھے اُنہیں سے متولد ہوئی تھیں اسی طور پر دیگر کنیات پر قیاس کرنا چاہیئے۔ حضرت ابراہیمؑ کے

چچا آزر کے لئے لفظ اَبْ استعمال ہوا ہے نہ والد جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید اسمیں کوئی وجہ ہو۔ اور وہ یہہ ہے کہ بمحاورہ عرب چچا کو اَبْ یعنے باپ کہہ سکتے ہیں چنانچہ آیت ذیل میں اس کا ثبوت کافی بدرجہ وافی موجود ہے۔ اَمْ کُنْتُمْ شُہَدَاءَ اِذْ حَضَرَ یَعْقُوبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِیْہِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ قَالُوا نَعْبُدُ اِلٰہَکَ وَاِلٰہَ آبَائِکَ اِبْرَاہِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰہًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ۔ (بقر ع ۱۶) یعنے کیا تم حاضر تھے جسوقت آئی یعقوب کو موت جبکہ اُسنے کہا اپنے بیٹوں کو کہ تم کس کی عبادت کروگے بعد میرے (تو) کہا اُنھوں نے عبادت کرینگے ہم تیرے خدا اور تیرے باپوں ابراہیمؑ و اسماعیلؑ و اسحاقؑ کے خدا کی جو معبود یگانہ و یکتا ہے اور ہم تو اسی کے واسطے اسلام رکھتے ہیں۔

درحقیقت ابراہیمؑ حضرت یعقوبؑ کے جد تھے اور اسماعیلؑ اُنکے چچا تھے اور حقیقی باپ تو اُن کے اسحاقؑ ہی تھے مگر اس آیت میں دادا اور چچا کو بھی باپ کہا گیا ہے اسی جہت سے آزر کو ابراہیمؑ کا باپ کہا ہے دراصل وہ چچا تھا اور کتب اسلامیہ میں تو اس کے باپ ہونے کا موجب اسکا پرورش کرنا لکھا ہے (قصص المرسلین ملا اسحاق بصری نقشبندی صفحہ ۱۹۳) اور خاصکر آیت مجیدہ وَتَقَلُّبَکَ فِی السَّاجِدِیْنَ سے شک رفع اور شبہ زائل ہو سکتا ہے کیونکہ جس طرح نور آنحضرتؐ صلب ابراہیم میں رہا ہے ویسے حضرت ابراہیمؑ کے باپ کے صلب میں بھی رہا ہے اور آیت مجیدہ سے صاف دلالت ہے کہ مقام نور نبوت مطلقاً ساجدین میں تھا پس اگر آزر ہی جناب خلیلؑ کا باپ ہو تو اُسکو بھی خدا کا ساجد تسلیم کرنا پڑیگا حالانکہ اکثر قرآن اس امر کی نفی کرتا ہے پس کیا وجہ مفید کہ ہم آزر کو اُنکا حقیقی باپ تصور کریں وہی حضرت تارخؑ اُنکے والد ماجد اور خداوند واحد کے عابد و ساجد تھے۔ (فافہموا وتدبروا فیہ) (دیکھو اپنے مذہب کی کتاب معتبر صیانۃ البداھۃ صفحہ ۳۹۲)۔

علاوہ ازیں ایک اور طرح کا ثبوت خود قرآن مجید میں موجود ہے۔ کہ جناب خلیل کا آزر والد نہیں تھا۔ بلکہ چچا ہی تھا لیکن اس بات کے سمجھنے کے لئے عقل اور تدبر شرط

ہے قال اللہ عزوجل وما کان استغفار ابراہیم لابیہ الا عن موعدۃ وعدھا ایاہ فلما تبین لہ انہ عدو للہ تبرء منہ۔ (توبہ ع ۱۴)۔ یعنی جناب خلیل کا اپنے باپ آذر کی خاطر استغفار کرنا محض ایک وعدے کی بنا پر تھا جو خلیلؑ نے اس سے کیا تھا لیکن جناب خلیلؑ کو جب معلوم ہو گیا کہ وہ اللہ کا عدو ہے۔ تو جناب خلیلؑ نے اس سے تبرا کر لیا اور وہ وعدہ یہ تھا قال سلام علیک ساستغفر لک ربی انہ کان بی حفیا۔ (مریم ع ۳) یعنے بس آج سے آپ پر میرا سلام ہے اور چونکہ آپ نے میری پرورش کی ہے اسلئے ایک مرتبہ میں بھی اپنے مہربان پروردگار سے آپکی خاطر استغفار کرونگا۔ اور اپنے والد ماجد اور والدہ ماجدہ کی خاطر جناب خلیلؑ کا استغفار ہمیشہ رہتا ہے چنانچہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی زبانی مذکور ہے۔ رب اجعلنی مقیم الصلوۃ ومن ذریتی ربنا وتقبل دعاء ربنا اغفر لی ولوالدی وللمومنین یوم یقوم الحساب۔ (ابراہیم ع ۶)۔ اس سے ظاہر ہے کہ جناب خلیلؑ کے والدین مومن ہی تھے جنکی خاطر استغفار ہمیشہ کے لیے رہی ہے اور آذر انکا والد نہیں تھا بلکہ صرف موحد لولا باپ تھا (یعنی چچا تھا) جس کے لئے استغفار ایک وعدے کی بنا پر ایک خاص وقت تک رہا پھر جب اس کی عداوت اچھی کھل گئی وہ اس سے باز رہے۔

انبیاء و اوصیاء کے آباؤ اجداد ہمیشہ سے موحد اور طاہر رہتے ہیں اور ہونا بھی چاہیے کیونکہ وجود انبیاء کلمۃ اللہ اور کتاب وجودی حضرت حق ہیں۔ اور اسرار جیسے پروردگار اور حامل علوم الٰہیہ ہیں۔ یہ مسئلہ عوام میں بھی مشہور ہے کہ قرآن مجید جو کہ کاغذ پر لکھا ہوا ہوتا ہے اس کو بغیر طہارت مس کرنا حرام ہے۔ اسی واسطے مشرکوں کے ہاتھوں میں قرآن مجید کا دینا گناہ کبیرہ ہے۔ پس جب ہمارے نزدیک ہمارے کاغذ ہماری روشنائی کے لکھے ہوئے قرآنی حروف کی یہ تعظیم و تکریم ہے یعنے ہرگز ہم گوارا نہیں کرتے کہ اس کاغذی قرآن صامت کو کوئی مشرک مس کرے تو بھلا وہ قرآن ناطق جس کو خالق عالم نے نورانی روشنائی قدرت سے نورانی صفحات جلالیہ جمالیہ

پر اپنے دست قدرت سے لکھا ہے کب گوارا کریگا کہ اسکو اصلاب نجسہ وارحام خبیثہ میں ہزاروں سال تک رہنے دے۔ ہمارے علوم جو کہ خداوند عالم کے علوم کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہیں انکی نسبت یہ ارشاد نبوی ہوا ہے —

وان العلم نور من اللہ فان النور لا یعطی لعاصی۔ پس جب یہ ادنٰے علوم عاصیوں کو نہیں دئے گئے اور نہیں دئے جاتے تو کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ وجود جو حامل علوم الٰہیہ ہیں انکو کفار و مشرکین کے اصلاب وارحام میں ودیعت کرے۔ نہیں نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوا ہے کل آباؤ اجداد انبیاء علیہم السلام کے موحد اور رب واحد کے عابد و ساجد تھے۔ (اس بارہ میں ہمارا رسالہ "ضوابط غفرانیہ" نہایت ہی نافع ہے)

اور چونکہ یہ مسلم ہے کہ نور وصیؑ جزو نور نبیؐ ہے اور حضرت عبد المطلبؑ تک دونوں ایک ہی تھے (انا و علیؑ من نور واحد) اسلئے حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کے والدین بزرگوار بھی غیر مسلم نہ تھے انکا تقلب بھی ساجدین میں تھا۔ ہمارے اس سلسلہ بیانات سے بشرط غور و تفکر واضح ہو گیا ہے کہ جناب ابو طالبؑ بھی دولت اسلام و شرف دینیات سے معزز تھے اور مومن و موحد۔

غرض دوام و بقاء اسلام مطلق ذریت ابراہیمؑ میں ہے جو از نسل اسماعیلؑ ہے اور حضرت ابراہیمؑ کے حق میں فرماتا ہے۔ وجعلنا فی ذریتہ النبوۃ والکتاب (عنکبوت ع۳) یعنی ہم نے ذریت ابراہیم میں نبوت و کتاب قرار دیدی ہے اور یہ سلسلہ ہمیشہ ہمیشہ ذریت ابراہیمؑ میں باقی ہے اور یہ حبل حبل الٰہی ہے جس میں کبھی انقطاع واقع نہ ہو گا۔ اور یہ قاعدہ مصدقہ و مسلمہ ہے کہ انصراف مطلق کا فرد کامل مطلق کی طرف ہوتا ہے اور جب تک کوئی تقیید حکم میں نہ ہو حکم عام و کلی ہوتا ہے لہذا بنص آیت کریمہ کتاب و نبوت ذریت حضرت ابراہیمؑ میں تا قیام قیامت باقی ہے۔ کیونکہ قید کسی وقت خاص کے لئے نہیں ہے۔ اور چونکہ اولاد اسماعیلؑ ہی میں یہ سلسلہ قائم و باقی رہیگا اسلئے اس سلسلہ میں وارث کتاب وہ امت مسلمہ ہو گی جو مثل پیغمبرؐ مسلم مطلق ہے کیونکہ یہ کتاب ہی مایہ النبوت اور مایہ الامامت ہے اور

حامل کتاب نہیں ہو سکتے مگر وہ نفوس مقدسہ جو متصف باوصاف پیغمبری ہوں جیسا کہ ہم پہلے آیت مجیدہ ربنا وابعث فیہم رسولا منہم الخ سے ثابت کر چکے ہیں۔ پس لابد یہ کتاب و نبوت جناب رسالتمآب صلعم تک پہنچی جو امت مسلمہ کے ایک فرد ہیں اور حامل کتاب حقیقی وجودی آنحضرت صلعم ہوئے لکن بنص قرآنی نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہو گئی ہے اور کتاب باقی رہی پس معلوم ہوا کہ نبوت و کتاب میں عام و خاص من وجہ کی نسبت ہے جہاں نبوت ہے وہاں کتاب ضرور ہے مگر جہاں کتاب ہے وہاں نبوت ضروری نہیں کتاب لازم نبوت ہے اور نبوت ملزوم۔ نہ بالعکس۔ کتاب بعد نبوت بھی باقی ہے (فافہم) اور یہ بھی مسلم ہے کہ جناب ابراہیم علیہ السلام درجۂ امامت پر بھی فائز ہوئے جو بعد نبوت و رسالت و خلت عطا ہوا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ذریت میں بھی اس عہدۂ جلیلہ کی درخواست کی چنانچہ خدا نے منظور فرمائی کہ ہاں بیشک یہ عہدہ صالحین و صابرین ذریت ابراہیم علیہ السلام کو پہنچیگا۔ پس قیامت تک کے لئے یہ عہدہ انکی ذریت میں باقی و قائم رہیگا کیونکہ ما بہ النبوۃ اور ما بہ الامامت ایک ہی شے ہے اور وہ علم موہبتی لدنی ہے جس پر رفعت درجات موقوف ہے۔ اور وہ اسی خاندان نبوت و رسالت میں موجود ہے گو آپ کے بعد کسی پر لفظ نبی صادق نہیں آسکتا کیونکہ نبوت ختم ہے مگر امامت بجعل الٰہی باقی ہے۔ اور جب تک دنیا کا وجود ہے۔ اور صفحہ روزگار پر ذریت ابراہیمیہ کا نشان قائم ہے بلکہ اگر روئے زمین پر ایک فرد انسان بھی موجود ہے تو امام از ذریت خلیل اللہ و عترت رسول اللہ ضرور موجود ہے کبھی زمین اس امام خلق اور حجت خدا سے خالی نہیں ہو سکتی اسی لئے تو آنحضرت نے اس کتاب الٰہی کو بجعل الٰہی اسی سلسلہ میں ودیعت فرمایا۔ انی تارک فیکم الثقلین احدہما اعظم من الاخر کتاب اللہ و عترتی اہلبیتی حبل اللہ ممدود من السماء الی الارض ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا بعدی و لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض یعنی بتحقیق میں تم لوگوں میں دو چیزیں گرانبہا چھوڑنے والا ہوں جو ایک کو دوسرے پر فوق و فضیلت ہے ایک کتاب خدا دوسری

اپنی عترت اہل بیت اور یہی خدا کی مضبوط رسی ہے جو آسمان سے زمین پر لٹکتی ہوئی ہے اگر تم لوگ اسی سے متمسک رہوگے تو بعد میرے ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہوگے (دیکھو کتب ذیل ازالۃ الخفاء صفحہ ۲۹۳ - تفسیر نیشاپوری جلد ۱ صفحہ ۳۴۹ - صحیح ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۴۱ - مشکوۃ شریف صفحہ ۵۶۱ باب مناقب اہلبیت ع)

ہم پہلے ابتدائے تمہید میں لکھ آئے ہیں کہ مسلمانوں میں قانون اسلامیہ کی پابندی ہرگز نہیں رہی اگر قانون اسلامیہ کی پابندی کیجاتی تو یہ حالت کبھی نہ ہوتی کہ اب ان میں تفرقہ پڑگیا اور اختلاف و افتراق باہمی کیوجہ سے اسلام تتر بتر ہوگیا۔ اور کتنے فرقے پیدا ہوگئے جو ایک دوسرے کی تکفیر کررہا ہے۔ شخصی رائیں جزو دین ہوگئی ہیں جن کا نکلنا اب محال ہے۔ خود رائی اور اندھی تقلید نے مسلمانوں کا ستیاناس کردیا ہے اور وہ قانون الٰہی یہی ہے کہ نصب و تقرر ہادی من جانب خدا ہے۔ جناب خلیل ع سے لیکر تا جناب خاتم ص یہ سلسلہ خدا ہی کے اختیار میں رہا ہے۔ لوگوں کو اس میں کچھ دخل نہیں (وربک یخلق ما یشاء و یختار ما کان لہم الخیرۃ۔ (قصص ع ۷) یعنی تیرا پروردگار جو کچھ چاہتا ہے خلق فرماتا ہے اور جس کو جس کام کے لئے چاہتا ہے منتخب فرماتا ہے لوگوں کا اس میں کچھ اختیار نہیں) پس بدیہی و لازمی ہے کہ بعد آنحضرت فداہ روحی لوگوں کے ہاتھوں میں نہیں چلا جاسکتا کہ لوگ جس کو چاہیں اپنا ہادی بنالیں۔ دیکھو امامت خاص ذریت حضرت ابراہیم ع میں ہے اور یہ سلسلۂ امامت آخر بجناب ختمی مرتبت ص منتہی ہوتا ہے اور آپ اس سلسلہ کو بحبل الٰہی اپنی اہلبیت ع میں چھوڑتے ہیں چنانچہ حدیث ثقلین سے واضح ہے کہ کتاب و امامت مخصوص باہلبیت رسول ص ہے۔ اور انہی سے تمسک کرنے سے یہ فائدہ کہ لن تضلوا بعدی ابداً کہ تم لوگ بشرط تمسک بہ ثقلین میرے بعد کبھی بھی گمراہ نہ ہوگے اور آنحضرت ص نے انہی دونوں کو حبل اللہ سے تعبیر فرمایا اور حبل اللہ کی نسبت قرآن میں یہ وارد ہے واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا و لا تفرقوا۔ یعنی تم سب لوگ محض حبل اللہ ہی کو مضبوط پکڑو و ادھر ادھر نہ جاؤ

اور پراگندہ مست ہو۔ مگر جب ہم دیکھتے ہیں تو مسلمانوں میں پراگندگی اتنی ہے جسکا حساب نہیں ایک کا رُخ دوسرے سے نہیں ملتا ایک مشرق کو جارہا ہے تو دوسرا مغرب کو۔ اور گمراہی دبے دینی اس قدر پھیلی ہے کہ اب تمیز دینیات وحقائق اسلامیہ مشکل۔ تو یقیناً یہی کہا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں نے تمسک ثقلین ہی نہیں کیا اور نہ حبل اللہ کو مضبوط پکڑا خستہ اور خام رسیاں لے لیں جعلی ہادیوں نے انکو فسیحر قوا اعین الناس کے مصداق بنا دیا ہے نہیں تو لن تضلوا بعدی ابدا کا مفاد انپر قیامت تک کے لئے عائد ہوتا۔ یہی وجہ انکے باہمی اختلاف وافتراق کی ہے اور یہی موجب فرقہ بازی کا ہے اور اصلی باعث تکفیر یکدیگر۔ + (دیکھو ہمارا رسالہ روحانیہ ایمانیہ)

خلیفہ منصوص من اللہ ہوتا ہے

جناب صفیؑ و داؤدؑ کی خلافت منجانب خدا ہے۔ حیث قال۔ واذ قال ربک للملائکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ۔ (بقر عؑ) ۔یعنی یاد کرو تم اُسوقت کو جبکہ خداوند عالم نے فرشتوں سے خطاب فرمایا کہ میں ہی زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔ یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض فاحکم بین الناس بالحق۔ (ص عؑ) یعنی اے داؤد ہم نے تم کو خلیفہ زمین میں بنایا ہے پس لوگوں میں حق کے ساتھ حکم کرو۔ حضرت موسےٰؑ نبی وکلیم جملہ نقائص وعیوب سے مبرا ومعصوم تھے وہ بھی اپنے بھائی ہارون پر خدا کی جانب سے نص وحجت تمام فرماتے ہیں اخلفنی فی قومی واصلح۔ (اعراف عؑ) یعنی اے بھائی ہارونؑ تم میری قوم میں میرے جانشین وقائم مقام رہو اور انکی اصلاح کرو۔ مزید برآں قصہ طالوتؑ ملاحظہ ہو جبکہ بنی اسرائیل نے اپنے نبی (شموئیل) سے کہا کہ ہمارے واسطے ایک بادشاہ دینی بھیج دے جس کے ساتھ ملکر ہم راہ خدا میں جہاد کریں قال لہم نبیّھم ان اللہ قد بعث لکم طالوت ملکا۔ (بقر عؑ) یعنی ان کے نبی (شموئیلؑ) نے کہا اللہ تعالٰے نے طالوتؑ کو بادشاہ دینی بناکر تمہارے لئے بھیجا ہے اسوقت انہوں نے جواب میں کہا وہ کیونکر ہم پر بادشاہ دینی بن سکتا ہے حالانکہ وہ کوئی بڑا مالدار نہیں ہے (آجکل بھی جہلاء زمانہ کا یہی خیال ہے کہ امام وخلیفہ یا

لہٰذا قوم وہی ہے جو مالدار ہو خواہ اس میں قابلیت و استعداد ہو یا نہ ہو۔ اور ہم اس سے زیادہ بادشاہت کے مستحق ہیں کیونکہ مالدار ہیں۔ قال ان اللہ اصطفاہ علیکم وزادہ بسطۃ فی العلم والجسم واللہ یؤتی ملکہ من یشآء واللہ واسع علیم۔ (بقرہ ع ۳۲) – یعنی ان کے پیغمبرؑ نے ان سے کہا کہ خدا نے اسکو تم سب پر اس نے برگزیدہ و پسندیدہ کیا ہے کہ وہ صاحب طاقت جسمیہ و وسعت علمیہ تم سب سے زیادہ ہے لہذا وہی مستحق حکومت دینی ہے اور خدا جس کو چاہتا ہے ملک عطا کرتا ہے اور وہی صاحب فضل واسع و دانا تر ہے۔

اس سے چند باتیں بالصراحت ثابت ہوئیں۔ **اوّل** تو یہ کہ حکومت دینی کا تقرر از جانب خدا ہے خواہ بلا واسطہ ہو یا بالواسطہ۔ **دوئم** حاکم دینی خلیفہ خدا کا سب سے زیادہ اعلم و اشجع ہونا شرط ہے۔ **سوم** اسکو تمام لوگوں پر اصطفا یعنی برگزیدگی حاصل ہو تمام فضائل و مناقب میں اپنی آپ ہی نظیر ہو۔ **چہارم** جبراً و قہراً یا لوگوں کی رائے زنی و مشورے سے تقرر حاکم دینی خلیفہ خدا قطعاً باطل۔ **پنجم** اجماع و شورے بمقابلہ نص کچھ چیز ہی نہیں۔ **ششم** تونگری و غنی ہونا خلافت و حکومت دینی میں شرط نہیں ہے۔ بلکہ علم و شجاعت شرط ہے۔ **ہفتم**۔ جہاد فی سبیل اللہ بمعیت حاکم دینی کیا جا سکتا ہے جو مقرر و معین از جانب خدا ہو بدوں اذن امام ناجائز و حرام۔ غرض تقرر امام و خلیفہ خدا ہی کے اختیار میں ہے اور اس حبل الٰہی کے پابند محض شیعہ اثنا عشریہ ہی ہیں پس یہی ایک فرقہ بمقابلہ جملہ فرق اسلامیہ ناجیہ و فلاحیہ ہے۔ اوّل واعظم خلیفہ بلا فصل انکے یہاں مسلم و مصدق جناب امیر المومنین نفس رسول رب العالمین یعسوب الدین رئیس الانصار و المہاجرین مولانا علی ابن ابی طالب علیہما السلام ہی ہیں اس فرقہ حقہ و طائفہ محقہ کے سوا باقی فرق اسلامیہ اس حبل الٰہی کے ہرگز معتقد و پابند نہیں ہیں یہی وجہ انکے عدم نجات و فلاح کی ہے۔ مابین شیعہ و سنی اصل بناء الاختلاف والافتراق یہی مسئلہ ہے حالانکہ یہ امر حق و صدق اور پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ پیغمبر صلعم مامور من اللہ تھے کہ جب آپ فارغ از امر رسالت ہوں تو آپ بر نصب امام

وخلیفہ مفترض الطاعۃ امر وجوبی عینی ہے۔ کما قال عز من قائلہ۔ واذا فرغت فانصب والیٰ ربک فارغب۔ (الانشراح ع۷)۔ یعنی اے محبوبؐ جب تو ہر ایک امور سے فارغ ہو جائے تو اپنا خلیفہ نصب کر جب اس حکم کی تعمیل میں بوجہ مصلحت دیر ہوئی تو فرمایا۔ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس (مائدہ ع۱۰) یعنی اے رسولؐ مقبول اس حکم کو پہنچا دے جو تیرے پروردگار کی طرف سے تجھپر نازل ہوا ہے اور اگر تو نے ایسا کام نہ کیا تو خدا کی رسالت ہی نہیں پہنچائی اور اللہ تجھے لوگوں کے شر سے بچا لیگا۔ جس کی عملی کارروائی بموقع خم غدیر فرمائی گئی ہے جس کے ضمن میں یہ ارشاد فرمایا من کنت مولاہ فعلیؑ مولاہ یعنی جس کا میں مولےٰ ہوں علیؑ اس کے مولےٰ ہیں تفسیر در منثور جلد ۲ صفحہ ۲۵۹ حلیۃ الاولیاء صفحہ ۱۶۵ سیرۃ المحمدیہ صفحہ ۳۹۶ تفسیر اتقان صفحہ ۲۷ نوع ثانی وغیرہ کتب میں ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ جس وقت بروز خم غدیر رسولخداؐ نے علی المرتضےٰ کو نصب فرمایا اور انکی ولایت و خلافت کی صدا بلند کی تو جبرئیلؑ امین یہ آیت لیکر نازل ہوئے الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی الخ (مائدہ ع۱) اور آنحضرتؐ نے اکمال دین و اتمام نعمت اور اس امر پر کہ خداوند عالم آپکی رسالت اور بعد آپکے علیؑ کی ولایت سے راضی و خوشنود ہوا بکمال مسرت تکبیر کہی (اللہ اکبر علیٰ اکمال الدین واتمام النعمۃ ورضی الرب برسالتی وولایۃ علیؑ ابن ابی طالب من بعدی) اسجگہ لفظ بعدی خود شہادت دیتا ہے کہ مولےٰ بمعنے اولےٰ بتصرف ہے اگر محب و ناصر کے معنے ہوتے تو قید بعدیت کیا اثر رکھتی ہے اس کے صاف یہی معنی ہوں گے کہ بہ موجودگی آنحضرتؐ جناب امیرؑ محب و ناصر مومنین نہ تھے مگر بعد میں انہوں نے محبت و نصرت اسلام کی یہ ہرگز نہیں ہو سکتا بلکہ جس طرح آپ آنحضرتؐ کی موجودگی میں محب و ناصر تھے اسی طرح زمانہ مابعد میں۔ بخلاف ولایت و خلافت کہ یہ عہدہ انکو بعد وفات رسولؐ تا وفات خود اس عرصہ تیس۳۰ سال میں ہمیشہ

ہمیشہ کے لیئے حاصل تھا اگر فی وقت من الاوقات کی تاویل رکیک کیجاوے تو وہ بھی
صحیح نہیں ہے کیونکہ اسکو بھی لفظ بعدی مستحکم نہیں ہونے دیتا۔ (والتفصیل فی
محلہ وللبحث مقام آخر) اس بات کا ۲۲ کس علماء سنیہ نے از روئے انصاف بطرز
صاف اعتراف کیا ہے کہ یہ آیت مجیدہ (یا ایہا الرسول بلغ) غدیر میں حج الوداع
سے لوٹتے ہوئے نازل ہوئی ہے از آں جملہ علامہ فخر الدین رازی اپنی تفسیر کبیر
کی جلد ۳ صفحہ ۶۳۵ میں ناقل ہیں۔ العاشر نزلت ہٰذہ الآیۃ فی فضل
علی رضی اللہ عنہ ولما نزلت ہذہ الآیۃ اخذ بیدہ وقال من کنت
مولاہ فعلی مولاہ اللہم وال من والاہ وعاد من عاداہ فلقاہ عمر
فقال ہنیئاً لک یا بن ابی طالب اصبحت مولائی و مولے کل مومن و مومنۃ
یعنی دسواں سبب نزول اس آیت کا یہ ہے کہ یہ آیت فضیلت علیؑ میں نازل ہوئی
ہے بوقت نزول آنحضرتؐ روحی فداہ نے جناب علیؑ کے ہاتھ کو پکڑ کر فرمایا کہ جس کا
میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولے ہیں خداوندا جو علیؑ کو دوست رکھے اسکو دوست
رکھ اور جو اس سے دشمنی رکھے تو بھی اُسکو دشمن رکھ اس اثنا میں حضرت عمر ابن
خطاب نے جناب امیرؑ سے ملاقات کر کے کہا کہ اے پسر ابو طالبؑ مبارک ہو جیو کہ آجکے
دن تم نے اچھی صبح کی درحالیکہ میرے اور کل مومنین اور مومنات کے تم مولا ہوئے
(ایضاً فی تفسیر اتقان سیوطی نوع ثانی صفحہ ۲۷ وسیرۃ المحمدیہ صفحہ ۲۵ و ۳۹۶ و تفسیر
نیشاپوری جلد ۲ تحت آیت مذکورہ ومناقب سیدنا علیؑ صفحہ ۲۴ و صفحہ ۲۵ وازالۃ الخفاء
صفحہ ۹۰ و صفحہ ۲۹۳ وتاریخ حبیب السیر صفحہ ۱۴۳ وشواہد النبوۃ ملا جامی صفحہ ۲۱۶ و
مشکوۃ شریف صفحہ ۵۵۶ و تفسیر در منثور سیوطی صفحہ ۲۹۸ جلد ۲ و تفسیر فتح البیان
نواب صدیق حسن خاں بھوپالی جلد ۳ صفحہ ۸۹) -

مناقب اخطب خوارزم اور روضۃ الاحباب میں حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی
سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلعم کی خدمت میں سوال کیا کہ میں خداؐ و رسولؐ
کو تو جانتا ہوں مگر اولی الامر کو نہیں جانتا جنکی اطاعت مثل اطاعت خداؐ و رسولؐ

کے ہم پر فرض ہے۔ (یا ایّھا الّذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرّسول و اولی الامر منکم۔ (نساء ع ۸)۔ یعنی اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اللہ کے رسولؐ کی اور صاحبان حکم کی) پس وہ صاحبان حکم کون ہیں جو مطاع واجب الاتباع ہیں۔ فرمایا اے جابر وہ میرے خلفاء ہیں اور بعد میرے مسلمانوں کے ہادی و امام ہیں اوّل اُنکا علیؑ ابن ابی طالب ہے اس کے بعد حسنؑ ثم حسینؑ ثم علی ابن الحسینؑ ثم محمدؑ ابن علیؑ جس کا نام توراتِ موسےؑ میں باقر ہے اور تو اس کو پائیگا جبوقت کہ تو اس سے ملے میرا سلام پہنچانا۔ پھر حضرتؐ نے باقی ائمہؑ کے نام فرمائے یہانتک کہ جب حضرت صاحب الزّمانؑ کے نام نامی واسم گرامی پر پہنچے تو فرمایا کہ اس کا نام میرا نام ہے اور اس کی کنیت میری کنیت ہے وہ غائب ہوگا زمانۂ غیبت میں لوگ اُس سے اس طرح مستفیض ہوں گے
جیسے آفتاب سے جبکہ وہ زیر ابر ہو۔ خداوند عالم اس کے ہاتھ پر مشارق و مغارب زمین کو فتح کریگا۔ (کتاب اول صفحہ ۳۱۲ و کتاب ثانی صفحہ ۷۵ م جلد ۲)۔
اس حدیث نیز اُس حدیث سے جس میں فرمایا ہے کہ میرے بعد میرے بارہ خلیفہ بعدد نقباء بنی اسرائیل ہوں گے اور وہ سب کے سب قریش سے ہوں گے۔ (اِنّ عدۃ الخلفاء بعدی کعدۃ نقباء موسیٰ ؑ۔ جامع الصغیر سیوطی جلد ا صفحہ ۳۲۹)
ثابت و محقق ہوا کہ خلفا اور ورثاء پیغمبرؐ معین و مقرر از جانب ربّ اکبر یہی نفوس برگزیدہ و مطہر ہیں اور انہی کو مفسر و مبین قرآن ہونے کا حق حاصل ہے۔ اگر اُمتِ نبیؐ انہی کی پیروی اپنے اوپر واجب و لازم سمجھتی تو آج یہ دن ہرگز دکھائی نہ دیتا کہ اسلام میں تفرقہ پڑنے سے تہتّر ۷۳ شکلیں موجود ہیں۔

قرآن فہمی ہر شخص پر سہل
نہیں تو پھر کون اسکے اہل ہیں

یہ تو مسلّم و مصدق ہے کہ قرآن کتاب کامل ہے اس کا یہ دعوے ہے کہ ولا رطب ولا یابس الّا فی کتاب مبین۔ (انعام ع ۷) یعنے ہر خشک و تر کتاب مبین میں ہے۔ ما فرّطنا فی الکتاب من شیئٍ۔ (انعام ع ۴) یعنی اس کتاب میں کسی شے کی ہم نے کمی نہیں کی

سب کو بیان کر دیا ہے۔ وما من غائبة فی السماء والارض الا فی کتاب مبین (نمل ع۶)۔ یعنی آسمان اور زمین میں کوئی شے پوشیدہ نہیں مگر یہ کہ سب کا بیان اس کتاب مبین میں ہے۔ ونزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شیءٍ۔ (نحل ع۱۳) یعنی اے محبوب ہم نے تجھ پر ایسی کتاب اُتاری ہے جس میں سب شے کا بیان ہے۔ وما یعزب عن ربک من مثقال ذرة فی الارض ولا فی السماء ولا اصغر من ذلک ولا اکبر الا فی کتاب مبین۔ (یونس ع۷) یعنی اے محبوب تیرے پروردگار سے کچھ ذرہ بھر بھی پوشیدہ نہیں نہ آسمان میں نہ زمین میں اور چھوٹی بڑی سب شے کا بیان اس کتاب مبین میں ہے۔ لا یعزب عنه مثقال ذرة فی السموات ولا فی الارض ولا اصغر من ذلک ولا اکبر الا فی کتاب مبین (سبا ع۱) یعنی اُس سے ذرہ بھر بھی پوشیدہ نہیں نہ آسمانوں میں نہ زمین میں اور چھوٹی بڑی سب شے کا بیان اس کتاب مبین میں ہے۔ (وغیر ذلک من الآیات)

اب قابل غور یہ امر ہے کہ جب قرآن کتاب کامل ہے تو کیا ہر شخص اس قرآن کو سمجھ بھی سکتا ہے یا نہیں۔ اگر کہا جائے کہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے تو یہ بدیہی البطلان ہے کیونکہ قرآن بزبان عرب ہے پس جو شخص عربی نہیں جانتا وہ کیسے سمجھ سکتا ہے نہیں نہیں۔ بلکہ جن لوگوں کی زبان اصلاً عربی تھی اُنہوں نے بھی نہیں سمجھا عرب میں بہت لوگ مشرک وکافر رہے ہیں ایسا ہرگز نہیں ہوا کہ تمام عرب اس قرآن کے سمجھ لینے سے مومن ہو گیا ہو۔ بلکہ فرماتا ہے الاعراب اشد کفراً ونفاقاً۔ یعنی اعرابی بہ سبب کفر و نفاق کے بڑے سخت ہیں۔ خاصکر جو لوگ ہمیشہ صحبت کیمیا برکت آنحضرت ختمی مرتبت فداہ روحی میں رہا کرتے اُن میں سے بھی اکثر نے قرآن کو نہیں سمجھا۔ کما اخبر به سبحانه وتعالیٰ ومنهم من یستمع الیک حتی اذا خرجوا من عندک قالوا للذین اوتوا العلم ماذا قال آنفاً۔ (محمد ع۲) یعنی اے محبوب بعض تیرے اصحاب ایسے بھی ہیں جو خوب غور سے قرآن تجھ سے سنتے ہیں اور جب تیرے پاس سے باہر جاتے ہیں تو اُن لوگوں سے جن کو علم

دیا گیا ہے کہتے ہیں کہ پیغمبرؐ نے ابھی ابھی کیا فرمایا ہم تو نہیں سمجھے۔
اس سے یہ نکتہ بھی سمجھ میں آ گیا کہ صاحبان اوتوا العلم (جو خدا کی طرف سے علم دیئے گئے ہیں) ہر زمانہ پیغمبر موجود تھے اور اُن کے وجود کے ساتھ ہی حقیقت کتاب عطا ہوئی یعنی حقیقت نوریہ علمیہ۔ بل ھو آیات بینات فی صدور الذین اوتوا العلم۔ (عنکبوت ع۵) یعنی بیشک آیات بینات اُن لوگوں کے سینوں میں ہیں جن کو بلا واسطہ علم دیا گیا ہے (وسیاتی ذکرہ فی موضعہ) اگر یہ جواب ہو کہ بغیر تکمیل و تحصیل علوم متداولہ صرف و نحو معانی و بیان منطق و فلسفہ۔ قرآن سمجھ میں نہیں آتا تو یہ بھی درست و صحیح نہیں بلکہ صریح غلط و غیر معتبر کیونکہ اگر ایسا ہے تو یہ اختلاف کہاں سے آیا۔ علامہ جار اللہ زمخشری صاحب تفسیر کشاف علم نحو میں اپنا نظیر نہیں رکھتے اور فخر الدین رازی منطق و فلسفہ میں۔ لیکن رازی نے جو تفسیر لکھی ہے وہ زمخشری کی تفسیر کا رد ہے اسی طرح ایک عالم مفسر دوسرے مذہب کے عالم مفسر سے متفق نہیں ہے بلکہ فساد العالم فساد العالم پر مبنی۔ کلام خدا مفسرین کی ذکاوت طبع کا آماجگاہ ہے۔ غیر اغیار کے اقوال سے تفسیر مملو ہے۔ اصل حقیقت سے معرا کسی تفسیر سے کسی مطلب کا نکالنا بالکل مشکل ہے۔ ایک ایک کی تفسیر میں بیس بیس قول مذکور ہیں پھر سب ایک دوسرے کے مخالف و معارض۔ من حیث المجموع عامۃ الناس کی بنائی ہوئی (نہ پیغمبرؐ و امام کے ارشادات) تفاسیر کی بابت ایک فاضل دہر کا یہ فرمانا عین بجا ہے کہ۔ کل شیئ فی التفاسیر الا التفسیر یعنی تفسیروں میں سوائے اصل تفسیر کے باقی سب شے موجود ہے۔ یعنی مطلب یہ کہ بحث الفاظ اعراب۔ اشتقاق۔ تعلیلات۔ وجہ اتصال و ربط۔ شان نزول۔ لغات۔ صیغ۔ کلمات بیان وغیرہ سب کچھ ہے مگر اصل مدعا و حل آیات ندارد۔ پس یقیناً فہم قرآن عربیت پر موقوف نہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب حاوی علوم عربیہ و محیط قوانین صرفیہ و نحویہ بھی قرآن کو نہیں سمجھ سکتے تو پھر ایسی جامع کتاب جس میں۔ حذف۔ اضمار۔ ایجاز۔ ایہام۔ اجمال۔ تقیید۔ اطلاق۔ تعمیم۔ تخصیص۔ محکم۔ متشابہ۔ ناسخ۔

منسوخ - قصص - امثال سب کچھ ہیں تو پیغمبرؐ کس واسطے لائے ہیں - شاید اپنی ذات خاص کیواسطے - ہاں بالکل شک نہیں کہ قرآن مجید پیغمبرؐ کی ذات حمید کیلئے مخصوص ہو کر اُترا ہے اور وہی اس کے حقیقی مفسر ہیں -

عقلاء محققین کے نزدیک ہر شے کے چار وجود مسلّم ہیں - وجود ملفوظی - وجود مکتوبی - وجود ذہنی - وجود حقیقی - اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مثلاً کسی شخص کی نسبت ہم ذکر کرتے ہیں تو جو الفاظ اس کے متعلق ہماری زبان سے نکلیں گے وہ اسکا وجود ملفوظی ہوگا اگر ہم اس کے حالات کو تحریر میں لائیں اور لکھیں تو وہ اسکا وجود مکتوبی ہوگا اور جن جن اشخاص نے اُس شخص کے حالات کو سنکر ذہن نشین کیا ہے وہ اسکا وجود ذہنی ہوگا - لیکن وجود حقیقی اسکا وہی ہے جو اپنی اصل جگہ پر موجود ہے اگر ہم کو اس سے مطلب ہوگا تو ہم اصل وجود کی طرف جائینگے - بنا بریں قرآن کے بھی چار وجود ہونے چاہئیں اگر یہ قرآن جو ہمارے کاغذوں پر لکھا ہوا ہماری روشنائی سے ہمارے ہاتھوں میں دو دفتیوں کے درمیان ہمارے پاس موجود ہے یہ اس کا وجود مکتوبی ہے - اور جب ہم اس کی تلاوت کرتے ہیں تو یہ اسکا وجود ملفوظی ہے - اور جو لوگوں کی سمجھ میں آتا ہے اور وہ سمجھتے ہیں یہ اُس کا وجود ذہنی ہے - امّا وجود حقیقی قرآن پس وہ بنص آیت قرآنی قلب انور آنحضرتؐ پر از روز ازل مرقوم و مسطور ہے - نزل به الروح الامین علی قلبك لتکون من المنذرین - (شعراء ع۱۱) - یعنی اے محبوبؐ قرآن بذریعہ روح الامین تیرے قلب پر نازل ہوا ہے تاکہ تو بھی ہدایت کرنے والوں میں سے ہو اس آیت سے بوضاحت معلوم ہوا کہ حقیقتاً جائے نزول قرآن قلب نبیؐ ہے اور وہی مخزن و منبع علم قرآن - لہذا قرآن کا اصلی و حقیقی وجود قلب نبیؐ ہے اور وہی اس کے اصولاً و حقیقتاً مفسر و مبین - چنانچہ فرماتا ہے وما انزلنا علیك الکتاب الا لتبین لهم الذی اختلفوا فیه وهدی و رحمة لقوم یؤمنون - (نحل ع۸) یعنی اے محبوب نازل نہیں کیا ہم نے تجھ پر اس کتاب کو مگر اس لئے کہ تو ہی اس کو بیان کرے جس میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے اور تیرا بیان و رفع اختلاف اہل ایمان

کے لئے ہدایت و رحمت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زمانہ پیغمبرؐ میں بالکل اختلاف نہ تھا ہر ایک اختلاف کو آنحضرتؐ قرآن سے رفع فرما دیتے تھے۔ اگر کبھی بلا تلاوت آیت ارشاد فرماتے اور لوگ دریافت کرتے کہ یا رسول اللہؐ یہ آپ خدا کی طرف سے فرما رہے ہیں یا اپنی طرف سے تو آپ فوراً اُسی وقت اُس کے جواب میں ایک آیت پڑھ دیتے جسکو سنکر اہل ایمان کو اطمینان ہو جاتا۔ غرض ہر ایک اختلاف کو از روئے قرآن شریف رفع فرماتے تھے اور جملہ اسولہ کے اجوبہ کو قرآن سے دیتے تھے۔ پس قرآن میں کوئی اختلاف نہیں ہے بلکہ موجب رفع اختلاف ہے۔ پیغمبرؐ جو ہادی عوالم ہیں وہ بھی اختلاف کے مٹانے کے واسطے آئے نہ یہ کہ اختلاف کے پیدا کرنے کو۔ یہاں سے وہ خیال باطل بھی باطل ٹھیرا۔ جو بعض ناعاقبت اندیش کہا کرتے ہیں کہ اختلاف امت محمدی رحمت ہے اور یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ "اختلاف اُمتی رحمۃٌ" حالانکہ اختلاف کبھی رحمت ہو ہی نہیں سکتا آیت قرآنیہ رفع اختلاف کو رحمت ثابت کرتی ہے نہ کہ اختلاف کو اور جو حدیث خلاف آیت قرآنی ہو وہ دیوار پر مارنے کے قابل ہے اس حدیث موضوعہ کو حدیث نبوی سمجھنے سے قرآن پر اعتراض وارد ہوتا ہے۔ غرض قرآن موجب رفع اختلاف ہے اور تعلیم پیغمبرؐ مزیل اختلاف۔ مگر اہل اسلام میں اختلاف کثیر ہے اسکی وہی وجہ مذکورہ سابقہ ہے۔ کہ مسلمانوں نے قانون الٰہیہ کی پابندی اور قرآن کی کامل پیروی نہیں کی۔ یہ نہ سمجھے کہ ہادی امت کو نسا ہونا چاہیے اور علم قرآن بعد پیغمبرؐ کس سے لینا چاہیے۔ دیکھو جب تک پیغمبرؐ موجود رہے ہیں اختلاف قطعاً نہ تھا وہ خود اختلاف کو مٹاتے تھے اور تفسیر و تبیین کلام خدا کی فرماتے تھے۔ بعد وفات پیغمبرؐ بھی ضروری ہے کہ کوئی شخص مثل پیغمبرؐ مفسر و مبیّن کلام خدا موجود رہے۔ تاکہ امت قعر اختلاف اور ورطۂ ضلالت میں نہ پڑے۔

قرآن معجز ہے

قرآن معجز ہے۔ حقیقت معجزہ کو معجز نما ہی جانتا ہے اور جس میں یہ حقیقت ہو وہ صاحب اعجاز ہے۔ توراۃ بصورت اعجاز نازل ہوئی تھی اُس سے متعدی نہ کی گئی تھی مگر اسمیں ہدایت و نور تھا اس لئے اس سے حکم کرنے والے اور احکام نکالنے والے عوام نہ تھے۔ انبیاءؑ و اوصیاءؑ و علماء ربانی تھے

(اِنّا انزلنا التوراۃ فیہا ھدی و نور یحکم بہا النبیون الذین اسلموا للذین ھادوا والربانیون والاحبار بما استحفظوا من کتاب اللہ وکانوا علیہ شہدا ۔ (مائدہ ع۷) بہ تحقیق نازل کیا ہم نے توراۃ کو جسمیں ہدایت و نور تھا حکم کرتے تھے یہودیوں کے لئے اس کے ساتھ انبیاءؑ اور اوصیاءؑ اور علماء جو خدا کے مسلم و مطیع مطلق تھے اس لئے کہ وہ کتاب خدا کے حافظ اور وہ اسپر شہید تھے ۔) پس قرآن جو بصورت اعجاز نازل ہوا ہے اس سے حکم کرنے والے اور احکام نکالنے والے بھی وہ لوگ ہونے چاہئیں جو اس کے حافظ اور وہ اسپر شہید ہوں ۔ جس کی تحدی "فاتوا بسورۃ من مثلہ" ہے ۔ جسکی صفت لو انّ قرآنا سیرت بہ الجبال او قطعت بہ الارض او کلم بہ الموتی بل للہ الامر جمیعا ۔ (رعد ع۴) (اگر کوئی قرآن ہے کہ پہاڑ اس سے چل نکلیں ۔ زمین قطع ہو جائے مردے بول اٹھیں بلکہ ہر ایک امر خدا انجام پا جائے (تو وہ یہی قرآن ہے) اور جو عالم قرآن ہیں وہ ایسا ہی کر دکھاتے ہیں ملاحظہ ہوں حالات پیغمبرؐ و اوصیاء پیغمبرؐ اور انکے معجزات و کرامات و تصرفات یہ سب اسی قرآن سے تھا یہ سب اسی کی برکت تھی مثلاً معجزہ شق القمر و ردّ الشمس و تسبیح حصاۃ بدست پیغمبرؐ و تکلم شجر وغیرہ) اگر ہم عالم قرآن ہوتے اگر اسکی حقیقت ہمارے وجود میں ہوتی تو ایک آیت سے پہاڑوں کو اپنی جگہ سے ہٹا دیتے سمندروں کو منجمد اور دریاؤں کو ساکن کر دیتے مردوں کو جلاتے اور اپنی گری ہوئی قوم کو زندہ کر کے آسمان ترقی پر پہنچاتے ۔ پس یقیناً اس کی حقیقت ہم عجم بلکہ عربی دان ہرگز محیط نہیں اس کے مبیّن و مفسّر کیٰ اور نفوس مقدسہ مطہرہ ہیں ۔ تفکر و تدبر

بحث ۲ - قرآن و فرقان

شرط ہے کہ خزانہ علم قرآن قلب پیغمبرؐ ہے اور نقش وجود پیغمبرؐ کتاب ہے اور قرآن قراءت سے ماخوذ یعنی بصورت مقروءہ کا نام کہ جو کچھ زبان مبارک پیغمبرؐ سے بیان ہوا اور انہوں نے قرأت فرمایا وہی قرآن ہے انّہ لقرآن کریم فی کتاب مکنون لا یمسّہ الا المطہرون ۔ (واقعہ ع۳) مقصود یہ ہے کہ اے محبوب یہ قرآن جو تم قرأت کرتے

جو کتاب مکنون میں ہے اس کتاب (یا قرآن) کو سوائے مطہر و معصوم کے اور کوئی مس نہیں کر سکتا۔ (یعنی اس تک اور کسی کی رسائی نہیں بجز صاحبان تطہیر کے) اس سے زیادہ توضیح اس آیت میں ہے کہ قرآن و کتاب دو چیزیں ہیں علیحدہ۔ وما کان هذا القرآن ان یفتری من دون الله ولکن تصدیق الذی بین یدیه وتفصیل الکتاب لا ریب فیه۔ (یونس ۴ع) ۔ یعنی یہ قرآن ایسا نہیں ہے کہ غیر کا مجوزہ ہو بلکہ تصدیق ہے کتب سابقہ کی اور تفصیل ہے کتاب کی جس میں شک نہیں (یعنی نفس وجود پیغمبرؐ کی جو کتاب وجودی ہے)۔ اس آیت سے بالکل صاف و روشن ہو گیا کہ قرآن اور چیز ہے اور کتاب شے دیگر اگر قرآن بھی وہی اور کتاب بھی وہی تو مصدق کس کا ہوگا اور دو علیحدہ علیحدہ نام کیوں لئے گئے۔ اصلیت یہ ہے کہ قرآن صورت مقروءہ جو زبان پیغمبرؐ سے ظاہر ہوئی اور کتاب نفس وجود پیغمبرؐ اور کتاب از روز ازل پیغمبرؐ کے ساتھ ساتھ ہی رہی ہے۔ اور جو کچھ زبان پیغمبرؐ سے ظاہر ہوا ہے وہ اس کتاب وجودی کی جو مع النبیؐ ہے تفصیل و تبیین ہے۔ اسی طرح فرقان سے مراد صورت تفریقی و تفسیری ہے۔ خلاصہ یہ کہ قرآن صورت مقروءہ کا نام ہے یعنی جو کچھ پیغمبرؐ نے قرأت فرمایا وہ قرآن ہے اور جب اس کی تفسیر فرمائی وہ فرقان ہے اور نفس وجود پیغمبرؐ کتاب وجودی حقیقی ہے جو حقیقت نوریہ علیہ ہے۔ یہ تینوں چیزیں علیحدہ علیحدہ ہیں۔

(نکتہ بر فیہ خانہ دقیق)

روح خاص

واضح ہو کہ انبیاءؑ بروح خاص مؤید ہوتے ہیں۔ وایدهم بروح منه (مجادلہ ۳ع) یعنی ان سب کی اپنی ایک روح خاص سے تائید کی۔ رفیع الدرجات ذو العرش یلقی الروح من امره علی من یشاء من عباده لینذر یوم التلاق۔ (مومن ۲ع) یعنی خداوند بلند کرنے والا درجات کا اپنے عالم امر سے (نہ عالم خلق سے) ایک روح خاص اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے (جس کو نبی بناتا ہے) عطا کر دیتا ہے تاکہ وہ اس روح خاص کے ذریعہ سے ہدایت کرے اور لوگوں کو روز قیامت سے ڈرائے چنانچہ حضرت عیسیٰؑ کے حق میں

فرماتا ہے۔ وکلمتہ القاھا الیٰ مریم و روح منہ۔ (نساء ع ۲۳) یعنی مریم کی طرف خدا نے ایک کلمہ وجودی اور روح خاص کو اپنی طرف سے القا فرمایا۔ وآتینا عیسے ابن مریم البینات و ایدناہ بروح القدس۔ (بقر ع ۳۲) یعنی ہم نے عیسے مریم کے بیٹے کو معجزے دئے اور اُس کی تائید روح قدس سے کی۔ حضرت آدمؑ کے لئے فرماتا ہے۔ فاذا سویتہ و نفخت فیہ من روحی فقعوا لہ ساجدین۔ (ص ع ۵) یعنی اے فرشتو جب میں اسکو مستوی الخلقت بنا کر اس میں اپنی طرف سے ایک خاص روح کو نفخ کروں تو تم فوری اس کے لئے سجدہ میں جھک جانا۔ اور یہ مسلم ہے کہ حضرت آدمؑ کو حسب ارشاد "وعلم آدم الاسماء کلہا۔ (بقر ع ۴)۔ تعلیم اسماء فرمائی جس کی وجہ سے وہ تمام فرشتوں پر فاضل قرار دئے گئے اور جب بمجرد نفخ روح وہ مسجود ملائکہ ٹھیرے تو یقیناً یہی کہا جا سکتا ہے کہ "علم آدم الاسماء کلہا" کا درجہ انکو اسی وقت سے حاصل ہوا جبکہ اُنمیں نفخ روح ہوا یعنی نفخ روح اور تعلیم اسماء ایک ہی وقت اور ایک ہی آن میں واقع ہوئی اور ہمارے نبیؐ کے حق میں فرماتا ہے۔ وکذٰلک اوحینا الیک روحا من امرنا ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان ولکن جعلناہ نورا نھدی بہ من نشاء من عبادنا وانک لتھدی الیٰ صراط مستقیم۔ (شوریٰ ع ۵) یعنی اے محبوب اسی طرح ہم نے تجھکو ایک روح خاص اپنے عالم امر سے عطا کی ہے تو خود نہیں جانتا تھا کہ حقیقت کتاب کیا ہے اور حقیقت ایمان کیا۔ لیکن ہم نے اس روح کو جو تجھے عطا کی ہے نور بنایا ہے جس کے ذریعہ سے ہم جس کو اپنے بندوں میں سے چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں اور بیشک تو ہی صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہدایت پیغمبرؐ اسی روح نورانی سے ہے اور یہ روح وہی روح اور نور ہے جس کی بابت آنحضرتؐ خود فرماتے ہیں۔ اول ما خلق اللہ روحی و اول ما خلق اللہ نوری۔ (یعنی جو چیز خدا نے خلق کی وہ میری روح اور میرا نور ہے) اور یہ ہدایت بندگان خاص یعنی انبیاؑ سے مخصوص ہے اور وکذٰلک سے ظاہر ہے کہ تمام انبیاؑ کو اسی طرح ایک روح نورانی سے ہدایت

کیجاتی ہے۔ (کما یقینا ہ آتقا) لہذا انبیاء محتاج ہادی خارجی نہیں ہیں خدا کی طرف
سے بالفطرت اس روح نورانی کے ذریعہ ہدایت یافتہ ہوتے ہیں۔ پس ہادی وہی
ہو سکتا ہے جو صاحب روح قدس نورانی ہو بلا اس کے ہادی ہونا محال۔ اور وہی روح
حقیقت علم ہے چنانچہ ما کنت تدری ما الکتاب الخ سے ظاہر ہے کہ جب تک
یہ روح نہ تھی علم کتاب نہ تھا اور اس نور کے عطا ہوتے ہی علم کتاب حاصل ہوگیا گویا
روح نورانی اور علم کتاب ساتھ ساتھ لازم و ملزوم ہیں۔ جہاں یہ روح ہے اور جب سے
یہ روح ہے علم کتاب بھی موجود ہے۔ اور جہاں حقیقت کتاب و علم کتاب ہے یہ روح
بھی موجود ہے خلاصہ یہ کہ ہادی علم اپنے وجود کے ساتھ رکھتا ہے اور علم اپنے وجود
کے ساتھ لاتا ہے پڑھو قصہ حضرت آدم و حضرت عیسیٰؑ و حضرت اسحاقؑ وغیرہ
"وبشرناہ بغلام علیم" (ہم نے ابراہیمؑ کو ایک علیم بچے کی بشارت دی باعتبار
صفت مشبہ علم انکی فطرت و سرشت اور انکی ذات میں داخل تھا) پس صاحب روح
قدس نورانی صاحب علم موہبتی لدنی ہے۔ بلکہ یوں کہئے کہ وہ روح نورانی عین علم ہے
اور علم حقیقی غیر از نور اور کوئی شے نہیں۔ العلم نور یقذفہ اللہ فی قلب من
یشاء (علم ایک نور ہے جس کو اللہ چاہتا ہے اس کے قلب میں ڈالدیتا ہے) اسی لئے
تو خدا نے حقیقت قرآن کو بذریعہ روح امین (جو وہی روح قدس ہوتی ہے)
قلب پیغمبر پر موقوف رکھا۔ (نزل بہ الروح الامین علی قلبک) پس کوئی نبی
اس روح علمی سے خالی و عاری نہیں ہوتا اور اصطلاح شرع اور قرآنی محاورے میں اسی
روح کو کتاب وجودی سے تعبیر فرمایا چنانچہ خبر دیتا ہے فبعث اللہ النبیین مبشرین
ومنذرین وانزل معہم الکتاب۔ (بقر ع۲۶)۔ یعنے اللہ نے نبیوں کو بھیجا۔
درانحالیکہ وہ بشارت دینے والے اور ڈرانے والے تھے اور انکے ساتھ ہی
کتاب نازل کی۔ اس آیت کی رو سے ہر ایک نبی کے لئے ہونا کتاب کا ضروری ہے اور
معہم سے ثابت ہے کہ یہ کتاب انکے وجود کے ساتھ معیت وجودیہ رکھتی ہے اور
اس میں شک نہیں کہ وہ کتاب جو ہر ایک نبی کے وجود کے ساتھ ہے وہی علم ہے جو

معیار نبوت اور جسم نبوت موقوف ہے اور دارائے علم وجودی وہی روح خاص نبوتی ہے اور وہی حقیقت کتاب ہے۔ ولقد ارسلنا رسلنا بالبینات وانزلنا معھم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط۔ (حدید ع۳) یعنی بہ تحقیق ہم نے اپنے رسولوں کو بھیجا شواہد اور بینہ کے ساتھ اور اُن سب کے ساتھ ساتھ ہی کتاب و میزان اُتاری۔ اس آیت میں بھی معھم فرمایا ہے نہ کہ الیھم یعنی انکے وجود کے ساتھ کتاب دی گئی اور کتاب کو اُنسے معیت وجودیہ حاصل تھی نہ کہ انکی طرف کتاب بھیجی گئی کتب مشہورہ جو بطور شرائع نازل ہوئی ہیں وہ چار ہیں۔ تورات۔ انجیل۔ زبور۔ قرآن۔ اور ان آیات میں خدا فرماتا ہے کہ ہم نے ہر ایک نبی و رسول کے ساتھ کتاب اُتاری ہے پس معلوم ہوا کہ اس سے کتاب وجودی و حقیقت علمیہ مراد ہے جو ہر نبی کو عطا ہوئی اور میزان سے مراد میزان تمیز حق و باطل ہے اور میزان تعادل و تعاضد۔ ورنہ کونسا نبی ہے کہ ماں کے پیٹ سے نکلتے ہی ایک ہاتھ میں کتاب اور ایک ہاتھ میں ترازو لیکر آیا ہو۔ لابد اس کتاب سے مراد کتاب وجودی ہے نہ کتاب تشریعی تنزیلی۔ چنانچہ قصہ حضرت عیسےٰ ؑ سے ہویدا ہے۔ انی عبد اللہ اٰتٰنی الکتٰب وجعلنی نبیا۔ (مریم ع۲) یعنی میں بندۂ خدا ہوں اسنے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا ہے۔ یہاں اول کتاب ہے بعد ازاں نبوت۔ پس یہ کتاب وہی کتاب ہے جو مابہ النبوت و موقوف علیہ نبوت ہے اور وہ علم وجودی و حقیقت کتاب ہے نہ کہ کتاب تنزیلی جو بعد بعثت مقام اجراء احکام و اظہار نبوت ہے یہ کتاب عیسوی یقیناً غیر از انجیل تنزیلی ہے کما قال۔ اذ علمتک الکتٰب والحکمۃ والتورٰۃ والانجیل۔ (مائدہ ع۱۵)۔ یعنی اے عیسےٰ یاد کرو اسوقت کو جبکہ میں نے تمکو کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل تعلیم دی۔ اور سکھائی۔ یہ کتاب غیر انجیل ہے۔ جو ولادت ہوتے ہی انکو دی گئی۔ یہ حقیقت انجیل و حقیقت علمیہ ہے۔ اور انجیل بصورت تنزیلی و اجرائی۔ جو بعد تیس سال کے اُتری (رفافھم وقد بر فیہ) (اسبارہ میں ہمارا رسالہ عمر وابیلہ حقانیفہ ؟ اور نو رانیہ فلاحیہ بہت کچھ مفید ہے)۔

غرض نبوت و رفعت درجات موقوف ہے۔ روح علمی مبتنی پر اور اسی کو کتاب وجودی
سے تعبیر فرمایا۔ (آمدم برسر مطلب) خلاصہ یہ کہ آنحضرت ختمی مرتبت
کا نفس وجود کتاب وجودی ہے یعنے از روز ازل حقیقت علم و حقیقت کتاب آپ کے
وجود مسعود کے ساتھ ساتھ رہی ہے اور شکم مادر سے علیم ہی پیدا ہوئے ہیں اور جب حکم
اظہار و اجرا احکام الٰہی ہوا تو آپنے قراءت فرمانا شروع کیا اور لوگوں پر بہ تفسیر
و تفریق اُسی علم کو جو ان کے وجود کے ساتھ ساتھ ہی رہا بیان فرمایا پس کتاب سے مراد
نفس وجود پیغمبرؐ ہے جو کتاب وجودی ہے اور حقیقت کتاب تنزیلی تشریعی جو روح
قدس نبوتی ہے۔ اور قرآن سے مراد صورت مفردہ ہے اور فرقان سے مراد صورت
تفسیری و تفریقی۔ مطلب یہ تھا کہ بعد پیغمبرؐ بھی ضروری ہے کہ کوئی شخص مثل پیغمبر مفسر
و مبین کلام خدا موجود ہو پس ایسا شخص وہ ہو سکتا ہے جس کی حقیقت عین یا جزو
حقیقت محمدیؐ ہو۔ اور ظاہراً و باطناً نفس رسولؐ ہو۔ (دونوں ایک ہی نور کے دو
ٹکڑے۔ ایک اصل کے دو تنے۔ ایک شاخ کے دو پھل۔ ایک صدف کے دو موتی۔ ایک
کان کے دو گراں بہا گوہر۔ ایک آسمان علم و حکمت کے دو آفتاب۔ ایک مصحف کے دو سورے
ایک سورت کے دو آیے۔ ایک آیت کے دو مصداق و مفہوم۔ بعد پیغمبر عالم و عارف
حقائق و بواطن و اسرار قرآن وہ ہو سکتا ہے جو خَلقاً و خُلقاً و منطقاً متصف
باوصاف نبویؐ۔ اور آئینہ جمال مصطفویؐ ہو۔ آنحضرتؐ کا ہو بہو عکس اسمیں نظر
آئے۔ اور یہ مسلم امر ہے کہ یہ صفات بجز از ذریت و عترت رسولؐ اور کسی میں ہرگز
ہرگز نہیں پائی جاتیں۔ اسی لئے تو ارشاد ہو رہا ہے۔ انہ لقرآن کریم فی کتاب
مکنون لا یمسہ الا المطہرون۔ (واقعہ ع ۳) یعنی قرآن کریم (صورت مفردہ)
کتاب مکنون (نفس وجود پیغمبرؐ) میں ہے سوائے صاحبان تطہیر کے اور کوئی وہاں سے
نہیں لے سکتا۔ اور یہ تصدیق شدہ امر ہے کہ صاحبان تطہیر مثل نبیؐ معصوم و
مطہر اہلبیت پیغمبرؐ ہی ہیں۔ انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت
و یطہرکم تطہیرا (احزاب ع ۴) یعنی سوائے اس کے نہیں کہ خدا نے بارادہ

یکو یعنی ہر ایک رجس کو اے اہلبیت پیغمبرؐ تم سے دور کیا ہے اور تم کو جیسا کہ حق تطہیر تھا پاک کیا۔ (امام ابو عیسےٰ الترمذی ابن جریر۔ ابن المنذر۔ حاکم۔ ابن مردویہ بیہقی نے جناب اُم سلمہ سے اور ابن ابی شیبہ۔ ابن جریر۔ ابن المنذر طبرانی۔ ابن ابی حاتم۔ حاکم نے واثلہ بن الاسقع سے۔ اور امام مسلم امام احمد ابن حنبل ابن ابی شیبہ ابن جریر ابن ابی حاتم۔ حاکم نے ام المومنین حضرت عائشہ سے۔ ابن ابی شیبہ۔ احمد۔ ترمذی ابن جریر ابن المنذر طبرانی حاکم۔ ابن مردویہ نے انس ابن مالک سے روایت کی ہے کہ آیت تطہیر میں صرف محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنینؑ داخل ہیں۔ اور انہی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ بعد ازآں انکی اولاد و اہلبیت نبوت وارث رسالت (دیکھو۔ تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۷۸۳ و جلد ۲ صفحہ ۶۹۹ و تفسیر نیشاپوری جلد ۳ صفحہ ۲۰۵ و اسعاف الراغبین صفحہ ۱۲۶ و صفحہ ۱۰۶ و دراسات اللبیب صفحہ ۲۰۶ و صفحہ ۳۸۴ و صحیح مسلم جلد ۲ باب مناقب اہلبیت صفحہ ۲۸۳ و صفحہ ۵۶۱ و صحیح ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۹۹ و صفحہ ۱۶۱ و تفسیر ابن کثیر بر حاشیہ تفسیر فتح البیان جلد ۵ صفحہ ۴۹۹ و تفسیر در منثور علامہ سیوطی جلد ۵ صفحہ ۱۹۸ و صفحہ ۱۹۹ وغیر ذلک من کتب اہل التسنن)

[illegible]

اول مخلوق و مصنوع وجود محمدی ہے اور اہلبیت محمدیؐ جزو نور محمدیؐ اور وہ بھی مثل آنحضرتؐ اول مخلوق و مصنوع چنانچہ حضرت جابر بن عبد اللہ الانصاری رضی اللہ عنہ سے خود آنحضرتؐ ارشاد فرماتے ہیں۔ اول ما خلق اللہ نوری ابتدعہ من نورہ واشتقہ من جلال عظمتہ فاقبل یطوف بالقدرۃ حتی وصل الی جلال العظمۃ فی ثمانین الف سنۃ ثم سجد للہ تعظیما ففتق منہ نور علیؑ فکان نوری محیطا بالعظمۃ و نور علیؑ محیطا بالقدرۃ ثم خلق العرش واللوح والشمس وضوء النہار ونور الابصار والعقل والمعرفۃ وابصار العباد واسماعہم وقلوبہم من نوری ونوری مشتق من نور اللہ فنحن الاولون ونحن الآخرون ونحن السابقون ونحن المسبحون ونحن الشافعون ونحن کلمۃ اللہ ونحن خاصۃ اللہ ونحن احباء اللہ ونحن

وجه الله ونحن جنب الله ونحن يمين الله ونحن امناء الله ونحن خزنة وحي
الله وسدنة غيب الله ونحن معدن التنزيل ومعنى التاويل وفي ابياتنا
هبط جبرئيل ونحن محال قدس الله ونحن مصابيح الحكمة ونحن مفاتيح الرحمة
ونحن ينابيع النعمة ونحن شرف الامة ونحن سادة الائمة ونحن نواميس
العصر واحبار الدهر ونحن سادة العباد ونحن ساسة البلاد ونحن الكفاة
والحماة والسقاة والرعاة وطريق النجاة ونحن السبيل والسلسبيل ونحن
النهج القويم والطريق المستقيم من آمن بنا آمن بالله ومن رد علينا رد
على الله ومن شك فينا شك في الله ومن عرفنا عرف الله ومن تولى عنا
تولى عن الله ومن اطاعنا اطاع الله ونحن الوسيلة الى الله والوصلة الى رضوان
الله ولنا العصمة والخلافة والهداية وفينا النبوة والرسالة والولاية
والامامة ومعدن الحكمة وباب الرحمة وشجرة العصمة ونحن كلمة التقوى
والمثل الاعلى والحجة العظمى والعروة الوثقى التي من تمسك بها نجى - یعنی پہلے
جو اللہ نے خلق کیا وہ میرا نور ہے اس کو اپنے نور سے اول اول بنایا - اور اپنے جلال
عظمت سے نکالا - پس وہ حجاب قدرت کے گرد طواف کرنے لگا - حتے کہ اسّی ہزار سال
میں جلال عظمت تک پہنچ گیا - اس وقت خدا کا تعظیمی سجدہ بجا لایا - پھر اس وقت خدا نے
میرے بھائی علی کے نور کو جدا کیا - اور میرے نور کو نکالا - میرا نور تو عظمت کو احاطہ کئے ہوئے تھا
اور میرے بھائی کا نور قدرت کو گھیرے تھا - اور اللہ نے عرش - لوح - آفتاب - دن کی روشنی
آنکھوں کا نور - عقل - معرفت اور لوگوں کے کان اور آنکھیں اور دل (یہ سب) میرے
نور سے خلق کئے - اور میرا نور نور خدا سے مشتق ہے - پس ہم اول ہیں اور علی اور اولاد (علی)
سب سے اول ہیں - اور سب سے آخر ہیں - ہم ہی ہر ایک سے سابق - اور تسبیح گذار - اور
شافع روز شمار - اور کلمہ وجودی پروردگار - اور مخصوصین و مقربین درگاہ غفار - اور
ہم ہی وجہ اللہ اور اسی کے دو مقتدر - اور جنب اللہ اور دست خدا اور اسی کے امین اور
اسی کی وحی کے خزینہ اور غیب کے محافظ اور معدن تنزیل معنی تاویل - ہم پر ہبط جبرئیل -

اور ہم ہی محلِ قدس الٰہی و مورد روح قدس ہیں۔ ہم ہی خزینہائے حکمت۔ و کلیدہائے رحمت۔ و چشمہ ہائے نعمت۔ سردار ائمہ و شرف امت ہیں۔ ہم ہی ناموس زمانہ و علمائے یکتا و یگانہ۔ اور سرا پنہاں عباد و خزانہ سرداران بلاد ہیں۔ کفیل رعیت۔ حامی دین نگہبان خلق اور ساقی و رہبر راہ نجات۔ ہم ہی سبیل و سلسبیل ہیں۔ ہم ہی راہ محکم اور صراط مستقیم ہیں۔ جو ہم پر ایمان لایا وہ خدا پر ایمان لایا۔ جس نے ہمارے حکم کو رد کیا اُسنے حکم خدا کو رد کیا۔ جس نے ہم میں شک کیا اسنے خدا میں شک کیا۔ جس نے ہم کو پہچان لیا اُسنے خدا کو پہچان لیا۔ جو ہم سے پھرا۔ وہ خدا سے پھرا۔ جس نے ہماری اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی۔ ہم ہی خدا تک پہنچنے کا وسیلہ اور اس کی رضامندی کا حیلہ ہیں۔ ہمارے ہی لئے عصمت و خلافت و ہدایت مخصوص ہے۔ اور ہم میں ہی نبوت و رسالت و ولایت و امامت منصوص ہے۔ اور ہم ہی معدن حکمت الٰہی و باب رحمت غیر متناہی۔ اور شجرۂ عصمت اور کلمۂ تقوےٰ و مثل اعلےٰ و حجت عظمےٰ اور وہ عروۃ الوثقےٰ (مضبوط رسی خدا کی) ہیں کہ جس نے اس کو محکم پکڑ لیا نجات پا گیا (دیکھو کتاب مستطاب انوار الحق علامہ زین الدین البلخی شافعی صفحہ ۲۴۳ و صیانت الہدایت علامہ ابوالفاضل الشریف الکرمانی الحنفی المطبوعہ صفحہ ۲۳۰ و صفحہ ۱۳۱۵) +

[۳۰] اس حدیث شریف میں تمام اوصاف و کمالات کی صحت و تصدیق ہے جو اہلبیت پیغمبر کو پیغمبر کے ساتھ حاصل ہیں اور انہی کے لئے معیار ہادیت و ہی روح قدس علم لدنی۔ وجودی اور طہارت باطنی و عصمت مطلقہ ثابت ہے لہٰذا بعد پیغمبر یہی نفوس مقدسہ ہادی عوالم و نذیر امت اور حقیقی مفسر و مبین کتاب خدا ہیں۔ قرآن میں تدبر و غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رزق دو ہیں۔ رزق [۱] ظاہری جسمانی۔ اور رزق [۲] باطنی روحانی۔ اور چونکہ رزق رسان حقیقی و رزاق مطلق خدا وند عالم ہے۔ (اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُوالْقُوَّۃِ الْمَتِیْن۔ الذاریات ع ۳)۔ لہٰذا وسائل و ذرائع و اسباب رزق رسانی اُسی کی طرف سے ہیں۔ جس طرح رزق ظاہری جسمانی وہی پہنچاتا ہے اسی طرح رزق باطنی

رزق ظاہری جسمانی
اور رزق باطنی روحانی

روحانی جس پر تربیت و پرورش روح کا مدار ہے اور وہ علم دین ہے اُسی کی طرف سے پہنچنا چاہیئے اور وہی خود اس کے پہنچانے کے وسائل مقرر و مہیا فرما دے۔ چنانچہ قرآن کو رزق روحانی فرمایا گیا ہے۔ انہ لقرآن کریم فی کتاب مکنون لا یمسہ الا المطہرون۔ تنزیل من رب العلمین۔ افبہذا الحدیث انتم مدھنون و تجعلون رزقکم انکم تکذبون۔ (واقعہ ع۳) یعنی بہ تحقیق قرآن کریم کتاب مکنون میں ہے سوائے صاحبان تطہیر کے اور کوئی وہاں سے نہیں لے سکتا اس کا نزول پروردگار عالم سے ہی ہے۔ تو کیا اس پاکیزہ کلام کی بابت تم سستی کرتے ہو۔ اور اس سے اپنے رزق (روحانی) کو تم جھٹلاتے ہو۔ اور چونکہ صاحبان روح قدس نبوتی محض برائے ہدایت مبعوث ہوئے اور انکو دارائے روح علمی نورانی اسی لئے بنایا گیا ہے کہ وہ اس کے ذریعہ لوگوں کو نذارت فرمائیں (رفیع الدرجات ذو العرش یلقی الروح المومن ع۲) تو لا بد اس کے رزق روحانی کو لوگوں تک پہنچانے اور پرورش ایمانی و روحانی کے مجسم وسائل و اسباب کامل و اصل ذرائع وہی ہیں رزق ظاہری جسمانی سے حیات ظاہری متعلق ہے اور رزق باطنی روحانی پر حیات روحانی ابدی موقوف ہے۔ چنانچہ جو شخص بذریعۂ قرآن ہدایت یافتہ ہے اس کو خدا نے حی (زندہ) فرمایا ہے۔ کما قال عز من قائل۔ وما علمنٰہ الشعر وما ینبغی لہ ان ھو الا ذکر و قرآن مبین لینذر من کان حیا۔ یٰس ع۵۔ یعنے ہم نے اپنے محبوب (محمد) کو شعر وغیرہ نہیں سکھلائے اور نہ یہ اُس کے شایانِ شان تھا۔ بلکہ یہ جو ہم نے اُنہیں تعلیم دی ہے ایک نصیحت مبارک اور قرآن پاک ہے تاکہ اس کے ذریعہ وہ نذارت فرمائیں ہر اُس شخص کو جو زندہ ہے۔ او من کان میتا فاحییناہ وجعلنا لہ نورا یمشی بہ فی الناس الخ انعام ع۱۵۔ یعنی جو شخص مُردہ ہو تو ہم اسے ہم (قرآن کے ذریعہ) زندہ کرتے ہیں اور اس کے لئے (ایک نور (ایمان) مقرر کر دیتے ہیں کہ وہ لوگوں میں چل پھر سکے۔ اس آیت مجیدہ میں بھی ہدایت یافتہ کو زندہ اور گمراہ کو مردہ فرمایا ہے۔ غرض رزق روحانی علم دین ہے جیسا کہ قرآن کو رزق فرمایا گیا ہے۔ پس اس رزق کو

لوگوں تک پہنچانے کے لئے وہی نفوس مقدسہ مطہرہ متکفل ہو سکتے ہیں جو صاحبان روح قدس نبوتی ہیں جن کی روحانیت فوق روحانیت جملہ افراد انسانی بلکہ جمیع عوالم ہے اور وہ انبیاء ہی ہیں (کما مرّ سابقاً) ہرکس و ناکس اس رزق روحانی کے لئے ہرگز متکفل نہیں ہو سکتا۔ اور چونکہ صدر آیت (جس میں ذکر رزق روحانی ہے) دال ہے کہ سوائے صاحبان تطہیر کے دوسرا کوئی اس کتاب مکنون میں سے علم قرآن کو نہیں لے سکتا اور لوگوں تک نہیں پہنچا سکتا اور صاحبان تطہیر بنص آیت قرآنی و باتفاق اہل اسلام ذریت و عترت رسول صلعم ہیں جن کو ثقل ثانی کتاب رحمانی قرار دیا گیا ہے تو یہ بھی دلالۃً لازمی ہے کہ وہ حضرات بھی دارائے علم موہبتی لدنی یعنی صاحبان روح قدس نورانی ہیں معیار نبوت انہیں بھی موجود ہے۔ چنانچہ کتب معتبرہ اہل بیتؑ میں اس امر کی بابت خود انکا دعوائے مسلمہ ہے باعتبار ختم نبوت اطلاق لفظ نبی انپر عائد نہیں ورنہ بصورت عدم اختتام نبوت انکو بھی نبی کہا جا سکتا تھا لہذا وہی بعد پیغمبرؐ مالک رزق روحانی و خازن تعلیم قرآنی و حقیقی مفسر و مبین کلام ربانی ہوئے کیونکہ خداوند عالم اپنے حبیبؐ کی زبانی ارشاد فرماتا ہے واوحی الی ھذا القرآن لانذرکم بہ ومن بلغ (انعام ۲ع) یعنی مجھکو یہ قرآن وحی کیا گیا ہے کہ میں تمکو اس سے ڈراؤں اور جس کو یہ قرآن پہنچے۔ اور یہ امر قبل ازیں ثابت کیا جا چکا ہے کہ بعد پیغمبرؐ قرآن اہلبیت پیغمبرؐ کو پہنچا ہے چنانچہ حدیث ثقلین شاہد ہے خاصکر یہ ارشاد نبوتی علی مع القرآن والقرآن مع علی۔ (تاریخ الخلفا سیوطی صفحہ ۱۷۳) پس یقیناً یہی مالک قرآن اور مفسر و مبین فرقان ہیں۔ دیکھو ہمارا رسالہ معاینہ رحمٰن۔

دفع دخل	
	جب لفظ "اتی" یا "اتیناہ" ماضی معروف علم کی طرف منسوب ہوتا ہے تو وہاں علم سے مراد علم جزئی ہوتا ہے (اس کی مثال قرآن میں بہت جگہ موجود ہے مثلاً) ولقد آتینا داؤد وسلیمان علما۔ (نمل ۲ع)

یعنی البتہ ہم نے داؤدؑ اور سلیمانؑ کو کچھ علم دیا ہے۔ ولما بلغ اشدہ اتیناہ حکما وعلما۔ (یوسف ۳ع) اور جب وہ طاقت جوانی کو پہنچا تو ہم نے اس (یوسفؑ)

کو حکم اور کچھ علم دیا۔ حضرت یوسفؑ کے حق میں فرماتا ہے وآتیناہ حکما وعلما
(قصص ع۲)۔ اور ہم نے اس کو حکم اور کچھ علم دیا ہے۔ ولوطا آتیناہ حکما
وعلما۔ (انبیاء ع۵) اور لوط کو ہم نے حکم اور کچھ علم دیا ہے۔ جملہ انبیاءؑ کے حق میں
فرماتا ہے۔ وکلا آتینا حکما وعلما۔ (انبیاء ع۶) اور ہر ایک کو ہم نے حکم اور کچھ
علم دیا ہے۔ اور جب لفظ "اتی" بصیغہ ماضی معروف کتاب کی طرف مضاف ہے
تو وہاں کتاب سے حقیقت کتاب مراد ہے۔ جو کتاب حقیقی وجودی ہے اسی واسطے
انبیاءؑ کے حق میں وارد ہوتا ہے (اس کی مثال بھی قرآن میں بہت جگہ موجود ہے مثلاً)
ولقد آتینا موسی الکتاب الخ۔ (قصص ع۵ و سجدہ ع۳)۔ یعنے البتہ ہم نے
موسےؑ کو کتاب (وجودی) عنایت کی ہے۔ اور حضرت موسےؑ و ہارونؑ دونوں کے
حق میں فرماتا ہے۔ وآتیناھما الکتاب المستبین۔ (صفات ع۴) یعنی موسےؑ
و ہارون دونوں کو ہم نے کتاب روشن عطا کی۔ حالانکہ بظاہر ہارونؑ پر کوئی کتاب
نازل نہیں ہوئی۔ توریت صرف موسےؑ پر ہی اتری ہے پس اس کتاب سے مراد کتاب
وجودی ہے جو حقیقت نور علم ہے۔ اور حضرت عیسےؑ نے وقت ولادت فرمایا تھا
"اتنی الکتاب وجعلنی نبیا۔ (مریم ع۲) یعنی مجھے خدا نے کتاب دی ہے
اور نبی بنایا ہے حالانکہ کتاب تشریعی تنزیلی بعد عرصہ تیس سال کے انپر اتری
پس ظاہر ہے کہ یہاں بھی کتاب سے مراد علم کتاب و حقیقت کتاب مراد ہے جو صفت
انبیاءؑ ہے۔ (چنانچہ اوپر ثابت کیا ہے) اور ایک جماعت خاص کی شان میں یا
یوں ارشاد فرماتا ہے۔ وکذلک انزلنا الیک الکتاب فالذین آتیناھم
الکتاب یؤمنون بہ ومن ھؤلاء من یؤمن بہ وما یجحد
بایاتنا الا الکافرون۔ (عنکبوت ع۵) یعنی اسی طرح ہم نے تجھ پر کتاب
کو نازل کیا ہے پس وہ لوگ جنکو ہم نے کتاب دے دی ہے وہ سب اسپر ایمان
رکھتے ہیں اور ان میں سے بھی بعض اسپر ایمان رکھتے ہیں اور نہیں انکار کرتے ہماری
آیات کا مگر کافرین۔ (توضیح) "انزلنا الیک الکتاب" کا مرجع حضرت پیغمبر

ہیں۔ اور "فالذین اتیناھم الکتاب" سے مراد جن کا ذکر بعد پیغمبر آیا ہے اہلبیت پیغمبر
ہی مقصود ہیں اور "ومن ھؤلاء من یومن بہ" سے مراد بعض دیگر مومنین از
اہل اسلام ہیں۔ ایک اور مقام پہ فرماتا ہے والذین اتیناھم الکتاب من قبلہ
ھم بہ یومنون واذا یتلی علیھم قالوا آمنا بہ انہ الحق من ربنا انا کنا
من قبلہ مسلمین الخ (قصص ع۶) یعنی وہ نفوس مقدسہ جنکو ہم نے پہلے ہی
سے حقیقت کتاب عطا کی ہے وہ سب اسپر ایمان رکھتے ہیں اور جب انپر اسکی تلاوت
کیجاتی ہے تو کہتے ہیں ہم اسپر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ ہمارے پروردگار کی طرف سے سچی
کتاب ہے اور ہم اسپر پہلے ہی سے ایمان لائے ہوئے ہیں۔ الذین اتیناھم الکتاب
یتلونہ حق تلاوتہ اولئک یومنون بہ۔ (بقرہ ع۱۴) یعنی وہ لوگ جنکو
ہم نے کتاب دے دی ہے اس کی تلاوت کرتے ہیں جس طرح کہ تلاوت کرنے کا حق ہے۔
یہی لوگ وہ ہیں جو اس کے ساتھ ایمان لائے ہوئے ہیں۔ انہی کے حق میں خطاب ہے۔
وھو الذی انزل الیکم الکتاب مفصلا والذین اتیناھم الکتاب یعلمون
انہ منزل من ربک بالحق۔ (انعام ع۱۴) یعنی خدا وہی ہے جس نے تمہاری
طرف سب کتاب کو مفصل کرکے بھیجا ہے اور جن لوگوں کو ہم نے (اپنے منجانب) حقیقت
کتاب عطا کر دی ہے وہی اس کا علم رکھتے ہیں کہ یہ تحقیق وہ حق کے ساتھ تیرے
رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔ ان آیات میں مرجع "والذین اتیناھم الکتاب"
اہلبیت پیغمبر ہی ہیں دوسرا کوئی بھی اس کا مصداق نہیں کیونکہ اور کوئی بھی ایسا
نہیں جس میں حقیقت کتاب و علم کتاب از روز ازل ودیعت ہو۔ یہ مخصوص وہی
ذریت ابراہیمیہ و عترت نبویہ ہے جو مسلم باسلام بلا واسطہ پہلے ہی سے موجود تھی
جبکہ پیغمبر کو بعثت ہوا اور بوقت اظہار و اعلان نبوت آیات خدا کو انپر تلاوت
فرمایا تو سب سے پہلے اسی امت مسلمہ نے اس کی تصدیق کی جو وارث علم موہبتی لدنی
و صاحبان روح قدس نورانی ہے اور یہ مسلم ہے کہ جو وارث علم موہبتی لدنی و حامل
کتاب و حجت الہی ہو اور منصوص علیہ نبوت و امامت ہوگا وہ پہلے ہی سے بلکہ وقت ولادت

ہی سے عالم ہوگا اور قبل نزول ظاہری قرآن یعنی اجزاء احکام جو قرآن کا عالم ہوگا
چنانچہ علامہ ابو اسحاق بدرالدین سید زین النورانی شافعی البلخی اپنی کتاب مستطاب
انوار الحق (صفحہ ۲۶۲ و صفحہ ۲۱۲) میں لکھتے ہیں کہ جس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ
بجوف کعبہ پیدا ہوگئے تو جناب رسول خدا صلعم تشریف لائے حضرت علیؑ آنحضرتؐ کو
دیکھکر مسکرائے اور فرمایا السلام علیک یا رسول اللہ و رحمۃ اللہ و برکاتہ
اور آپکی طرف دیکھکر قرآن پڑھنا شروع کیا اور سورۂ مومنون کو ہم فیہا خالدون تک
تلاوت کیا اسوقت جناب رسول خداؐ نے فرمایا یا علی تمہاری وجہ سے ان مومنین نے
فلاح پائی اور روایات امامیہ میں تو تمام قرآن بلکہ کتب اربعہ منتشرہ کا پڑھنا مذکور
ہے۔ (مزید تفصیل ہمارے رسالہ البلیغہ میں دیکھو مع ثبوت) یہ تھا علم موہبتی لدنی
اور یہ ہیں حامل کتاب وجودی و مرجع و مورد "ثم اتیناہم الکتاب"۔ چنانچہ امام
غزالی فرماتے ہیں "ان علوم علی تحیرت فیہا العقول لم یکن علی سبیل التعلم
فقط بل کانت کشفیۃ لدنیۃ ملکوتیۃ الٰہیۃ" یعنی علوم مرتضویؑ جنمیں
عقول انسانی حیران ہیں محض کسبی و تحصیلی نہ تھے بلکہ کشفی لدنی ملکوتی و الٰہی تھے۔ پھر
لکھتے ہیں العلم اللدنی یکون لاھل النبوۃ والولایۃ کما حصل للخضر و
کما حصل لعلی ابن ابی طالب علیہم السلام یعنی علم لدنی مخصوص اہل نبوت
و ولایت کو حاصل ہوتا ہے جیسا کہ حضرت خضر اور حضرت علی ابن ابی طالبؑ کو حاصل
ہوا تھا۔ یہی علم واقعی و اصلی و حقیقی ہے نہ علم کسبی و تحصیلی چنانچہ محبوب کبریا فرماتے
ہیں لیس العلم بکثرۃ التعلم وانما ھو نور یقذفہ اللہ فی قلب من یشاء
من عبادہٖ یعنی علم کثرت تعلم اور بہت سی کتابیں رٹ لینے سے حاصل نہیں ہوتا
اور وہ علم حقیقی نہیں۔ اصل علم تو وہ ہے کہ ایک حقیقت نورانیہ ہے اپنے بندوں میں
سے جس کے دل میں چاہتا ہے خداوند عالم ڈالدیتا ہے اور عطا کرتا ہے۔ (اسرار الغیب
صفحہ ۹۲) پس لابد اہلبیت پیغمبرؐ ہی دارائے علم موہبتی لدنی و صاحبان روح قدس
نورانی علمی ہیں جنکے حق تلاوت قرآن کا حاصل ہے اور یہ انکے لئے سب قرآن ہی منحصر ہے

اسی لئے تو پیغمبر نے انکو ثانی ثقلین وثانی قرآن مقرر فرمایا ہے غرض جہاں قرآن میں لفظ ''اتی'' بصیغہ ماضی معروف کتاب کی طرف مضاف ہے تو وہاں حقیقت کتاب مراد ہے جو کتاب حقیقی وجودی ہے - اور جب لفظ ''اتی'' بصیغہ ماضی مجہول کتاب پر وارد ہوتا ہے تو وہاں کتاب سے مراد علم کتاب و حقیقت کتاب نہیں ہے بلکہ وہ لوگ مراد ہوتے ہیں جن پر پیغمبر کتاب آسمانی لیکر انکی طرف آتا ہے اعم اس سے کہ وہ لوگ عالم کتاب پیغمبر ہوں یا نہ ہوں - اسپر عمل کرتے ہوں یا نہ کرتے ہوں چنانچہ قرآن مجید میں ''اوتوا الکتاب'' سے مراد یہود و نصاریٰ اہل کتاب مراد ہیں - اور اس قسم کی آیات قرآن میں اکثر مقامات پر وارد ہیں لکھنے اور پیش کرنے کی حاجت نہیں - اور جب لفظ ''اتی'' بصیغہ ماضی مجہول علم پر مستعمل ہوتا ہے تو وہاں علم سے علم کلی مراد ہوتا ہے - کما اخبر بہ سبحانہ و تعالے - یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات (مجادلہ ع) یعنی خدا پاک ہی بلند کرتا ہے مدارج اُن لوگوں کے جو تم میں سے ایمان رکھتے ہیں اور اُن لوگوں کے جنکو علم دیا گیا ہے اور عطا کر دیا گیا ہے - اس آیہ وافی الہدایہ سے بکمال صراحت و وضاحت ثابت و مبرہن ہے کہ رفعت مدارج و مراتب عالیہ متعالیہ ایمان اور علم پر ہی منحصر ہے - اور ایمان فرع علم ہے اور علم مقدس اور اصل - لہذا رفعت مدارج و مراتب صرف علم پر موقوف ہے - پس رفعت درجات نبوتی بھی علم پر ہی موقوف ہے - اور اول معیار نبوت علم ہی ہے - جیسا کہ اول نوع البشر و خلیفۃ اللہ کے مقابلہ میں تمام ملائکہ سے علم ہی کی بابت سوال کیا گیا تھا اور علم ہی کیوجہ سے وہ مکرم و محترم و مسجود ملائکہ قرار پائے - نبوت علم پر موقوف ہے اور علم ہی معیار نبوت ہے اور علم باعث رفعت درجات اور علم ہی اول منزل و مقصد اور اول کمال بلکہ اکمل کمالات - کوئی نبی اس سے خالی نہیں ہوتا اور یہہ ثابت کیا جاچکا ہے کہ معیار نبوت علم موہبتی لدنی ہے - نہ علم کسبی و تحصیلی کیونکہ علوم کسبیہ

علوم ناقص اور اکثر خلاف واقعہ (غلط محض ہیں۔ پس ہر ایک نبی علم موہبتی لدنی
رکھتا ہے (کما اثبتناہ سابقا) اور آیت مبارکہ (رفیع الدرجات
ذو العرش یلقی الروح من امرہ الخ (مومن ع۲) سے مدلل و مثبت
ہو چکا ہے کہ رفعت درجات نبویہ روح خاص نبوتی پر موقوف ہے جو روح
عالم امر سے ہے نہ عالم خلق سے اور اُسی سے نبی بشیر و نذیر ہوتا ہے اور یہاں یہ
ثابت ہوا کہ رفعت درجات علم پر ہی موقوف ہے اور معیار نبوت علم ہی ہے
پس بنابر جمع بین الاصلین نتیجہ یہ نکلا کہ علم نبی اس روح سے ہے اور وہ
روح روح علمی ہے جس کو یہ عطا ہو گئی عالم ہو گیا۔
پس جب نبی کی روحانیت سب سے بڑھی ہوئی ہوگی وہی تمام انبیاء سے مدارج
و مراتب میں بڑھا ہوا ہوگا اور اس کا علم تمام انبیاءؑ کے علم سے زیادہ ہوگا اور
یہ مصدقہ امر ہے کہ روحانیت میں سب سے اعلیٰ و افضل ہمارے پیغمبرؐ ہی ہیں
دیکھو جناب آدمؑ کی روحانیت کے متعلق ارشاد ہے اذا نفخت فیہ من روحی
فقعوا لہ ساجدین (ص ع۵) یعنی جب میں قالب آدمؑ میں اپنی فری سی روح
پھونک دوں تو تم سب اسکو سجدہ عظمت بجالاؤ۔ اور جناب عیسیٰؑ کی روحانیت
یہ ہے وکلمتہ القاھا الی مریم و روح منہ۔ (نساء ع۲۳) یعنی جناب عیسیٰؑ
خدا کے کلمۂ وجودیہ ہیں جس کو مریم کی طرف القا کیا ہے اور اس کی بعض روح ہیں
اور تمام انبیاءؑ کے حق میں یوں وارد ہے وایدھم بروح منہ۔ (مجادلہ ع۳)
یعنی اُن سب کی بعض روح سے تائید کی۔ لیکن ہمارے پیغمبرؐ کی نسبت ارشاد
فرماتا ہے وکذلک اوحینا الیک روحا من امرنا الخ۔ (شوریٰ ع۵)۔
یعنی اسی طرح ہم نے تیری طرف (اے محبوبؐ) (ایک سالم و کامل) روح نورانی نبوتی
اپنے عالم امر سے بھیجی ہے۔ پس ہمارے پیغمبرؐ روحانیت میں سب انبیاءؑ سے اکمل
و افضل ہیں اور چونکہ علم موہبتی لدنی اسی روح قدسی نبوتی نورانی پر موقوف
ہے تو یقیناً آپکا علم سب انبیاءؑ کے علم سے زیادہ اور بکثرت ہے۔ بالفاظ دیگر۔

فلاسفروں کا اتفاق ہے کہ اول مصنوع و اول مخلوق باعتبار قوت و قدرت و تاکد سب سے اقوےٰ و اکمل و افضل ہوتا ہے کیونکہ صانع مصنوع اول میں کمال صفت کو کام میں لاتا ہے تاکہ کمال مصنوع کمال صانع پر دال ہو۔ اور آیات قرآنی و احادیث نبوی سے یہی ثابت ہے کہ اول مصنوع و مخلوق روح محمدی ہے اور نور محمدی ہے (اوّل ما خلق اللّٰہ روحی و اوّل ما خلق اللّٰہ نوری) لہٰذا عقلاً و نقلاً روشن و ظاہر ہوا کہ آنحضرت ختمی مرتبت بلحاظ روحانیت سب سے اقوےٰ و اکمل و افضل ہی ہیں۔ تو اہر علمیت و اعلمیت میں بھی سب سے قوی تر اور فاضل تر ہوں گے اسی لیے ولکن جعلناہ نوراً نہدی بہ من نشاء من عبادنا الخ سے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ ہدایت دیگر انبیاءؑ اسی روح قدس نبوتی نورانی پر موقوف ہے اور جملہ ارواح قدسیہ انبیاءؑ کی یہی روح عالیہ نورانیہ ہی مربی و معلم و ہادی رہے یہ روح فوق ارواح انبیاءؑ اور یہی سب سے بالاتر اور سب کی افضل۔ باقی سب کی سب اسی کے ماتحت و مطیع۔ غرض علم خاتم جمیع انبیاءؑ کے علوم سے زیادہ تر اور مافوق ہے۔ عن الرضا علیہ السلام لو جمع علوم جمیع الخلائق من الاوّلین والاٰخرین و یوضع عند علم النبیؐ لکان علومہم عند علمہ کرملة عند رمال الدنیا و ھو علم کل لان اللّٰہ جعل العلم الف جزء و اعطی من ذالک تسعمائة و تسعة و تسعین لمحمّدؐ و اعطی واحداً لمن یشاء من عبادہ و ھو فیہ اعلم منہم۔ یعنی اگر تمام خلائق اوّلین و آخرین کے علوم خاتم المرسلینؐ کے علم کے ساتھ وزن کیے جاویں تو وہ تمام علوم آپ کے علم کے مقابلہ میں تمام دنیا کے تودہائے ریگ میں سے مانند ایک دانہ ریگ کے ہیں۔ کیونکہ آپ ہی علم کل ہیں (پھر مثالاً فرمایا کہ خدا نے علم کو ہزار حصوں پر تقسیم کیا ہے نو سو اور ننانوے (۹۹۹) حصوں کو تو خاص اپنے حبیب (محمدؐ) کو مرحمت فرمایا اور باقی ایک حصہ تمام خلائق میں تقسیم ہوا پھر بھی اس ایک حصہ میں سب سے زیادہ عالم آپ ہی رہیں۔ (روض الجنان صفحہ ۳۹۳)

اگرچہ دیگر انبیاءؑ بھی مرجع اوتوا العلم ہیں جس سے علم کلی مراد ہے نہ جزئی۔ مگر یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ بقاعدہ کلیہ مذکورہ جب انکے لیئے لفظ "اسلئے" "علم" کا عادہ ہوتا ہے جس سے علم جزئی مراد ہے تو اس اشکال کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ چونکہ علم انبیاءؑ از طرف خدا ہوتا ہے اور وہ بہ نسبت عامۃ الناس کلی ہوتا ہے اور موہبتی لدنی ہے اس لئے انکو مرجع اوتوا العلم قرار دیا گیا اور جب اصلاً وحقیقتہً باعتبار علم آنحضرت ختمی مرتبت انکا علم جزئی و محدود ہوتا ہے اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ سب انبیاءؑ کا علم بہ نسبت علم آنحضرت جزئی و محدود ہی ہے پس اصلاً وحقیقتہً مرجع اوتوا العلم و وارائے علم موہبتی لدنی کلی آنحضرتؐ ہی ہیں۔

اور کلام حمید مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ لوگ بزمانۂ پیغمبرؐ ایسے بھی تھے جو "ما اوتیتم من العلم الا قلیلا" سے خارج تھے یعنی علم ناقص جزئی نہیں رکھتے تھے بلکہ علم کلی رکھتے تھے۔ اس بنا پر اوتوا العلم اور اتیناہم الکتاب کا مصداق ایک ہی ہوئے اور آیت کریمہ والذین اتیناھم الکتاب من قبلہ الخ (قصص ع۶) (جسکو ہم پہلے مکرر لکھ چکے ہیں) صاف بتلاتی ہے کہ وہ لوگ جو قبل نزول ظاہری علم قرآن رکھتے تھے اور پہلے ہی سے مسلم تھے وہ امت مسلمہ باسلام ہوتی ذریت ابراہیمؑ وعترت رسولؐ ہے اور وہی والذین اتیناھم الکتاب کا مصداق ہیں پس اوتوا العلم کا مصداق بھی وہی ہیں اور انہی کے سینوں میں قرآن بطور آیات بینات موجود ہے آیات بینات انہی کے سینوں میں ہیں ان سینوں سے باہر نہیں ہیں بل ھو ایات بینات فی صدور الذین اوتوا العلم (عنکبوت ع۵) بلکہ یہ (قرآن) تو آیات بینات ہیں سینوں میں اُن لوگوں کے جنکو علم (کلی) عطا کر دیا گیا ہے۔ اسی واسطے یہ صاحبان اوتوا العلم زمانۂ پیغمبرؐ میں مشہور و معروف تھے۔ کما قال عز من قائل۔ ومنھم من یستمع الیک حتی اذا خرجوا من عندک قالوا للذین اوتوا العلم ماذا قال آنفا۔ (محمد ع۲) یعنی اے محبوبؐ ان میں سے جو پاس بیٹھتے اور قرآن سنتے

ہیں وہ بھی ہیں جو تیری طرف خوب کان لگا کر غور سے سنتے ہیں تا اینکہ جب تیرے پاس
سے باہر جاتے ہیں تو اُن لوگوں سے جنکو علم عطا کیا گیا ہے کہتے ہیں کہ ابھی پیغمبرؐ
نے کیا فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ وہ خود نہیں سمجھتے۔ صاحبان اوتوا العلم و اہل
العلم سے پوچھتے ہیں۔ اسلئے اُنکے ماننے میں یہ لوگ مشہور ہی تھے اور انہی سے
علم کتاب حاصل کیا جاتا تھا کیونکہ وہ دیکھ اور سن چکے تھے کہ جو شخص قبل
نزول ظاہری قرآن و قبل بعثت پیغمبرؐ وقت ولادت قرآن کی تلاوت کرے وہ
ضرور مؤید من اللہ اور صاحب علم لدنی ہے اور پہلے سے علم قرآن رکھتا
ہے جیسا کہ ہم ثابت کر آئے ہیں کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے وقت ولادت
تلاوت قرآن فرمائی۔ لہذا لوگ انہی سے آکر علم کی بات پوچھتے اور علم کتاب حاصل کرتے تھے
پس لابد یہی ہیں مورد و مرجع "من عندہ علم الکتاب" چنانچہ خداوند عالم
فرماتا ہے ویقول الذین کفروا لست مرسلا قل کفیٰ باللہ شہیدا بینی
وبینکم ومن عندہ علم الکتاب۔ (رعد ع ۶) یعنی اے محبوبؐ تمہیں کافر
لوگ کہتے ہیں کہ تو خدا کا بھیجا ہوا (رسولؐ) نہیں ہے تم کہدو کہ ہمارے اور تمہارے
درمیان خدا ہی کافی ہے شہید اور وہ شخص جس کے پاس علم جنس کتاب یا علم
کل قرآن ہے۔ اہل اسلام کے نزدیک محقق ہے کہ اس آیت سے مراد حضرت امیرؑ
ہی ہیں (دیکھو تفسیر حسینی و نیشاپوری تحت آیت مذکورہ و ینابیع المودۃ صفحہ ۵)
اس آیت کی مفصل تفسیر آگے چل کر ہم کسی محل مناسب پر لکھینگے۔ اور یہی راسخین
فی العلم جنکو علم تاویل متشابہات قرآنی دیا گیا ہے وما یعلم تاویلہ الا اللہ
والراسخون فی العلم (آل عمران ع ۱) یعنی تاویل متشابہات کو سوائے خدا
کے اور اُن لوگوں کے جو مضبوط و محکم ہیں اپنے علم میں دوسرا کوئی نہیں جانتا۔ چنانچہ
یہی وارثان کتاب الٰہی و ابواب علوم رسالت پناہی علیہم السلام اسی آیت کی تفسیر
میں فرماتے ہیں (کما قال الباقر علیہ السلام) نحن الراسخون فی العلم
ونحن نعلم تاویلہ ورسول اللہ افضل الراسخین فی العلم قد علمہ اللہ

عز و جل جمیع ما انزل اللہ من التنزیل والتاویل وما کان اللہ لینزل
علیہ شیئاً لم یعلم تاویلہ واوصیائہ من بعدہ یعلمونہ کلّہ۔ یعنی ہم
ہی راسخین فی العلم ہیں۔ ہم ہی قرآن کی تاویل جانتے ہیں۔ اور رسول محمدؐ افضل
الراسخین فی العلم ہیں۔ اللہ نے اُنکو تنزیل اور تاویل کا کل علم دے دیا ہے اور
خدا ایسا نہیں ہے کہ اپنے رسولؐ پر کوئی شے نازل فرماوے اور اس کا علم اسکو
نہ دے۔ اور اُس کے اوصیا اس کے بعد کل تنزیل اور تاویل کو جانتے ہیں۔ (اسرار
الغیب غزالی صفحہ ۱۱۲) اس آیت مجیدہ میں ایک باریکی سمجھنے کے قابل ہے۔ اور وہ
یہ ہے کہ خداوند عالم فرماتا ہے۔ وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم
(آل عمران ع) جس کے معنی یہ ہوئے کہ نہیں جانتا اُس (متشابہات) کی تاویل
کو سوائے خدا اور راسخین فی العلم کے اور کوئی بھی۔ چونکہ بعد خداوند عالم کے
علم اور افضلیت میں اس کے رسول کا درجہ سب سے بڑھکر ہے اور رسول کا نام
خاص طور پر بعد الا اللہ کے مذکور نہیں صرف والراسخون فی العلم ہی ہے تو
یقیناً رسولؐ بھی اسی جملہ والراسخون فی العلم ہی میں موجود ہے اگر الفاظ آیت
اس طرح ہوتے وما یعلم تاویلہ الا اللہ ورسولہ والراسخون فی العلم
تو کہا جاسکتا کہ بعد از خدا عالم تاویل متشابہات رسولؐ ہی ہے اور بعد از رسولؐ
تیسری جگہ پر راسخین فی العلم ہیں اور وہ غیر جنس اور مغائر رسول ہیں۔ مگر
جب الا اللہ کے بعد والراسخون فی العلم کا جملہ وارد ہوا اور لفظ رسول کو علیحدہ
بیان نہیں کیا گیا تو حتماً و یقیناً لفظ رسولؐ بھی اسی جملہ میں از روئے معنی و مدعا
ضرور ہی موجود ہے گو لفظاً وارد نہیں ہوا اور باعتبار صیغہ جمع کئی نفوس مقدس
بھی ہم جنس و ہم صفات رسولؐ ہیں۔ اور جب اوصیاؑ و خلفائے رسولؐ نے
خود ہی راسخین فی العلم ہونے کا دعوے فرمایا اور دعوے بھی صحیح و صادق ہے
کیونکہ وہی عالم قرآن ہیں کہ قرآن کو انہی کے ساتھ ضم کیا گیا اور انہی کو حامل و
تالی و ثقل ثانی قرآن قرار دیا گیا تو سوائے اس کے اور کچھ بھی نہیں کہ اہل بیتؑ

رسول ہی مثل و مثیل رسول اور بمنزلہ رسول راسخین فی العلم ہیں۔ جن کا علم بعینہ
و بجنسہ علم رسول ہے یعنی انہوں نے رسول ہی سے علم قرآن حاصل کیا اور وہی ابواب
علوم رسول ہیں اور جب قرآن میں راسخین فی العلم علیحدہ مذکور ہیں اور مومنین علیحدہ
اور مومنین سے اول ہی ذکر راسخین فی العلم ہے چنانچہ فرماتا ہے "لکن الراسخون
فی العلم منہم والمومنون یومنون بما انزل الیک۔ (نساء ع۲۳) یعنی
اے محبوب جو کچھ تیری طرف نازل کیا گیا ہے اسپر راسخین فی العلم اور مومنین
بھی ایمان رکھتے ہیں۔ تو راسخین فی العلم علاوہ دیگر مومنین ہیں اور اول و افضل
و اکمل از جملہ مومنین (فتامل فیہ) بعض کم فہم و کوتاہ وجہ بے معرفت و بصیرت
الا اللہ پر وقف ڈالتے ہیں۔ اور راسخین فی العلم کو "یقولون امنا بہ کل
من عند ربنا" سے ملا دیتے ہیں جس سے یہ مطلب نکالتے ہیں کہ تاویل متشابہات
کو محض خدا ہی جانتا ہے اور بس۔ دوسرا کوئی شخص نہیں جانتا۔ اور راسخون
فی العلم تو یہی کہتے ہیں کہ ہم اسپر ایمان رکھتے ہیں سب کچھ ہمارے رب کی طرف
سے ہے۔ یعنی وہ اس کے ساتھ ایمان لاتے ہیں کہ وہ خدا کی طرف سے ہے اور انکو
اس کا علم نہیں ہے۔ علم تاویل متشابہات محض خدا ہی سے متعلق ہے۔ (یا للعجب
تضحک منہ الثکلی) وہ یہ نہیں سمجھتے کہ قرآن میں ایک بڑا بھاری حصہ
آیات متشابہات کا ہے اور نزول قرآن عبث و مہمل نہیں کہ قرآن کو نازل
فرماوے پھر اسکا علم اپنے رسول صلعم کو نہ دے جسپر مدار ہدایت و نذرات جملہ عوالم
ہے۔ (لیکون للعالمین نذیرا۔ فرقان ع۱) حالانکہ خداوند عالم فرماتا ہے
لکن اللہ یشہد بما انزل الیک انزلہ بعلمہ۔ (نساء ع۲۳) یعنی لیکن خداوند
عالم اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ جو کچھ (اے محبوب) اسنے تیری طرف
نازل کیا ہے اپنے علم کے ساتھ ہی نازل کیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ
نزول قرآن مع علم قرآن ہی ہوا یعنی جو کچھ نازل کیا گیا رسول صلعم کو اس کا علم
ہی دیا گیا ہے معانی و مطالب و مفاہیم و مصادیق قرآن سے کلاً و جملۃً"

آنحضرت واقف کئے گئے ہیں۔ اگر کسی آیت کو خدا نے نازل فرمایا اور اُس کے معنی و مفہوم سے اپنے حبیبؐ کو آگاہ نہیں کیا تو اس کا نزول عبث و مہمل ہوگا چہ جائیکہ ایک بڑا بھاری حصہ قرآن جسکی نسبت فرماتا ہے۔ اما الذین فی قلوبہم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنہ وابتغاء تاویلہ۔ (آل عمران ع۱) یعنی لیکن وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے اور سیدھے ہی نہیں ہوتے وہ ہمیشہ متشابہات ہی کا اتباع کرتے ہیں تاکہ فتنہ و فساد برپا کریں اور حسب دلخواہ اس کی تاویلیں گھڑ کر اور لوگوں کو گمراہی میں ڈالکر اپنا سن منائیں اور ٹکے حاصل کریں۔ پس جب خدا نے ایسے ادق و دقیق مسئلہ کو حل نہیں فرمایا جس کے نہ سمجھنے سے لوگوں میں فتنہ و فساد برپا ہوا تو یقیناً اس سے خدا پر اعتراض وارد ہوگا۔ نہیں نہیں ایسا ہرگز نہیں۔ یہ خیال باطل اور از سر تا پا غلط بلکہ اغلط ہی ہے۔ یہی بدیہی و لازمی امر ہے کہ کل ما انزل اللہ سے اُسکا رسول واقف ہوتا کہ حقیقتِ حقائق و حقیقت دقائق سے تمام خلائق کو آگاہ فرما دے۔ اور اس کی تعلیم دے۔ یہی اس کا منصبی فرض اور اصلی کام ہے جس کے لئے وہ مبعوث اور مقرر ہوا ہے۔ اور اس کے بعد اسکے اوصیاء جنکو یہ قرآن وراثت میں پہنچا ہے۔ اوحی الی ھذا القرآن لانذرکم بہ ومن بلغ۔ (انعام ع۲) یعنی مجھ کو یہ قرآن وحی کیا گیا ہے تاکہ میں اس کے ذریعہ سے تم کو ڈراؤں اور ہدایت کروں اور وہ شخص جس کو میرے بعد یہ قرآن پہنچے۔ ینابیع المودۃ (شیخ سلیمان حنفی قندوزی مکی) صفحہ ۵۵ میں ہے کہ جناب امیر علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ حضرت عیسیٰؑ باعجاز مردوں کو زندہ کرتے تھے اور حضرت سلیمانؑ پرندوں کی زبان سمجھتے تھے کہ انکو علم منطق الطیر دیا گیا تھا۔ کیا آپکو بھی یہ منصب حاصل ہے آپنے جواباً ارشاد فرمایا کہ حضرت سلیمانؑ ہُدہُد پر غضبناک ہوئے جبکہ ہُدہُد اُن سے غائب ہوگیا اور وہ ہدہد پانی کو پہچانتا تھا اور وہ خود نہیں جانتے تھے انکو ہدہد ہی خبر دیتا تھا۔ حالانکہ وہ

اس فضیلت کے انسان کامل تھے کہ ہوا پر انکا تخت چلتا تھا اور ہوا اور چیونٹیاں اور تمام آدمی اور جن اور شیاطین وغیرہ سب انکے مطیع فرمان تھے اور خداوند عالم خبر دیتا ہے - لو ان قرانا سیرت به الجبال او قطعت به الارض او کلم به الموتی بل لله الامر جمیعا - (رعد ع۴) یعنی اگر کوئی قرآن ہے کہ پہاڑ اس سے چل نکلیں یا زمین قطع ہوجائے یا مردے بول اٹھیں بلکہ ہر ایک امر خدا انجام پاجائے (تو وہ یہی قرآن ہے) اور فرماتا ہے وما من غائبة فی السماء والارض الا فی کتاب مبین - (نمل ع۶) یعنی آسمان اور زمین میں کوئی شے پوشیدہ نہیں مگر یہ کہ سب کا بیان اس کتاب مبین میں ہے - اور فرماتا ہے ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا الخ - (فاطر ع۴) یعنی پھر ہم نے وارث بنایا ہے کتاب کا ان لوگوں کو جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے مصطفے کیا ہے - نحن اورثنا هذا القرآن الذی فیه ما تسیر به الجبال وتقطع به البلدان ویحیی به الموتی ونعرف به الماء واورثنا هذا الکتاب فیه تبیان کل شیء - یعنے ہم ہی وارث ہوئے ہیں اس قرآن کے جس میں وہ آیات ہیں جن سے پہاڑ چل نکلیں - منازل بلاد قطع ہوجائیں - مردے زندہ ہو جائیں اور ہم اس سے پانی کو پہچانتے ہیں (جس کو سلیمانؑ نہ پہچانتے تھے اور ہدہد خبر دیتا تھا) اور ہم ہی اس کتاب کے وارث ہیں جس میں ہر شے کا بیان موجود ہے -

اور آیت مجیدہ "امة مسلمة لک" اور آیت آخر سورہ حج یا ایها الذین امنوا ارکعوا الخ اور آیت کریمہ ان الله اصطفی آدم ونوحا الخ سے ثابت ہے کہ یہ سلسلہ ذریت انبیاءؑ سے ہرگز خارج نہیں اور یہ بندگان مصطفے وہی تھے جو وارث کتاب ہوئے ہیں یعنی اہلبیت نبوتؐ و رسالت ہیں پس یہی بعد آنحضرتؐ ابواب علوم نبویؐ و امام مبین ہیں چنانچہ خداوند عالم فرماتا ہے - و کل شیء احصیناه فی امام مبین (یٰس ع۱) یعنی ہر ایک شے کا ہم نے امام

مبین میں احصا کر دیا ہے۔ اور اس میں جمع ہے۔ اور یہ اسی طریق سے ہے کہ علم کتاب محمدیؐ بوراثت باطنی ان کو پہنچا ہے۔ ینابیع المودۃ صفحہ ۷۷ - میں ہے کہ جناب رسولِ خداؐ سے اس آیت کی تفسیر میں پوچھا گیا کہ امام مبین توراۃ یا انجیل یا قرآن ہی ہے یا کوئی اور شے؟ آپ نے فرمایا امام مبین سے مراد علی ابن ابی طالب ہی ہیں جن میں ہر شے کا علم خدا نے احصاء کر دیا اور اُن کے سینے میں جمع فرما دیا ہے۔ اسی کی تصریح کرتے ہوئے آنحضرت نے فرمایا انا مدینۃ العلم و علی بابھا یعنی میں شہر علوم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔ اور فرمایا علی مع القرآن والقرآن مع علی (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۲۳) یعنی علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ ہے لن یفترقا یہ دونوں ایکدوسرے سے ہرگز جدا نہ ہوں گے۔ اسی طرح جو نفوس بعد حضرت علیؑ امام خلق ہیں وارث علوم نبوتؐ ابواب علوم ہیں کیونکہ امامت جناب ابراہیمؑ کو بعد نبوت و رسالت و خلت حاصل ہوئی اور بعد انکے انکی ذریت کے انبیاء مثل حضرت موسیٰؑ وغیرہ امام خلق ہوئے اور بعد ختم نبوت امام نہ ہوگا مگر وارث علم نبوت صاحب علم موہبتی لدنی (فافہم و تدبر)

سلیم بن قیس ہلالی سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں طاہر و مطہر و معصوم بنایا ہے اور ہمیں اپنی مخلوق پر شہید و شاہد قرار دیا ہے اور اپنی زمین میں اپنی حجت کرکے بھیجا ہے وجعلنا مع القرآن وجعل القرآن معنا لا نفارقه ولا يفارقنا۔ یعنی رسولؐ نے ہم کو قرآن کے ساتھ اور قرآن کو ہمارے ساتھ قرین فرمایا ہم اس سے جدا نہیں اور وہ ہم سے جدا نہ ہوگا۔ (انوار الحق صفحہ ۱۵۳) ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ مبین کتب سابقہ انبیاءؑ و اوصیاءؑ ہی تھے مثلاً توراۃ کہ اس کے بیان کرنے والے اور اس سے حکم نکالنے والے وہی لوگ تھے جو محافظ توراۃ اور اس پر شہید تھے چونکہ اہلبیت پیغمبرؐ بعد پیغمبرؐ شہید ہیں جیسا کہ ہم آیات قرآنی اور احادیث نبویؐ سے ثابت کر چکے ہیں

اور پیغمبرِ اسلام قرآن کو اپنی اہلبیتؑ میں چھوڑ گئے اور انہی کے سپرد کر گئے تو ایک گونہ محافظ کتاب اللہ اور شہید بر کتاب اللہ انہی کو قرار دیا ہے۔ اور اکثر آیات قرآنی سے مستدل و مبرہن ہے کہ انہی کے سینوں میں علم قرآن قبل از نزول قطعی موجود تھا تو یقیناً یہی نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ بعد پیغمبرؐ حقیقی مفسر و مبین قرآن اہل بیت پیغمبرؐ ہی ہیں۔

نتیجہ:

حدیث ثقلین میں تدبر و تفکر کرنے سے ایک ایسی بات معلوم ہوتی ہے کہ بشرط انصاف کوئی شخص ایسا نہیں کہ اس سے انکار کرے اور یہی ایک بات ہی حق و باطل میں بین منصف اور کامل تصفیہ اور اصل معیار حقانیت ہے۔ یہ مسلم ہے کہ بزمانہ پیغمبرؐ جو لوگ مطیع اسلام اور داخل جماعت اسلام تھے۔ دو قسم کے تھے ایک اہلبیت پیغمبرؐ دوسرے اصحاب پیغمبرؐ اور جب یہ ارشاد فرمایا گیا۔ انی تارک فیکم الثقلین الخ۔ (تم لوگوں میں دو چیزیں گراں قدر و بیش بہا چھوڑنے والا ہوں) تو اب قابل غور یہ امر ہے کہ اس حدیث میں مرجع کُم کن لوگوں کو قرار دیا گیا ہے۔ جب اہل بیتؑ کو بمعیت قرآن لوگوں میں امانتاً چھوڑا تو یقیناً مرجع کُم اصحاب ہی ہیں اور ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی ابداً (اگر تم لوگ ان دونوں سے تمسک کروگے تو بعد میرے ہرگز گمراہ نہ ہوگے) سے بھی وہی مخاطب کئے گئے۔ پس اہل بیتؑ افضل مطاع ہیں اور اصحاب مطیع۔ لہٰذا افضلیت اصحاب بر اہلبیت پیغمبرؐ کو بیان کرنا لغو و مہمل ہے۔ اور لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض (یہ دونوں ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گے تا کہ حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں) سے یہ استنباط کیا جا سکتا ہے کہ قیامت تک قرآن اور اہل بیتؑ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے اور قیامت تک جو لوگ ہیں سب مطیع قرآن ثقلین قرار دئے گئے ہیں بعبارۃ اخریٰ از عہد سعادت عہد پیغمبرؐ اصحاب پیغمبرؐ سے لیکر تا قیام قیامت جو لوگ ہیں سب کو بدرجۂ اعدو بنظر یگانہ تمسک بالثقلین

پر مامور کیا گیا ہے پس معلوم ہوا کہ بقاء و دوام کتاب اللہ و اہل بیتؑ تا قیام قیامت ضروری ہے اور کوئی زمانہ اس سے خالی نہیں ہو سکتا اور محقق ہے کہ کتاب اللہ اسوقت موجود ہے تو لازمی و بدیہی ہے کہ امام از اہل بیتؑ و قرآن ناطق بھی موجود ہو کیونکہ وہ کتاب اللہ کے ساتھ ہیں۔ نہ وہ ان سے جدا۔ نہ یہ اُس سے۔ اگر اسوقت وجود امام از اہل بیتؑ تسلیم نہ کیا جائے تو وجود کتاب اللہ سے بھی انکار ضروری ہو گا۔ اور یہ ثابت و محقق ہے کہ اہل البیتؑ مع آنحضرتؐ چہاردہ معصوم ہی ہیں اور جن میں سوا ئے جناب سیدۃ النساء باقی دوازدہ امام ہیں۔ اور اس سلسلے میں گیارہ امام تا جناب امام حسن عسکری علیہ السلام گذر چکے ہیں اور بارھویں امام حضرت حجۃ اللہ القائم المنتظر المہدی الموعودؑ ہی ہیں لہذا وجود مسعود انکا کتاب اللہ کے ساتھ ضروری و لازمی ہے۔ اور قرآن کے وجود کے قائل اور پیغمبرؐ پر ایمان رکھنے والے کسی صورت میں اس امام زمان کا انکار نہیں کر سکتے۔ (اللھم عجل فرجہ) نیز یہ بات قابل غور ہے کہ حدیث مذکور میں حبل اللہ الممدود وارد ہے یعنی کتاب اللہ اور اہل بیتؑ دونوں کو حبل اللہ (خدا کی مضبوط رسی) فرمایا ہے اور قرآن مجید میں ہے۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا ولا تفرقوا۔ (آل عمران ؑ) یعنی تم سب خدا کی مضبوط رسی کو محکم طور سے پکڑ لو اور اسی کو قابو کرو اور پراگندہ مت ہو چونکہ مسلمانوں میں پراگندگی اور تفرق و اختلاف بدرجہ غایت موجود ہے اور وہ مشاہد و محسوس ہے اور آیت و حدیث کا یہ مطلب ہے کہ بحالت اعتصام بحبل اللہ و بصورت تمسک بالثقلین پراگندگی و اختلاف و افتراق قطعًا ناممکن۔ تو یقینًا کہا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں نے اعتصام اور تمسک ہرگز ہرگز نہیں کیا ورنہ خدا اور رسولؐ کے کلام صداقت التیام کی تکذیب ہو گی۔ پس وہی ہماری پہلی بات ہی پھر ثابت ہو گئی۔ کہ شخصی رائیں جزو دین ہو گئیں اور قانون اسلامیہ اور نصی حکم الٰہیہ کی پابندی وغیرہ ہی نہیں کی گئی اس لئے انکو

منتشر و پراگندہ اور متفرق و مختلف ہونا پڑا۔ پس اصل اختلاف و افتراق امت کا باعث یہی ہے جو موجب تنزل مسلمین ہے جس سے انکو آج یہ دن دیکھنا پڑا کہ اسلام بہتر بلکہ بہتر ہزار شکلوں میں نظر آنے لگا ہے۔ اگر پہلے ہی سے قانون اکمل الٰہی کی پیروی کی جاتی تو یہ قبیح منظر ہرگز قائم نہ ہوتا۔ مگر یہ تو وفات پیغمبرؐ کے ہوتے ہی قائم ہو گیا تھا جن کو مرجع کل (انی تارک فیکم الثقلین) قرار دیا گیا انہی میں سے بعض کوتاہ بینوں اور ناعاقبت اندیشوں نے امر خدا اور رسولؐ سے تخلف کیا بلکہ ایام وفات پیغمبرؐ ہی میں انہوں نے یہ صریح گستاخی ہوئی کہ پیغمبرؐ تو دو چیزوں کو باہمدیگر ملا کر حبل اللہ فرماتے ہیں اور ان دونوں سے حکم اعتصام و تمسک دیتے ہیں اور دونوں کو اماماً قابل اتباع چھوڑتے ہیں۔ مگر انہوں نے روبروئے پیغمبرؐ حسبنا کتاب اللہ کہکر ثقل ثانی سے اول انکار کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تازیانۂ شرر آمیز قوموا عنی سے انکو مجروح الظفر ہونا پڑا۔ اور وہی انکار موجب ضلالت و غوایت امت ہوا جس سے تمام امت کا بوجھ اُسی شخص منکر اول کی گردن پر ہے اور جو حضرات اُس کو اس بات میں صادق جانتے ہیں اور اُس کے طرفدار ہوں تو وہ مکذب خدا و رسولؐ ہی ہیں۔ دراصل ایسے شخص سے بربنائے ہی جبلی کہ تاجدار ما ینطق عن الھویٰ کے حق میں (جس کا نطق عین وحی الٰہی تھا) ان الرجل لیھجر جیسا وقیح اور خبیث کلمہ کہکر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے راندۂ درگاہ احدیت ہوا۔ لسان رسولؐ ہمیشہ ناطق حکم الٰہی ہے اور اُسی سے قرآن آسان ہے۔

فانما یسرناہ بلسانک۔ (مریم ۷) یعنی سوائے اس کے نہیں (اے محبوبؐ) ہم نے قرآن کو تیری ہی لسان سے آسان کیا ہے۔ پس لسان رسولؐ سے ہی قرآن آسان ہے نہ کسی دوسرے شخص کی لسان سے۔ ہاں بعد رسولؐ مفسر و مبین قرآن وہ نفوس مقدسہ ہیں جو نہ قرآن سے جدا ہیں اور نہ قرآن ان سے جدا ہے۔ وہی محافظ قرآن اور شہید بر قرآن اور مظہر لدنی نبوی

لسان جن کے دیدۂ و دہان میں آنحضرتؐ روحی فداہ نے اپنی لسان مبارک پھیری ہے۔ دیکھو واقعہ خیبر (حسب تصریح بخاری کتاب المغازی) و ذکر ولادت موفور السعادت جناب سید الشہداء علیہ التحیۃ والثناء۔ چنانچہ بطرق متعددہ و صحیحہ مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے بروز خیبر جناب امیرؑ کی آنکھوں میں اپنی لسان برکت اقتران کو داخل فرمایا جس سے (بنابر مشہور) درد چشم فوراً زائل ہوگیا اور چشم زدن میں شفا پذیر ہوگئے صاحب کتاب مستطاب ضیائۃ البداہۃ علامہ نور اللہ عماد الدین ابو الفاضل الشریف الکرمانی الحنفی الطائفہ لکھتے ہیں کہ یہ ایک ذریعہ تعلیم باطنی کا تھا جو محبوب سرمدی نے اختیار فرمایا ازاں سبب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکرم فرماتے ہیں کہ جب شہنشاہ ہفت افلاک نے میری آنکھوں میں اپنی لسان مبارک کو پھیرا تو مجھ پر ہزاروں ابواب علوم باطنیہ کا انکشاف ہوگیا حتےٰ کہ میری ظاہری بصارت بھی قائمۂ عرش و سطح لوح تک پہنچی۔ قلعہ خیبر جس کی رفعت آسمان تک چلی گئی تھی میری نظر میں بالکل کوتاہ ہوگئی اور اُس کے فتح و مسخر کرنے میں مجھے تائید الٰہی نے مدد دی۔ پس جس طرح جناب خلیل اللہؑ کو ملکوت سماوات والارض دکھائے گئے چنانچہ فرماتا ہے وکذلک نری ابراھیم ملکوت السمٰوات والارض۔ (انعام ع۹) (یعنی اس طرح ہم ابراہیمؑ کو ملکوت (یعنی) آسمان و زمین دکھاتے ہیں) اسی طرح حضرت شاہ اولیاءؑ کو یہ عطیہ مرحمت ہوا۔ وجہ یہ ہے کہ وہ بھی امام تھے اور یہ بھی امام۔ بلکہ جناب خلیل اللہ کے لئے لسان صدق ذات مرتضوی علیہ التحیۃ ہے کیونکہ انہیؑ کے بول میں لسان رسالت کو جگہ ملی (ووھبنا لھم من رحمتنا وجعلنا لھم لسان صدق علیا۔ (مریم ع۳) یعنی ہم نے اُن (انبیاء) کو اپنی رحمت بخشی اور ان کے لئے لسان صدق علیؑ کو مقرر فرمایا۔ اور یہ اس لئے کہ جناب خلیل اللہؑ نے اپنی

ذریت کے لئے آخر زمان میں ایک سچے بلکہ لسان صدق کی خواہش کی اور بارگاہ بے نیاز میں عرض کیا واجعل لی لسان صدق فی الآخرین۔ (شعراء ع۵) یعنی اُمم آخرین میں میرے لئے ایک شخص کو لسان صدق (سچائی کی زبان) قرار دے یعنی میری ذریت میں سے اُمت آخر زمان میں ایسا شخص پیدا کر جو سراسر صداقت اور لسان صدق (سچائی کی زبان) ہو پس خداوند عالم نے یہ دُعا قبول فرمائی اور ارشاد ہوا کہ اُن کے لئے ہم نے لسان صدق علیؑ کو قرار دیا۔ (صفحہ ۲۱۳ مطبوعہ مصر سطر ۱۴)

(توثیق) بعض حضرات نے لفظ "علی" کو اسم صفت کہکر اس کا ترجمہ "بلند" کر دیا ہے جس سے آیت کے معنی بالکل مہمل ہو گئے کہ ہم نے اُن کے لئے ایک لمبی یا اونچی زبان صدق قرار دی حالانکہ زبان دراز معیوب ہے نہ محمود و ممدوح۔ علاوہ ازیں زبان کے لئے کسی صاحب زبان کی بھی ضرورت ہے زبان تنہا بلا وجود شخص غیر معقول و مقصود ہے لہذا لسان صدق سے متصف کوئی وجود چاہیئے اور وہ وجود سوائے علی ابن ابی طالب کے اور کوئی نہیں (فافہم و تدبر)

بہرکیف یہ جملہ معترضہ تھا۔ غرض قرآن اُن لوگوں کی لسان سے مفصل و آسان ہے جو بمنزلہ لسان رسولؐ ہیں جن کے دیدہ و دہان میں آنحضرتؐ روحی فداہ نے اپنی لسان مبارک پھیری ہے جیسا کہ جناب امیرؑ اور اسی طرح جناب خامس آل عباؑ روحی لہ الفداء کو آنحضرتؐ نے وقت ولادت موفور السعادت اپنے فرزند دلبند کے اپنی لسان اقدس کو اُن کے موہنہ میں داخل فرمایا جس سے شیر و شہد ٹپکتا تھا بلکہ تا وقت فصال اس فرخندہ فال نیک تمثال عاشق صادق ذات ذوالجلال علیؑ و بتولؑ کے نونہال با عزت و اقبال نے کسی عورت کا بہرحال دودھ نہیں پیا۔ لحم حسینؑ لحم رسولؐ ہے اور دم حسینؑ دم رسولؐ سے ہے نشو و نما آپ کا لعاب دہن رسولؐ سے ہوا گویا پرورش ظاہری و باطنی کا یہہ ایک ذریعہ رفیعہ تھا اسی لئے ایک موقع پر آنحضرتؐ نے جناب امام حسینؑ

علیہ السلام کی شان ارفع و اعلےٰ میں ارشاد فرمایا۔ دعوہ فان علمہ علمی و علمی علمہ و نحن نعلم الکائن قبل کینونتہ۔ یعنی اس کو رہنے دو مت چھیڑو کیونکہ اس کا علم میرا علم ہے اور میرا علم اس کا علم ہے اور ہم ہونے والی بات کو ہونے سے پہلے ہی جانتے ہیں (انوار الحق صفحہ ۱۲۰) غرض بعد پیغمبرؐ علم قرآن اہلبیت پیغمبرؐ سے حاصل کرنا چاہیئے تمام اختلافات اہلبیتؑ کی پیروی و متابعت نہ کرنے سے پیدا ہو رہے ہیں اگر ان مفسرین ربانیہ و معلمین حقانیہ سے علم لیا جاتا تو آج یہ فسادات و بے بنیاد یاں ظہور میں نہ آتیں۔ مگر مسلمان ہیں کہ تمسک ثقلین تو کجا ہے خود رہا ذکر اہلبیتؑ کو بھی حرام بتلاتے ہیں جنکا وجود مسعود موجب امن و امان اہل زمین و آسمان ہے۔ (ان اھلبیتی امان لاھل الارض کما ان النجوم امان لاھل السماء۔ یعنی میرے اہل بیت اہل ارض کے لئے امان ہیں جس طرح کہ ستارے اہل آسمان کے لئے امان ہیں۔ جامع الصغیر سیوطی صفحہ ۱۶۰) جن کی مودت و محبت اجر رسالت قرار دی گئی ہے۔ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ (شورہ ع ۶۔ یعنی کہدو تم اسے محبوب کہ میں تم سے عوض رسالت اور کچھ نہیں مانگتا سوائے اس کے کہ میرے قرابتداروں سے محبت ہی رکھو (تفسیر بیضاوی۔ تفسیر معالم التنزیل۔ تفسیر محی الدین عربی۔ تفسیر کشاف۔ تفسیر نیشاپوری۔ تفسیر رازی جلد ۷۔ صفحہ ۴۰۶۔ اسعاف الراغبین صفحہ ۱۰۹) ان سب کتابوں میں تحت آیت مودۃ لکھا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرتؐ سے دریافت کیا گیا کہ وہ قریبی آپ کے یا رسول اللہ کون ہیں جن کی دوستی اور محبت مسلمانوں پر فرض کی گئی ہے۔ جواباً ارشاد فرمایا کہ وہ علیؑ اور فاطمۃ الزہراؑ اور انکی اولاد ہیں ہے۔ اور ان کے مذہب و مسلک کو باطل ٹھہرا رہا ہے نہ معلوم اس کا مدرک و منشا کیا ہے کوئی آیت یا حدیث اس پر دلالت نہیں کرتی جو اہل الذکر ہوں

(فاسئلوا اهل الذکر الخ۔ (نحل ع۶) اور جن کا ذکر کرنا ہی عبادت ہو ذکر اهلبیتی عبادة (انوار الحق صفحہ ۲۱۳) پس انکا ذکر کرنا کیونکر حرام ہو سکتا ہے (فتدبر فیه ولا تشک فان الشک فی امر الله کفر)

[illegible]

حضرت فخر رسل ہادی سبل بادشاہ کل روحی له الفدا علیہ وآلہ التحیۃ والثناء کو اتباع ملت ابراہیم کا حکم ہوا ہے ثم اوحینا الیک ان اتبع ملة ابراهیم حنیفا۔ (نحل ع۱۶) یعنی پھر ہم نے (اے محبوب) تیری طرف یہ وحی کی ہے کہ تو ملت ابراہیم کا اتباع کر۔ اور یہ مسلمات سے ہے کہ ہمارے پیغمبر کو جناب ابراہیم پر بدرجہائے غایت فضل و فوق ہے کیونکہ یہ خاتم ہیں اور وہ مختوم پس فاضل کو مفضول کی اتباع کا حکم کیونکر ہوا علاوہ دیگر حقائق و اسرار کے ایک حقیقت الامر یہ بھی ہے کہ حضرت ابراہیم نے نبوت و کتاب کو چونکہ اپنی ذریت میں قرار دیا تھا وجعلها کلمة باقیة فی عقبه۔ (زخرف ع۳) یعنی اُس نے اس کو بطور کلمہ باقیہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنی اولاد و اعقاب میں قرار دے دیا۔ اور خداوند عالم اس امر کی تصدیق فرماتا ہے کہ بیشک ہم نے ذریت ابراہیم میں نبوت و کتاب کو باقی چھوڑا ہے وجعلنا فی ذریته النبوة والکتاب۔ (عنکبوت ع۳) یہ اثر قبولیت اس دعا کا ہے جسکو حضرت ابراہیم نے بشمولیت حضرت اسمٰعیل طلب کیا۔ ربنا واجعلنا مسلمین لک الخ۔ (بقر ع۱۵) اور یہ دعا حضرت ابراہیم کی مخصوص حضرت اسماعیل اور ذریت حضرت اسماعیل کے لئے ہے پس یہ ملت حضرت ابراہیم ہے کہ انہوں نے اس سلسلہ مبارکہ دین اسلام اور نبوت و کتاب کو اپنی ذریت میں قرار دیا ہے جو از نسل اسماعیل ہے اور ثابت و مبرہن ہے کہ حضرت ابراہیم شیعیان جناب نوح سے تھے اور اس سلسلہ شیعیت کو بھی انہوں نے اپنی ذریت میں باقی چھوڑا اور اسی جادہ پر چلنے کی ہدایت فرمائی۔ پس ہمارے

پیغمبرؐ نے حسب حکم مستحکم خداوند عالم کتاب کو اپنی ذریت میں قرار دیا اور اُنہی کو
ولی و حامل و ثانی کتاب اللہ فرمایا ملاحظہ ہو حدیث ثقلین پس کتاب و نبوت
بعد نبی آخر الزمان ذریت نبویہ میں آئی لیکن بہ نص قرآنی نبوت آنحضرتؐ پر
ختم ہے لہذا کتاب بمحل الٰہی بحال خود باقی رہی۔ اسی طرح سلسلہ شیعیت بھی
انہی میں قائم و دائم ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکرات
ومرات فضائل و محامد شیعہ حقیقیہ کو بیان فرمایا۔ مودۃ القربےٰ میں سید علی
ہمدانی جو اکابر علماء و صوفیہ اہل سنت سے ہیں جن کی تعریف ملا جامی
نفحات الانس میں بایں الفاظ کرتے ہیں کہ انہوں نے چار ہزار اولیاء کی
صحبت پائی اور علوم ظاہری و باطنی رکھتے تھے۔ عبد اللہ بن عباس سے
روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا علی وشیعتہ ھم الفائزون یعنی
علیؑ اور اس کے شیعہ ناجی و رستگار ہیں۔ نیز اسی کتاب میں جناب امیر المومنین
سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا بشر شیعتک انا الشفیع لھم
یوم القیامۃ وقتا لا ینفع مال ولا بنون الا شفاعتی۔ یعنی اے علیؑ
تم اپنے شیعوں کو خوشخبری دو کہ قیامت کے دن جبکہ سوا میری شفاعت کے
نہ مال کچھ نفع دیگا نہ اولاد۔ تو اُس وقت میں اُنکی شفاعت کرونگا۔ (صفحہ ۱۵)
ہر عقیل و بصیر کو قید تعصب سے رہا کر انصاف کرنا چاہیے کہ اب کونسا مذہب
صحیح و صادق اور عند اللہ و الرسولؐ مقرب و مقبول ہے۔ آیا وہ جس پر جناب
ابراہیمؑ تھے (وان من شیعتہ لابراھیم۔ تحقیق اُس (نوحؑ) کے
شیعوں میں سے ابراہیمؑ ہی تھے صفت ع) جنکی ملت پر چلنے کا ہمارے پیغمبرؐ
کو بھی حکم ہوا ہے اور جس مذہب کی یہ ہیئت شارع شریف نے تعریف فرمائی
یا کوئی اور جس کو کچھ فضیلت نہیں۔
غرض آنحضرتؐ کو اتباع ملت ابراہیمؑ کا حکم ہوا ہے اس سے حضرت ابراہیمؑ
کو آنحضرتؐ پر فضیلت نہیں ہے کیونکہ ماہیت کلیہ ہے۔ اور شریعت راہ عبور

اور ملت کیش کو کہتے ہیں۔ یہ تینوں علیحدہ علیحدہ معنے رکھتے ہیں۔ ہمارے حضرت ختمی مرتبت صلعم کو اتباع ملت ابراہیم کا حکم دیا گیا ہے نہ اتباع دین و شریعت کا۔ دین دین محمدی ہے ملت ملت ابراہیمی اور شریعت محمدی ناسخ جملہ شرائع و افضل از ہمہ شرائع۔ آنحضرت صلعم کو اتباع ملت ابراہیم کا اس لئے حکم ہوا کہ جیسا طرح حضرت ابراہیم شیعیان نوح سے تھے اسی طرح تم بھی اپنی امت کو اسی نہج مستقیم پر چلاؤ۔ اور پھر ہم کو حکم دیتا ہے فاتبعوا ملۃ ابراھیم حنیفا۔ (آل عمران ع ۱۰) یعنی اے مسلمانو۔ تم سب بھی ملت ابراہیم کا اتباع کرو۔ اور بطور تہدید فرماتا ہے ومن یرغب عن ملۃ ابراھیم الا من سفہ نفسہ۔ (بقرہ ع ۱۶) یعنی کون ہے جو ملت ابراہیم سے اعراض کرے سوائے اس کے جو اپنے نفس کو احمق بنائے۔ پس چاہئے کہ ہم بھی اسی ملت ابراہیمی کا اتباع کر کے آپ کو شیعیان علی سے شمار کریں اور احمق و سفیہ نہ بنیں۔ (مزید تفصیل اس مسئلہ کی اپنے محل پر آئیگی مع ثبت یقین و اضافہ مبرہن)۔

اتفاق سنی اور شیعوں کا

زمانہ حال کے بڑے بڑے قومی لیڈروں اور سرپرستوں نے اس بات پر زور دیا ہے کہ سنی اور شیعوں کے درمیان اتفاق و اتحاد ہو جس طرح ہو یہ آپس میں شیر و شکر ہو جائیں۔ ہندوستان میں مسلمان عدم ترقیات کی وجہ سے روز بروز رو بتنزل ہیں محض اس لئے ان کے مابین صورت تواحد و توافق ناپیدا ہی ہے۔ گو یہ خیال بچند وجوہ احسن ہے بلکہ ہم خود بھی اس بات میں اپنے ان محسنان سے متفق ہیں جن کے عالی دماغ اور قوہ روحانیہ کا یہ نتیجہ مستحسنہ ہے اور ہمیشہ وہ قوم کی بہبودی حصول ترقی کے خواہاں ہیں لیکن بالفعل مبادکہنے سے ہم معذور ہیں اور نہ اس لفظ مسرت آمیز کے سننے کا ہنوز حاصل ہے۔ جب اس میں وہ کامیاب و فائز المرام ہونگے تب ہم جو کچھ انکو مبارکباد انکی شان میں کہیں بہت ہی کم ہے

اس میں شک نہیں کہ انسان جس کام کا مصمم ارادہ کرلے وہ ضرور اس میں بہرہ ور ہو جاتا ہے۔ (جوئندہ یابندہ) قرآنی ارشادات بھی اس کے مؤید ہیں مثلاً" لیس للانسان الا ما سعیٰ (یعنی انسان کے لئے سوائے سعی کے اور کچھ ہی نہیں ہے) انسان جس کام میں سعی بلیغ کرے آخرش اُسے اُس کا پھل ضرور ہی ملتا ہے۔ مگر کاموں میں بھی فرق ہوتا ہے۔ ناممکن بات کبھی ممکن نہیں۔ محال کبھی وقوع میں نہیں آتا۔ دشوارترین۔ سہل ترین نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح سُنی اور شیعوں کے درمیان اتفاق و اتحاد کا ہونا خیال خام اور خواب جنون ہے۔ اس میں کامیاب ہونے کے وجوہ بھی کافی نہیں اور نہ اسپر مکتفی۔

شیعہ ہمیشہ ہی مظلوم رہے ہیں زمانہ سلف میں جو جو ظلم و ستم انپر ہوئے ہیں انکو سنکر انسان کانپ اُٹھتا ہے۔ مگر قدرتِ خداوندی دوسری چیز ہے ؎

چراغے را کہ ایزد بر فروزد * کسیکہ پُف زند ریشش بسوزد

نورِ خدا کو کون مٹا سکتا ہے۔ طاقتِ آلٰہیہ کا مقابلہ کون کرسکتا ہے۔ ظالم کو ہرگز بقا نہیں فقطع دابر القوم الذین ظلموا۔ (انعام ع۵) انتباہ ایزدی ہے ؎ فانوس بنکے آپ حفاظت ہوا کرے * وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

بنی اُمیہ و عباسیہ بلکہ تمام سلاطین جور۔ دشمنانِ دین کی حکومت کا طومار۔ سلسلہ فرمانروائی کا دور۔ انجاب زار و شور۔ خاک سیاہ میں ملکر نیست و نابود ہوگیا۔ دولت انگلشیہ کا تخت عدالت جس کو صناعان باصولت و شکوہ نے دستِ عزت و مقدرت سے نصب کیا تھا۔ ہندوستان میں رونق بخش و زینت افروز ہوا۔ اپنے وفور فیض و رحم دلی و عدل گستری سے سرکار ذی اقتدار نے ہر اہل مذہب و ملت کو با فرح و سرور مذہبی امور کی بجا آوری کا اعلےٰ قانون بخشا جس کی وجہ سے مذہب حقہ شیعہ حنفیہ کلیمیہ کے سالکان مسالک امامیہ و ناجیان منہج عدلیہ نے بھی اپنے رسومات مذہبیہ کو بے خوف و خطر پورا کیا۔ اس آزادی سے گو ہر مذہب و ملت کا انسان ایک خاص فائدہ و روح بخش

حاصل کر رہا ہے مگر چونکہ متبعین ملت ناجیہ ابراہیمیہ بہ نسبت ازمنۂ سابقہ صد چند اس سے مستفید و مبتہج ہو رہے ہیں۔ لہذا جو جو کلمات دُعائیہ و ثنائیہ اس سلطنت قویہ عالیہ کے حق میں اُنکے خوشی بھرے دل سے نکل رہے ہیں اس کا احساس بقاء اساس خود سرکار فیض وقار خلد اللہ ملکہ تک بھی متصور و مستدام ہوگا۔

ہندوستان میں دوبارہ نصب و خروج کا طلوع اسوقت سے ہوا جبکہ خواجہ نصر اللہ کابلی کے رسالہ صواقع سے شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی نے صورت خلقی کرکے تحفہ مرتب کیا۔ چونکہ شاہ صاحب نے حق کو باطل اور باطل کو حق کرنا چاہا اور ایک گونہ طاقت آلہیہ کا مقابلہ کرنے پردۂ غیب سے وہ وہ سامان ظہور میں آئے جن سے انکے تحفہ کی ایسی مٹی ہوئی جس طرح میان اول کی ابن ربعیہ کے ہاتھ سے۔ علماء شیعہ نے بر شتمام اُنکے موہنہ کا ایسا مضبوط بنجیہ کیا جس کے ایک ٹانکہ کو تمام خیاطان سُنیہ نہ چھیڑ سکے۔ سچ ہے۔ یہ اُس ناعاقبت اندیش کی زنبیل بامروت کا ٹانکہ تو نہ تھا جس کو ایک ہی مرد مجرد نے ایسا اُدھیڑا جو قیامت تک پھر اُس کا رفو ہونا ممکن ہے بیچارے کا سوراخ بھی گاہ ایسی نامردی سے کھلا کر بغیر رابطہ وضاد البول قائما احصن للدبر کے کوئی علاج کارگر نہ ہو سکا۔ غرض ایک لفظ کے مقابلہ میں ہزاروں سطریں مرتب ہوئیں اور ایک ایک سطر کے جواب لاکھوں اوراق لکھے گئے اور ایک ایک ورق کی تردید میں کروڑوں رسالے انہیں تصنیف و تالیف کی گئیں۔ گو اپنے قومی بزرگ کو جس کلام میں محبوس سلاسل اغلال افحام میں مقید و مسلسل دیکھکر بعض حامیان ملت کا ذ بعیان مسلک غادرہ نے بہت کچھ جست و خیز کی مگر مثل مشہور ہے۔ جولاہو رقیبا...... علماء شیعہ نے متوجہ ہو کر انکو بھی پیر ہشتاد سالہ بناکر ایسا خم کر دکھایا اور انکی گردن پر بھی ہزاروں کتابوں کا بوجھ مثل کوہ ہمالیہ ایسا ضعیف و ذلیل کیا کہ دوبارہ

اُن سے جواب الجواب نہ ہو سکا۔ آجتک الزامات و تشنیعات کے گھونسے کھا رہے ہیں ایک ایک جواب باصواب منجانب فرقہ اولوا الالباب انکو مدہوش و بیتاب کر کے صمٌ بکمٌ عمیٌ فھم لا یرجعون کا مصداق بنا رہا ہے۔ جس سے اپنا ہی آپ گلا گھونٹ گھونٹ کر جیل اسٹل میں ایکدوسرے سے پہلے گر رہے ہیں۔ تحفہ۔ منتہی الکلام ہدایات بینات۔ نصیحۃ الشیعہ کے لکھنے سے خود ہی جرائم پیشہ ہونے کا باعترافِ مزید بیّن ثبوت دیا۔ اور اپنے ماتھے پر داغ وس نمبری کا لگایا جس ذلت و رسوائی کا انکو سامنا ہوا ہے بڑے میاں پیر فرتوت شیخ زاہد ضعیف کو بھی نہ ہوا ہوگا۔ گو سبقت فی البحث سُنیوں کی طرف سے رہی مگر فاضلان شیعہ جو فارس میدان کلام ہیں جوابات شافیہ کے پتھروں سے انکے منہ خوبی سے دانت توڑے کہ بار خجالت و ندامت سے نیچا سر کئے ہوئے حیف و تاسف کے تنکے چن رہے ہیں۔ فرش مذلت و منقصت سے اٹھنا ہی محال ہے۔ کتاب مستطاب۔ عبقات الانوار۔ تشئید المطاعن۔ استقصاء الافحام۔ بوارق۔ جواہر عبقریہ۔ برق لامع۔ حسام الاسلام۔ ذوالفقار حیدری۔ قواضب الاسیاف۔ النظر المشوق الے سیرۃ الفاروقی۔ الذکر الاسلح فیما افحمہ عمر وافلح۔ احقاق الحق۔ تحفۃ الاثنا عشریہ۔ تصویر غالب و مغلوب۔ نزہۃ اثنا عشریہ۔ طعن الرماح۔ روشنی۔ عشرہ کاملہ۔ رمی الجمرات۔ اخبار۔ تشفی خوارج و سنی۔ کشف الحجاب۔ اعلان الہدی۔ کشف المخالف۔ رسالہ تنویریہ۔ آفتاب حقیقت۔ سرمہ خاموشی۔ دلیل المتحیرین۔ خلافت الہیہ وغیرہ وغیرہ

مصنفات و مؤلفات شیعہ کی لمعۃ الضیاء نے کچھ ایسا ان العصار بینہ کو ایسا خیرہ کیا کہ شپرک صفت بنا رکھا ہے۔ خندق بے مقدرت ہیں ٹوٹے پاؤں الٹی بلٹی سانس لے رہے ہیں۔ جوابات کافیہ و شافیہ کے سنگ یزدوں سے اُنکا ہیضہ نما سر زخمی ہو رہا ہے۔ اور سب کے سب مثل بُت بے جان ہیں۔

خاموشی و فراموشی کی چار دیواری کے اندر "کو مالا اثم" کے تنگ و تاریک
گڑھے میں ایسے اوندھے منہ گرے کہ "الیٰ یوم یبعثون" نکلنے کے مجاز نہیں۔
جب سنی۔ شیعوں کو پہلے دن سے چھیڑتے چلے آئے ہیں اور وہ بھی باعتبار
عزت مذہب اُنسے بصورت مناسبہ پیش آتے رہے ہیں تا اینکہ نوبت برسید
کہ آج اُن کے بیچ میں ایک گہرا مخاصمہ پڑ گیا ہے تو کیا ممکن ہے کہ اب
صورتِ اتفاق و اتحاد ان دونوں کے مابین واقع ہو۔
ہاں ایک صورت سے اتفاق ہو سکتا ہے کہ آئندہ سنی شیعوں کو مت چھیڑیں
اُنکی دل آزاری سے باز آجائیں۔ نہ سنائیں۔ نہ ستائیں۔ اپنے اسلاف کبار کے
عیوب و نقائص مشرح و مبسوط نکرائیں۔ بحث و مباحثہ تک کا نام نہ لیں۔
رد شیعہ نہ لکھیں۔ مذہب حقہ و طائفہ محقہ کو باطل نہ کہیں۔ اگر یہ منظور
تو صورتِ اتفاق بدستور۔ ورنہ کبھی ممکن ہی نہیں کہ اتفاق ہو۔ کیونکہ جیسے
جو کچھ ظہور پذیر ہوتا ہے اس کے موسس حق اہلِ سنی صاحبان ہوا کرتے ہیں
آخر شیعوں کو بھی جواب شافی دینا پڑتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دونوں
کے درمیان ایک عداوت مستقل ہو جاتی ہے جس کا رفع اطفاء بعید ہے۔
انصاف پسند صاحبان غور فرماویں کہ اگر تحفہ مرتب نہ ہوتا تو عبقات الانوار
و تشئید المطاعن وغیرہ کب شائع ہوتیں، منتہی الکلام نہ لکھی جاتی تو استقصاء
الافحام تک کب نوبت پہنچتی۔ آیات بینات نہ نکلتی تو رمی الجمرات کیوں
اس کے مقابلہ میں آتی۔ اسی طرح اگر رد شیعہ نہ لکھا جاتا تو ہمارا رموزِ بینات
بھی کھڑا نہ ہوتا" (او غیر ذالک)
بدیں نہج اگر شیعوں کو کافر نہ کہا جاتا تو اصحاب ثلاثہ و امثالہم کے نفاق
کو آیات و حدیث سے کیوں مظہر و مشتہر کیا جاتا۔ تعزیہ۔ علم۔ مجالس حسینی کو
بدعت و رسومات بد سے تعبیر کرتے تو اس کے عوض سنیوں کے مذہب مشرب
کے رگ و ریشہ۔ بیخ و بنیاد کی کیوں قطع و برید ہوتی۔ اس مذہب کے موجد و

صدوق معویہ و یزید کیوں ثابت کئے جاتے۔ غرض بنا و فساد و تاسیس عناد
سنیوں سے ہے اور اس کی تہدیم و تخریب شیعوں سے۔

میری اصل غرض و غایہ اور ما بہ النہایہ ان اوراق کے لکھنے سے یہہ ہے
کہ میں اب بھی ارباب قوم کو دکھلا سکتا ہوں کہ آجکل بھی جہلا رضعفا ر۔
مفتن۔ فساد۔ سنی نما خارجی موجود ہیں۔ جنکو قوم اسلام کا اتفاق و اتحاد
بالکل ناپسند ہے۔ انکا زور دماغ۔ اصل کو ائف و مفاد اسلامی سے عاری
ہے۔ اور اخذ نتیجہ و اصلاح حالیہ سے انکاری۔ بے شک ایسے لوگ مخرب
الاسلام و مہدم الاحکام ور قوم کے دشمن صریح۔ اور موجب اغلاط امر صحیح۔
اور باعث ذلت و منافی ترقیات۔ و مسدد و صلاحیات و بہبودیات۔ سچ
ہے "از ماست کہ بر ماست" جب اس طرح کے انسان اب بھی مار آستین
بنے ہوئے ہیں اور انکی سعی و جہد خلاف ترقی کافہ مسلمین ہے۔ اور اصل وجہ
شقاق و نفاق۔ حالانکہ ظاہراً شکل انسانی اور لباس شرعی و رعی رکھتے ہیں۔
اور باطناً مار صفت ہیں۔ جو بالفطرت گزند و نیش زنی پر آمادہ ہیں۔ کہ لوگ
انکی سادہ شکل اور ظاہری وضع پر شیفتہ و فریفتہ ہو گئے اور جہلا۔ انکے
دام تذویر و تدبیر مملو از تشرر میں پھنسکر سالک مسلک ضلالت و غوایت
ہوئے تو اس حالت میں بنی النوع کی ترقی ہر وجہ سے محال نہیں تو اور کیا ہے
جب "فساد العالم فساد العالم" پر مبنی ہے تو خیر نہیں فساد الجاہل کس حد
تک متبادر ہوگا۔ جو در صورت عالم ہو اور در سیرت جاہل بلکہ اجہل اخبث
(اعاذنا اللہ من شرورہ و سیئات اعمالہم) یقیناً ایسے انسان سے
وہ شخص نجات پا سکتا ہے جسپر آیت مجیدہ و اتبعوا النور الذی انزل
معہ اولئک ہم المفلحون۔ (اعراف ع ۱۹) کا عنوان صداقت بیان صادر
ہو۔ جس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے اُس نور کا اتباع کیا جو اُنکے
(پیغمبر) کے ساتھ ساتھ ہی آتا ہے تو وہی ناجی و رستگار ہیں۔

لفظ نور سے اکثر بے بصیرتوں کو مغالطہ ہوا ہے کہ اس سے مراد قرآن ہے حالانکہ
یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ قرآن کے لئے "انزل علیہ" ہی موزون تھا نہ انزل معہ
یہ معیت تامہ مطلقہ کلیہ ہر وقت و ہر زمان میں جناب نور مطلق وصی و خلیفہ
برحق مولانا امیر المومنین سر اللہ فی العلمین روحی لہ الفداء کو نصیب تھی۔
چنانچہ اس بارہ میں حدیث مشہور موجود ہے جو پیغمبر اسلام نے فرمایا (خلقت
انا و علیؑ من نور واحد یعنی میں اور علیؑ ایک ہی نور سے پیدا کئے گئے ہیں)
(دیکھو ینابیع المودۃ شیخ سلیمان حنفی قندوزی صفحہ ۹ و مودۃ القربیٰ
سید علی ہمدانی شافعی صفحہ ۱۵)

ولو فرضنا۔ انزل معہ سے قرآن ہی مراد ہو تو پھر جب سے حضور صلعم کا
نزول اجلال اس دار فنا و زوال یعنی عالم دنیائے بے بقا میں ہوا ہے (بلکہ از یوم
خلقت نور نبوت) انکو ہر آن و ہر لحظہ و ہر ساعت قرآن سے معیت تامہ کاملہ
حاصل تھی اور آپ عالم قرآن تھے۔ کتاب وجودی جو حقیقت کتاب و معیار
نبوت ہے ہر وقت و ہر حین انکو نصیب تھی پس اُن لوگوں کا زعم باطل کہ حضور
نبوی روحی لہ الفداء "تا عرصہ کثیر (چہل سال) جاہل از علم قرآن و حقیقت ایمان تھے
اور کوائف ہدایت اور اصول معارف سے ناواقف اصلاً غلط و بے بنیاد ٹھیرا۔
(اس مسئلہ کو بشرح و بسط ہم نے اپنے رسالہ الیافعہ میں لکھا ہے۔ فمن
شاء الاطلاع فلیرجع الیہا)۔ تاہم ہمارا مقصود بالاولیٰ ظاہر ہے۔ یعنی
یہ کہ اگر نور سے مراد قرآن ہی ہو اور اس سے معیت تامہ کاملہ حضور نبوی صلعم
کو حاصل تھی۔ یعنی قرآن آپ کے ساتھ ساتھ ہی تھا اور آپ قرآن کے ساتھ ساتھ
تھے۔ تو اس نہج پر بھی خود آنحضرت ختمی مرتبت کا اپنے نفس و روح کامل جناب
امیر علیہ السلام کے لئے یہ ارشاد ہدایت بنیاد موجود ہے۔ کہ علیؑ مع القرآن
والقرآن مع علیؑ (تاریخ الخلفاء صفحہ [illegible])۔ اور اسی معیت قرآنیہ کے
رو سے آپ از یک رکاب تا رکاب دیگر ختم قرآن فرماتے تھے چنانچہ شیخ

عبدالحق محدث دہلوی نے شرح مشکوٰۃ باب مناقب علیؑ میں اس امر کا اعتراف کیا ہے اور بصورت صاف و بلحاظ الفاظ لکھا ہے کہ از سیدنا امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نیز نقل است کہ در رکاب پائے مے نہاد و تا پائے دیگر در رکاب نہادن ختم قرآن مے کرد و در روایتے از ملتزم کعب تا باب و سے (صفحہ ۴۷۲)

غرض آیت ما نحن فیہا میں نور سے مراد جناب امیر ہی ہیں اور آپ کے متبع و مطیع ناجی و رستگار۔ اس سے بہر حین طور پر یہ بھی ثابت ہوا کہ تہتر ۷۳ فرق اسلامیہ میں سے جو ایک ہی فرقہ ناجیہ فلاحیہ ہے تو وہ یقیناً وہی فرقہ حقہ ہے جو بعد خدا و رسول اتباع و اطاعت مرتضوی ؑ کو (جو معناً نور ہے) اپنے اوپر لازم و واجب سمجھتا ہے (فافہم وتدبر)

پس افسوس ہے اُنپر جو حضرات انکو اس نور خدا کی اولاد سے شمار کرتے ہیں اور پھر رہرو مسلک نارہ اغیار ہیں۔ اپنے باپ۔ دادے پر غیر کو فوق و ترجیح دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ امر طبعی و فطری ہے کہ انسان اپنے باپ دادے جیسا کسی اور کو نہیں سمجھتا پھر طرہ یہ کہ باپ دادا بھی ایسا جو نور اللہ۔ ید اللہ نفس الرسول۔ زوج البتول۔ کرار غیر فرار۔ قسیم الجنۃ والنار۔ حامل اللواء الحمد۔ المولود فی الکعبہ۔ سمی الرب۔ باب مدینۃ العلم۔ اشجع و اطہر ایسا افضل و برتر جس کے رخ انور پر نظر کرنا بھی عین عبادت ہو۔ بلکہ اس کے دیکھنے سے تمام انبیاء و ملائکہ کی زیارت کا ثواب حاصل ہو۔ مگر وہ ہیں کہ بصداق الذین لا یومن لا یحصل الا بالتزود من اپنے بزرگان دین کے مذہب حقہ سے منحرف ہو کر منافق و فجار کے بنائے ہوئے مذہب پر کاربند ہیں۔ نفسانیت و عصبیت کا سیاہ پردہ جو اُن کے قلوب پر پڑا ہے لہٰذا حب الشیئی یعمی و یصم کے مورد و مزاوار ہیں۔ کنعان پسر نوحؑ کی طرح لیس من اھلک کے زیر او بار ہیں " مثل اھلبیتی فیکم کمثل سفینۃ نوحؑ " پر غیر عامل " من رکبھا نجی " ت شعری " ومن تو کبھا غرق " میں کامل عمل و تشنیع تکفیر و تقبیح نسبت

مذہب حق وصحیح انکو ضروری و بدیہی ہے۔ کیونکہ پہلوں کے نقش قدم پر چل کر
بمقابلہ اہلبیتؑ نبوی کھڑے ہوتے ہیں۔ پس ایسوں کو جواب بھی ویسا چاہئے۔
تاکہ یہ بھی کچھ سمجھیں۔ کہ اہل حق بھی کچھ وقعت و وقار رکھتے ہیں۔ چونکہ اس
رسالہ میں اکثر و بیشتر مقامات پر کلام خداؑ و رسول اور ائمہ اہلبیت علیہم السلام
کے اقوال مرضیہ کے بیش بہا علمی نکات و اسرار و معارف و رموز و حقائق کا
بیان صداقت عنوان حقانیت برہان ہے اور بالعموم اسی طرح کے مضمون کا حل
مالا ینحل ہے۔ لہذا رسالہ ہذا کا اصلی نام باعزت و احترام "رموز بدیہہ"
ہوگا جسکو بجواب رسالہ ردّ شیعہ عزم بالجزم کرکے بحکم مطاع و واجب الاتباع
"فاذا عزمت فتوکل علی اللہ"۔ (آل عمران ع۱۷) ان چند اوراق کی
صورت میں اپنے خالق اکبر کی ذات احد و معین پر کامل بھروسہ رکھکر لکھنا
شروع کردیا ہے۔ اسی کی ذات پاک بحق النبی العربی و آلہ الطاہر الزکی
مجھے اس کی تکمیل و تتمیم میں کامیاب فرماوے۔ اور ناظرین با تمکین کو
اسکے مطالعہ سے انصاف پسندی و حق جوئی سے فیضیاب فرماوے۔
آمین یا مجیب الداعین انک انت الموفق والمعین۔ ایاک نعبد
وایاک نستعین ؕ

الاحقر زکی۔ ٹاٹے پوری

مقدّمہ

(چند ضروری امور کا بیان)

(ا) اس رسالہ شریفہ کا اصل سبب تالیف یہہ ہے کہ ایام عشرہ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ میں حسب الحکم جناب مجدت و مکرمت نصاب زبدۃ الامراء العظام قدوۃ الروٗساء الفخام نواب مستطاب خانصاحب نواب محمد سعادت علی خان و عالیجناب رشادت انتساب خانصاحب نواب کلب علی خان دام اقبالہما وزاد اجلالہما میراجانا کوٹ کمالیہ ضلع منٹگری میں ہوا۔ چونکہ وہ دن خاصکر اقامہ مجالس عزا پر مبنی تھے اس لئے مجھے اکثر مضامین مناسبہ کے پڑھنے کا موقع ملا۔ روز ہفتم محرم ایک خاص مجلس ہوئی جس میں علاوہ دیگر مباحث علمیہ کے لفظ شیعہ کے حقیقی معانی و مفاہیم بتلائے گئے اور مذہب ہذا کی صداقت و حقانیت کو قرآن سے ثابت کیا گیا۔ نیز کتب اسلامیہ سے اس جادہ حقہ کی اصلیت و مرفوعیت بدرجہ مزید بیان کی گئی۔ اسی مسئلہ کے ضمن میں باقی امور متعلقہ و منسلکہ بھی تشریح و توضیح طلب ہوئے۔ یہ مضمون برکت مشحون اکثر احباب نے پسند فرمایا اور مجھ سے ملتجی ہوئے کہ اسکو مکمل طور پر ایک رسالہ کی صورت میں لکھکر شائع کرا دیا جائے تاکہ مخالفین کو اس اعتراض کا موقع نہ ملے کہ مذہب حقہ شیعہ کی کوئی اصلیت و صحت نہیں ہے اور اس کا ثبوت از قرآن و حدیث ندارد۔ احباب کے مزید اصرار نے جو موقع بوقعت و مدلل بدلائل تھا مجھے پابند کر دیا کہ دیگر اشغال ضروریہ کو ترک کرکے اسی کار حسنہ کے انجام میں کوشش کروں چنانچہ فوراً اس کی ترتیب و تکمیل میں مصروف ہو گیا کیونکہ یہ ایک قومی خدمت تھی اور قوم کی خدمت گذاری سے جو کچھ صلہ ملتا ہے۔ اس کی قدر و منزلت سے وہی حضرات واقف ہیں جو صحیح طور پر خادم قوم ہیں۔

(ب) بنابریں چند اوراق لکھے ہی تھے کہ احمد پور سیالاں۔ ضلع جھنگ میں

پہنچکر یہہ خبر سُنی کہ چودھویں صدی کے نئے مناظر سُنیان جناب سید قطب شاہ
صاحب ہداہ اللہ ساکن پیر محل ضلع مُلتان نے ایک رسالہ موسوم بہ ردِّ شیعہ
لکھا ہے جس میں تذلیل و تحقیر و توہین شیعہ کا کوئی دقیقہ نہیں اُٹھا رکھا دلمیں
خیال آیا کہ اگر وہ رسالہ مل جاوے تو بہتر ہے کیونکہ مجھے بھی تسوید رسالہ کی ضرورت
ہے اور اپنے مذہب کی مرفوعیت واہمیت کا اعلان واظہار مطلوب ہے۔ شاید
کسی وجہ و جہت سے اس کے مطالعہ سے استفادہ ہو۔ لابد متجسس ہونا پڑا
اور چندے تحریر رسالہ کو ملتوی رکھا گیا گو اس نواح میں بہت ہی تلاش کی گئی
مگر معلوم ہوا کہ حسب فہمائش وہدایت مؤلف یہ رسالہ حضرات سُنیہ بر بنائے
خوف تردید شیعوں کو نہیں دے سکتے عالیجناب مہر محمد عنایت علی خان صاحب
سیال زاد فضلہٗ و عمدۃ الاخلاء معظم محترم مہر محمد اسمٰعیل صاحب سیال زاد لطفہٗ
اکثر طور پر کوشاں رہے بلکہ جن جن اصحاب کے پاس رسالہ موجود تھا انکو نقد
معہودہ وافر کے دینے پر بھی استعداد ظاہر کی لیکن آخر انہوں نے بھی خشک
جواب دیا کہ ہم کو پیر صاحب کی منع ہے۔ ہم کسی طرح یہ رسالہ نہیں دے سکتے۔
تقاضا ہوا کہ خود مؤلف سے منگالیں لیکن یہ رائے بھی پاس نہ ہوئی کیونکہ جب
اُنہوں نے اپنے ہوا خواہوں اور مریدوں کو شیعوں کے نہ دینے کی ہدایت فرمائی
ہے تو پھر وہ ہمکو کب دینے لگے ہیں۔ ہاں ایک تدبیر ہے کہ اُس مطبع سے ملجاوے
جہاں سے شائع ہوا ہے۔ چنانچہ مطبع میں بھی خط لکھا گیا لیکن وہاں سے بھی
میسر نہ ہوسکا اور جواب آیا کہ جتنے نسخے مطبوع ہوئے ہیں حسب خواہش مؤلف
سارے اُن کے پاس بھیجدئے گئے ہیں اب مطبع میں اس رسالہ کا کوئی نسخہ
بھی موجود نہیں ہے۔ اس لیت ولعل میں پورے دس مہینے گذر گئے۔ دریں
اثنا باعث اقامۂ عید الفطر و مجالس خوانی ماہ شوال المکرم ۱۳۳۶ھ میں
پھر کمالیہ جانا پڑا مومنین سے اپنی معذوری بیان کی اور جو جو موانع وعوائق
دربارۂ تحریر وتکمیل رسالہ مذکور (فرمائشی) واقع ہوئے تھے موجودہ کوائف

پیش کیے۔ جنکو شکر سو مصنفین نے معذور و مصیب ہی سمجھا۔ معہذا یہ بھی
عرض کیا گیا کہ بالفعل رسالہ ردِ شیعہ بقول امامیہ مؤلفہ و مرتبہ جناب سید قطب شاہ
صاحب ہداہ اللہ کی اہم ضرورت ہے کہ انہوں نے مذہب حقہ کی تذلیل و تحقیر
میں کچھ کمی نہیں کی اور بے وجہ ایذا دہی شیعہ میں حد سے تجاوز کیا ہے جسپر مؤمنین
کثر اللہ امثالہم نے یہ صلاح خیر دی کہ واقعی عمدہ و بہتر تجویز ہے کہ اگر ایسے
غیر مہذب و بے سروپا رسالہ کا رد لکھا جاوے بلکہ علیحدہ رسالہ لکھنے سے (جیسا
کہ پہلے ارادہ تھا) مثل مناظرت بھلی ہے۔ اس میں دو فائدے ہیں ایک تو مخالف
کے طعن کی تردید۔ دوسرا مذہب حقہ کی صداقت و حقیقت کی تائید۔ بنا بریں کوشش
تام کرکے ایک شخص سے یہ ہیچ و ہیل رسالہ مطلوبہ لیا گیا جسپر عالیجناب نواب صاحبان
دامت برکاتہم نے حتماً وعدہ فرمایا کہ جب اس رسالہ کا جواب باصواب لکھا جاویگا
تو اس کی اشاعت ہمارے ذمہ ہوگی۔ (جزاھما اللہ خیر الجزاء)
(ج) جس ہیئت سے پہلے تکمیل رسالہ کا عزم تھا وہ یکدم منسوخ ہو گیا اور
دوسری صورت اختیار کرنی پڑی کیونکہ چند وجوہ باعتبار کفایت مجھے رسالۂ
ردِ شیعہ کے جواب لکھنے پر عادی ہو گئے۔ گو ایسی لاطائل و مغلظ باتیں
منجانب حضرات شیعہ قدیم سے ہوتی چلی آئی ہیں جن کا جواب کافی و شافی
متبعین ملت حنیفیہ نے ہزار ہزار طرح سے دیا ہے کہ دوسری بار انکو یارائے
کلام نہیں رہا۔ چنانچہ شاہ صاحب بھی اسی کہنہ و فرسودہ لباس میں نظر آتے
ہیں کسی نئی بات پر کاربند نہیں ہوئے مگر فرق اتنا ہے کہ ابتک کسی کا سامنا
نہیں ہوا ورنہ تختِ مشق سے ہی جنگ کرکے حقانی اچھا کر دکھاتے۔ اگر کوئی
پیر دستا و والا مل گیا تو میاں کے مصنوعی بانیخ کے سب ہوائی طوطے اڑ جائینگے
حضرت بارشی کا سیکی طرح یہ بھی جمنا کے پار ہی اپنا بوریا لپیٹے نظر آئینگے۔
پھر کبھی ایسے غلط و غلیظ جملے "یوم ینفخ فی الصور" تک زبان سے نکالیں
تو جو شکایت دینی ہو وہ بجا ہے مگر۔ شاہ صاحب نے جو شیوہ اختیار فرمایا ہے

وہ مستحق جواب لینے کے نہ تھے کیونکہ من جرب المجرب حلت بہ الندامہ۔
لیکن عامۃ الناس کے خیال میں ضرور گذرتا کہ یہ کوئی سچا مکالمہ ہے کہ جس کا جواب
کسی نے نہیں دیا۔

(د) آپنے جو کچھ بھی لکھا ہے محض بربنائے تعصب وعناد کسی آیت کی تفسیر
و توضیح بطرز صدق وصحیح نہیں فرمائی۔ اور جو جو حوالجات کتب مندرجہ دئے
ہیں صریحاً غلط۔ سیاق۔ سباق کلام نادرست۔ سچ ہے علم ہو تو کمال ہو۔ جب املائے
اُردو بھی ٹھیک نہیں ہے مستقبح و خلاف محاورہ ہے کہ ایک ایک صفحہ پر سینکڑوں
غلطیاں ہیں تو باقی کسپر امید کیجا سکے۔ ہم۔ تم۔ ارے۔ ورے۔ خاصکر لفظ
ارے کسی سے سن لیا ہے اور اُسپر ایسے محو ہوئے کہ ایک ہی سطر میں دو دو۔
تین۔ تین مرتبہ بول جاتے ہیں۔ سادہ پن یہ کہ اگر کسی کی طرف خط لکھیں تو
اُس میں بھی یہی لفظ ہے۔ بیچارا "ارے" عجب بلا میں مبتلا ہے۔ آپ کا
مبلغ علم تو ہر کس کو معلوم ہی ہے۔ کون ہے جو آپ کی استعداد سے واقف
نہیں۔ خط لکھنا بھی محال۔ جہاں آپ کا خط پہنچا مضحکہ اڑانے والے آجمع
ہوئے اور خاصکر مسجد کے مُلّا تو اُردو علم ادب سے معرا ہوتے ہیں۔ یائے
معروف اور مجہول کے لکھنے کی تمیز تک ندارد۔ پھر تصنیف کتب و رسائل پر قادر
ہونا اور وہ بھی اس شستہ و مہذب زبان میں کہاں ممکن ہے۔

سُنا ہے۔ شاہ صاحب نے ایک دو مُلّا بٹھا رکھے ہیں آخر انہوں نے بھی پیٹ
بھرنا ہوا۔ چند اوراق غلط سلط لکھکر پیر میاں کے نام کر دئے وہ بھی خوش
ہوگئے۔ مرید و طالب بھی پھولے نہ سمائے کہ ہمارے پیر جی بھی لکھے پڑھے
انسان ہیں۔ بس کیا ہوا ایک ذریعہ معاش بن گیا۔ مگر افسوس تو اُن
مولوی صاحبان پر ہے جنہوں نے رسالہ کی تقریظ لکھی ہے خبر نہیں وہ کس
علمی کمال پر شیفتہ و فریفتہ ہوئے ہیں کہ بے سوچے سمجھے تقریظ لکھ ڈالی۔
اور مواہیر و دستخط کے ثبت کرنے میں ذرا بھر تامل نہ کیا۔ یہ تو ممکن ہی نہیں

کہ تقریظ لکھتے وقت اور تصدیق و توثیق کرتے وقت اُنہوں نے پہلے رسالہ کو
نہ پڑھ لیا ہو۔ پھر کیا وجہ کہ اُن میں سے کسی نے بھی منع نہ کیا کہ شیعوں
کی ناحق تکفیر کیوں کیجا رہی ہے۔ حالانکہ وہ صاحب قبلہ ہیں۔ اور اہل قبلہ
کو بقول ابو حنیفہ کافر نہیں کہا جا سکتا۔ اگر ثلاثہ و امثالہم سے بریت
و تبرا کا عذر ہو تو وہ بھی حسب تصریح صاحب شرح فقہ اکبر ملا علی قاری
"سبّ الشیخین لیس بکفر" درست نہیں۔

ہاں ٹھیک ہے مخالفت اہلبیت" جو ہوئی اس لئے مولوی صاحبان نے ایکدوسرے
کی کمک کی ہے۔ اگر شیعہ بھی اُنکی طرح دامن اہل بیتؑ کو چھوڑ کر مخالفتِ
اہل بیتؑ پر کمربستہ ہو جائیں تو یہی حضرات اُنسے بھی مل جُل کر رہنے لگیں۔
مگر ایسا کب ہو سکتا ہے۔ شیعوں سے ایسی فاش حرکت سرزد ہو۔ ممکن ہی
نہیں مودت و اطاعت اہل بیتؑ کا قرعہ تو یوم الست سے شیعوں کے
نام پر ڈالا گیا ہے۔ اُسیدن سے یہ لوگ محبان اہل بیتؑ کے نام نامی سے
نامزد ہوئے۔ اللھم صلّ علی محمد و آل محمد۔

جس طرح اگلے دُنیا پسند دین فروش مولویوں نے محض وجاہت دنیوی کے
حاصل کرنے کی خاطر سیّد شباب اہل الجنّۃ کے قتل کے جواز میں بحکم
یزید شریر ہر قرطاس جدید اپنے دستخط و مواہیر ثبت و ضبط کئے تھے۔ اور
وہ سرخیل جفا و دغا آخند کس تھے اُسی طرح آج بھی اُسی غریب و مظلوم
حسینؑ کی مسلک نورانیہ کے باطل قرار دینے اور شیعیان حسینؑ کو مشرک و
کافر ثابت کرنے کی تصدیق و توثیق میں آخند کس علماء حنفیہ نے بحکم مؤلفِ
رسالہ ردّ شیعہ اپنے اپنے دستخط لگا دئے جس میں سے اوّل نمبر مولوی نور محمد
صاحب چیلا ساکن واسو آستانہ نے بعین خوشی و رضا منظور فرمایا ہے۔ خیر
مضائقہ ندارد۔ جس نظر سے شاہ صاحب دیکھے جاوینگے یہ سب بھی دیکھے۔
اِن دُنیا پسند مولویوں نے اور کسی کا کیا کچھ بگاڑا ہے۔ اپنی ہی عاقبت پر

پانی پھیرا ہے۔ اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون۔

(۵) مؤلف رسالہ اظہار الہدے و بدر الدجے مولوی محمد جہانگیر خان صاحب شکوہ آبادی نے جو طرز و طریق مناظرہ میں برتا ہے شاہ صاحب نے بھی اُسکی شکل نازیبا میں رنگ بدلا ہے اور بعینہ اُسی سانچے میں ڈھلے ہیں۔ مگر صاحب انوار الہدے و شمس الضحٰے عالیجناب مولانا مولوی شیخ احمد صاحب وکیل مرحوم دیو بندی نے جس جرأت و تنومندی سے اُنکے چہرہ ارغوان پر دانٹیں ہاتھیں رسید کیے ہیں اس تاملات کا اچھا خاصہ احساس بھی اُسی شکوہ آبادی صاحب کو ہوگا

غرض شاہ جی نے اپنے رسالہ میں کوئی دقیقہ توہین و تقبیح و تذمیم و تشنیع مذہب شیعہ و علماء شیعہ کا اُٹھا نہیں رکھا۔ یہاں تک کہ ائمہ اہلبیت کی شان میں بھی استوار کلمات ہتک و تذلیل و تنقیص استعمال کیے اور شیعوں کو مشرک و کافر و مثل یہود و نصاریٰ کے قرار دیا۔ بلکہ کئی باتوں میں شکوہ آبادی سے بھی بڑھ گئے۔ شیعہ ہمیشہ اسمائے صحابہ سُنیہ کو بہ تعظیم لیتے اور لکھتے ہیں محض اس لئے کہ ہمارے اسلامی بھائی اہل سنت کے دل کو بے وجہ اذیت نہ پہنچے مگر شاہ جی نے اس کا مطلق خیال نہیں کیا جو کچھ زبان پر آیا بے تحاشا کہہ گذرے جس سے سننے والوں کو ہرگز تحمل نہ ہو سکے اور فوراً مناظرہ سے نوبت بجانب لپٹ جھپٹ جا دے اور غیر تعجب بریں کہ بد تہذیب و خالی از خلق و مروت بھی شیعوں کو لکھا ہے ہمارے ملک میں ویسے بھی علم کی کمی ہے مزید برآں شاہ جی کے معتقد و مرید بھی عموماً جاہل و ناخواندہ ہیں۔ جاٹ شاٹ۔ ڈھنے۔ جلاہے نائی۔ دھوبی۔ تیلی۔ تنبولی۔ کنجڑے۔ قصائی۔ بنجارے۔ بھٹیارے۔ بھیر بھیرے۔ مخنث۔ میراسی۔ جملہ اراذل و اخابث از ہوا خواہان شاہ صاحب ہیں۔ جب انکو چند اوراق سیاہ مل گئے جنپر پیر جی کا نام موٹے قلم سے لکھا ہوا دیکھا بس خوش ہو گئے۔ خوب اُچھلے کودے۔ گویا رسید جنت ہاتھ لگی ہے۔ پیر جی نے سب کو جی راضی کر لیا۔ جس طرح گیدڑ کے ہاتھ ایک لکھا ہوا کا ٹکڑا آگیا تھا اور سارے

کتب میں از راہ کبر و غرور پھولا نہ سمایا ویسے ان لوگوں کا حال ہے اب میں اُن بعض مقامات کا حوالہ دیتا ہوں جہاں شاہ صاحب نے سخت کلامی ۔ ہجو ۔ توہین ۔ زشت خوئی کو برتا ہے ۔

نمبر	مضمون سخت کلامی وغیرہ	صفحہ	سطر	نمبر	مضمون سخت کلامی وغیرہ	صفحہ	سطر
۱	تو اس تفسیر کو علمائے شیعہ نے				و بناوٹ ہے ۔ ۔ ۔	۱۸	۹
	اس قدر غلط کر دیا ہے کہ			۸	اس خطبہ کا ترجمہ تو مترجم		
	امام صاحب کا اس میں نام				نے ایسا غلط کیا ۔ ۔ ۔	۱۸	۱۵
	بھی نام باقی رہ گیا ہے ۔ ۔	۱۱	۴	۹	مترجم نے اس میں بہت		
۲	شیعوں نے اپنے مسائل تو ایسے				لغویات بکے ۔ ۔ ۔	۱۹	۴
	لاطائل بنائے ہوئے ہیں کہ			۱۰	اسی طرح تو سب علماء جناب		
	نہ یہ کسی تفسیر قرآن اور				رضیؓ سے لے کر آج تک		
	حدیث کے مطابق ہیں ۔ ۔	۱۱	۸		تو اس کتاب کو غلط کرتے		
۳	سب علماء شیعہ کی بناوٹ ہے	۱۱	۷		آئے ہیں ۔ ۔ ۔	۱۹	۳
۴	اس خطبہ میں بھی مترجم نے			۱۱	جس کو شیعہ تقیہ کہتے ہیں		
	بہت لغویات لکھے ۔ ۔ ۔	۱۳	۷		پس ایسے شخص کو جناب امیرؑ		
۵	پس جو شیعہ خلافت کی بابت				نے مکار و منافق کہا ہے ۔ ۔	۲۱	۱۵
	جناب امیرؑ کا رنج ہونا وغیرہ			۱۲	شیعہ گروہ گمراہ ہے ۔ ۔	۲۵	۱۷
	بیان کرتے ہیں وہ خود			۱۳	شیعہ فرعونی رعیت کا نام ہے	۲۶	۹
	جھوٹے ہیں ۔ ۔	۱۶	۸	۱۴	شیعہ کا لفظ یہود و نصاریٰ		
۶	نہج البلاغہ میں شیعوں کی				وغیرہ کفار پر استعمال ہوا ہے	۲۶	۱۶
	خیانت اور غلطی کا ثبوت	۱۸	حاشیہ	۱۵	شیعہ کا لفظ شریروں فتنہ		
۷	علمائے شیعہ کی خود کارروائی				انگیزوں اور فسادیوں پر		
					استعمال ہوا ہے ۔ ۔	۲۷	۷

نمبر شمار	مضمون سخت کلامی وغیرہ	صفحہ	سطر
۱۶	شیعہ کا لفظ مشرکوں بُت پرستوں اور مخالف دین شل یہود و نصاریٰ کے کفار کو کہا گیا ہے۔ ..	۲۸	۱۵
۱۷	شیعہ اُن لوگوں کو کہا گیا ہے جو خدا کے پیغمبروں اور رسولوں کو ٹھٹھا مخول کرنے والے کافر تھے	۲۸	۵
۱۸	شیعہ اُن کافروں کو کہا گیا ہے جو کعبہ کو بھی گرانے آئے تھے اور جن پر عذاب نازل ہوا۔	۲۸	۱۳
۱۹	جہاں لفظ شیعہ آیا ہے پروردگار نے تو اُس کو بار بار گروہ کفار پر استعمال فرمایا ہے۔ -	۲۹	۳
۲۰	ثابت ہوا کہ شیعہ شریر اور گمراہ کو فرمایا گیا ہے	۳۰	۱۶
۲۱	لفظ شیعہ کی ناپاکی و مذمت تو اظہر من الشمس ہے	۳۲	۷
۲۲	ائمہ علیہم السلام کا مذہب اور بدعت کا بیان۔	۴	۱۱
۲۳	جو سُنّت جماعت کے خلاف ہوگا۔ وہ شیطان کی جماعت میں داخل ہوگا۔	۲۵	۱۱
۲۴	حج کے مقابل میں بھی یہ زیارت کربلا کو افضل جانتے ہیں	۵۵	۱۷
۲۵	خدا کے قرآن کو علام اور فیروز کے مرثیوں جیسا بھی نہیں جانتے	۲۵	۳
۲۶	اس لفظ قبیح کو آپ چھوڑ دیں اور اسپر تبرا کریں۔	۱۰۶	۱۷
..	.. .. ..	..	..
..	.. .. ..	..	..
..	.. .. ..	..	..

کھلی بات

جناب شاہ صاحب ھداک اللہ الواھب الی طریق المواھب۔ مجھے آپ یہ فرمادیں کہ آپنے جو لفظ تبرا کو زبان سے نکالا ہے۔ کیا اپنے ہم مذہب مولویوں سے بھی اس کے جواز کو پوچھ لیا ہے یا نہ۔ کیونکہ جب شیعہ بر موقع و محل اس کو استعمال کرتے ہیں تو آپ لوگ اس کے سننے سے ایسے بے حس و حرکت ہو جاتے ہیں کہ گویا روح ہی نہیں۔ اور آیا یہ بھی سمجھے کہ اس کے اصل مورد و مستحق کون ہیں۔ چونکہ اہل سنت اس کے عدم جواز کے قائل ہیں اور شیعہ اسکو حسب تعلیم قرآنیہ جائز سمجھتے ہیں پس شیعہ ہی جانب حق ہیں اور جنپر اسکو برتتے ہیں وہ حقیقۃً اس کے لائق۔ آپ اپنی زبان سے جو کچھ چاہیں کہتے چلے جائیں آپ کی منشا مگر اس سے آپ کے یاران مشرب ہرگز نہیں چھوٹ سکتے۔

علاوہ ازیں جو کچھ شیعوں سے آپ نے سخت کلامی فرمائی ہے اور زشت خوئی سے پیش آئے ہیں کیا مدرسۂ تہذیب و دیانت و دبستان ادب و ہدایت سے یہی سبق پڑھا ہے۔ آپ تو اس بزرگ کی اولاد امجاد سے کہلاتے ہیں جسکے حق میں رسول ارشاد مبارک وارد ہے۔ وانک لعلی خلق عظیم (قلم ع) اور پھر فرماتا ہے قولوا قولا سدیدا۔ (احزاب ع) مگر افسوس کہ قبیح و شنیع لوگوں کی سی عادت اختیار کرلی ہے سید کجا ایسی باتیں کجا۔ آپ تو اس طرح کی کرتوت سے اوروں کو ممانعت کرتے نہ یہ کہ خود اس کے مرتکب ہوں۔ خبر نہیں کہ اپنے مریدوں کو آپ کیا کچھ پڑھاتے سکھاتے ہوں گے۔ الاناء یترشح بما فیہ۔ ہاں سچ ہے ؎

خوئے بد در طبیعتے کہ نشست ٭ نرود جز بمرگ ہم از دست

اس بے تہذیبی و عدم شائستگی سے آپ کیا بھروسہ رکھ سکتے ہیں کہ غیر بھی آپ سے

بحسن سلوک و پاکیزہ گفتار پیش آویں اگر ایک ایک لفظ کے جواب میں ہزار بلکہ
بے شمار الفاظ اس سے بھی قبیح تر آپ کے علماء و قدماء کی شان میں استعمال
کئے جاویں تو ہرگز ناموزوں نہیں بلکہ اہل انصاف بقلب صاف و حقیقت
پسند خردمند لوگ مجیب کو معذور بلکہ مصیب ہی قرار دینگے۔

ذرا انصاف فرمائیے اور اپنے دل میں سوچئے کہ اگر اس طرح کے الفاظ جو آپکی
مہذب قلم شائستہ رقم سے صفحہ ادب و دیانت پر زریں صورت اختیار کئے
ہوئے ہیں آپ کے دینی بزرگوں اور مشائخوں کے حق میں ایک لحظہ بھر کے لئے
عائد کئے جاویں تو کیا آپ کو بلحاظ غیرت کریہہ معلوم نہ ہونگے تھوڑی دیر کے
لئے آپ منصف ہو جاویں تو ان الفاظ کی قدر و منزلت کا آپکو بھی ضرور ہے
کہ احساس ہو۔ آپ تو ماشاءاللہ اتنی ترقی کر گئے ہیں کہ جو خط آپنے بتوسط
حافظ حبیب اللہ صاحب بنام نامی عالیجناب نواب صاحب دام مجدہ تحریر
فرمایا اس میں تو خوب کھول کر کہا اور جو کچھ دل میں آیا لکھا سخت کلامی
اور گالی گلوچ سے تمام اوراق پُر ہیں جس سے آپکی عقل رسا اور ذہن و ذکا کا
اندازہ بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ایک رئیس اعظم اور سرگروہ قوم کے حق میں
برا بھلا کہنے میں ذرا بھر تامل نہ کیا۔ اگر وہ صورت مناسب کو عمل میں لاتے تو
پھر آپ کو قبیح اور مکروہ الفاظ کے لکھنے کا احساس ہوتا۔ لیکن وہ ایک بردبار
اور حلیم الطبع اور کامل انسان ہیں دریا دلی اور وفور فیاضی اور جذبۂ حیا گزینی
سے پیش آئے خصوصاً لحاظ للرسوم اور حفظ ما تقدم اور منصفانہ اور ناصحانہ
طرز سے جواب لکھا وہ خط آپکا ابتک ہمارے پاس موجود ہے جس سے آپ کی
حسن لیاقت اُردو علم ادب میں نیز شستگی کتابت کا ہر روز موازنہ کیا جاتا ہے۔
شاہ صاحب مذہب ہر ایک شخص کا عزیز ہے ہر وجود میں ہر مذہب موجود
ہے اگر باتمیز ہے۔ مذہبی جوش و خروش ہر ایک کو ہے یہ ایک ایسی چیز ہے۔
جس طرز و عنوان سے آپ برتے ہیں وہ اسی کا مقتضی ہے کہ ہم بھی آپ سے

اُسی صورت میں پیش آئیں ایک ایک کی جگہ دس دس سُنا ئیں تب انکو بھی معلوم ہو کر شیعوں میں کچھ حرارت کا پارہ اصل قوام پر ہے۔ اور یہ بھی کچھ لکھ پڑھ سکتے ہیں۔ قلم بدست ہو کر تسوید صفحات کرنا امر سہل ہے مگر واقعیت و اصلیت پر بحث کرنا بہت مشکل۔ ابھی آپنے کیا لکھا پڑھا کہ شیعی جماعت سے مقابلہ کرنے لگے جب آپکے اگلے اپنی کھائی ہوئی سے مرمٹے تو آپ کون ذات اقدس واجل ہیں اب سُنئے سُنئے۔ ذرا گوشِ ہوش سے سُنئے۔

خوب دل لگا کر سُنئے۔ ایلو۔ سناتا ہوں۔ غور و خوض

سے سُنئے۔ اجی شاہ جی اُس سُنانے سے انکو کیا فائدہ ہوا

جسکے عوض ہزار ہا سُننی پڑیں شرم۔ شرم۔ شرم۔

العاقل تکفیۃ الاشارۃ۔ والغافل لا تنفعہ

الف عبارۃ۔ ولنعم ما قیل ؎

تواں شناخت بیک روز از شمائلِ مرد۔

کہ تا کجا ش رسیدہ است پائگاہ علوم

ولے ز باطنش ایمن مباش و غرہ مشو

کہ خبثِ نفس نگردد بسالہا معلوم

(والسّلام علیٰ من اتبع الہدیٰ)

(ٹاٹے پوری)

باب اوّل

(وانّ اللہ لا یہدی کید الخائنین ۔ (یوسف))

فصل ۱

مؤلف رسالہ ردِّ شیعہ کا محض بوجہ عداوت

صحیح کتاب نہج البلاغت پر صریح افترا

تعریف عدل

خالق ارض و سما اپنے تمام بندوں کو عدل کا حکم دیتا ہے (انّ اللہ یامرکم بالعدل) کیونکہ وہ خود بھی تو عادل ہے وھو العدل الّذی لا یجور ۔ یعنی ذات اقدس الٰہیہ وہ عدل مطلق ہے کہ اُس سے حد عدل سے تجاوز محال ہے ۔ تقوےٰ جو بہترین اعمال ہے اس کا معیار بھی عدل ہے (اعدلوا ھو اقرب للتّقوی) پس انسان کو چاہئے کہ بہ حیثیت اجتماعیہ عادل ہو ورنہ معصیت امر ضد الازم آئیگی اور اطلاق بجز ظلم صریح ہو گا کیونکہ ضد عدل ظلم نہیں تو اور کیا ہے اور یہ ایسا قبیح و ستقبیح فعل ہے کہ شرک کو بھی اسی کا عدیل و مثیل قرار دیا گیا ہے (وانّ الشّرك لظلم عظیم) لکن افسوس ہے کہ آجکل کے زمانہ میں اچھے بھلے افراد قومیہ اس مرض مہلک میں گرفتار ہیں ۔ (فھداھم اللہ بھداہ واعاذھم اللہ بمعاذاہ) چنانچہ موجودہ صدی کے نئے مناظر ...... مؤلف رسالہ ردّ شیعہ بقول امامیہ باوجود ان ہدایات قرآنیہ کے اصل اصول اسلامیہ کی مطلق پرواہ نہ کرکے بوجہ حد عدل و اعتدال

سے متجاوز ہوکر خواہ مخواہ شیعوں کی ایذا رسانی و بہتان و تشنیع پر آمادہ ہو گئے
اور اُنکی کتب صحیحہ کو بباعث مطلب براری خود بکذب و افتراء ملوث کیا جس سے
ناظرین رسالہ ہذا بھی بے خبر نہ رہینگے انپر بھی انکی یہہ ساری حقیقت کھل
جائیگی (و لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا)

اب ہم انکے اصل رسالہ کی تردید بفضل و تائید ذات رب مجید و بہ یمن برکت
رسولؐ وحید و آلؑ حمید شروع کرتے ہیں (ان ارید الا الاصلاح
ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب)

قال المؤلف رد الشیعۃ - حمد خدا نعت محمد مصطفیٰؐ کے بعد
بندہ پُرخطا سید قطب شاہ ساکن پیر محل عرض کرتا ہے کہ ایک شیعہ صاحب
نے بذریعہ کاغذ بندہ سے یہ جواب طلب کیا کہ کتاب نہج البلاغت میں کون
کون مواقع ہیں کہ جہاں جناب امیرؑ نے صحابہ یعنی خلفاء ثلاثہ کی تعریف کی ہے

اقول انا المبین للرموز البدیعۃ - جن لوگوں کو جناب شاہ صاحب
سے تعارف و شناسائی ہے - وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جو کچھ اُنکو اپنی
لیاقت و استعداد علمیہ کا زبانی دعوے ہے - اپنے جیسا عالم و فاضل کبھی
دوسرے کو نہیں سمجھتے نہ کسی کو فی زمانہ کامل و بزرگ جانتے ہیں لیکن دانشمند
و انصاف پسند لوگ ایسی باتوں پر کبھی فریب نہیں کھاتے کیونکہ اپنی زبانی
اپنی وصف بیانی ایک تو لغو اور فضول - دوسرا عجب و نخوت و کبر و غرور
پر محمول - انسان میں جو فضل و ہنر ہو مخفی نہیں رہتا ؎
مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید - مشاہدہ و محسوس ہے کہ جب
سورج نکلتا ہے اُس کی شعاعیں چھپی نہیں رہتیں ؎ آفتاب آمد دلیل
آفتاب - اگر شاہ صاحب واقعی باکمال شخص ہیں جیسا کہ اُنکا اپنا ہی
دعوے ہے تو پھر اُنسے ان چند سطور میں اس قدر قصور از باعث و خود
و جمہور اغلاط خارج از احتیاط کیوں وقوع و ظہور میں آئے - لیجئے رسالہ کو

بطرزِ عالمانہ کیوں مکمل و مرتب نہ فرمایا۔ کم از کم ایک چھوٹا سا عربی خطبہ تو ضرور
ہی لکھتے آنحضرت ختمی مرتبت فداہ روحی کے نام نامی و اسم گرامی کے لئے قاعدۂ
مخصوصہ و مخلصہ ادبیہ کو ملحوظ رکھتے حالانکہ تعلیم قرآنیہ و تہدید فرقانیہ اس
نہج برہانیہ پر صادر ہے ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان
تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون۔ (حجرات ع ۱) یعنی اے ایمان والو تم
اپنے رسولِ اقدس کے اسم مقدس کو اس طرح مونھ سے مت نکالو جیسا کہ
تم ایکدوسرے کو (خالی نام لے کر) پکارتے ہو نہیں تو بوجہ بے شعوری تمہارے
سب اعمال ضائع و برباد ہیں۔ لیکن شاہ صاحب نے اس فرمان کبریائی کا
مطلق خیال نہ کرکے اُس دین و دُنیا کے والی شہنشاہ متعالی کے اسم عالی کو
محض خالی اور سیدھے سادے لفظوں میں استعمال فرمایا ہے۔ کہ حمدِ خدا و نعتِ
محمد مصطفےٰ۔ اور اپنے لئے یہہ خطاب والقاب تحریر کئے ہوئے ہیں۔ کہ
پیر جی۔ حضرت صاحب جناب اقدس۔ حضور انور۔ شاہ میاں۔ وغیرہ ذالک۔
اور چونکہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے محل مناسب پر نہیں لکھا تو عجب
نہیں کہ کبھی دلوں میں یہ لمبا چوڑا خطاب بھی اپنے نام کے ساتھ ہی ملا دیں۔
باقی رہا جلّ جلالہ تو وہ بھی رفتہ رفتہ (یا للعجب۔ تضحک منہ الثکلیٰ)
اگر شاہ صاحب نے بوجہ بے علمی ایسی فاش غلطی کی ہے اور آپکو یہ ہدایت مجھ آئی
معلوم نہ تھی تو آپ کے عالم اور فاضل اور بزرگ ہونے پر حرف آتا ہے۔ اور
اگر عمداً اسم اقدس کی عزت و توقیر نہیں کی تو عدم لحاظ ادب پر موقوف ہے
اور یہہ اُس سے بھی قبیح تر۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ جب ایسا شخص فخرالانبیاءؐ
محبوب ذات کبریا زینت الارض والسماء شافع روز جزاء کی تعظیم و تکریم
سے کوسوں دور ہے تو پھر وہ کامل و بزرگ کیسے ہو سکتا ہے اس کا زبانی
دعوے (کہ میرے جیسا اور کوئی ہی نہیں) کیونکر صحیح و درست ہو گا۔
لیکن تعجب تو اسپر ہے کہ ایسے شخص کو لوگوں نے اپنا پیر و مرشد بنا رکھا ہے

جس کو اتنی تمیز بھی نہیں کہ اسم پاک والیٔ ہفت افلاک کس طرح لیا جا سکتا ہے بوجہ
عدم شعور جس کے سب اعمال ضائع و نا منظور ہے برین عقل و دانش بباید گریست
یہ ارشاد نبوی تو ہرا علے و ادنے یعنی عالم و متعلم دونوں کو معلوم ہے و من
ذکرت عندہ و لم یصلی فقد جفانی یعنی جس کسی کے پاس میرا ذکر مبارک
ہو اور وہ مجھپر صلوات نہ پڑھے تو اسنے میرے اوپر ظلم ہی کیا ہے۔ شاہ صاحب
نے (اسم پاک تاجدار لولاک روحی فداہ کو القاب و خطاب کے ساتھ یاد کرنے
کے علاوہ) یہہ صریح غلطی بھی کی ہے کہ اس مبارک اور پُر نور نام پر صلوات نہیں
پڑھی یعنی لفظ محمد مصطفےٰ کے ساتھ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ضم نہیں کیا
ہے تو حضرات اہل سنت سے یہہ تسامح ہوتا چلا آیا ہے کہ صلے اللہ علیہ لفظ آلہ
کو داخل نہیں کرتے تھے لکن اب یہہ بھی الٹے وقوع پذیر ہوچکا ہے کہ صلے اللہ
بالکل کہا ہی نہیں اور چونکہ عادت جزو طبیعت اور طبیعت ثانوی ہے اگر کچھ
عرصہ یہی عادت رہی تو ممکن ہے کہ نام نبوی کے لینے سے بھی گریز کریں۔ (واہ
شاباش کیا خوب) پھر یہہ دیکھو کہ بعد خدا و رسول صلعم کے نام و اسم گرامی کے
اور کسی کا ذکر خیر تک نہ کیا۔ صرف حمد خدا اور نعت محمد مصطفےٰ پر ہی کفایت کرلی
جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عقیدۂ خدا و رسول کے بعد اور کسی کو لائق تعریف و
ستائش نہیں سمجھتے ورنہ کسی اور کا نام بھی ضرور لیتے آل محمد نہ سہی کیونکہ انسے
تو شاہ صاحب کو انحراف ہوا اور انکے مسلک نورانیہ کے باطل قرار دینے اور
شیعیان آل محمد کی تکفیر ثابت کرنے کے لئے ایک بے معنی و یاد رسالہ ہی لکھ ڈالا مگر
اپنے یاران مشرب میں سے تو ضرور کسی صاحب کا نام رٹ جانا جنہوں نے مرتے جان
دینا شہادت عظمے سمجھتے ہیں اور جنکی پاسداری سے آل محمد کی راہ سے گئے
گذرے۔ ہاں بجا ہے اگر یہہ بھولے تھے تو تقریظ لکھنے والوں کو اصلاح کرلی
تھی اس میں جناب مولوی نور محمد صاحب جیسے ضرور قابل گرفت ہیں مگر سچ ہے
کہ لا حافظۃ للکاذب۔ بجز مُرخط سید قطب شاہ کے لکھنے سے بھی

وہ زیر طعن شدید ہیں۔ کیونکہ خدا نے اپنے قرآن مبارک میں خطاکار اُن لوگوں کو
فرمایا ہے جو ہمیشہ کے لئے زیر عتاب و مورد عذاب بے حساب ہیں چنانچہ فرماتا ہے
ان فرعون وھامان وجنودھما کانوا خاطئین (قصص ۶) یعنی بہ تحقیق
فرعون اور ہامان اور اُن دونوں کے تابعدار لشکری خطاکار اور پُرخطا ہی تھے۔
لکن شاہ صاحب نے انکو پرخطا ہی کہا ہے پس انکو کن لوگوں میں شمار کیا جاوے
اُن میں یا اِن میں آخر کن میں۔ آئندہ ہم شاہ صاحب کو پُرخطا ہی کہا کرینگے
کیونکہ یہ خوش لقب اُنہوں نے اپنے لئے بخوشی و رضا تجویز فرمایا ہے۔ اور عملی ثبوت
بھی موجود ہے کہ بوجہ پُرخطا ہونے کے اُنہوں نے اپنے رسالہ میں جا بجا غلطیاں
کی ہیں اصل عبارت کتاب کچھ ہوا کرتی ہے اور یہ اپنی طرف سے کچھ اور ہی
ٹھونس دیتے ہیں خلاف گوئی اور اتہام و افترا انکی عادت دیرینہ ہے چنانچہ
ناظرین پر یہ راز کھل جائیگا وہ دیکھ لینگے کہ ہم اس بات میں کہاں تک سچے
ہیں۔ مگر اس سے یہ ضرور ہوگا کہ وہ قابل مواخذہ خداوندی ٹھیرینگے کیونکہ
خطا قابل اخذ ہے۔ ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا۔ (بقر ع ۶)
یعنی خدا کے نیکوکار بندے ہمیشہ یہی دعا مانگتے ہیں کہ بار الٰہا ہم سے اگر سہوا
خطا ہو جایا کرے تو ہم کو اخذ مت کر۔ مگر شاہ صاحب ایسے با فضیلت انسان
ہیں کہ عمداً پرخطا بنتے ہیں پس وہ قابل اخذ ہیں۔ جب ایسی صورت درپیش
ہو تو پھر وہ اُن لوگوں سے کیونکر برسر پرخاش و مخاصمہ نہ ہوں جن کے اصول
دین میں اول اول ہی توحید ہے اور کس طرح انکو فرعونی و ہامانی نہ کہیں جبکہ
خود ہی ایسے بہمہ جلیلہ کے واحد مالک ہیں (فافہم و تدبر) پھر فرماتے ہیں کہ
ایک شیعہ صاحب نے بذریعہ کاغذ مجھسے جواب طلب کیا۔ ارے شاہ میاں
آخر آپ ہیں کون جو آپ سے کوئی شخص کسی مسئلہ کو دریافت کرے کیا وہ
شیعہ اپنے مذہب کے کسی عالم یا مجتہد سے یہ سہو نہیں مٹا سکتا تھا جو آپ سے
جواب خواہی کی ہمارے خیال میں ایک مذہب والا دوسرے مذہب والے سے

اپنے دینیات کی بابت ہرگز تشفی نہیں کرا سکتا ہاں اگر کرے بھی تو بہ سبیل الزام
نہ التزام یعنی اس صورت سے البتہ دریافت کر سکتا ہے کہ مثلاً ہماری فلاں
کتاب میں جب یہ ناممکن بات جس کا غلط دعوے کیا گیا ہے ہرگز ہرگز نہیں
ہے تو پھر کیوں اسپر زور دیا جاتا ہے اگر ہے تو دکھا دیجئے بفرض محال اگر
اُس شیعہ نے کچھ دریافت کیا ہوگا تو محض اس نہج پر نہ کسی دوسرے طریق سے
مگر آپ نے اپنے ناحق دعوے کی بیجا استحکام میں بلا سوچے سمجھے ایک بیہودہ
پار رسالہ لکھ ڈالا جس کی غلطی عنقریب کھل جائیگی مگر ہم کہتے ہیں کہ آپنے
اس شیعہ کا نام و نشان کیوں تحریر نہ فرمایا اُن کے نام لینے سے کیا کچھ بگڑتا
تھا۔ یہ تو عوام کو دھوکا ہی دینا تھا تاکہ وہ سمجھیں کہ شیعوں کی معتبر کتابوں
میں ایسا کچھ لکھا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ نہج البلاغت میں وہ کون کون
مواقع ہیں جہاں جناب امیرؑ نے صحابہ یعنی خلفائے ثلاثہ کی تعریف کی ہے۔
جناب من ایک منہ اور دو باتیں مناسب نہیں اول صحابہ پھر خلفائے ثلاثہ اُسکے
ساتھ یعنی اجی یہ نے کیا۔ کچھ تو ہوش سنبھالئے اور عقل سے کام لیجئے۔ کیا صحابہ
کا اطلاق محض ثلثہ پر ہی ہے۔ یا کسی دوسرے پر بھی۔ میاں صاحب صحابہ میں سے
تو انکو ہر کس و ناکس جانتا ہے اگر اختلاف ہے تو اُن کے ایمان یا نفاق میں ہے
صحابہ کے بعد یعنی خلفائے ثلثہ یہ آپکی تک بندی ہے ہم اس کو قابل سماعت
نہیں سمجھتے ثلاثہ صحابہ ہی ہیں تو کیا اس سے انکو کچھ فائدہ ہوا اسی طرح
بہت سے منافق بعہد رسالت پناہ موجود تھے جنکو شرف صحابیت حاصل
تھا مگر مومن نہ تھے۔ یعنے صحبت رسول میں ضرور رہتے تھے مگر ایمان و عرفان
سے معرا چنانچہ فرماتا ہے۔ اذا جاءک المنافقون قالوا نشهد انك
لرسول الله والله يعلم انك لرسوله والله يشهد ان المنافقين لكاذبون
(منافقون ع) یعنی اے محبوب اکثر لوگ ایسے ہیں کہ تیری صحبت میں رہتے
ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اے نبیؐ تو خدا کا بھیجا

ہوا پیغمبرؐ ہے (خدا فرماتا ہے) یہ بات ضرور ہے کہ اے محبوبؐ تو خدا کا بھیجا
ہوا پیغمبر ہے مگر خدا فرماتا ہے کہ یہ منافق لوگ جھوٹے ہی ہیں انکا یہ ایمانی
دعوے ہے دراصل یہ ایمان نہیں رکھتے۔ اسی طرح شیعوں کا بابت اصحاب
ثلثہؓ ہمیشہ یہی دعوے ہے کہ وہ اصحاب تو ضرور تھے مگر منافق نہ مومن
ہاں اگر آپ کچھ طاقت رکھتے ہیں تو اُن کے ایمان کو آیات و احادیث
بطریق بیّن و مبرہن ثابت کر دکھائیں۔ خواہ مخواہ کی لجاجت سے فائدہ کیا
بس چلو چھٹی ہوئی۔ قال المؤلف تب انکے جواب میں یہ چند اوراق
تحریر ہوئے۔ اقولُ۔ ان اوراق بے سیاق و سباق قابل احراق مملو از
مدح اہل شقاق و نفاق بیہودہ و باطل علے الاطلاق کے لکھنے سے کیا فائدہ
ہوا جبکہ اپنی ساری زنبیل بے دلیل کے ایک ایک ٹانکہ کو دست جہولت سے
اُدھیڑا ہوا دیکھکر اشک خونیں کے بہانے کو جی چاہیگا پھر تقریظ لکھنے
والوں کو بھی بلا لیجئےگا کہ وہ بھی آکر مدد دیں۔ مولوی نور محمدؐ صاحب چیلے تو
ضرور ہی آ کمک کریں گے مگر چیلے شیلے کے دستخطی میلے ہمارے خان البیلے
ہوا نارہ ہیلے کی تقریظ لفیظ سے ملیا میٹ ہوکر نہ چھپیلے اور نہ بنے بانسی
کیلے تو جو کچھ کہنا ہو وہ ہمارے سر۔ آپکے ان چند اوراق کی بفضل
خلاق وہ گت ہوگی جو غلام اسحاق و بنا نگری کے مرہمہ نابینائی افزا کی
ہوئی تھی۔ اور کہو۔

قال المؤلف ردّ الشیعہ۔ چونکہ یہ صاحبان اپنکو شیعیان علیؑ
کہلاتے۔ اور آپ کو انکا پیرو بتاتے ہیں۔ اقولُ۔ بالکل درست و بجا ہے
ہم فرقہ نورانیہ فلاحیہ کے لوگ شیعیان علیؑ سے ہیں۔ یہ نعمت خدا داد ہمکو
نصیب ہوئی ہے ہم بے عیب ولاریب اُسی ذات عالم الغیب کے فضل و کرم
سے اپنے پیر و دستگیر شاہ قلعہ گیر قسیم الجنت والسعیر جناب امیر نحل امیر وصی و
وزیر نبی بشیر و نذیر کے پیرو ہیں۔ کیونکہ بدون محبت و اطاعت مرتضویؑ

رستگاری محال ہے۔ روز جزا و سزا پہلے پہل یہی امر قابل سوال ہے جیساکہ ارشاد فیض بنیاد ذات ذوالجلال ہے۔ وقفوھم انھم مسئولون۔ ای یسئلون عن۔ ولایۃ علی یوم القیامۃ۔ یعنی بروز قیامت حکم ہوگا کہ ٹھیراؤ انکو تاکہ یہ سوال کئے جائیں پس لوگ ولایت مرتضوی ع سے سوال کئے جائینگے۔ (دیکھو انوار الحق علامہ سید ابو اسحاق بدر الدین زین الورے البلخی الشافعی کہ تفسیر ثعلبی اور حلیۃ الاولیاء ابو نعیم سے اس بارہ میں پندرہ ۱۵ حدیثیں نقل فرماتے ہیں صفحہ ۲۱۲)

قال المؤلف اسواسطے صرف صحابہ کا ایمان اور شان نیز انکا خلیفہ برحق ہونا ہم اسی کتاب سے ثابت کر دکھاتے ہیں۔ اقول کتاب مستطاب نہج البلاغت میں آپکے مقبولہ اور محبوبہ صحابہ کی کچھ فضیلت مسطور نہیں پھر آپ کیا ثابت کر سکینگے یہ محض عوام کو دھوکا دہی کی خاطر آپنے ایسا لکھا ورنہ کہاں نہج البلاغت اور کہاں منافقین کی تعریف نہ انکا کہیں ذکر خیر آیا ہے نہ انکا خلیفہ ہونا لکھا ہے جب آپکے اگلے مرمٹے اور کچھ بھی ثابت نکر سکے تو آج آپ سندیلیا نوالی کے سنسان اور ویران لق و دق جنگل میں بیٹھکر کیا کچھ ثابت کر دکھا ئینگے ذرا تو عقل سے بھی کام لینا چاہئے ایسا نہ ہو کہ جو کچھ زبان میں آیا بے سوچے سمجھے کہدیا ندامت اٹھانی پڑے تو پھر فائدہ کیا آخر یہ بھی تو غلط ہے کہ سب صحابہ کو خلیفہ ہی کہدیا۔ واہ رے علم۔ ہاں اگر ثبوت دینا تھا اور آپ کو اپنے ایسے علم پر ناز ہے تو اپنے ہم مذہب مولویوں کی نقد ثبوت سے تشفی کرا دیتے جبکہ وہ آپکے اخلاص جمعیۃ جماعت پر معترض ہو رہے ہیں اور نت نئے فتوے تکفیر کے لگا رہتے ہیں جب اپنے گھر کی حالت سدھری ہوئی نہیں ہے تو پھر اوروں سے دل لگی کرنا کیا انصاف ہے۔

قال المؤلف جس کو شیعہ قرآن خدا کے فرمان سے کم نہیں سمجھتے اقول یہ بالکل جھوٹ ہے شیعوں کا ہرگز ہرگز یہ اعتقاد نہیں ہے کہ وہ اپنے

مذہب کی کسی کتاب کو خدا کے قرآن سے بالاتر سمجھیں ہاں البتہ یہہ ہے کہ
"کلام الامام امام الکلام دون کلام رب الانام" قرآن ناطق کی
کلام عین مطابق قرآن ہوا کرتی ہے خود آپ کے ابو الحدید شرح نہج البلاغت
میں انصاف گزین ہیں کہ دون کلام الخالق وفوق کلام المخلوق اسکے
علاوہ خود قرآنی ارشاد موجود ہے فورب السماء والارض انہ لحق
مثل ما انکم تنطقون۔ (ذاریات ع) یعنی پس آسمان اور زمین کے
پروردگار کی قسم کہ بیشک وہ (قرآن) سچا ہے جس طرح کہ بہ تحقیق تم بولتے
ہو۔ غور و تدبر شرط ہے کہ وہ کون نفوس مقدسہ مکرمہ ہیں جن کے نطق حقہ
سے قرآن کے برحق ہونے کو شبیہہ و مثل قرار دیا گیا ہے ذرا اپنی تفسیر ثعلبی
کو تحت آیت ہذا بغور ملاحظہ فرمائیے۔ کہ اس سے مراد آل محمد ہی ہیں کہ اول انکے
علی ابن ابی طالب ہیں جن کا اسم پاک قرآن خدا میں علی حکیم ہے۔ انہ فی
ام الکتاب لدینا لعلی حکیم۔ (زخرف ع) یعنی ام الکتاب میں وہ
البتہ ہماری طرف سے علی حکیم ہے۔ پس ثابت ہوا کہ کلام جناب مصحف ناطق
سر اللہ فی العالمین امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام عین مطابق قرآن ہے
اور مثل قرآن برحق و صحیح۔ اسی لئے تو بروایت معتبرہ جناب نبی نے فرمایا
علی مع القرآن والقرآن مع علی (ملاحظہ ہو تاریخ الخلفا صفحہ ۱۷۲)
ہم شیعیان حیدر کرار و محبان اہل بیت اطہار کو ذرا بھر اس میں تامل و تردد
نہیں ہے ہم کو آل محمد (جو ثقل ثانی کتاب رحمانی ہیں) کا فرمان واجب الاذعان
عین مطابق قرآن اور انپر عمل کرنا موجب درستی ایمان و باعث خوشنودی
ذات رحمان ہے۔ اگر شک و شبہ ہے تو آپ کو اسلئے کہ آپ ہی کے آنریبل
ڈاکٹر حضرت ابن خطاب نے خود کتاب اللہ الناطق نبی الصادق روحی لہ الفدا
کو متہم بامر ہذیان و بیہودہ گوئی قرار دیا خلہ ما عیب۔ (ملاحظہ ہو صحیح بخاری
جلد ۱ صفحہ ۲۸۷ و صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۲) اور یہہ آپ ہی کا مذہب ہے کہ

صحیح بخاری کا درجہ مثل قرآن تصور کرتے ہیں چنانچہ یہ مقولہ اشہر واز بر ہے۔
الصحیح البخاری عین کتاب اللہ الباری (معالم الاصول بغوی) پھر
آپکے مذہبی علماء نے اسپر جرح و قدح بھی کی ہے سینکڑوں علماء حنفیہ نے
بخاری پر تنقیدیں لکھی ہیں اور اس کو باولا بنایا ہے۔ ہمارے اس کہنے پر
اہل علم ہی متفق ہیں ہاں اگر کوئی آپ جیسا محدود المعلومات انسان اس کا
انکار کردے تو البتہ کرسکتا ہے۔ خیر ہمیں کیا کہ اس کے پیچھے ہو لیں۔

قال المؤلف ردّ الشیعۃ۔ گو اس مترجم نے اس (نہج البلاغت) کا ترجمہ
اکثر عربی عبارت کے مطابق بھی نہیں کیا اپنے مذہب کی خاطر بہت جگہ غلط کردیا ہے
مگر عربی و فارسی کے سمجھنے والے لوگ کم رہ گئے ہیں۔ اسواسطے میں کچھ اسی
اردو ترجمہ (نیرنگ فصاحت) سے نقل کرتا ہوں صفحہ ۱۳۲ (نیرنگ فصاحت
ترجمہ نہج البلاغت) پر جناب امیرؓ اپنے تابعین کو فرماتے ہیں کہ میں نے
محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحابوں کو دیکھا ہے تو تم میں سے کوئی بھی انکی
نظیر جیسا دکھائی نہیں دیتا خدائے تعالےٰ کی اطاعت اور عبادات وغیرہ میں

اقول۔ اہل دل ذرا انصاف فرمائیں کہ بیوجہ کسی کا دامن عفت ملوث کرنا کیا
فطریات سلیمہ کا مقتضی ہے بقول انکے مترجم نے واقعی ترجمہ غلط کیا تھا
تو انکو مناسب تھا کہ اون مقامات کا ذکر فرماتے بلکہ عبارات عربیہ اصلیہ
لکھکر ناظرین کو دکھاتے کہ ان قواعد کی رو سے مسامحہ ہوا ہے۔ لیکن ہم
کہتے ہیں کہ جب تک نہج البلاغت کا اردو ترجمہ نہیں ہوچکا شاہ جی نے
جیتے تو کبھی اپنے عند یہ مسلمہ کا وجود و اثبات کتاب مستطاب سے ہیش
نہیں کیا اور نہ کبھی کوئی رسالہ اس بنا پر لکھا کہ ہمارے مذہب کے حق ہونے
اور ہمارے روحانی پیشواؤں کے برحق ہونے کا بیّن ثبوت اور شاندار
ہسٹری شیعوں کی پائدار کتاب نہج البلاغت میں موجود ہے۔ آج اردو
ترجمہ دیکھتے ہی رال ٹپکی۔ بڑے شرم کی بات ہے کہ بلا ثبوت دعوے کہتے ہیں

کہ اپنے مذہب کی خاطر بہت جگہ غلط ترجمہ کر دیا ہے ہم کہتے ہیں برائے نمونہ
کسی جگہ کا نام تو لیں کہ یہاں فلاں قاعدہ کلیہ محصورہ کے لحاظ سے غلطی ہوئی
ہے۔ اس جملہ کا یہ ترجمہ خلاف محاورہ ہے۔ اسمیت و فعلیت کا عنوان مصرح
نہیں۔ ظرفیت و اضافت غیر مصدوق۔ ارکان و اشباہ میں تفریط۔ تجنیس
مصادر غلط۔ ترسیل قضایا نادرست (وغیر ذالک من البیان بالشان) لیکن
جب آپکے پاس نقد ثبوت ہی ندارد ہے صرف نزاع لفظی مبنی بر تضییع
اوقات۔ اور خواہ مخواہ کی تنقیص۔ تو اسکا علاج ہمارے یہاں بھی سوائے
اُس نسخہ چہار حرفہ کے حسب ہدایت ربانی اور کچھ بھی نہیں ہے۔ مذہب
کی خاطر ضرور ہے اور وہ بھی صرف اسی قدر کہ عربی کا اردو ترجمہ بایں غرض
کیا گیا ہے تاکہ شیعی پبلک کو رفاہ عام ہو۔ اور اپنے مولا و آقا و رہنمائے مقدس
و بہترین کلام معجز نظام سے ہر شخص جو محدود العلم ہے تاثر و الزام ہو۔ دوسری
شق جو آپنے پیش کی ہے وہ غلط و نامعتبر ہے اور آپ ہی کا خراب مست
ہے جو کمزوری دماغ کا نتیجہ ہے مذہب کی خاطر تو ہر مذہب والے کو ہوا
کرتی ہے اس سے تو آپ بھی علیحدہ نہیں ہیں دیکھئے تو کہ جھٹ پٹ
ایک رسالہ نادرست جسمیں لکھڈالا اور جا بجا دروغ بیفروغ اور
خلاف واقعہ نویسی سے کام لینا گت تو یہ سمجھے ہی ہوگی فی الحال تو کوئی صورت
اختیار کرنی تھی اجی میاں صاحب بقدر استطاعت غور تو فرمائیے کیا یہ
مذہب کی خاطر نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ زمانہ کا یہ دستور العمل ہے کہ جس
شخص میں جو عیب ہوتا ہے وہ دوسرے کو بھی ویسے خیال کرتا ہے سے
کہ ہمہ را گر بد اند مثل خود۔ جب آپ میں غلط گوئی کا عیب فاش موجود ہے
تو پھر آپ دوسروں کو بھی اپنے جیسا کیونکر خیال نہ کریں عربی و فارسی کے
سمجھنے والے موجودہ وقت میں بہت کچھ نفوس موجود ہیں اگر آپ عربی وغیرہ
لکھکر اس اُردو ترجمہ کی بابت تصفیہ گزین ہوتے تو بہت ہی مناسب تھا۔

جس سے آپکی صداقت کا بیّن ثبوت ملتا۔ لیکن اس کے لئے مبلغ علم چاہیئے اور وسعت و استطاعت درکار ہے خالی ہانڈی آگ پر دھرنا کیا دانائی ہے آپنے تو اتنی جسارت کی ہے کہ اُردو ترجمہ جو صاف اور سلیس ہے اس میں بھی اپنے مذہب کی خاطر کمی و بیشی کی ہے خیال تو فرمائیے کہ جناب امیرؑ نے کب اپنے تابعین سے فرمایا۔ یہ لفظ تابعین اور یہ عبارت جس کو آپ نے نقل فرمایا ہے نیرنگ فصاحت میں کہاں موجود ہے حضرت سلامت جن لوگوں سے جناب امیرؑ نے خطاب فرمایا وہ خوارج و اشرار ہی تھے دیکھیئے صفحہ ۱۳۰ کتاب موصوف جہاں سے یہ خطبہ شروع ہوتا ہے پڑھیئے اور بغور سمجھئے۔ آپ تو شاید سلیس اُردو بھی نہیں سمجھ سکتے کجا عربی و فارسی ـــ میں الزام انکو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا۔ جن کو آپنے بلفظ تابعین یاد کیا ہے یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے جنگ ویر معاویہ جناب امیرؑ کی اعانت و نصرت فی الجہاد سے تساہل کیا تھا۔ یہ آپکی چالاکی اور عوام کی دھوکا دہی اور اصل غرض یہ کہ لوگ یہ سمجھیں کہ جناب امیرؑ نے اپنے خاص صحابہ و تابعین پر صحابہ پیغمبرؐ کو ترجیح دی ہے۔ مگر لفظ صحابہ سے آپکے حضرات ثلٰثہ و امثالہم کی کیا فضیلت نکلتی ہے۔ کیا جناب امیرؑ نے آپ کے شیوخ کا نام لیا اور صاف تصریح سے فرمایا کہ وہ اچھے بھلے ایماندار و جنتی مخلص تھے علاوہ ازیں لفظ صحابہ صرف ثلٰثہ صاحبان پر صادق آتا ہے یا کسی دوسرے پر بھی۔ پہلی صورت میں باقی صحابہ کا وجود کالعدم۔ دوسری صورت میں ثلٰثہ کی کچھ فضیلت متصور نہیں۔ پھر اس کہنے سے کیا فائدہ جو آپ نے کہا۔ اب اپنا عمداً خطا بھی سمجھ لیجیئے کہ بجائے اصل عبارت کے یہ الفاظ آپنے از خود ملا دئے ہیں کہ "تم میں سے کوئی بھی ان کی نظیر جیسا دکھائی نہیں دیتا خدائے تعالےٰ کی اطاعت و عبادات وغیرہ میں"۔ پس ہم کو یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ آپ صداقت کا پہلو چھوڑے ہوئے ہیں آپکی سراسر خیانت مجرمانہ ہے بھلا آپ پر اعتبار کرے تو کون۔ سخت افسوس ہے۔ وان اللہ

لا یهدی کید الخائنین - (یوسف ع)
قال المؤلف پھر صفحہ ۱۶۸ پر فرمایا خدا کی قسم انکی یعنے صحابہ کی اقول
صحابہ کی تخصیص و تنصیص ہرگز نہیں ہے یہ شاہ جی کا افترا ہے یعنے صحابہ
یہ انکی اپنی تک بندی ہے جھوٹ و بہتان سے کیا فائدہ کجا دعوئے سیادت کجا یہ غلاظت
قال المؤلف صفحہ ۱۷۱ پر - کہاں ہیں وہ لوگ یعنے صحابہ اقول سراسر
دروغ بے فروغ یعنے صحابہ یہ انکا اپنا شعار قدیمانہ ہے کتاب مستطاب
میں یہ الفاظ ہرگز ہرگز نہیں ہیں جھوٹے پہ ودہی ... قال المؤلف یعنے
جس پر صحابہ کی جماعت تھی اور جس پر اسلام کی بنا کی گئی - اقول ہوشیار
رہنا خبردار مبادا دھوکا میں آجاؤ پیر جی صاف پھسلا رہے ہیں واہ رے
لمبی ریش تو کیا کیا بل دکھائے اس خطبہ میں تعریف وغیرہ کچھ ذکر تک بھی
صحابہ کا نہیں پھر یہ سفید جھوٹ کہ جس پر صحابہ کی جماعت تھی بینہ کیا -
قال المؤلف صفحہ ۲۴۴ فرمایا تم اس طریقہ صالحہ کو نہ توڑو جسپر اس
امت کے سابقین یعنے صحابہ نے عمل کیا ہے - اقول جب محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ
کی حکومت مصر میں مضطرب ہوگئی تو جناب امیرؑ نے مالک اشتر رحمۃ اللہ علیہ
کو حکومت مصر میں مقرر کرکے بعض وصایا سفید مطلب فرمائے از آں جملہ یہ
ولا تنقض سنۃ صالحۃ عمل بہا صدور ہٰذہ الامۃ یعنی تو اس
طریقہ صالحہ کو نہ توڑ جسپر اس امت کے سابقین نے عمل کیا ہے - بجز انفس الامر
کے باقی کسی بات کا ذکر تک نہیں ہے یعنی صحابہ کا کچھ بیان نہیں - چونکہ مترجم
نے صدور کا ترجمہ سابقین کیا ہے لہذا شاہ جی نے ظاہری لفظ کو دیکھکر بغلیں
بجائیں کہ اس سے اگلے لوگ مراد ہیں جو گذر گئے ہیں یعنے حضرات اصحاب ثلثہ
وامثالہم - حالانکہ یہہ مسلمات سے ہے کہ جب جناب امیرؑ نے مالک اشتر کو
اپنی طرف سے حاکم مصر قرار دیا تھا تو طریقہ صالحہ بھی اپنا ارشاد فرمانا تھا جو عین
مطابق حکم خدا و رسولؐ تھا - نہ یہ کہ جو لوگ گذر گئے ہیں کیونکہ تمام سیاسات زمانہ

بلحاظ ادوار و اطوار زمانہ ہمیشہ جداگانہ ہیں تمدنات و سیاسیات میں تقویم نا بتعلق بدلتی رہتی ہے - علاوہ ازیں زید عمرو بکر کے طریق پر چلنے چلانے اور اُن کے راہ و رسم پر عمل کرانے کے وہ جناب کب روادار تھے جبکہ اُنکی سیرت معروضہ کو بوقت شورے نامنظور اور ناقابل عمل فرمایا صرف سنتہ اللہ و سنتہ الرسول پر کاربند ہوئے آج دوسروں کو اُنکی اطاعت کا حکم دیتے ہیں خود مؤلف صاحب کا اس بات پر زور ہے کہ وہ حضرات ہمیشہ جناب امیرؑ سے طالب مشورہ اور رائے لینے کے محتاج تھے - (چنانچہ اپنے محل پر اسکا بحث آئیگا) پس جن کی یہ حالت ہو کہ سوائے ارشاد مرشد کے خود بخود کچھ بھی عمل میں نہیں لے آسکتے تھے انکی روش و رسم کس قابل ہے کہ جناب امیرؑ جیسے فرد خاص و انسان کامل اپنے اتباع و خواص کو انکے نقش قدم چلائیں میرے خیال میں کوئی عقل مند اسکو تسلیم نہیں کریگا - باقی رہا لفظ سابقین جسکو دیکھکر ہمارے مؤلف حریص کی رال ٹپکی - تو اس سے مراد اہل بیت رسولؐ ہی ہیں کیونکہ اُنہی کو صدور و سابق امت ہونیکا شرف حاصل ہے مثبد قرآن بلکہ یہ جہاں کہیں لفظ سابقین ہے وہاں یہی نفوس مقدسہ مقصود ہیں قال عز من قائلہ -

والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار والذین اتبعوہم باحسان رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ

سابقین سے مراد اہل بیت رسول ہیں

و اعد لہم جنات تجری تحتہا الانہار خالدین فیہا ابدا ذلک الفوز العظیم - (توبہ ع ۱۳) یعنے پہلے پہلے سبقت لیجانے والے (ہر ایک فضیلت میں) جملہ مہاجرین و انصار سے اور وہ لوگ جنہوں نے نیکی میں اونکی پیروی کی ہے خدائے تعالے انسے راضی ہوگیا اور وہ خدائے تعالے سے راضی ہوگئے اور ان کے لئے ایسے باغ تیار کئے ہیں جن کے نیچے ندیاں بہتی ہیں وہ اُن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہی سب سے زیادہ سرخروئی ہے - اس آیۂ مجیدہ میں حرف مِن واقع نہ ہوتا تو اشکال

- السابقون الاوّلون المہاجرون والانصار ہی پڑھا جاتا تو ایسے مستحق مہاجر و انصار ہی تھے مگر جبکہ بلحاظ من یہ معنے ہوا جو بیان کیا گیا اور سبقت فی الکل مراد ہے جو فضیلت تامہ مطلقہ کلیہ پر مبنی ہے۔ یعنے اسلام۔ ایمان۔ علم۔ حلم۔ شجاعت۔ عصمت۔ عزت۔ امامت۔ ولایت وغیرہا تو معلوم ہوا کہ سب مہاجر و انصار کی جنس و نوع سے افضل و مخصوص کئی خاص لوگ ہیں جنہوں نے ان سب سے سبقت حاصل کی ہے۔ (کیونکہ یہاں من واسطے بیان کے ہے) بلکہ انبیاء سابقین سے بھی سابق ٹھیرے۔ والسابقون السابقون اولٰئک المقربون۔ (الواقعہ) یعنے سبقت لیجانے والے سب سابقین پر یہی اہل قرب ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اہل قربٰ قرآن مجید میں یہی ہیں۔

قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ۔ (الشوریٰ ۲)

یعنی کہدو اے حبیب صلعم اپنی امت سے کہ میں تم سے ہدایت و تبلیغ رسالت کا کچھ عوض نہیں مانگتا بجز اس کے کہ محبت رکھو میرے اہل قرب سے (فی الصواعق و مودۃ القربیٰ) اخرج احمد والطبرانی وابن ابی حاتم والحاکم عن ابن عباس ان ھذہ الایۃ لما نزلت قالوا یا رسول اللہ من قرابتک ھؤلاء الذین وجبت علینا مودتھم قال علیؑ و فاطمۃؑ وابناھما۔ یعنی صواعق محرقہ و مودۃ القربیٰ میں ہے۔ کہ روایت کی امام احمد ابن حنبل اور طبرانی اور ابن ابی حاتم اور حاکم نے ابن عباسؓ سے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ آپکے اہل قرب کون ہیں۔ جن کی محبت ہم پر واجب ہوئی ہے۔ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ وہ علیؑ و فاطمۃ الزہرا اور دو نو پسران کے ہیں۔ (علیہم الصلوٰۃ والسلام) پس ثابت ہوا کہ جن نفوس مقدسہ مکرمہ نے کل جنس مہاجر و انصار سے سبقت فی جمیع الفضائل حاصل کی ہے۔ بلکہ سابقین سے بھی سابق ٹھیرے۔ وہ یہی مقرب خدا و اہل قرابت رسولؐ ہیں۔ جنکی مودۃ اجر رسالت قرار دی گئی ہے۔

اگر سبقت الی الہجرت مراد ہو تو ہجرت مہاجرین نے کی ہے۔ نہ کہ انصار نے۔
تو پھر ذکر انصار کس لئے ہے اگر یوں کہا جاوے۔ کہ سبقت الی الہجرت واسطے
مہاجرین کے ہے۔ اور سبقت الی النصرۃ واسطے انصار کے ہے۔ تو یہ معنے
بھی درست نہیں۔ کیونکہ حرف من اسمیں مانع ہے۔ کیونکہ سابقین اولین علیحدہ
اشخاص باختصاص ہیں۔ اور مہاجرین و انصار نفوس دیگر سابقین اولین
ان مہاجرین و انصار پر سبقت لے گئے ہیں۔ یعنے وہ سابق یہ مسبوق بالفاظ
دیگر وہ فاضل یہ مفضول۔ وہ فائق یہ مفوق۔ جب لفظ سبقت سابقین کے
حصہ میں آگیا تو مہاجرین و انصار کیونکر مصداق ہو سکتے ہیں۔

اصول ہجرت

قال عز من قائلہ و من یخرج من بیتہ مہاجرا الی اللہ و
رسولہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ
و کان اللہ غفورا رحیما۔ (النساء ع ۱۴۶) ۔ یعنی جو شخص اپنے
گھر سے نکل کر خدا اور رسول کی طرف ہجرت کرنے والا ہو پھر اوس کو
اسی حال میں (جبکہ اس کا ایمان کامل تھا) موت واقع ہو تو اسی کا اجر خدا کے ذمہ
ہے۔ جو بخشنے والا مہربان ہے۔ اس آیت مجید میں اصول ہجرت کو بیان فرمایا ہے
کہ ہجرت اُس شخص کی صحیح ہے جو مہاجر الی اللہ و رسول ہو۔ نہ یہ کہ اوس کی ہجرت
مع الرسول ہو۔ پس اس ارشاد ہدایت بنیاد کے رو سے حضرت ابو بکر کی ہجرت
صحیح نہیں بلکہ مخالف حکم قرآن۔ کیونکہ انہوں نے ہجرت مع الرسول کی ہے نہ کہ
ہجرت الی الرسول۔

شبہ

عامۃ الناس کا یہ شبہ کہ اگر وہ مخالف رسول تھے اور غار میں
صبر و سکون سے نہیں رہ سکے۔ تو پھر حضرت انکو اپنے ساتھ
کیوں لے گئے۔ اس کا رفع بھی اس آیت سے ہوتا ہے۔ کہ حضرت کو
یہی دکھانا مطلوب تھا۔ کہ لوگوں تک صاف طور سے یہ بات پہنچ
جاوے۔ کہ جس شخص کی ہجرت مخالف حکم قرآن ہے۔ وہ امام خلق و پیشوائے

امت کیونکر ہو سکتا ہے۔ جس طرح کہ اس کو سورہ برات کے سنانے سے معزول کر دیا تھا۔ اور اُس عہدۂ جلیلہ پر باذن اللہ جناب امیرؑ کو معین فرمایا۔ چنانچہ تفسیر معالم التنزیل و درِ منثور و کنز العمال و جمیع الجوامع وغیرہ کتب اہل سنت میں ہے کہ حضرت ابو بکر جب پھر کر واپس آئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ کیا میری بابت کچھ نازل ہوا۔ تو حضرت نے فرمایا۔ ہاں۔ جبرئیلؑ نے مجھ سے آکر کہا ہے لا یؤدی عنک الا انت او رجل منک۔ یعنی اس کو اور کوئی شخص ادا نہ کرے یا تو خود ادا کر یا وہ شخص جو تجھ سے ہو۔ وجہ اظہر ہے کہ جب نطق حضور سوائے وحی مخفوظ ناممکن الصدور ہے۔ تو بامر خدا ہی ایسا کیا کہ پہلے تو بھیجا۔ بعد میں حسب تنزیل حضرت جبرئیل بامر خالق جلیل بتمام تعجیل ذات مرتضویؑ کی ترسیل پر کار بند ہوئے۔ تاکہ ہر کس و ناکس کو یہ عقیدہ کھل کر نظر آ لے۔ کہ جو شخص چند آیات کے سنانے کا مجاز نہیں۔ وہ سارے قرآن کا مالک ہو کر اُمتِ رسولؐ پر حاکم و خلیفہ وقت کیونکر ہو سکتا ہے۔ قیامت تک یہ بات درجہ ثبات کو پہنچی ہوئی ہو۔ کہ خدا و رسولؐ سے تو انکا کوئی حق نہ تھا۔ صرف لوگوں کی پنچایتی کارروائی سے وہ خلیفہ ہو گیا۔ فافہم و تدبر۔

جواب اعتراض

اگر کہا جاوے کہ اس صورت میں تو اون لوگوں کی ہجرت بھی درست نہ ہو گی۔ جنہوں نے حبشہ کی طرف کی تھی۔ جواب یہ ہے کہ آیت میں "الی اللہ و رسولہ" ہے نہ صرف الی الرسول۔ اون لوگوں کی ہجرت الی اللہ تھی۔ اور جناب امیرؑ کی ہجرت الی الرسول اسی لئے جناب امیرؑ نے بعد نبیؐ بشیر و نذیر ہجرت فرمائی۔ اگر ساتھ لیجانا ہوتا تو ضرور ساتھ لیجاتے کیونکہ آنحضرت کو اپنے بھائی سے زیادہ اور کون عزیز تھا۔ جو بمنزلہ نفس ہے۔ غرض اس صورت میں مطابق الی الہجرت جناب امیرؑ و حضرت جعفر طیارؑ ہیں۔ جن کی ہجرت الی اللہ و رسولہ ہے۔ بخلاف حضرت ابوبکر کہ اُن کی ہجرت مع الرسول ہے جو صریحاً مخالف حکم خدا ہے۔

اقسام ہجرت

ہجرت دو قسم پر ہے۔ (۱) ہجرت ایمانی دوسری ہجرت نفسانی۔ پہلی کی مدح ہے۔ دوسری کی ذم۔ فقال اللہ تعالیٰ الذین آمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالہم وانفسہم اعظم درجۃ عند اللہ واولئک ہم الفائزون۔ (توبہ ع ۳)
یعنی جو لوگ کہ ایمان لائے ہجرت کی۔ راہ خدا میں اپنے مال و جان سے جہاد کیا تو خدا کے نزدیک اُنکے واسطے درجے عظیم ہیں۔ اور وہی فائز المرام ہیں۔

نکتہ بلیغہ

قرآن میں جہاں لفظ "ھاجروا" واقع ہوا ہے اُس کے ماقبل میں "آمنوا" اور مابعد میں "جاھدوا" ہے۔ یعنی "ھاجروا" بیچ میں ہے۔ بایں شکل آمنوا وھاجروا وجاھدوا چنانچہ سورۃ انفال رکوع ۱۰ میں ۳ آیات اور سورت توبہ رکوع ۳ میں ایک آیت اور سورۃ بقرہ رکوع ۲۷ میں ایک آیت فقط ہمارے بیان پر شاہد ہیں۔ جس کا اصل مقتضا یہ ہے۔ کہ جس کا ایمان کامل ہے۔ اسی کی ہجرت صحیح ہے۔ اور جسکی ہجرت صحیح ہے وہی مجاہد فی سبیل اللہ ہے یعنی معیار درستی و تکمیل ایمان و دلیل صحت ہجرت جہاد ہی ہے۔ اور جہاد وہ شئے ہے۔ جس میں ثابت قدم و غیر فرار ہونا شرط ہے۔ یا ایہا الذین آمنوا اذا لقیتم الذین کفروا زحفا فلا تولوھم الادبار الخ (انفال ع ۲) یعنی اے ایمان والو جب تمہارا لڑائی میں کفار سے مقابلہ ہو۔ تو تم اُنسے پیٹھ مت پھیرو۔ (۲) انما المومنون الذین آمنوا باللہ ورسولہ واذا کانوا معہ علی امر جامع لم یذھبوا حتی یستاذنوہ ان الذین یستاذنونک اولئک الذین یومنون باللہ ورسولہ فاذا استاذنوک لبعض شانہم فاذن لمن شئت منہم واستغفر لہم اللہ ان اللہ غفور رحیم (النور ع ۹)
یعنی سوائے اس کے نہیں کہ ایمان والے کامل و صادق وہ لوگ ہیں کہ ایمان لائے خدا اور رسول پر اور جب کسی امر جامع پر رسول کے ساتھ ہوں تو بلا اذن

اُس کی اجازت کے کہیں نہ جاویں۔ بیشک جو لوگ (اے پیغمبر) تجھ سے اجازت مانگ کر جاتے ہیں تو وہی خدا اور رسولؐ پر ایمان رکھتے ہیں۔ پس جب وہ تجھ سے کسی ضروری وجہ کے لئے اجازت مانگیں تو پس تو بھی اونکو جب مناسب سمجھے اجازت دے دیا کر۔ اور انکے واسطے خدا سے مغفرت طلب کیا کر کہ وہی بخشنے والا مہربان ہے۔ اس آیت کا مطلب صاف ہے۔ کہ کسی امر جامع پر جب لوگ رسول کے ساتھ ہوں۔ تو بغیر اجازت کے کہیں نہ جاویں۔ چونکہ جہاد بھی ایک امر جامع ہے۔ بلکہ اعظم جوامع تو ضروری و بدیہی ہے۔ کہ اس سے نکلنا اور بھاگ جانا خاص معصیت امر خدا اور رسولؐ ہے۔ مگر کتب اسلام اس سے پُر ہیں کہ اکثر صحابہ نے جہاد سے جو اعظم جوامع ہے فرار کیا۔ چنانچہ قرآن مجید اس کی شہادت دیتا ہے۔ (۳) "قد یعلم اللّٰہ الّذین یتسلّلون منکم لواذًا۔ (النور ع ۶) یعنی خداوند عالم اون لوگوں کے حال سے اچھا واقف ہے کہ جو لوگ تم میں سے (اے صحابۂ رسولؐ) نظر بچا کر اور نیچے کو گردن جھکا کر اور اپنا مونھ چھپا کر نکل جاتے تھے۔ (۴) اذ تصعدون ولا تلوون علٰی احدٍ والرّسول یدعوکم فی اخرٰکم۔ (آل عمران ع ۱۶) یعنی یاد کرو تم (اے صحابۂ رسولؐ) جبکہ تم بھاگ کر اونچی جگہوں پر چڑھے چلے جاتے تھے۔ کہ پیچھے کو مڑ کر بھی کسی کو نہ دیکھتے تھے۔ اور میرا رسولؐ تم کو پیچھے سے بلاتا تھا۔ کہ کہاں بھاگ چلے ہو واپس آؤ۔ (واقعۂ فرار کی مفصل کیفیت ہمارے رسالہ "البینہ" میں دیکھو)

زمانۂ خلفا میں [illegible]

جس جس لڑائی میں لشکر اسلام میں بھاگڑ پڑی ہے حضرات خلفا ثلٰثہ بھاگنے والوں سے دو قدم آگے ہی رہے ہیں۔ یہ ایسا واقعہ نہیں جو چھپانے سے چھپ سکے۔ ہر تاریخی کتاب کی باب میں ہنگامۂ معرکۂ قتال سے گریز پا ہونا لکھا ہے۔ چنانچہ

ہجرت اول غزوۂ بدر واقع ہوا ہے۔ حضرت عثمان تو شامل ہی نہیں ہوئے۔ شیخین باوجود حاضری بسبب خوف کفار میدان میں نہ آئے۔ (دیکھو حبیب السیر ومدارج النبوۃ) جنگ اُحد میں جب شیطان نے آواز دی کہ قد قتل محمداً یعنے محمد قتل ہو گئے۔ اسوقت شیطان پرست جماعت میں بھاگڑ پڑی۔ اکثر نے ارتداد پر کمر باندھی حضرت عثمان تو سیدھے لشکر کفار سے جا ملے۔ کیونکہ محتاج کسی کے سفارش کے نہ تھے اپنے ابن عم ابوسفیان سے قدیمی رشتہ تھا۔ تین روز وہیں رہے۔ البتہ شیخین ابن اُبی کے پاس حاضر ہوئے۔ کہ ابوسفیان سے اُنکی سفارش کر دے کہ اب یہ پھر کر تمہاری ملت میں آتے ہیں۔ انکو قتل نہ کرنا مسند امام احمد بن حنبل میں ہے۔ انّ الشیخین ھزما یوم احد ورجع عمر ینشف دموعہ ویسأل علیاً العفو فقال الست المنادی قتل محمداً فارجعوا الی ادیانکم فقال انما قال ابوبکر ثم نزلت انّ الّذین تولوا منکم یوم التقی الجمعان انما استزلھم الشیطان (ص۱۵۳) خاصہ خلاصہ یہہ ہے کہ جب حضرت میدان اُحد سے بعد فرار واپس آئے۔ تو روتے تھے اور حضرت علیؑ سے ملتمس تھے۔ کہ حضور معاف فرمائیے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کیوں جی آپکا یہی ایمان ہے کہ لشکر کی شکست سے گھبرا کر اسلام ترک کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ آپ ہی کا یہ قول نہ تھا۔ کہ محمد تو قتل ہو گئے ہیں اب قدیمی مذہب پر چلو جناب موصوف نے جواب دیا کہ میں نے تو یہہ ندا نہیں دی تھی۔ بلکہ ایسا تو حضرت اول نے کہا تھا۔ پس آیت مجیدہ انّ الّذین تولوا منکم الخ۔ انہی کے بارے میں نازل ہوئی۔ سورۃ آل عمران میں خدا فرماتا ہے۔ وما محمّد الّا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افائن مات اوقتل انقلبتم علٰے اعقابکم ومن ینقلب علٰی عقبیہ۔ یعنی محمد تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور رسولؐ بھی گذر چکے ہیں اگر یہ مر جائیں یا مارے جائیں تو کیا تم اولٹے

پاؤں کفر کی طرف لوٹ جاؤ گے۔ اس خبر واثق کی نامبردگان نے جنگ اُحد سے بھاگ کر تصدیق کر دی۔ اگر دو چار گھنٹہ اور بھی حضرت کے قتل ہونے کی خبر دبی رہتی تو یہ لوگ ضرور وہ گوشت کھا لیتے۔ جس کو کچھ عرصہ سے چھوڑ چکے تھے۔ (تفسیر کبیر جلد سوم صفحہ ۱۰۱ اور ازالۃ الخفا صفحہ ۱۰۸) اور تفسیر درمنثور جلد ۲ صفحہ ۸۸ وغیرہ وغیرہ میں ہے کہ حضرت عمر سے مروی ہے۔ کہ احد کے دن جب ہم نے فرار کیا اور لشکر اسلام نے ہزیمت کھائی تو میں بُزِ کوہی کی طرح اُچھلتا کودتا تھا۔ واہ رے شانِ صحابیت ×

قلع ایراد

بعضوں کا یہ خیال ہے کہ جن لوگوں نے جنگ احد میں فرار کیا تھا۔ اونکو خدا نے اس جرم کی معافی دیدی تھی۔ لیکن یہ خیال بوجوہات غلط ہے کیونکہ خداوند عالم فرماتا ہے۔ (۱) ام حسبتم ان تدخلوا الجنّۃ ولمّا یعلم اللّٰہ الّذین جاھدوا منکم ویعلم الصّابرین ۔ (آل عمران ع ۱۴) یعنے کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے قبل اس کے کہ خدا تمیز کر دے۔ کہ کون تم میں سے جہاد کرتا ہے۔ اور کون اُسپر صابر یعنی ثابت قدم رہتا ہے۔ ولنبلونکم حتّٰی نعلم المجاھدین منکم والصابرین ۵ (محمد ع ۴) یعنی ضرور ہم تمہاری آزمائش کریں گے۔ تاکہ معلوم ہو۔ کہ کون تم میں سے جہاد کرتا ہے۔ اور کون جہاد میں ثابت قدم رہتا ہے۔ ان آیات سے ثابت اور معلوم ہوا۔ کہ معیار دخول فی الجنت جہاد کرنا ہے۔ اور جہاد میں صبر و سکون ثابت قدمی سے کام لینا ہے۔ پس جو شخص جہاد میں ثابت قدم نرہا۔ اور مفرور ہوا وہ جنتی نہیں۔ جب مفرورین اُحد ثابت نہیں رہے تو حسب ضابطۂ قرآنی وہ جنتی نہیں۔ جب وہ جنتی نہیں تو اونکو جرم فرار سے معافی کیونکر مل سکتی ہے۔ (۲) دوسرا یہ کہ جب وہ ارتداد میں آگئے تھے چنانچہ مسند امام احمد بن حنبل کا ہم حوالہ دے چکے ہیں۔ کہ انہوں نے یہی ندا دی تھی۔ کہ

محمد تو وہی ہیں جو شہید ہو چکے۔ اب اے لوگو تم نے کیوں دیر کی ہے۔ جلدی کرو اپنے اگلے طریقہ پر لوٹ جاؤ۔ جس پر أفائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم کا مضمون صادق آتا ہے۔ تو ایسے لوگوں کی توبہ کب قبول ہو سکتی ہے۔ جو مرتد ملی ہیں جنہوں نے ملت اسلام سے ارتداد کیا اور ایسوں کو خدا کب جرم فرار کی معافی دیتا ہے۔ جنہوں نے اپنے اس ارتداد کی پوری شکل بعد وفات پیغمبرؐ دکھائی۔ جن پر حدیث حوض شاہد حال ہے۔

(۳) تیسرا اگر خداوند کریم نے انکو معافی دے دی تھی۔ تو پھر کیوں فرار ہو گئے اس قدر بھی سمجھ میں نہ آیا۔ کہ اُس روز تو ہم کو معافی مل رہی ہے۔ آج پھر نفاقی سینگ نکال رہے ہیں۔ بفرض محال جرم فرار سے ہی معافی ملی تھی۔ تو میں کہتا ہوں بڑے شرم کی بات ہے کہ ذرا بھر بھی خیال نہ کیا اور دوبارہ سہ بارہ چہار بارہ بلکہ ہر بارہ جہاد سے فرار دکنارہ اور جرم بھارہ کرتے رہے۔ کیا خدا سے ٹھٹھہ مخول ہی کرنا تھا۔ جنگ حنین سے انکا بھاگ نکلنا بایں الفاظ درج قرآن ہے ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین (التوبہ ع۴) یعنے جب حنین کے دن تعجب میں ڈالا تم کو تمہاری کثرت نے (چنانچہ حضرت ابوبکر صاحب نے مسلمانوں کی کثرت اور کفار کی قلت کو دیکھ کر کہا تھا۔ کہ آج ہم مغلوب نہ ہونگے) اور کچھ کفایت نہ کی تمہاری اُس کثرت نے اور تنگ ہو گئی تم پر زمین باوجود کشادہ ہونے کے۔ پھر تو پیٹھ پھیر کر ہی تم بھاگتے نظر آئے (دیکھو مزید ثبوت کے لئے روضۃ الصفا جلد دوم صفحہ ۱۵۳ سطر ۹ چھاپہ بمبئی) (۴) اسی طرح جنگ خندق میں عمرو بن عبدود کے مقابلہ سے اعراض کیا۔ (ایضاً صفحہ ۱۰۹) خیبر کے دن تو تین یوم متواتر حضرات شیخین مفرور ہوتے رہے ہیں۔ جبکہ حضور پُر نور محبوب ذات غفور روحی لہ الفداء نے یہ ارشاد فرمایا۔ لاعطین الرایۃ غدا رجلا کرارا

غیر فرار انّا یحب اللہ و رسولہ و یحبہ اللہ و رسولہ لا یرجع الّا یفتح اللہ علی یدیہ۔ یعنی۔ کل کے دن میں علم نصرت اُس جری حق کے ولی مولا علیؑ کو دونگا جو خدا اور رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسولؐ اُس کو دوست رکھتے ہیں کرار ہے اور غیر فرار ہے اور بغیر فتح کئے واپس نہ آئیگا۔ (صحیح بخاری) (ازالۃ الخفاء مقصد دوم صفحہ ۹۹ سطر ۲) اس حدیث کا صاف مطلب یہ ہے۔ کہ پہلے تین یوم تک نامرد لڑائی پر گئے۔ کل مرد جرار کو بھیجوں گا۔ پہلے جانے والے فرار تھے اب غیر فرار جائیگا۔ پہلے جو لوگ گئے تھے وہ خدا اور رسولؐ کو دوست نہ رکھتے تھے۔ نہ خدا اور رسولؐ اونکو دوست رکھتا تھا۔ کل ایسے شخص کو بھیجونگا جو خدا اور رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسولؐ اسکو دوست رکھتے ہیں۔ پہلے جو لوگ گئے تھے بغیر فتح کئے بھاگ آیا کرتے تھے کل اُس شخص کو بھیجوں گا جو بغیر فتح کئے ہرگز نہ لوٹے گا۔ چنانچہ یہ الفاظ سنکر بعضوں کے مونہہ پانی بھر آیا۔ قال عمر ابن الخطاب ما احببت الامارۃ الا یومئذ۔ یعنی سوائے اس روز کے مجھے کبھی امیر ہونے کی خواہش نہ ہوئی۔ (صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۹)

(۵) غزوہ تبوک سے تساہل کیا لشکر اُسامہ میں عدم شمولیت کیو جہ سے وہ تمغا لیا جو آج تک کسی کو نصیب نہ ہوا۔ جس کے زرین و بہتریں الفاظ یہ ہیں جہزوا جیش اُسامۃ لعن اللہ من تخلف عنہا۔ غرض جب ہمیشہ ہی معصیت اوامر الٰہیہ کے پابند رہے تو اُنکو کب معافی دیجا سکتی ہے۔ فافہم و تدبر و لا تکن من الجاہدین۔ (۶) اصل وجہ یہ تھی۔ کہ جب اُن فراریوں نے چلتے وقت یہ مشتہر کر دیا تھا۔ کہ محمدؐ ہو چکے ہیں جسکے سننے سے ملائکہ سماوات و ارضین و بعض صحابہ مخلصین و جناب امیر المومنینؑ و سیدۃ النساء العالمینؑ اور خود بادشاہ مرسلینؐ کو سخت قلق و اضطراب ہوا تو البتہ اس کی سزا یہ ہوسکتی تھی۔ کہ وہ خود کفار کے ہاتھوں قتل ہوجاتے۔

مگر خداوند حلیم وکریم نے بوجہ بعض مصالح اونکو اس قتل ہونے سے معافی دے دی تھی نہ یہ کہ جرم ہزیمت وفرار ہی بخش دیا تھا - چنانچہ قرآنی ضمیر اسی کی طرف عائد ہے کہ خداوند پاک اون لوگوں سے مخاطب ہوکر فرماتا ہے - ثُمَّ صَرَفَکُمْ عَنْهُمْ لِیَبْتَلِیَکُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنْکُمْ - (آل عمران ع ۱۶) یعنی پھر تم کو خدا نے اون (کفار) سے بچا رکھا تا کہ آزمائے تم کو اور البتہ معاف کیا (قتل ہونے سے) خدا نے تم کو - (۷) قال عز من قائلہ - اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْکُمْ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعَانِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّیْطَانُ بِبَعْضِ مَا کَسَبُوْا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ - آل عمران ع ۱۶) - یعنی تحقیق وہ لوگ کہ پیٹھ دے کر تم میں سے جہاد سے فرار کر گئے جس دن کہ آپس میں ملیں دو جماعتیں (مومنین وکفار کی اُحد کے دن لڑنے کو) بیشک اُن کو شیطان نے پھسلا دیا - بہ سبب اُس بعض فعل کے جس کو اُنہوں نے کیا - پس معاف کیا اونکو خدا نے کہ وہ مہربان بردبار ہے -

واضح ہو کہ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ معطوف اور اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّیْطَانُ معطوف علیہ ہے - چونکہ آیت میں "بِبَعْضِ مَا کَسَبُوْا" وارد ہوا ہے نہ بِمَا کَسَبُوْا تو معلوم ہوا کہ اُنکا بعض فعل ہی معاف ہوا ہے - جو اون سے بلغزش شیطانی وقوع میں آیا - اور وہ یہ تھا کہ مثیل شیطان ہوکر "قد قتل محمدًا" کی ندا دی تھی - اس ارتکاب کی وجہ سے وہ واجب القتل تھے - مگر اون کو معاف کیا - اونکا فعل کل جو فرار عن الجہاد ہے ہرگز معاف نہیں ہوا جس کا ذکر باین الفاظ اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْکُمْ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعَانِ علیحدہ ہو چکا ہے اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّیْطَانُ بِبَعْضِ مَا کَسَبُوْا اُنکا فعل ثانی ہے اور یہی معاف ہے یہ کوئی قرینہ نہیں کہ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اپنے معطوف علیہ کو چھوڑ کر "اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْکُمْ" پر جا پڑے (فَتَاَمَّلْ فَاِنَّهٗ دَقِیْقٌ" ماحصل یہ ہے کہ جو لوگ مومن کامل ہیں اونہی کی ہجرت

صحیح ہے جن کی ہجرت صحیح ہے وہی مجاہد فی سبیل اللہ ہیں۔ بعبارۃِ اُخرےٰ
جہاد وہی کرینگے۔ اور جہاد میں وہی ثابت قدم رہیں گے۔ جنہوں نے ہجرت محض
طلباً لمرضاۃ اللہ کی ہے۔ جن کی ہجرت اس نہج پر واقع ہوئی تو اصل ایمان
واسلام کامل واکمل بھی اونہی کا ہے۔ جنکی ہجرت بغرض نفسانیت ہوئی ہے
وہ کب مجاہد وصابر فی الجہاد ہو سکتے ہیں۔ خداوند عالم نے اس دوسری قسم کی
ہجرت کا ذکر یوں فرمایا ہے۔ ولاتکونوا کالذین خرجوا من دیارھم
بطرا ورئاء الناس ویصدون عن سبیل اللہ واللہ بما یعملون محیط۔
(پ ع) یعنے مت ہو تم اون لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے وطن کو محض پیٹ
بھرنے اور لوگوں کے دکھلانے کی غرض سے چھوڑا ہے اور راہ خدا سے تجاوز
کیا ہے خدا اُنکے عملوں پر احاطہ کئے ہوئے ہے کہاں ہیں وہ لوگ جو فقط
لفظ ہجرت کو سُن کر اپنے کپڑوں میں پھولے نہیں سماتے وہ یہ نہیں سمجھتے
کہ ایک ہجرت تو قرآن میں ایسی بھی ہے جس کی ذم کی گئی ہے۔ ہجرت وہی جو
فی سبیل اللہ ہو نہ کسی طمع ولالچ کیوجہ سے صحیح بخاری میں حضرت عمر صاحب سے
مروی ہے۔ انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی فمن
کانت ھجرتہ الی دنیا یصیبھا او الی امراۃ ینکحھا فھجرتہ الی ما ھاجر
الیہ یعنی سوائے اس کے نہیں کہ سب اعمال نیت پر موقوف ہیں اور ہر شخص
کے لئے وہی چیز ہے جس کی اوس نے نیت کی ہے۔ پس جس کی ہجرت دنیا کے لئے
ہے وہ اُسی کو پہنچیگا۔ اور جس کی ہجرت عورت کے لئے ہے۔ وہ اُس سے نکاح
کرے گا۔ ہجرت ہر شخص کی اُسی چیز کے لئے ہے جس کے واسطے اوس نے ہجرت کی ہے
(صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۲) اس قول سے بخوبی درجہ ثابت ہوا کہ بعض اشخاص
کی ہجرت محض رغبت دنیا ومحبت زن واطفال میں ہوئی ہے۔ ہم شاہ صاحب سے
بدل مشتاق ہیں۔ کہ براہ مہربانی وہ ہم کو یہ فرما دیں کہ وہ کون صاحبان تھے۔
جنہوں نے اغراض شخصیہ ومفاد دنیویہ کی خاطر ہجرت کی تھی اصل مقصود اُنکا

پیٹ بھرنا اور لوگوں میں نام پانا ہی تھا۔ کیونکہ وہ سنا کرتے تھے کہ ایک دن اسلام کو خاص عروج و ترقی حاصل ہوگی۔ اور ہماری پانچوں انگلیاں گھی میں ہونگی۔ اسی لئے تو بعد اسلام کفر و ارتداد ہی اختیار کر لیا۔ (وکفروا بعد اسلامھم وھموا بما لم ینالوا) التوبہ ع۱۰۔ خانوادہ رسالت کی حرمت کو پیچھے پھینک کر خود ہی والیٔ ملک بن بیٹھے۔ آخر شاہ صاحب ایک دو کا نام تو ہم کو بتلا دیتے کہ آیا وہ تھے کون جن پر آیت ولا تکونوا کالذین خرجوا کا مضمون صادق آتا ہے۔ اور جن پر قول حضرت عمر کا شاہد عادل ہے ہم تو اس رنگ کا انسان خود راوی اور اُس کے امثال و اشباہ کو سمجھے ہوئے ہیں (فقاتلھم اللہ انّی یوفکون)

شانِ مرتضوی

جو آیت ہجرت ایمانی کے بیان میں وارد ہوئی ہے۔ اُسکی پہلی شق الذین امنوا ہے۔ پس اس ضمیر پُر تنویر کے اصل مرجع جناب امیرؑ وصی بشیر و نذیرؐ ہی ہیں کیونکہ یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ چکی ہے۔ کہ قرآن میں جہاں جہاں ایمان والوں یا ایمان لانے والوں سے خطاب رب الارباب ہوا ہے تو اُس کا حقیقی اطلاق جناب امیرؑ کی ذات اقدس و منیر پر ہے۔ چنانچہ علامہ ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں عبد اللہ بن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں۔ قال ما انزل اللہ یا ایھا الذین امنوا الا علی امیرھا وشریفھا ولقد عاتب اللہ لاصحاب محمدؐ فی غیر مکان وما ذکر علیاً الا بالخیر۔ یعنی جس آیت میں اللہ تعالٰے نے لوگوں کو یا ایھا الذین امنوا سے مخاطب کیا ہے۔ اس خطاب کے امیر و شریف علی ابن طالب علیہ السلام ہیں گو خدا نے بعض جگہ اصحاب رسول پر عتاب بھی کیا ہے۔ مگر علیؑ کا ذکر جہاں کیا ہے خیر کے ساتھ کیا ہے۔ ابوبکر ابن مردویہ نے اپنی کتاب مناقب میں حضرت حذیفہ سے روایت کی ہے۔ کہ قرآن مجید کی کسی آیت میں یا ایھا الذین امنوا نازل نہیں ہوا مگر علیؑ اس کے لب لباب و خلاصہ و خالص ہیں۔ ثعلبی نے حلیۃ العرائس میں جناب سلمان علیہ الرحمۃ والرضوان سے نقل کیا ہے۔ کہ نہیں کوئی آیت

قرآن میں جس کا شروع یا ایّھا الذین امنوا سے ہے مگر علیؑ ابن ابیطالب امیرؑ اسکے ہیں قائد اس کے ہیں شریف و سرخیل اُس کے ہیں۔ اور نہیں کوئی آیت قرآن میں جو سائق ہو طرف جنت کے مگر یہ کہ وہ حق میں نبیؐ و ائمہ اور پیروان ائمہؑ کے نازل ہوئی ہے اور نہیں کوئی سورت جو کھینچنے والی ہو طرف دوزخ کے مگر یہ کہ اُس کا نزول حق میں مخالفان و دشمنان محمدؐ و آل محمدؐ کے ہوا ہے۔ (انوار الحق صـ۱۱۱)

پس نتیجہ صاف نکل آیا۔ کہ جہاں جہاں قرآن میں الذین امنوا وارد ہوا ہے۔ اوس کے اصلی و حقیقی مشارٌ الیہم ائمہؑ ہی ہیں۔ نہیں نہیں بلکہ انکی ذات بابرکات پر اگر یہ اطلاق ہو کہ یہ عین ایمان و ایمان کل ہیں۔ تو بہت ہی بجا و درست و موافق مقصود خدا اور رسولؐ ہوگا۔ ہمارے اس بیان کی تصدیق اس سے ہوتی ہے۔ کہ جب جناب امیرؑ نے عمر عبدود سے لڑنے کے لئے میدان میں جانے کا عزم کیا تو فرمایا رسول اللہؐ نے برز الایمان کلہ الی الکفر کلہ یعنی کل ایمان جاتا ہے کل کفر کی طرف (سوانح عمری جناب امیرؑ)

نیز جناب مخبرِ صادق علیہ السلام نے فرمایا لو ان ایمان اہل السموات والارض وضع فی کفتہ و وضع ایمان علی فی کفتہ فرجح ایمان علیؑ ابن ابیطالب۔ یعنی اگر آسمانوں و زمینوں کے رہنے والوں کے ایمان کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جاوے اور علیؑ کا ایمان دوسرے پلڑے میں رکھکر دونوں کو تولا جاوے۔ تو علیؑ ابن ابیطالب کا ایمان ہی سب سے بھاری ہوگا۔
(اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَ الْعَظَمَۃُ لِلّٰہِ) (مودۃ القربیٰ)

(۲) الذین امنوا کی صفت میں جب کامل نکلے تو اب دوسری شق (ھاجروا) کو لیجئے۔ اس کا اطلاق بھی جناب امیرؑ کی ذات پاک پر حاوی ہے کہ آپکی اعلےٰ درجہ کی اور مخصوص ہجرت تھی۔ ایک تو اس صورت میں کہ آپکی ہجرت الی اللہ ورسولہ ہے۔ (کما بیّنّاہ سابقاً) دوسرا یہ آپکی ہجرت رسول اللہؐ کی ہجرت کی تکمیل کرنے والی ہے۔ کہ آنحضرتؐ تو پردۂ شب میں مکہ سے نکل آئے مگر

امانات قریش جو ذمہ رسولؐ اللہ تھیں جن کی عدم ادائگی میں کتنا ایک نقص تھا
وہ کس نے ادا کیں۔ اہل و عیال متعلقین رسولؐ اللہ کو ہمراہ لے کر روز روشن میں
مکہ سے کون رخصت ہوا۔ کہ سب کو مکہ سے رحلت رسولؐ کا یقین واثق ہو گیا۔ کس کے
منتظر و مشتاق فخر آفاق بیرون مدینہ مقیم تھے یہ جناب امیرؑ ہی تھے۔ کہ جس وقت
رسولؐ خدا کی خدمت میں پہنچے تو آپ شادان و فرحان سب اہل و عیال کو لے کر
داخل مدینہ ہوئے۔ بدون ہجرت مرتضویؑ ہجرت مصطفویؐ معطل تھی اب
جناب ولی اللہ الاعظم۔ اسد اللہ الافخم شہنشاہ عرب و عجم کے پہنچنے سے کامل
ہو گئی۔ خلاصہ یہ کہ ہجرت علیؑ ہجرت نبیؐ ہے۔ تو "ھاجروا" کا مصداق ان سے
زیادہ اور کون ہو سکتا ہے۔ (علیہ الصلوٰۃ والسلام روحی لہ الفداء)
(۳) جب ایمان بھی کامل تو تیسری شق "وجاھدوا فی سبیل اللہ" میں کیونکر
کمال در کمال حاصل ہو گا۔ کیونکہ یہ پہلے ثابت کیا جا چکا ہے۔ کہ جس شخص کا
ایمان کامل ہو گا۔ اُسی کی ہجرت کامل ہے۔ اور جس کی ہجرت کامل ہے۔ وہی مجاہد
اور صابر فی الجہاد ہے۔ اصل معیار دخول فی الجنت و موجب تکمیل ایمان اور
ایمانداری کی مسلمہ کسوٹی جہاد فی سبیل اللہ ہی ہے کیونکہ خداوند عالم فرماتا ہے۔
ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم
ویعلم الصابرین۔ (آل عمران ع ۱۴) یعنے کیا تم لوگ یہ گمان کرتے ہو کہ داخل جنت
ہو جاؤ گے اور حالت یہ ہے۔ کہ ابھی تو خدائے تعالےٰ نے یہ بات ظاہر ہی نہیں
کی کہ تم میں سے کون کون جہاد کرنے والا اور جہاد میں صابر یعنی ثابت قدم
رہنے والا ہے۔ اس سے ظاہر و باہر ہے۔ کہ جنت تو ایمان پر منحصر ہے اور
ایمان جہاد پر۔ اور جہاد کا حال مشاہدات و غزوات سے معلوم ہوتا ہے۔
سب کو چھوڑ کر صرف واقعہ جنگ اُحد کو لیا جاتا ہے۔ کہ اس لڑائی میں جب
ستر مسلمان اسلامی لشکر سے قتل ہو چکے۔ تو باقی صحابہ نے راہ فرار اختیار کی
جس میں بڑے بڑے یار غار عشرہ مبشرہ اور فاتحان روم و شام تک بھی شامل تھے

وکھا کر ثم ولیتم مدبرین کے مصداق بن گئے حالانکہ قرآنی ارشاد یہ ہے کہ جو شخص بلا وجہ جہاد سے پشت پھیرے وہ کافر ہے۔ اس عبارت سے اس زمانہ کے مسلمانوں کے ایمان پر صاف روشنی پڑتی ہے۔ سوائے جناب امیرؑ کے جو تن واحد دست بقبضہ ایسے نازک وقت میں رسول خداؐ کی نصرت کرتے تھے اور اپنے ایمان کو ایسا قائم رکھا کہ آخر فتح کے ڈنکے بجا کر واپس ہوئے۔ اسی کفر و ایمان کی مثال پر خود شیر ذوالجلال کا قول سند بر زر ہے۔ کہ جب آپ کفار کو پس پا کر کے خدمت رسولؐ مقبول میں مظفر و منصور حاضر ہوئے۔ تو فرمایا آنحضرتؐ نے یا علیؑ تم بھی سب کے ساتھ کیوں نہ چلے گئے۔ جس کے جواب میں جناب نے صاف طور پر عرض کیا۔ یا رسول اللہ ءاکفر بعد الایمان۔ یعنے میں تو ایمان لا چکا ہوں جنگ سے بھاگنا کفر ہے۔ پھر میں کیونکر کفر کرتا جو بھاگ جاتا۔ (روحی لہ الفدا)

یہ ہے ایمان کامل و جہاد فی سبیل اللہ جس کی توصیف کتاب اللہ میں موجود ہے۔ قال عز من قائلہ۔ اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن آمن باللہ والیوم الآخر وجاھد فی سبیل اللہ لا یستوون عند اللہ واللہ لا یھدی القوم الظلمین۔ (التوبہ ۳) یعنے کیا حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد الحرام کی تعمیر کو تم نے اس شخص کی مانند قرار دیدیا ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لایا ہو خدا کی راہ میں جہاد کیا ہو۔ خدا کے نزدیک تو ان میں کوئی مساوات نہیں۔ اور خداوند عالم ظالم قوم کو ہدایت نہیں کرتا۔

(۱) ابو حاتم (۲) ابو شیخ (۳) عبد الرزاق (۴) ابن شیبہ (۵) ابن جریر (۶) ابن مندہ (۷) ثعلبی (۸) واحدی (۹) قرطبی (۱۰) ابن اثیر (۱۱) نسائی (۱۲) سیوطی (۱۳) حسینی (۱۴) ابو نعیم۔ جملہ کس نے باتفاق اپنی اپنی تصانیف میں اس آیت کا شان نزول اس طرح لکھا ہے۔ کہ ایک روز مسجد میں لوگ جمع تھے عباسؓ بن عبد المطلبؓ سلسلہ فخریہ کہا کہ میں حاجیوں کو پانی پلاتا

ہوں طلحہ ابن ابی شیبہ گویا ہوا کہ خانہ کعبہ کی کنجی میرے پاس ہے - اگر چاہوں تو اُس میں قیام کروں جناب امیرؑ نے فرمایا کہ میں وہ شخص ہوں کہ تم سے پہلے ایمان لایا - خدا کی راہ میں جہاد کیا اور تمہاری گردنوں پر سے تلوار نہیں اُٹھائی جبتک کہ تم ایمان نہیں لائے - اُسیوقت یہ آیت نازل ہوئی جس میں لفظ بلفظ قول جناب امیرؑ کی تصدیق کی گئی ہے - (انوار الحق ۱۱۳)

حج

حضرۃ عباسؓ نے جو پانی پلانے کا فخر کیا تو یہ بمقابلہ جناب کے کچھ وقعت نہ رکھتا تھا - کیونکہ یہ آب مجاز کے پلانے والوں سے تھے اور جناب امیرؑ اُس آب کوثر کے ساقی ہیں - کہ جو شخص اُسکو ایک مرتبہ پیئے گا - پھر کبھی پیاسہ نہ ہوگا - ابن شیبہ کا دعوٰے بھی کہ میں کلید بردار کعبہ ہوں درست نہ تھا - کیونکہ جس کی ولادت عین کعبہ کے اندر ہوئی ہو - اُس کے آگے ایک خادم کی کیا عزت ہوسکتی ہے - اسی لئے تو خداوند عالم نے اون دونوں کے قول کی تردید فرما کر فضیلت مرتضویؑ کو بمزید دلائل اُنپر ثابت کیا - (اللھم اجعلنا من شیعتہٖ)

آمدم بر سر مطلب

بیانات صدر سے ثابت ہوا کہ ہر قسم کی سبقت جناب امیرؑ کے حصّہ میں ہے مثلاً سبقت الی الایمان - سبقت الی الھجرۃ - سبقت الی الجھاد - پس الّذین امنوا و ھاجروا وجاھدوا کے اصلاً و حقیقۃً مصداق جناب امیر علیہ السّلام ہیں اور والسّابقون الاوّلون الخ سے ایک خاص مرکز فضیلت مرتضوی کا مستشہد ہے - والسّابقون السّابقون الخ سے تو قصر علوی کا محکم بنیاد ہے - اس کی تصریح حدیث صحیح میں بھی ہوچکی ہے چنانچہ صواعق محرقہ میں ہے - قال النّبیؐ صلعم السبق ثلاثۃ فالسّابق الی موسی یوشع بن نون و السّابق الی عیسٰی صاحب یٰس والسّابق الی محمّدؐ علی ابن ابیطالب یعنے فرمایا نبی کریم صلعم نے کہ سبقت کرنے والے تین شخص ہیں ایک یوشع بن نون

جس نے موسےؑ کی تصدیق میں سبقت کی۔ دوسرے شمعونؑ جس نے عیسےؑ کی تصدیق میں سبقت کی۔ تیسرے علیؑ ابن ابیطالب کہ محمدؐ مصطفےؐ کی تصدیق میں سبقت کی۔ چونکہ ہر پیغمبر کا جانشین برحق وہی ہوا کرتا ہے۔ جو اوس پیغمبر کی تصدیق میں سابق ہو چنانچہ یوشع بن نون و حضرت شمعونؑ نے اپنے اپنے عہد کے پیغمبر کی تصدیق فرمائی۔ اسی لئے آنحضرتؐ نے اس اُمت میں سابق التصدیق جناب صدیق نعم الرفیق حضرۃ علیؑ کو بالتحقیق مقرر فرمایا۔ کیونکہ جناب نے پہلے پہلے حضور نبوی علیہ السّلام کی نبوت اور خدا کی وحدانیت کی تصدیق کی تھی۔ دوسری حدیث میں بعد یوشع بن نون و حضرت شمعونؑ اپنے وصی فخر ہارونؑ کو درجہ صدیق ہونے کا مرحمت کیا۔ ساتھ یہ بھی فرمایا وھو افضلھما یعنی یہ اون دونوں سے افضل ہے۔ ان تینوں کو لفظ صدیق سے مخصوص کرنے کی یہی وجہ ہے۔ کہ انہوں نے پہلے پہلے اپنے وقت کے رسولؐ کی صداقت کی تصدیق کی (حلیۃ الاولیاء) اسی تنصیص کی غرض سے خود جناب علی علیہ السلام نے اپنے واسطے حجت قائم کردی انا عبد اللہ واخو رسول اللہؐ وانا صدیق الاکبر وفاروق الاعظم لا یقولھا بعدی الا کاذبؐ یعنی میں بندہ خدا و برادر مصطفےؐ ہوں اور صدیق اکبر و فاروق اعظم میرے سوا اگر کوئی غیر اس کا دعوے کریگا۔ تو وہ کاذب ہے (خصائص نسائی)

صواعق محرقہ میں و تاریخ الخلفاء سیوطی میں ہے۔ کہ دو شنبہ کے دن ظہر کے وقت جناب رسول اللہؐ مبعوث برسالت ہوئے اور سہ شنبہ کے دن علی الصبح جناب امیرؑ مشرف باسلام ہوئے یعنے جس طرح عورتوں میں سبقت اسلام جناب خدیجۃ الکبرٰے کا حق ہے۔ اسی طرح مردوں میں یہ شرف جناب امیرؑ کے حصہ میں مخصوص ہے۔ جناب عبد اللہؓ بن عباس سے منقول ہے۔ کہ فرمایا سرور کائنات علیہ الصّلوٰۃ والتحیات نے کہ اوائل اسلام

میں سات برس تک فرشتے صرف محمد پر اور علیؑ پر صلوٰۃ پڑھتے رہے۔ کیونکہ
اُس وقت تک سوائے میرے اور علیؑ کے دیگر کسی کی زبان سے کلمۂ شہادت
لا الٰہ الا اللہ کی آواز آسمان کی طرف نہیں بلند ہوئی تھی۔ اس بات کا ثبوت
خود قرآن میں موجود ہے یہہ مسلمات سے ہے کہ سورت مزمل کا نزول قریب
العہد بعثت ہے۔ کہ جب غار حرا میں اول ہی اول حضرت نے جبرئیلؑ کو
بہ ہیئت اصلیہ دیکھا تو آپ پر خوف خدا طاری ہوگیا۔ یہانتک کہ تمام
اعضا میں لرزہ ساری ہوگیا۔ گھر میں آکر آپنے فرمایا زملونی زملونی
یعنے مجھے چادر اُڑھادو چنانچہ جناب خدیجۃ الکبریٰ نے آپکو چادر اُڑھائی
اسی حالت میں یہہ سورت مبارکہ نازل ہوئی۔ یا ایہا المزمل اسی سورت
میں خداوند عالم فرماتا ہے۔ ان ربک یعلم انک تقوم ادنیٰ من
ثلثی اللیل ونصفہ وثلثہ وطائفۃ من الذین معک ۔ (المزمل ع۲)
یعنے البتہ رب تیرا جانتا ہے۔ کہ اُٹھتا ہے تو کبھی ۲/۳ رات گذرے کبھی
آدھی رات گذرے اور کبھی ۱/۳ رات باقی رہے اور چند آدمی تیرے
ساتھ ہوتے ہیں۔ کہاں ہیں وہ مبصر سیاق عبارت پر غور کریں۔ جس
حالت میں کہ سات برس تک کلمۂ شہادت کا اقرار کرنے والا بجز دو تین
نفوس قدسیہ کے اور کوئی نہ تھا پھر وہ کون طائفہ تھا جو اس وقت عبادت
خدا میں رسول اللہؐ کا شریک رہتا تھا۔ یہاں پہنچکر ضرور ماننا پڑے گا۔
کہ وہ من الذین معک کے مصداق جناب خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت
علی المرتضیٰؑ وجناب ابوطالب علیہم السلام ہی تھے۔ جو ایمان لاچکے تھے۔
من الذین معک پر محمد رسول اللہ والذین معہ کا عطف جنس
ہے پس وہ عقدہ بھی ایمانداروں کو کھلا نظر آتا ہے۔ اسی طرح واتبعوا
النور الذی انزل معہ۔ (اعراف ۱۹۶) بھی اسی سے تعلق تام رکھتا
ہے نیز لکن الرسول والذین امنوا معہ جاھدوا باموالھم و

انفسھم الخ (توبہ ع۱۱) اس سے منضبط ہے۔ (وسیاتی بیانہ بالتفصیل فی مقامہ)

اسی ضمن میں سورہ مدثر کا شان نزول بھی قابل توجہ ہے۔ کہ بعد اسی واقعہ او لے کے آنحضرت ختمی مرتبت روحی لہ الفدا نے پھر کسی صحرا میں ایک آواز سُنی اوپر دیکھا تو جبرئیل مابین زمین و آسمان ایک کرسی پر بیٹھے نظر آئے۔ اس مشاہدے سے بھی حضرت متاثر ہوئے۔ بیت الشرف میں پہنچکر فرمایا دثرونی دثرونی یعنے کپڑا اڑا دو گویا یہ سورہ مثل سورہ مزمل کے قریب تر بزمانہ بعثت تھا۔ اسی سورہ مدثر میں آگے چل کر ہے ویزداد الذین امنوا ایمانا۔ (المدثر ع۱) یعنے زیادہ ہوئے ایمان والے اپنے ایمان میں برائے خدا یہ کون سے ایمان والوں کی طرف اشارہ ہے جبکہ قول نبوی ہے سات برس تک ایمان کے وجود سے ایسا میدان خالی تھا۔ کہ لا الہ الا اللہ کی اواز بھی نہیں سُنی جاتی تھی۔ بجز اس کے کہ وہ حضرت علی المرتضےٰ اور جناب ابو طالبؑ اور جناب خدیجۃ الکبریٰ تھیں (فافہم وتفکر) پیغمبر ہو یا وصی پیغمبر وہ مومن ازلی ہوتا ہے۔ کبھی بت کو سجدہ نہیں کرتا۔ یہی حال نیک مآل فرخندہ فال خوب خصال علیؑ شیر ذوالجلال با کمال کا ہے۔ کہ پیدائشی طاہر و معصوم تھے اور طاہر و مطہر وہی ہے۔ جو کبھی نجس نہ ہوا ہو جس نے بحکم نص قطعی (انما المشرکون نجس) خدا کی ذات میں شرک کیا تو وہ نجس ہے۔ جیسے کہ بعض حضرات کہ چالیس چالیس برس تک مشرک رہے اور بتوں کو سجدہ کرکے اپنے نفسوں پر اور خدا پر ظلم کیا۔ جس کی وجہ سے بمفاد آیت (لا ینال عہدی الظلمین) قابل عہد امامت نہ رہے۔ جناب امیرؑ حسب گواہی یگانہ و بیگانہ قدیم الاسلام ہیں۔ انہ لم یعبد الاوثان قط لصغرہ۔ یعنی حضرت امیرؑ نے کبھی بُت کا سجدہ نہ کیا۔ وہ صغر سنی میں ہی کامل الایمان تھے۔ (تاریخ الخلفا۔ صواعق محرقہ)

یہی وجہ تھی کہ خدا نے انکو قرآن میں لسان صدق فرمایا۔ وجعلنا لھم لسانا صدق علیا۔ (مریم ع۳) (حلیۃ العرائس)

جب اپنا مونہہ اوروں کی طرح بتوں کے آگے نہیں جھکایا۔ تو اسی لئے آپ کے چہرۂ نورانی پر برکت وکرامت ربانی ہے مخالف بھی کرم اللہ وجہہ کہہ رہے ہیں۔ اور پیغمبرؐ نے یہ تمغا مبارک عنایت فرمایا۔ کہ النظر الی وجہ علیؑ عبادۃ (ازالۃ الخفا صفحہ ۲۹۳ ومودۃ القربیٰ صفحہ ۱۳) بخلاف دوسروں کے کہ ان کو یہ شرف حاصل نہ تھا۔ فقال ابوبکر انی لما سجد لصنم قط فغضب عمر ابن الخطاب وقال تقول انی لما سجد لصنم قط وقد کنت فی الجاھلیۃ کذا وکذا یعنی فرمایا جناب اول نے کہ میں نے کبھی بت کو سجدہ نہ کیا پس ثانی صاحب غصہ میں آکر بولے واہ جی یہ جھوٹ حالانکہ ایام جاہلیت میں تم سے ایسے فعل ہوا کرتے تھے (دیکھو قسطلانی جلد ۲ صفحہ ۱۵۲)

ازالۂ توھمات

اگر جناب امیرؑ کی طفولیت کا ایمان واسلام محققانہ قابل اعتبار نہیں (جیسا) اکثر بے بصیرت یہی اعتراض کیا کرتے ہیں۔ کہ جب حضرت علیؑ مشرف باسلام ہوئے تو یہ سن طفلگی اور بچپن کی ہے۔ جس میں اسلام وکفر۔ ایمان وشرک صدق وکذب۔ حقیقت ومجاز۔ ہدایت وضلالت کا پورا پورا امتیاز نہیں ہو سکتا محض دیکھا دیکھی اور سنی سنائی ہے۔ نہ تحقیق وتعرف تو اس لحاظ سے اصلاً وحقیقۃً سبقت الی الایمان کی فضیلت حضرت ابوبکر کے حصہ میں ہے کہ وہ نبیؐ کو جان پہچان کر ایمان لائے) تو پھر جناب یحییٰؑ وجناب عیسےٰ علیہما السلام کی نبوت بھی قابل اعتبار و محققانہ نہ ہوگی۔ کتاب مقدس سے اس عقیدہ باطلہ کی پوری مذمت ہوتی ہے۔ قال عز من قائلہ یا یحییٰ خذ الکتاب بقوۃ واتیناہ الحکم صبیا۔ وحنانا من لدنا وزکوٰۃ وکان تقیا۔ وبرا بوالدیہ ولم یکن جبارا عصیا۔

(مریم ع۱) یعنے اسے یحیٰے کتاب توراۃ کو خوب مضبوطی سے لئے رہنا۔ اور
ابھی وہ لڑکے ہی تھے کہ ہم نے اپنے فضل سے انکو پیغمبری اور رحمدلی اور پاک
طبیعتی عطا فرمائی۔ اور اس کے علاوہ پرہیزگار اور اپنے والدین کے خدمت
گذار بھی تھے۔ اور سخت گیر و خود سر نہ تھے۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے قصہ میں
فرمایا۔ قالوا کیف نکلم من کان فی المھد صبیا قال انی عبد اللہ
اتانی الکتاب وجعلنی نبیا وجعلنی مبارکاً این ما کنت واوصانی
بالصلوٰۃ والزکواۃ مادمت حیا۔ وبرا بوالدتی ولم یجعلنی جبارا
شقیا۔ والسلام علیّ یوم ولدت و یوم اموت و یوم ابعث حیا۔
(مریم ع۱) یعنے وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم گود کے بچے سے کیسے باتیں کریں
اس پر وہ بول اٹھا۔ کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اُسنے مجھکو کتاب (انجیل)
دی ہے اور پیغمبری عنایت فرمائی۔ کہیں بھی رہوں مجھکو بابرکت کیا۔ اور
مجھکو حکم دیا کہ جبتک زندہ رہوں نماز پڑھوں۔ زکواۃ دوں نیز مجھکو اپنی
ماں کا خدمت گذار بنایا۔ سخت گیر و بدراہ نہ کیا۔ مجھپر خدا کی سلامتی ہے
جسدن کہ میں پیدا ہوا اور جس دن کہ میں مرونگا۔ اور جس دن کہ دوبارہ
زندہ اٹھا کر کھڑا کیا جاؤنگا۔ معالم التنزیل صفحہ ۵۰۰ پر امام بغوی جناب
حضرۃ خلیل کے لئے لکھتے ہیں۔ ولقد اتینا ابراھیم رشدہ من قبل ای
ھداہ من قبل البلوغ کما قال اللہ تعالیٰ لیحیی واتیناہ الحکم صبیا۔
(مریم ع۱) پس جناب یحیٰے و حضرت عیسےٰ و خلیل اللہ علیہم السلام کا قبل
بلوغت نبوت و رسالت پر ہونا قرآن کریم سے ثابت ہو چکا۔ جب شیرخوار
بچے اور چھوٹی عمر کے صاحبزادے کو نبوت و رسالت و خلت مل سکتی ہے۔ تو
جناب امیرؑ کے دس سالہ عمر کے ایمان پر کیوں اعتراض ہے۔ بلکہ اس سے تو
جناب امیرؑ کی کمال فضیلت کا کافی ثبوت ہے۔ کہ آپ ایسے سن میں اسلام
سے مشرف ہوئے۔ کہ جس میں عموماً لڑکوں کی طبیعت لہو و لعب کی طرف

مائل ہوا کرتی ہے۔ توحید کے غوامض و اسرار تک پہنچنا اور منشاء و مدرک
نبوت کے مطابق عمل کرنا۔ معاد و معاش کی حقیقت کو سمجھنا انکے عقول سے
خارج ہوتا ہے پس ایسے سن میں آپکا اسلام سے مشرف ہونا صاف اسپر دال
ہے۔ کہ آپ عہد طفولیت میں عقل خداداد کے ذریعہ رفیعہ اور وسیلہ جلیلہ
سے ایسے امور کے عمق کو پہنچ گئے جن کے سمجھنے سے بڑے بڑے مشائخ قریش
کی عقلیں دنگ تھیں۔ (ارجح المطالب صفحہ ۴۶)

معمر و پیر فرتوت مشیخت پناہ۔ باوجود ایمان لانے کے اور مدت العمر صحبت
رسولؐ میں رہنے سے بھی بسا اوقات شاکی فی النبوت ہوئے۔ چنانچہ ایک
صاحب کی زبانی صلح حدیبیہ کی کہانی اس طرح درج کتب ہے۔ ما شککت
منذ اسلمت الا یومئذ۔ یعنے جب سے میں مسلمان ہوا ہوں مجھے ایسا
شک کبھی نہیں ہوا جو آج ہوا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کو ہمیشہ
ہی سے یہ مرض نامراد لاحق تھا۔ اوپر نیچے دونوں طرف سے مفلوج تھے۔
(معالم التنزیل بغوی صـ۳۲ و سیرۃ الحلبیہ جلد ۳ صـ۲۷ و سیرۃ المحمدیہ صـ۲۹۹)

علاوہ ازیں ہر جنگ و جہاد میں نبیؐ جی کی ذات کو تنہا مصیبت میں چھوڑ کر
خود کولے اُڑے۔ مرض النبیؐ کے وقت جناب بحق ناطق پر تہمت ہذیان لگائی۔
عالیجناب کو بستر مرگ پر چھوڑ کر نورانی ومقدس چہرہ سے موہنہ موڑ کر حدود
شرع کو توڑ کر دنگل سقیفہ بنی ساعدہ میں جا نکلے۔ کیا ہی انکا محققانہ ایمان
تھا۔ اور یہی انکی سبقت الی الاسلام تھی۔ اگر نبیؐ کو جان پہچان کر ایمان
لائے ہوتے تو ایسا ہرگز نہ کرتے۔ نبیؐ انکے حق میں یوں فرماتے۔ الشرک فیکم
اخفیٰ من دبیب النمل۔ (حیاۃ الحیوان ادب المفرد۔ در منثور ازالۃ الخفا)

توجیہ وجیہہ

جناب امیر علیہ السلام اگر خود بخود ہی مشرف
باسلام ہو گئے تھے۔ تو یہ تائید حق تھی اور
آپکی فضیلت مطلقہ تامہ کلیہ کی دلیل بین ہے

کہ مثل انبیاء علیہم السلام اون میں بھی قوتِ روحانیہ و طاقتِ نورانیہ قدرت نے ودیعت کی تھی۔ کہ حقائق و معارفِ اسلام کو خود بخود بلا واسطہ سمجھ کر مؤمن و موحد کامل ہو کر قیامت تک امیر المؤمنین و امام المتقین و یعسوب الدین کے مرغوب و محبوب القاب و خطاب کے مصداق ہوئے۔ اگر بواسطہ دعوت رسول قرین السعادت و قریب الشرف ہوئے تو یہ اُس سے بھی ارجح ہے۔ کیونکہ پیغمبر حکم خدا پیغمبر کسی کو دعوت اسلام نہیں کرتے تھے۔ پس خدا و رسول کے نزدیک ضروری ذی قدر و مکلف شرعی تھے۔ جس کی وجہ سے بواسطہ تلقین و تعلیم رسول سابق الی الاسلام ہوئے۔

امام احمد بن حنبل اور امام نسائی اور علامہ ابن جریر طبری وغیرہ حضرت عفیف کندی سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ایام جاہلیت میں ایک دفعہ میں شہر مکہ میں گیا اور جا کر حضرت عباس بن عبد المطلب کے پاس ٹھہرا۔ جب آفتاب بلند ہوا اور وسط آسمان سے ڈھلا۔ تو میں کعبہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ کہ اتنے میں ایک نوجوان نے آگے بڑھکر آسمان کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھا۔ اور قبلہ کی طرف بڑھا۔ اور قبلہ کی طرف مونہہ کر کے کھڑا ہو گیا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد ایک لڑکا آیا اور اُس جوان کے دہنے بازو پر کھڑا ہو گیا۔ پھر ایک عورت آئی وہ اون دونوں کے پیچھے کھڑی ہو گئی۔ پھر اُس جوان نے رکوع کیا۔ اُس لڑکے اور عورت نے بھی اس کے ساتھ رکوع کیا۔ پھر جوان نے رکوع سے سر اُٹھایا تو ان دونوں نے بھی رکوع سے سر اُٹھایا۔ پھر اُسنے سجدہ کیا۔ اون دونوں نے بھی سجدہ کیا میں نے حضرت عباسؓ سے کہا یہ ایک انوکھی بات ہے وہ کہنے لگے تو جانتا ہے کہ یہ جوان کون ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ وہ کہنے لگے یہ حضرت محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب میرے بھائی کا بیٹا ہے۔ اور تجھے یہ بھی معلوم ہے کہ یہ لڑکا کون ہے۔ میں نے کہا نہیں کہنے لگے یہ علی ابن ابیطالب میرا بھتیجا ہے۔ اور یہ جانتے ہو۔ کہ یہ عورت کون ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ عباسؓ کہنے لگے

یہ خدیجہؓ بنت خویلد میرے بھتیجے محمدؐ کی بیوی ہے۔ اس نوجوان نے مجھے بتایا ہے۔ کہ میرا پروردگار وہ ہے۔ جو زمین و آسمان کا مالک ہے اور یہی اس کا دین ہے۔ تمام زمین پر ان تینوں شخصوں کے سوا کوئی دوسرا اس دین پر نہیں ہے۔ جناب عباسؓ کے قول سے ثابت ہوتا ہے کہ ہنوز حضرت ابوبکر اسلام نہیں لائے تھے۔ اور جناب امیر علیہ السّلام سابق الاسلام ہیں پس انکو اُنپر فضیلت ہوئی (روحی لہ الفدا) (سوانح عمری حضرت علیؑ ص۲۴)

دیلمی فردوس الاخبار میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے اور حاکم مستدرک میں معاذ بن جبل سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جناب پیغمبر آخر الزمان صلعم فرماتے تھے۔ یا علیؑ تجھ میں سات خصلتیں ایسی ہیں کہ قیامت کے روز ان میں کوئی تجھ سے مقابلہ نہ کر سکے گا۔ (۱) تو خدا پر ایمان لانے میں سب مومنین سے پہلا ہے۔ (۲) میرے ساتھ نماز پڑھنے میں سب سے اوّل۔ (۳) خدا کے عہد کرنے میں ان سب سے برتر۔ (۴) رعیت پر مہربانی کرنے میں ان سب سے زیادہ مہربان۔ (۵) برابر بانٹنے میں ان سب سے پورا تقسیم کرنے والا۔ (۶) ان سب سے جھگڑوں کے فیصل کرنے میں زیادہ علم والا۔ (۷) قیامت کے روز خُدا کے پاس سب سے اونچا مرتبہ والا۔ (اخرجہ الدیلمی و الحاکم)

حضرت عباسؓ بن عبد المطلب کہتے ہیں۔ کہ میں نے عمر بن خطاب کو کہتے سنا۔ کہ لوگوں سے کہہ رہے تھے۔ کہ جناب علیؑ علیہ السلام کی غیبت کرنے سے باز رہو۔ کیونکہ میں نے جناب رسالتمآبؐ سے سنا ہے۔ کہ علیؑ میں تین خصلتیں ایسی ہیں۔ اگر اُن تینوں میں سے ایک بھی مجھے حاصل ہوتی تو میرے نزدیک ان سب چیزوں سے بہتر تھی۔ کہ جس پر آفتاب نے اپنا پرتو ڈالا ہے۔ میں اور ابوبکر اور عبیدہ بن جراح چند اصحاب کے ساتھ آنحضرتؐ کی خدمت میں موجود تھے۔ کہ حضرتؐ نے علیؑ کے کندھے پر ہاتھ مار کر فرمایا۔

(۱) اے علیؑ تو اسلام لانے میں سب مسلمانوں کا پیشوا اور ایمان لانے میں

سب مومنوں کا پیش رو ہے۔ (۲) تیرا مرتبہ میرے نزدیک ایسا ہے جس طرح کہ ہارون کا موسےٰؑ سے۔ (۳) وہ شخص بالکل جھوٹا ہے جو یہ گمان کرتا ہے کہ مجھے دوست رکھتا ہے اور تجھ سے عداوت رکھے۔ (اخرجہ الطبرانی وابن السمان)

حضرت ابو ایوبؓ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب جناب رسالتمآبؐ محبوب و مطلوب ذات رب الارباب سلام اللہ علیہ و آلہ الاطیاب سخت بیمار ہو گئے۔ اور جناب مخدومہؑ کونین عیادت کے لئے تشریف لائیں۔ آنحضرتؐ پر ضعف و تکلیف کی شدت کو دیکھ کر رونے لگیں۔ یہانتک کہ آنکھے چہرۂ مبارک پر قطرات اشک جاری ہو گئے۔ یہ دیکھ کر آنحضرت نے فرمایا۔ اے فاطمہؑ تم نہیں جانتی ہو۔ کہ اللہ تعالےٰ نے خاص تمہارے حق میں کیا مہربانی کی ہے۔ کہ میں نے تمہارا نکاح ایسے شخص سے کیا ہے کہ اسلام لانے میں وہ سب سے مقدم ہے۔ اور سب سے زیادہ علم والا ہے اور سب سے زیادہ حلیم و بردبار ہے۔ خدا تعالےٰ نے زمین کے رہنے والوں کو خوب سا دیکھکر مجھے انتخاب کیا۔ اور نبی مرسل بنایا پھر دوبارہ دیکھکر تیرے شوہر کو منتخب کیا۔ اور مجھے وحی بھیجی میں نے اس کے ساتھ تیرا نکاح کر کے اوسکو اپنا وصی بنایا۔ (اخرجہ الدارقطنی)

نتیجہ اب ہم اہل سنت صاحبان سے پوچھتے ہیں۔ کہ خدا و رسولؐ کی طرف سے سابق الایمان و الاسلام کا سارٹیفکیٹ کس کو عطا ہوا ہے جناب امیرؑ کو یا صحابہ میں سے کسی دوسرے کو ہم تو فرمان خدا اور رسولؐ کی تکذیب نہیں کرتے۔ ہمارا تو ان ہدایات پر ایمان و یقین ہے بیشک افضل و برتر بعد نبیؐ خیر البشر جناب حیدر صفدر قالع باب خیبر اسد اللہ الاکبر مالک بحر و بر قاتل مرحب و عمر حامل اللواء الاشہر منصور و مظفر ساقی حوض کوثر شافع یوم محشر کی ذات اقدس و اطہر اعلےٰ و الور برگزیدہ و بہتر ہے۔ اے بھائیو خود تمہاری کتابوں میں سے سب

کچھ نکل آیا۔ اب کہو۔ حق کس کی جانب ہے شیعوں کا اسقدر من و عن تمہارے گھر سے پایۂ ثبوت کو پہنچکر محکم و مضبوط ہے اپنے ہاتھوں آپ ہی ڈگری دے رہے ہو۔ مگر تم ہو کہ پھر بھی مخاصمہ و مجادلہ سے باز نہیں آتے ہو اور جھوٹا انکار مونھ سے کئے ہوئے ہو۔ کیا حق و باطل کے پرکھنے والے دنیا میں نہیں رہے لاریب حق جو و انصاف پسند لوگ اب بھی موجود ہیں۔ بلکہ ایسے نفوس متبرکہ ہر زمانے میں ہوا کرتے ہیں۔ کہ بوجہ عقلمندی و دانشوری اُن کے نزدیک دودھ دودھ ہے۔ پانی پانی ہے۔

ہزار کوئی چارہ کرے۔ نورِ آفتاب چھپانے سے نہیں چھپ سکتا۔ فضائل جناب مولا علیؑ خیر الوصی حق شکوہ ولی نبیؐ کے اخی دلاور جری عالم سخی کے لاکھوں بلکہ کروڑوں۔ نہیں نہیں۔ بے حد و بے حساب ہیں۔ مخالفوں دشمنوں۔ ناحق کیشوں کی زبانی لاف و گزاف اور دریدہ دہانی۔ و کور چشمی سے صفحات قلوب صافیہ و اوراق با اخلاق صدور ذاکیہ سے لیجیے بھر کے لئے بھی نہیں مٹ سکتے۔ جن دلوں میں یوم ازل سے محبت علیؑ ودیعت ہے۔ اور جس طینت قدسیہ و متطہرہ کا حقیقی ہاتھ سے خمیر تنویر ہوا ہے وہ میرک و شور کے تلخ و شور پانی سے ازالہ پذیر نہیں ہو سکتی۔ مزرع ایمانی میں بتائید ربانی ولائے علیؑ کے شجر نورانی کا اصل و بنیاد و اوس طاقت روحانی و قوتِ جاودانی سے قائم و ثابت ہے۔ کہ وساوس شیطانی و اغوا گروہ طغیانی کے معمولی جھونکوں سے اوس کا ایک برگ تک بھی نہیں ہل سکتا۔ اپنے حقیقی منبع کے خوشگوار پانی سے سبز و شاداب ہو کر میوہ ہائے معانی و حقانی سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے مالا مال بہزار عزت و اکرام ہے۔

سند بلیا نوالی میں بیٹھکر چاند کی روشنی پر تھوکنا کیا انصاف ہے۔ سچ ہے طینت پاک ہو۔ تو خیر شکنی سے پاک ہو۔ قرآن و حدیث میں ہزاروں فضائل شیعیان علیؑ کے مرقوم و مسطور ہیں۔ کتب ہر دو فریق میں مذکور و ماثور ہیں۔

آج چودھویں صدی کے نئے مناظر صاحب نے اونپر فتوے تکفیر کا دیدیا۔ میاں چیپے
سے پوچھو بھلا تم نے دور اندیشی کیوں نہ کی۔ کہ خلافت دیانت تقریظ کی توثیق
میں بقلم خود لکھدیا۔ خیر خدا کافی ہے۔ ذرا آؤ دیکھو بغور و فکر پڑھو کہ جناب
شاہ جی نے کیا فاش غلطی کی ہے۔ کہ سابقین امت سے صحابہ کو مراد لے لیا۔
اپنی کتابوں کو بھی نہ دیکھا۔ افسوس ہے کبھی تو کہتے ہیں۔ کہ سابق الے الاسلام
حضرت ابن قحافہ ہیں۔ کبھی یہ سفسطہ کہ حضرت شاہ ولایت پناہ نے خوردسنی
میں شرف اسلام حاصل کیا تھا۔ اس لئے اون کے ایمان و عرفان کی تصدیق
نہیں کی جاسکتی۔ ارے اللہ والو کیوں بے انصاف ہوئے جاتے ہو۔
سوچو تو سہی قرآن مجید میں تو اوس شیر خوار بچہ کی گواہی بھی صحیح و صادق قرار
دیگئی۔ جس نے جناب یوسف کے حق میں گواہی دی تھی وشہد شاھد
من اھلہا۔ (یوسف ۳ع) اور بی بی عائشہ کے ابتداء اسلام اور واقعات
ہجرت کے حالات و احادیث مختلفات کے بیان کرنے کو بھی قبول کرلیا جالانکہ
بی بی صاحبہ کی عمر اُسوقت بالکل کم تھی۔ مگر مولا مشکل کشا دہ لک ہل اتے
مصدد انما تاجدار قل کفے زیور عرش علا۔ ستودہ لافتا حضرت علی
مرتضے علیہ التحیۃ والثنا کی تصدیق نبوت و توحید خدا کو ممکن السہو والخطا
ہی سمجھا جاتا ہے۔ اے بھائیو عقل کے مخالف نہ بنو۔ یہ تمہارا تعصب و عناد
نہیں ہے تو کیا ہے۔ آیت مجیدہ والسابقون الاولون من المھاجرین
والانصار نیز آیت کریمہ والسابقون السابقون اولئک المقربون
کے تحت میں ضحاک طبرانی۔ ابن مردویہ۔ بیضاوی۔ نیشاپوری۔ بغوی
ثعلبی بیہقی۔ حاکم۔ ابونعیم۔ دیلمی۔ کواشی وغیرہم نے باتفاق لکھا ہے۔
کہ ان آیات میں جناب علی علیہ السلام سابق الے الاسلام ہیں (فمن شاء
الاطلاع فلیرجع الیھم)۔
اسی لئے تو خود جناب امیر علیہ السلام فخریہ فرماتے ہیں۔ کہ میں بچپن ہی میں

خدا کی وحدانیت اور رسولؐ برحق کی رسالت پر ایمان لایا ہوں یسبقتکم الی الاسلام طرًّا غلاماً ما بلغت اوان حلمی اور جناب کے اس دعوے کی کسی اصحاب نے تردید نہ کی بلکہ مقام حجب و استدلال میں ہر کسی نے تسلیم کر لیا۔ بخلاف حضرت ابوبکر کہ ان سے پہلے پچاس آدمی سے بھی زیادہ لوگ اسلام لا چکے تھے چنانچہ تاریخ طبری ابن جریر میں ہے ولقد اسلم قبلہ اکثر من خمسین۔ جلد دوم صفحہ ۲۱۵ جس سے معلوم ہوا۔ کہ ان کا نمبر پچاس کے بعد ہے پھر یہ بات قابل غور ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے تین برس تک تو اظہار ہی نہیں فرمایا۔ پس اسلام حضرت ابوبکر تین برس کے بعد ہوا۔ جس سے بوجہ اظہر جناب حیدر صفدرؑ کو انہیں بوجہ وجیہہ صاف طور سے سبقت و ترجیح باستدلالات صحیح ہے۔

عطر کلام

یہ حضرات نبیؐ کو نبیؐ سمجھ کر ہرگز ایمان نہیں لائے تھے۔ بلکہ اغراض نفسیہ کی وجہ سے ایسا کیا۔ اگر تواریخ میں بغور دیکھا جاوے۔ تو صاف طور پہ یہ عقدہ کھل نظر آئے۔ کہ اصل غرض ان کی مسلمان ہونے سے کیا تھی۔ علامہ سیوطی تاریخ الخلفا میں ابن عساکر سے ناقل ہیں۔ کہ حضرۃ ابوبکر نے کاہنین سے حالات بعثت آنحضرتؐ سنے تھے اس لئے اسلام قبول کر لیا۔ تاریخ نادری میں ہے کہ اقوال و اخبار کاہنین سے ایک پیغمبرؐ کا مشرف برسالت ہونا مشہور ہو چکا تھا۔ اور یہ پیشین گوئی بھی ہو چکی تھی کہ اس پیغمبرؐ کو ابتدا اثنا مکہ میں کچھ تکلیف و اذیت کا سامنا ہوگا۔ پھر بعد از ہجرت مکہ فتح کریگا۔ شرق و غرب و جنوب و شمال میں اسکے مذہب کی شعاعیں پہنچیں گی۔ فارس و روم و تمام بلاد و امصار اکناف و اقطاع اہل اسلام کے قبضہ میں ہوگا۔ پس مؤرخین کے اس فیصلہ سے ہم یقیناً یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ ان مشیخت پناہوں کا ملت قدیمہ کو ترک کر کے بظاہر داخل فی الاسلام ہونا بانی اسلام کی تلقین متین اور دعوت دین مبین کی بنا پر

نہ تھا- بلکہ نجومیوں - کاہنوں - پنڈتوں - جوتشیوں کے اقوال واخبار کی تصدیق کی بنا پر- روضتہ الاحباب میں ہے- کہ جناب خلیفہ ثالث حضرت اوّل کے سمجھانے بجھانے سے مسلمان ہو گئے۔ دوسرے صاحب بھی تصدیق عن القلب و تسلیم بالرضا کیوجہ سے مشرف بدولت اسلام نہ ہوئے- بلکہ مجبوراً و ماموراً چنانچہ تاریخ خمیس صـ ۳۳۳ پر ہے کہ وہ آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے- آنحضرتؐ نے انکا بازو پکڑ کر ایسا جھٹکا دیا کہ وہ ہیبت و رُعب نبوی سے لرزاں و افتاں ہو گئے- حتّےٰ کہ زمین پر گر پڑے- حضور علیہ السّلام نے فرمایا- اے فلاں کیا تو باز نہ آئیگا جب تک تجھپر وہی عذاب نہ نازل ہو جو ولید بن مغیرہ پر نازل ہوا- اس بات کے سُنتے ہی انہوں نے کلمۂ شہادت پڑھا- (مزید کیفیت صحابہ مذکور کے اسلام لانے کی ہمارے رسالہ رحمۃ انیہ غفرانیہ میں ملاحظہ ہو) ٭

نوٹ حضور پُر نور نے تجویز تو اچھی کی تھی - مگر رحمۃ للعٰلمین تھے کسی خیال کیوجہ سے درگذر فرمایا - ورنہ ایسے فظ غلیظ کے جبریہ و قہریہ مسلمان کرنے سے فائدہ کیا جس طرح جھٹکا دیا تھا- اسفل ہی پہنچا دیتے- نیچے کی بلا نیچے ہی رہتی آج اُمت نبیؐ کو یہ خونی اشک نہ بہانے پڑتے- کہ اسلام ۷۳ شکلوں میں نظر آرہا ہے- یہ سب مہربانی حضرت ثانی کے وجود کی ہے- پہلے روز قلم دوات سے مانع نہ ہوتے- تو حضور علیہ السلام نے کوئی وثیقہ ضرور ہی لکھا ہوتا جو لن تضلوا بعدی کے مفاد پر مصرح تھا- اس جبریہ و قہریہ اقرار کا یہ نتیجہ ہوا کہ صلح حدیبیہ میں نبوت میں شک کیا - مرض وفات میں کلمۂ ہذیان کہا- جنازہ اور دفن و کفن چھوڑ کر خلافت قائم کی بعدہٗ رسولؐ اکرم کا گھر جلانے چلے- دیکھو کتاب الامامت و السیاست صفحہ ۱۵ و تاریخ ابو الفدا جلد اول صفحہ ۱۶۵ و تاریخ خمیس جلد دوم صفحہ ۱۶۹ آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ و اقوال مرضیہ و استدلالات قویہ

سے بدرجات بہیہ و علیہ ثابت و مبرہن ہوا۔ کہ سبقت الی الاسلام و سبقت الی الایمان۔ و سبقت الی الہجرت۔ و سبقت الی الجہاد غرض ہر نوع و ہر قسم کی سبقت جناب شہنشاہ ولایت کے حصہ میں ودیعت ہے و الّذین اتّبعوھم باحسان۔ (توبہ ع ۱۳) با حتمال و امکان خاصہ و مختصہ نفوس قادسہ نورانیہ عترت و ذریت نبویہؐ راضیہ و مرضیہ علیہم التحیۃ الزکیہ کی شان ارفع و اعلےٰ میں مطلق و مثبت ہے۔

کیونکہ جنکی اتباع واجب قرار دیگئی لاریب وہ مطہر و معصوم و مجمع و منبع علوم منجانب الحی القیوم ہی ہوں۔ تاکہ انکی اتباع کرنے میں بسبب عدم عصمت و ارتکاب معصیت و بوجہ ادبار جہلیت و جہالت کسی قسم کا نقص و عیب لازم نہ آوے دیکھو خدا نے اپنے محبوب مطلوب کے لئے قل ان کنتم تحبّون اللہ فاتّبعونی۔ (آل عمران ع ۴) فرمایا ہے۔ کیونکہ وجود ذی جود محبوب معبود طیب و طاہر و مبارک و مسعود ہے۔ اس لئے یہ جزا مجوز فرمائی۔ یحببکم اللہ و یغفر لکم ذنوبکم۔ پس والّذین اتّبعوھم باحسان میں ضمیر (ھُم) جو جمع مذکر غائب کے لئے ہے۔ جس کے مرجع سابقین اولین ہی ہیں۔ موجب اطمینان روحانیت کہ جو نفوس متبرکہ اس آیت میں مطاع واجب الاتباع ہیں وہ کچھ خاص بالاختصاص افراد ہیں اور وہ نہیں ہیں۔ مگر مالکان آیت تطہیر و صاحبان عزت و توقیر اسلئے والّذین اتّبعوھم کا حمل آیت (اطیعوا اللہ و اطیعوا الرّسول و اولی الامر منکم) پر خوب وجہ سے ہو سکتا ہے۔ (فتامّل فیہ)

قطعی فیصلہ

یہ بات واضح و لائح ہے کہ پیغمبرؐ نے اپنی عترتؑ اہلبیت ہی کی اتباع و اطاعت کا اعلان واجب البیان دیا ہے۔ کہ اے لوگو انہی کا اتباع کرتے رہنا۔ تاکہ تم لوگ ضلالت و غوایت میں نہ پڑو۔ چنانچہ حدیث ثقلین و حدیث غدیر و حدیث باب حطہ۔ و حدیث سفینہ

وحدیث منزلت وغیرہا شاہد عادل ہیں۔ کہ حضرت نے صحابہ تک کو اس خطابات
کے تحت میں رکھا ہے۔ یعنی اپنے اہلبیتؑ کو متبوع اور صحابہ کو تابع اپنے
اہلبیتؑ کو مخدوم اور صحابہ کو خادم۔ اپنے اہلبیتؑ کو راجح اور صحابہ کو مرجوح
اپنے اہلبیتؑ کو آمر اور صحابہ کو مامور۔ اپنے اہلبیتؑ کو فاضل اور صحابہ کو
مفضول۔ اپنے اہلبیتؑ کو فائق۔ اور صحابہ کو مفوق اپنے اہلبیتؑ کو حاکم اور
صحابہ کو محکوم اور مطیع اور ماتحت اور محتاج اور دست نگر۔ اور اپنے
اہلبیتؑ کو مالک و مختار و رئیس و افسر و افضل و بہتر و برتر ہی قرار دیا ہے۔
پس والذین اتبعوهم کی رو سے جو سابقین اولین واجب الاتباع و
مفترض الطاعۃ ہیں وہ اہلبیتؑ پیغمبرؐ ہی ہوں گے۔ نہ صحابہ کیونکہ حاکم
ہمیشہ حاکم ہی ہے۔ محکوم نہیں۔ اور خادم ہمیشہ خادم ہی ہے۔ مخدوم نہیں۔
کیا جن لوگوں نے خدا و رسول تک کی جوتیاں سیدھی کی ہیں یعنی اسامہ بن زید
کی زیر کمانیری رہ چکے ہیں آج وہی افسر فوج ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں۔
پس وہ لوگ سخت غلطی میں ہیں جن کا یہ زعم خام ہے۔ کہ سابقین اولین سے
مراد فلاں فلاں ہیں۔ اور وہی مطاع و واجب الاتباع۔ (وان ذلک بعید
ومستبعد عن الحقیقۃ وقائلہ غوی وضال فی الطریقۃ) یہ بھی
محقق ہے کہ اس آیت میں جن کو رضا و ارتضا کا زرین و بہترین تمغا رحمت
وعطا ہوا ہے۔ (رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ) وہ وہی ذوات مقدسہ
عالیہ نورانیہ منزہہ مطہرہ ہیں۔ جن کے ظاہر و باطن کو بہمہ خیر و خوبی و
کمال خصائل و شمائل یکساں و مساوی دیکھ کر خداوند یہ تمغہ دینا مناسب سمجھتا
کیونکہ آپ تطہیر سے بھی اول توقیر مخصوص بدرجۂ قبول ہیں۔ بھلا جن سے امید
صدور ذنب و زلل ممکن ہو ان کو بھی یہ عام تمغہ مل سکتی ہے کہ میں
ان سے راضی وہ مجھ سے راضی۔ جو کچھ چاہیں کریں۔ نہ کسی قسم کی گیر و
گرفت نہیں ہے۔ تعالی اللہ عن ذلک علواً کبیراً۔ یہی کے حوالے باغ

بہشت کے قبالے۔ وہ اس قدر و منزلت والے۔ جنہوں نے نورِ ایمان سے سوسنوں کے پیٹ پالے۔ جن کے لئے اظہر ظہور و اشہر شہور حضور پُر نور محبوب ذات غفور سے یہ امور وافر السرور بکثرت مرور بروز و صدور میں آچکے ہیں۔ کہ یا علی انت قسیم النار و الجنۃ پس آیتِ مجیدہ واعدلھم جنات تجری کا عنوان انہی کے اعلےٰ شان سے محدود ہے۔ جب جنت و نار کے تقسیم کنندہ یہی ہیں۔ تو ذخائر عقبےٰ تیار بھی انہی کے لئے ہوئے ہیں۔

نیز وہ لوگ ایسے خطابات کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ جنہوں نے اتباع و اطاعت کے ہاتھوں سے انکا دامن فیض مایامن کمال عقیدت و ارادت سے قائم و قابو کیا ہوا ہے۔ جنہوں نے دل میں یہ ٹھان لی ہے کہ سوائے اس سفینہ نجات کے اور کوئی وسیلہ رستگاری و کامگاری کا چارے واسطے نہیں ہے۔ چنانچہ صواعق محرقہ میں ابن حجر مکی بایں مضمون و بیانت مشحون رقمطراز ہیں۔ عن ابن عباس ان ھذہ الایۃ (ان الذین امنوا و عملوا الصالحات اولئک ھم خیر البریہ) لما نزلت قال النبی صلعم لعلی ھو انت و شیعتک تاتی انت و شیعتک یوم القیامۃ راضین و مرضیین و تاتی عدوک غضبانا مقمحین یعنے ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت کریمہ ان الذین امنوا الخ نازل ہوئی تو پیغمبر خدا صلعم نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ اے علیؑ تم اور تمہارے شیعہ خیر البریہ ہیں اور تم اور تمہارے شیعہ قیامت کے دن پیش خدا حاضر ہوں گے۔ درآنحالیکہ وہ خدا سے راضی ہونگے۔ اور خدا اون سے راضی ہوگا۔ اور دشمن تمہارے آئینگے تو اندوہناک اور خدا کے غضب میں ماخوذ ہوں گے۔ شواھد التنزیل میں حاکم ابوالقاسم حسکانی سنی الحنفی نے روایت کی حضرت حذیفہ الیمان سے کہ فرمایا امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ نے کہ جسوقت رسولخدا نے وفات فرمائی۔ تو میں سینے سے پشت مبارک حضرت

کو لگائے ہوئے تھا۔ آنحضرتؐ نے میرے سینہ کو اپنی کمر کا تکیہ کیا تھا۔ اُس وقت وفات سے قبل مجھ سے فرمایا۔ کہ اے علیؑ کیا نہیں سُنا ہے تو نے کہ خدا فرماتا ہے ان الذین امنوا وعملوا الصالحات اولئک ھم خیر البریۃ یہ وہ لوگ شیعہ تیرے ہیں۔ اور وعدہ گاہ تمہارا اور میرا حوض کوثر ہوگا۔ جس وقت کہ اولین وآخرین سب اُمتیں واسطے حساب کے جمع ہوں اور بلائے جاؤ گے تم اور موتھ تمہارے سفید ہوں گے اور سب اعضا تمہارے نورانی ہوں گے اسی لئے اے علیؑ تمہارا نام خدا کی طرف سے قائد الغر المحجلین ہے۔ (روحی لہ الفداء) حلیۃ الاولیاء میں حافظ ابو نعیم اصفہانی ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جسوقت یہ آیت نازل ہوئی تو جناب رسولخداؐ نے علی سے فرمایا کہ اے علیؑ تو اور تیرے شیعہ زیج بہشت کے ہوں گے اور آئینگے وہ قیامت کے روز اس طرح سے کہ خدا اونسے راضی ہوگا وہ خدا سے راضی ہوں گے۔ (صفحہ ۱۶۲) و (صفحہ ۲۷۱) و (صفحہ ۳۴۳)۔

درحقیقت اس بشارت (رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ) سے کس قدر دل کو سکون وقرار حاصل ہوتا ہے اور صاف طرح سے مبرہن ہے کہ صدق دل سے ایمان لانے والے فقط حضرت علیؑ اور اُن کے شیعہ رفیعہ ہیں۔ اور یہی لوگ اولئک ھم خیر البریۃ کے مصداق علی الاطلاق اور یہی پیش خدا راضین ومرضین ہیں۔ جو لوگ کہ داخل زمرۂ شیعان علیؑ نہیں ہوئے۔ وہ ضرور اولئک ھم شر البریۃ ہیں۔ پس مؤلف رسالہ رد شیعہ غور فرماویں کہ شیعیان علیؑ کے خدا کے روبرو کیا کیا مدارج و معارج ہیں۔ چونکہ وہ شیعیان علیؑ سے خارج ہیں۔ بلکہ بیدین وکافر الٹا شیعوں کو کہا ہے۔ پس وہ اُس پہلے خطاب کے مورد ٹھہرینگے۔ جو خداوند عالم اس بشارت سے پہلے فرما چکا ہے۔

باقی رہا آیت کا آخری جملہ ذالک الفوز العظیم (یعنے یہی اونچی زیادہ سرخروئی ہے) تو یہ ثابت شدہ بات ہے۔ کہ یہ بھی انہی حضرات اور

اُن کے شیعوں کی شان میں ہوگا۔ جن کے لئے تمام آیت کا نزول منصور الحصول ہے اور جن کے لئے سیتسر القرآن (فانما یسرناہ بلسانک) نبی علیہ السلام صاف لفظوں میں تصریحاً یہ اعلان فرما چکے ہیں۔ یا علی انت وشیعتک ھم الفائزون۔ یعنی اے علیؑ تم اور تمہارے شیعہ ہی سرخرو ہونے والے ہیں۔ (مودۃ القربےٰ)

جسکا دعوئے مقبول خود سیف اللہ المسلول نائب رسولؐ زوج بتولؑ کو رہا ہے چنانچہ صاحب مسالک الاحزان در ریاض النضرہ لکھتے ہیں۔ کہ جب جناب امیرؑ نے ابن ملجم شریر وقود السعیر علیہ اللعنت والعذاب الکثیر کے ہاتھوں زخم شمشیر اُٹھایا۔ تو اُسوقت شیر خدا نے بآواز بلند فرمایا۔ فزت برب الکعبۃ یعنی رب کعبہ کی قسم اب میں سرخرو ہوگیا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر۔ یہ ہیں فائزون و مبشرون وسابقون و متقون جن کو خدا نے بخطاب مفلحون و مؤمنون وصدیقون وصالحون و مستحقون و شہیدون اپنی کتاب مقدس کے اکثر مضمون ہدایت مشحون میں یاد فرمایا ہے۔

سچ سچ ہے ان بیانات موقعہ و متوقعہ و استدلالات مسبقیہ و مرقعہ سے بوضاحت حقہ و محقہ ثابت الزام صداقت انضمام ہو چکا کہ شرف سبقت و اوّلیت فی مدارج الکل اون فخر رسل و ہادیان سبل کو نصیب بعنوان عجیب ہے۔ جن کا نور موفور البرکت۔ اثر دور خلقت آدمؑ سے ہزاروں سال پیشتر بظہور ہزار عزت وکمال سرادق عظمت و جلال میں دولت ضیاء و جمال و توقیر و اقبال و داے حمد و تقدیس رب متعال سے مالا مال تھا پس مؤلف رسالہ رد شیعہ کا لفظ سابقین کو صحابہ کی طرف کھینچنا صاف حقیقت و اصلیت کے خلاف اور کذب و افترا سے متصاف ہے۔ اس لئے ہم کو اون سے موقع جدال و مصداف ہے ہمارا قلم غضنفر شیم صدق علیہم اُن کے لئے طعن الرماح ہوگا۔ جس سے اُنکی پشت خمیدہ کو تا زیست نہ حاصل

فلاح ہو گا۔ ہم نے اوسکے تمام ادلۂ مضحکہ کو فاسد و باطل کر دکھایا۔ لاطائل وسفسطہ سخنوں کو مثل خاک اُڑایا۔ فصار کرماد ع اصابہ برق خاطف او کرماد اشتدت بہ الریح فی یوم عاصف۔ (ابراہیم ۳/۴)
فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد للہ رب العٰلمین۔ (انعام ۵/۶)

فصل ۲

(جاء الحق و زھق الباطل)

قال المؤلف صفحہ ۱۸۱ پر فرمایا تم بھی اپنے لئے اُسی سنت کو قائم کرو اور اُس جماعت کلاں کی پیروی کرو یعنے صحابہ کی کیونکہ اُس جماعت پر خدا کا ہاتھ ہے۔ اقول انا المبین للرموز البدیعۃ۔ صفحہ مذکور پر نہ یہ الفاظ ہیں نہ اس قسم کا مضمون ہے۔ شاہ صاحب نے اپنی خود مختار اور بے ہمواز طبیعت سے حسب ذیل الفاظ درج کئے ہیں ...... کہ تم بھی اُس سنت کو قائم کرو ...... اس جماعت کلاں ...... یعنے صحابہ اُس جماعت پر خدا کا ہاتھ ہے۔ لاحول ولا قوۃ الخ

صریح غلط الفاظ اور تحریف

افسوس کس قدر دھوکا دیا۔ عوام کو ورغلایا۔ جہلا کو بہلایا۔ ہاں آجکل زمانہ بھی ایسا ہے کہ بدترین عادات اچھے بھلے افراد میں پڑ گئی ہیں۔ لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ دروغگوئی شعار مومنین سے منزلوں دُور ہے۔ ہمارے مخاطب مکرم مدعی سیادت ہیں اور پھر یہ خیانت اور دُزدی کہ برائے مطلب براری خود کلام امام علیہ السلام کے اصل نظام حقائق التیام کو بدل کر اُس میں کیا کیا اُلٹ پلٹ کی ہے۔ بھلا کوئی اہل دل بابصیرت اس امر کا مجاز ہے کہ ارشاد ہدایت بنیاد معصوم ذی فہوم معدن علوم دلی قیوم کو منتخبہ و موہوم ممسوخ و مجذوم قرار دے۔ ہرگز

نہیں بالکل نہیں۔ ہاں البتہ جس شخص کو خوفِ خدا نہ ہو۔ ذاتِ نبیؐ و روحِ علیؑ سے مطلق حیا نہ ہو۔ سالک مسلکِ رُشد و ہُدا نہ ہو۔ اُس کی ایمانی آنکھ میں کچھ ضیا نہ ہو وُہی ایسے فعل شنیع و وضیع کا مرتکب ہو سکتا ہے۔ ہم اُنکو کیا کہیں۔ ہم کہہ کیا سکتے ہیں ہم تو صابر اور مظلوم ہیں اور صابروں اور مظلوموں کے پیرو۔ ہم اس کو اگلے دن پر چھوڑتے ہیں۔ خود جناب امیرؑ اُن سے باز پُرس کریں گے۔ ہاں یہہ ہم پر ضروری اور لازمی ہے کہ اصلیت اور حقیت کا اظہار کردیں پس واضح ہو کہ اس خطبہ میں جناب امیرؑ نے ہدایتاً یہہ فرمایا کہ میری بابت افراط و تفریط مت کرو۔ میری فضیلت کو بین بین کالنور فے العینین ہی سمجھو۔ یعنے مجھکو نہ میرے اپنے درجہ سے بڑھاؤ۔ نہ اصل رتبہ سے گھٹاؤ نہ غالی ناری بنو۔ نہ خارجی انکاری بنو۔ خدا کی طرف سے جو میرا محل خلافت بعد درجۂ رسالت بالوصل و بلا فصل ہے اُسی کے قائل و مُقر رہو یہی طریقہ مسنونہ مرضیہ فلاحیہ ناجیہ ہے۔ اسی بات کے اقرار یوں تصدیقِ قبول پر خدا کا ہاتھ ہے یعنے مطلب یہہ ہے کہ جب میرا وصف یداللہ ہونے کا ہے تو میں اپنے محبوں اور مطیعوں پر سایہ افگن ہوں جن کا اعتقاد میرے فرمودہ حق آزمودہ کے مطابق ہے۔ اور میں اُن سے راضی و خوشنود اور اُن کا شفیع و مددگار یوم شمار باذن پروردگار ہوں۔ اور حضرت ختمی مرتبتؐ بھی اُن کی نجات و مخلصی کے ضامن ہیں کیونکہ وہ بھی موصوف بشان یداللہ ہیں ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیہم۔ (فتح ۱) یعنے جن لوگوں نے اے حبیب صلعم تجھ سے بیعت کی ہے سوا اس کے نہیں کہ ان کی بیعت خدا سے ہو چکی ہے کیونکہ ان کے ہاتھوں پر (تیرا ہاتھ نہیں) خدا کے ہاتھ ہے اس لئے کہ اطاعت پیغمبرؐ اطاعت خدا ہے۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ (نسا ۶) اور فعل پیغمبرؐ فعل خدا ہے۔ ما رمیت اذ رمیت و لکن اللہ رمی (انفال ۲) پس جناب امیرؑ

کی مقدس کلام میں لفظ ید اللہ سے دستِ شفقت و شفاعتِ پیغمبر ہی مراد ہے۔

کلامِ امامؑ کا اصل نظام

اب ہم اصل عبارت عربیہ کتاب مستطاب نہج البلاغہ کی لکھکر اور اس کے ذیل میں اصل ترجمہ نیرنگ فصاحت کا درج کر کے حضرات ناظرین کرام سے انصاف طلب ہوتے ہیں کہ آیا سوائے نفس الامر کے باقی امور کا ذکر ہے جس کو مخاطب صاحب نے اپنی طرف سے داخل کر دیا ہے یا نہ۔ (وھی ھذہ)

وسیھلک فی صنفان محب مفرط یذھب بہ الحب الی غیر الحق و مبغض مفرط یذھب بہ البغض الی غیر الحق و خیر الناس فی حالا النمط الاوسط فالزموہ والزموا السواد الاعظم فان ید اللہ علی الجماعۃ وایاکم والفرقۃ فان الشاذ من الناس للشیطان کما ان الشاذۃ من الغنم للذئب الخ۔ ماحصل یہ ہے کہ بالتحقیق میری شان پر نظر کر کے دو گروہ ہلاک ہوں گے ایک محب مفرط جس کو بے اندازہ اور بیجا محبت اُسے غیر حق کی طرف لے جاتی ہے۔ دوم مبغض مفرط جس کا میرے ساتھ حد سے بڑھا ہوا بغض اسے حق پر قائم رہنے نہیں دیتا۔ اور میرے بارے میں بہترین مردم وہ لوگ ہیں جو درمیانی رستے کو اختیار کر رہے ہیں (یعنے نہ مجھے اپنے درجہ سے بڑھاتے ہیں اور نہ اصل رتبہ سے گھٹاتے ہیں) اور تم بھی اپنے لئے اسی طریقہ (درمیانی) کو لازم کر لو۔ اور اس انبوہ بزرگ شان و مرتبہ کے ساتھی بن جاؤ (جو راہ وسط کو اختیار کر رہا ہے) کیونکہ اس گروہ پر خدا کا ہاتھ ہے۔ اس گروہ کی مفارقت سے حذر کرو کیونکہ اس گروہ سے تنہائی اختیار کرنا شیطان کے حوالہ ہو جانا ہے۔ جیسا کہ بکری اپنے گلّے سے جدا ہو کر بھیڑئے کا شکار ہو جاتی ہے۔

اب ناظرین غور فرماویں کہ اس کلام بلاغت نظام میں کہاں ہے ذکر صحابہ کرام کا۔ جس سے انکی فضیلت کا استدلال و اہتمام کیا جاسکے۔ آیا شاہ صاحب

کی خلاف گوئی کالشمس فی النصف النہار ثابت و آشکار ہوگئی ہے یا نہ۔ اسمیں تو ایک قسم کی ہدایت فرمائی گئی ہے کہ مجھے نہ اپنے درجہ سے بڑھاؤ۔ نہ اصلی رتبہ سے گھٹاؤ۔ پس مقام تدبر ہے کہ اصل رتبۂ آنجناب کیا ہے۔ اس کلام کا رُخ جانب خوارج ہے۔ چنانچہ اصل کتاب مستطاب نہج البلاغہ کے مطالعہ سے صاف طور پر ہویدا ہے کہ اس وعید کے مورد وہی ہیں۔ اور یہ مسلم و مصدق ہے کہ وہ خوارج جس سے خطاب کیا گیا تھا وہ آنجناب کو امام برحق و خلیفہ مطلق نہیں جانتے تھے اور شانِ مرتضویؑ کے منکرِ اول تھے اسلئے تو وہ آمادۂ کارزار ہوئے تھے۔ پس یہ دلالت خاص اس امر کی ہے کہ خارجی وہ ہے جس نے حضرت کو خلیفہ برحق نہ سمجھا۔ باقی رہا یہ امر کہ مقام خلافت کونسا ہے اور کب سے ہے۔ آیا بعد وفات پیغمبرؐ ہی آپ خلیفہ اور حاکمِ اُمت ہیں تادمِ حیات خود۔ یا چوتھی جگہ پر آپ خلافت کے حقدار ہیں۔ پس قصۂ یوم غدیر اور حدیث منزلت و حدیث ثقلین وغیرہا نیز آپ کے استدلال و احتجاج و استشہاد بوقت انعقاد خلافت اصحاب ثلٰثہ سے (جن کو ہم نے اسی رسالہ کے مقامات مختلفہ پر ثابت کر دکھایا ہے) مبرہن و روشن ہے کہ آپ کا حق خلافت بعد وفات پیغمبرؐ تا حیات خود منجانب خدا و رسولؐ متحقق اور ثابت ہے۔ پس لابد خارجی وہ ہوا جو حضرت کے اس رتبہ کا منکر ہے اور آپ کو اس رتبہ سے گھٹاتا ہے اور جب اس رتبہ سے بالاتر شانِ رسالت مطلقہ و الوہیت الٰہیہ ہے تو معلوم ہوا کہ جو شخص بحو محبت غالیانہ ہوکر اصل درجہ و منزلت سے اوپر لیجائے یعنے آپکو نبی یا خدا سمجھے تو وہ بھی مثل خوارج از بہرۂ ایمان خارج ہے۔ غرض خارجی وہ ہے جو آپ کو خلیفہ بلافصل نہ سمجھے اور غالی وہ ہے جو اس رتبہ سے اوپر لیجائے اور چونکہ ہدایت بین بین کی ہورہی ہے اور اس پر شیعہ اثنا عشریہ ہی استوار ہیں کہ نہ آپ کو اصلی درجہ خلافت بلافصل سے گھٹاتے ہیں۔ نہ از روے غلو و محبت بے جا بڑھاتے ہیں تو ثابت ہوا

کہ وہی درمیانی رشتے والے ہیں اور انہی کے ساتھ ملحق و متصل ہونے کے لیئے
ارشاد فرمایا ہے کیونکہ مومن تمام ایکدوسرے کے بھائی بند ہیں۔ (انما
المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم۔ (حجرات ع۱) یعنے
سوائے اس کے نہیں کہ تمام مومن ایکدوسرے کے دینی اور مذہبی بھائی ہیں
پس تمام بھائی ایکدوسرے کے ساتھ مل جل کر رہو) اور انہی کو سواد اعظم فرمایا۔
یعنے بلحاظ کثرت خوش اعتقادی و پاک طینتی و نہایت اعمال خدا کے نزدیک یہ
بڑا بھاری قول ہے نہ باعتبار کثرت تعداد کہ جس فرقہ و مذہب کے لوگ ازروئے
شمار سب کے زیادہ ہوں وہی سواد اعظم ہے۔ کیونکہ اس کا اپنا ہی ارشاد و ہدایت
بنیاد ہے۔ وقلیل من عبادی الشکور۔ (سباع۲) اور انہی
پر خدا کا دست رحمت ہے جو پیغمبر ہے کیونکہ وہی ید اللہ اور رحمۃ اللہ۔
وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین۔ (انبیاء) اور انہی سے علیحدہ
ہونے کو منع فرمایا ہے جس طرح کہ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے واعتصموا
بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا۔ (آل عمران ع) یعنے اے لوگو تم سب
خدا کی رسی کو محکم پکڑ لو اور ایکدوسرے سے علیحدہ مت ہو۔ اور حبل اللہ
کون ہے۔ قرآن اور اہل بیت رسول جیسا کہ حدیث ثقلین میں فانھما
حبل اللہ ممدود وارد ہے۔ پس نتیجہ یہ ہوا کہ ایک ہی فرقہ بنکر طریق
مستقیم پر چلنا چاہیے اور ایکدوسرے سے متفرق نہ ہونا چاہیے کہ جدا جدا
امام ہوں اور جدا جدا مذہب اور اسلام منتشر ہوکر بہتر تہتر شکلوں میں
تقسیم ہوجائے۔ غرضیکہ یہی ہے منشاء خداوند عالم کی اور جناب امیر ع کی عین رضا
یہی ہے کہ ایکدوسرے سے پراگندہ نہ ہو سب کا ایک ہی مذہب اور ایک ہی
طریقہ ہو ورنہ شیطان کے حوالے ہوجاؤ گے جس طرح کہ بکری اپنے گلے سے
جدا ہوکر بھیڑیئے کے حوالہ ہوکر اس کا شکار ہوجاتی ہے۔
اور چونکہ سوائے ایک مذہب حقہ شیعہ اثنا عشریہ خیر البریہ کے باقی تمام

دنیا کے لوگ متفرق اور مختلف رستوں پر چل رہے ہیں اور ایکدوسرے سے بالکل جدا ہیں پس وہی اس وعید کے مورد و مستوجب ہیں تو لا بد "وسیھلک فی صنفان" میں داخل ہیں کہ یا تو اُن میں سے کوئی خارجی ہے یا غالی ہے۔ لہذا انکی نجات امر محالی اور غیر احتمالی ہے۔ بحمد اللہ کہ اس کلام صدا قت التیام سے حقیت مذہب حقہ ثابت ہوئی نہ استدلال فضیلت صحابہ۔ جسکا دعوے ہمارے شاہ صاحب نے کیا تھا۔ (فتامل ان کنت بصیرا)

قال المؤلف ردالشیعۃ صفحہ ۲۱۰ (نیرنگ فصاحت) پر فرمایا۔ تم فتنہ کی علامتیں اور بدعت کے نشان نہ بنو اور اُس چیز کے ملازم بن جاؤ۔ جس پر جماعت حقہ کی حبل بندھی ہوئی ہے اور اطاعت خدا کے ارکان اُسی پر بنا کئے گئے۔ انتہا یعنی جس پر صحابہ کی جماعت تھی اور جس پر اسلام کی بنا کی گئی ہے فرمایا تم بھی اُنہی کی پیروی پر قدم بقدم چلو۔

اقول انا المبین للرموز البدیعۃ۔ تمام اہل قبلہ بلکہ جو لوگ خارج از دائرہ اسلام ہیں اُن کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ جھوٹ بولنا قبیح ہے اور تحریف کرنا کفر ہے۔ خواہ ارادۃً ہو یا جہالۃً و حماقۃً۔ اس مقام پر بھی ہمارے مخاطب فاضل نے کلام امام میں تحریف و تبدیل کی ہے اور صریح جھوٹ کہا ہے۔ اصل عبارت کچھ اَور ہے اور یہ صاحب اپنی طرف سے کچھ اور ہی لکھتے ہیں۔ یہاں بھی تُمکے حسب ذیل الفاظ خود ساختہ و من گھڑت ہیں۔ "یعنے جس پر صحابہ کی جماعت تھی اور جس پر اسلام کی بنا کی گئی ہے۔ فرمایا تم بھی اُنہی کی پیروی پر قدم بقدم چلو" ہم کو شاہ صاحب کی علمی لیاقت اور قابلیت پر کمال تعجب اور تبسم آتا ہے۔ کیا وہ کلام امامؑ اپنے تئیں کامل و اکمل نہ تھا۔ اس میں کچھ نقص یا خلل تھا، یا نیرنگ فصاحت کی عبارت ادق تھی یا پورا ترجمہ نہیں کیا گیا تھا غرض کون سی بات ایسی ضروری سمجھی گئی جس کی وجہ سے راستی کو پس پشت ڈالکر اور اپنے تئیں حدود ایمان و دیانت فطری سے نکال کر درپے تحریف و تغییر کلام معصوم ہوئے

اُف اِن کا عجب طرح کا دل ہے کہ لرزتا بھی نہیں اور جھوٹ لکھنے سے یہ ذرا بھر تامل نہیں کرتے۔

اصل اصلیت یہ ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے لوگوں سے آئندہ کے واقعات فتنہ۔ فساد کو بیان فرمایا ہے اور اس خطبہ میں انتبا ھا ارشاد کیا کہ جب وہ وقت تم پر آوے تو تم کو مناسب ہے کہ ان باتون کا خیال رکھو (یعنے) لا تکونوا انصاب الفتن واعلام البدع والزموا ما عقد علیہ حبل الجماعۃ و بنیت علیہ ارکان الطاعۃ واقدموا علی اللہ مظلومین ولا تقدموا علیہ ظالمین الخ۔ جس کا ملخص یہ ہے کہ پس تم فتنہ کی علامتیں اور بدعت کے نشان نہ ہو اور اس چیز کے ساتھی ہو جاؤ جس سے گروہ حقہ کی مضبوط رسی کا تعلق ہے اور طاعت خدا کے ارکان اُسپر بنائے گئے ہیں۔ تم مظلومی کی حالت میں خدا کے پیش ہو جیو نہ ظالم کی حیثیت سے اس کے سامنے جاؤ۔ اس خطبہ میں بھی آپ نے تفرق و اختلال سے منع فرمایا ہے یعنے تم لوگ فتنہ و فساد سے بچو اور ایکدوسرے کے ساتھ اخوت دینی کے لحاظ سے میل جول کر رہو۔ اور اُسی چیز کے ساتھی بن جاؤ جس سے گروہ حقہ کی مضبوط رسی کا تعلق ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حبل اللہ قرآن اور اہل بیت نبی آخر الزمان ہیں اور اس کا تعلق پیروان خاص سے ہے جو اللہ کے نزدیک وہی جماعت یعنے گروہ حقہ ہے پس لازم ہے کہ تم بھی زمانہ فتنہ و فساد میں اُسی گروہ حقہ یعنے اتباع و اشیاع اہلبیتؑ کے ساتھ ساتھ رہو اور اُسی مظلوم فرقہ سے رفاقت کرو۔ ظالموں سے الگ تھلگ رہو۔ تاکہ روز قیامت تمہارا شمار صفوف ظالمین میں نہ ہو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہو گے کیونکہ حبل اللہ (خدا کی مضبوط رسی وہی اہل بیتؑ و قرآن ہی ہے) اور بموجب ارشاد نبویؐ (حدیث ثقلین) جو شخص اُن دونوں سے متمسک رہے گا وہ کبھی گمراہ نہ ہو گا۔

ہمارے ان بیانات کی تصدیق خود کتب معتبرہ اہل سنت سے ہوتی ہے دیکھو صواعق محرقہ ابن حجر مکی در تفسیر آیت مجیدہ "واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً" کہ حبل اللہ (خدا کی مضبوط رسی) سے مراد حضرت امیر المومنین علیؑ اور انکی ذریت طاہرہ علیہم السّلام ہیں۔ نیز کتاب اصابہ فی معرفۃ الصحابہ در ترجمہ ابی لیلی الغفاری درج ہے قال سمعت رسول اللہ صلعم یقول ستکون من بعدی فتنۃ فاذا کان ذلک فالزموا علی ابن ابیطالب فانہ حبل اللہ و اول من آمن و اول من یصافحنی یوم القیامۃ الخ یعنے ابی لیلی شخص مذکور نے کہا میں نے جناب رسول خدا صلعم سے یہ ارشاد سنا کہ فرماتے تھے عنقریب میرے بعد فتنہ حادث ہوگا پس جس وقت وہ فتنہ واقع ہو تم لوگ ساتھ دو علیؑ کا ہر آئینہ وہ ہی خدا کی مضبوط رسی ہے (جس کے ساتھ تمسک کرنے کا حکم ہوا ہے واعتصموا بحبل اللہ) اور وہی سب سے پہلے ایمان لایا ہے اور سب سے پہلے قیامت کے دن مجھ سے مصافحہ کریگا (تا آخر حدیث جسکو ہم نے ایک دوسرے مقام پر مفصل لکھا ہے)

اور علامہ ابو الفضل نور اللہ علاء الدین الشریف الکرمانی الحنفی الطائفہ اپنی کتاب مستطاب (صیانۃ الجماہیر) میں فالزموا علیؑ سے آگے یہ الفاظ درج حدیث فرماتے ہیں فانہ حبل اللہ لن یخرجکم من ھدی ولن یدخلکم فی ضلال الخ یعنے جب فتنہ حادث ہو تو تم لوگ ساتھ دو علیؑ کا یہ تحقیق کہ وہ خدا کی مضبوط رسی ہے وہ تم کو ہرگز ہدایت سے نہ نکلنے دیگا اور نہ گمراہی میں پڑنے دیگا۔ (تا آخر حدیث) صفحہ ۲۸۲۔

پس ثابت ہوا کہ خدا کی مضبوط رسی ائمہ اہلبیت علیہم السلام ہیں اور حدیث ثقلین گواہ صادق و عادل ہے کہ اہل بیتؑ و قرآن دونوں خدا کی مضبوط رسی ہیں یعنی یہ کہ ہر دو کو یہ شرف حاصل ہے اور لوگوں کو ان ہر دو سے حکم تمسک واعتصام کا ہے۔ اور جناب امیرؑ کی مقدس تقریر مذکورہ کا مدعا بھی یہی ہے۔ دراصل

مضمون خطبہ اِن مضامین احادیث مرویۂ اہل سنت سے ملتا جلتا ہے۔ نیز یہہ مضمون مثل مضمون سابقہ مذہب حقہ امامیہ کی حقیۃ ۔۔ وحقانیت پر دال ہے۔ ان دونوں مضمونوں میں ہمارے شاہ صاحب کا از روے استدلال فضائل صحابہ کچھ حصہ نہیں اُنکا دعوے غلط ہے اور ثبوت ندارد لہذا اُنکے برعکس فیصلہ ہے۔

قال المؤلف ردّ الشیعہ۔ نیرنگ فصاحت صفحہ ۱۹۰ پر ہے کہ جب خلیفہ ثانی نے روم پر چڑھائی کا خود ارادہ کیا اور جناب امیرؑ سے مشورہ لیا تو آپ نے اُنکو نہایت محبت وشفقت کے ساتھ دوستانہ طور پر مشورہ دیا۔

اقول انا المبین للرموز البدیعۃ۔ ہم بار بار کہہ چکے ہیں کہ شاہ جی کی یہ جبلی و فطری عادت ہے کہ اصل مضمون تو کچھہ ہوتا ہے اور یہہ کچھہ اور ہی گھونس دیتے ہیں اس خیانت بیجا اور کم فہمی کی وجہ سے لازمی اور ضروری امر ہے کہ اہل صداقت کے دلوں میں اُنکی اصل وقعت نہیں ہیگی اس کلام حضرت امیر علیہ السلام میں جس کا صفحہ ۱۹۰ پر حوالہ دیا گیا ہے بشرط غور و فکر جناب ولی ربانی شیر یزدانی حکیم لاثانی خطیب عرفانی نے حضرت ثانی کی وہ مذلت و منقصت بیانی بقوت لسانی و طاقت روانی فرمائی جس سے ہر ایمانی و ایقانی آنکھہ بہی خوب واقف ہے۔ بینا کے رموزات نابینا کیونکر حصہ لے سکتا ہے (ومن کان فی هذه اعمی فهو فی الاخرة اعمی واضل سبیلا۔ بنی اسرائیل ع۸) امام کی کلام مثل کلام رب الانام و رسولؐ ذی اکرام بلاغت لنظم مردو فاقت القیام ہے۔ اُس کے مآل و انجام تک پہنچنا ذی العقول والا فہام کا کام ہے۔ جنہیں ذوات مقدسہ محلیین سبحانیہ کا حقیقی روحانی انعام ہے۔ جنکو لطف تو مبلغ الزام اُس کے اصل انصرام تک پورا اہتمام ہے۔ نہ عوام کالانعام جن کا مدام باطل زعم اور مایۂ عقل و شعور کا اختتام اور ادراک خام ہے۔ جب خلیفہ دوم نے آپ سے اقلیم روم پر چڑھائی کا مشورہ لیا تو آپنے اُن سے یوں خطاب فرمایا۔ وقد توکل اللہ لاهل هذا الدین باعزاز الحوزة وستر العورة یعنے نواحی اسلام کو

غلبۂ دشمن سے بچانے اور مسلمانوں کی شرم رکھنے کا اللہ ہی ضامن اور کفیل ہے
(اصل منشاء و مقصد مبارک جناب امیر علیہ السلام اور خلاصہ تقریر پُر تنویر حجۃ اللہ
القدیر یہ ہے کہ فتح و غلبہ اہل اسلام بذمہ رب
الانام ہے وہی حدود مسلمین کا حافظ و ناصر ہے)

مؤلف کی پوری گت

والذی نصرھم وھم قلیل لا ینتصرون ط
ومنعھم وھم قلیل لا یمتنعون ط وہ ایسا خدا ہے جس نے اُنہیں
اسوقت فتح دی ہے جب ان کی تعداد نہایت قلیل تھی اور کسی طرح فتح نہیں
پا سکتے تھے۔ اُنہیں اُسوقت مغلوب ہونے سے بچایا ہے جب وہ کسی طرح بچائے
نہیں جا سکتے تھے (آپ ایک دلیل قائم فرماتے ہیں کہ جس طرح پہلے وہ خدا انکو
فتح و نصرت دے چکا ہے بس اب بھی وہی انکو فتح و نصرت دیگا تیری مدد و
نصرت کی انکو کچھ احتیاج نہیں ہے۔ حیّ لا یموت۔ خداوند عالم حی لا یموت
ہے جیسے اُس وقت موجود تھا ویسے اب بھی قائم ہے اگر اس کو منظور ہے
اور اس کی مشیت میں ہے تو اب بھی انکو غلبہ اور نصرت عنایت کریگا۔ اسکے
بعد صاف طور پر ان لفظوں میں فرماتے ہیں) انک متی تسر الی ھذا
العدو بنفسک فتلقھم بشخصک فتنکب۔ اب اگر تو خود دشمن کی
طرف کوچ کرے تو منکوب و مضروب ہو جائیگا۔ لا تکن للمسلمین کانفۃ
دون اقصیٰ بلادھم لیس بعدک مرجع یرجعون الیہ۔ تو پھر مسلمانوں
کو اُنکے اقصائے بلاد تک پناہ نہ ملیگی اور تیرے بعد کوئی ایسا مرجع نہ ہوگا
جس کی طرف وہ رجوع کریں (مطلب یہ ہے کہ ضرور تجھے شکست فاش حاصل
ہوگی اور تیری شامت سے بیچارے مسلمان دربدر بھٹکتے پھریں گے۔ اس سے
ثابت ہے کہ جناب امیر انکو انکی جہالت اور مآل جہالت سے آگاہ فرماتے ہیں
جس سے اہل اسلام کی سراسر بھلائی مقصود ہے اور اصل مراد یہ ہے کہ کسی طرح
وہ خود نہ جائیں چنانچہ اس کے بعد ارشاد فرمایا) فابعث الیھم رجلا مجربًا

واحفز معہ اھل البلاء والنصیحۃ۔ لہذا دشمنوں کی طرف اس شخص کو بھیج جو آزمودہ کار ہو اور اس کے ماتحت اُن لوگوں کو روانہ کر جو جنگ کی سختیوں کے متحمل ہوں۔ اپنے سردار کی نصیحت کو قبول کریں۔ دیکھئے تو خود آزمودہ کار میدان کارزار نہیں ہے اور نہ وہ لوگ حیثیت مجاہدانہ رکھتے ہیں جن کا بھیجنا تجھے منظور نظر ہے بلکہ جو لوگ زمانہ کی سردی گرمی جھیل چکے ہوں۔ اُنکو بھیج اور اُنپر اُس شخص کو تعینات کر جو مرد مجرب و شجاع ہو۔ فان اظھر اللہ فذالک ما تحب۔ وان تکن الاخری کنت ردءً للناس ومثابۃ للمسلمین۔ پس اگر خدا نے غلبہ نصیب کیا تب تو یہ وہی چیز ہے جسے تو دوست رکھتا ہے اور اگر اس کے برعکس ظہور میں آیا تو ان لوگوں کا مددگار اور مسلمانوں کا مرجع تو بن ہی جائیگا (چونکہ پہلی عبارت میں صاف طور سے انکی شکست فاش اور مغلوبیت کا اظہار فرما چکے ہیں لہذا بر بناے مصالح وتقیہ وحکمت زمانیہ اس جگہ آکر کلام کا رُخ بدل دیا ہے اور دو جملے اختیار فرمائے ہیں تاکہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ مجھے بالکل شخص مہمل اور بے استعداد خیال کیا ہے۔ فرمایا کہ غلبہ حاصل ہوا تو اہل اسلام کی مراد بر آئی اور اس کے خلاف واقع ہوا تو تو بچ نکلا۔) (واہ رے شان بلاغت۔ بابی انت وامی یا امیر المؤمنین۔)

اب منصفین انصاف فرمائیں کہ اس کلام بلاغت نظام فصاحت التیام میں جناب خلیفہ صاحب کا ذکر فضیلت ہے یا انکی غیر قابلیت وکم استعدادی کا اظہار جو کچھ نتیجہ نکلے گا اہل فہم وشعور وقت مطالعہ ضرور ہمارے مخاطب کم ادراک ومعذور کو سمجھا ہی دینگے ۔

قال المؤلف ردّ الشیعۃ صفحہ ۲۰۰ کتاب مذکور۔ جب خلیفہ ثانی نے عجمی سپاہ کے مقابل میں بھی بہ نفس نفیس خود جانا چاہا تب بھی آپ نے نہایت محبت کے ساتھ اُنکو مشورہ دیا۔ **اقول** پھر وہی حرف محبت ہم کہتے ہیں کہ اگر کوئی اچھا بھلا شخص بافضل ومروت کسی کو اچھی بات بتائے تو اس میں اس کی اپنی

ہی فضیلت و بزرگی ہے۔ خاصکر ہادیان دین کا ہر دم یہی شیوہ رہا ہے کہ وہ ہر ایک
کو اچھے حکم سناتے اور بھلی باتوں کی تبلیغ فرماتے تھے۔ ہادی اول و بالذات
خداوند عالم ہے کہ حقیقتہً سب کی ہدایت اُسے مطلوب ہے خواہ مومن ہوں
یا کافر۔ انا ھدینٰہ السبیل اما شاکرا و اما کفورا۔ (دہر) ابلیس
رجیم سے کوئی کم ہی دشمن خدا ہوگا لیکن اُس کو بھی اُسنے نیکی پر آمادہ کیا اور
حکم خیر دیا۔ کیونکہ حق سبحانہ تعالٰے حکیم علی الاطلاق ہے اور حکیم سے اغراء بالشر
محال ہے۔ لہذا سجدۂ آدمؑ کے لئے ارشاد فرمایا۔ اگر اُسنے خود معصیت کی تو
اس میں اس کا اپنا ہی قصور ہے نہ منشائے خالق یہ تھی۔ اگر وہ سجدہ کرتا تو
مطیع امر اللہ اور مومن قرار پاتا۔ حالانکہ اُسنے ایسا نہیں کیا نیز اُس میں اس کی
کچھ فضیلت نہیں کہ اگر یہ کہا جائے کہ ابلیس رجیم کو بھی ذات رحیم و کریم نے
ایک اچھی بات کا مشورہ دیا تھا۔ اسی طرح اپنے نبیوں اور رسولوں کو مامور
فرمایا ہے کہ سب کو ہدایت کریں اور چونکہ وہ بھی مظہر و مصدر علم و حکمت خداوندی
ہوتے ہیں لہذا وہ بھی علیم و حکیم ہوئے پس اُن سے بھی اغراء بالشر محال ہے۔
دیکھو خداوند عالم جانتا تھا کہ فرعون ہدایت پر نہ آئے گا لیکن حضرت موسٰے
کلیم اللہ اور حضرت ہارون فصیح اللہ علیہما السلام کو کس اہتمام کے ساتھ تبلیغ احکام
پر ذات رب الانام نے مامور و معین فرمایا۔ چنانچہ قرآنی خبر ہے کہ حق سبحانہ و تعالٰے
شانہ نے اُن دونوں بھائیوں کو اس کی بذارت پر یہ تنبیہ کی۔ اذھبا الی
فرعون انہ طغیٰ۔ فقولا لہ قولا لینا لعلہ یتذکر او یخشیٰ۔ (طہ ع ۲)
یعنے تم دونوں فرعون کے پاس میرے احکام سنانے کے لئے جاؤ کیونکہ وہ نافرمان
ہوگیا ہے۔ اور اُس سے نرم نرم باتیں کرو تاکہ وہ نصیحت پکڑے اور خوف کرے۔
اس سے مراد فقط اتمام حجت ہی تھی کہ کل کو اس کا عذر باقی نہ رہے کہ میرے
پاس کوئی حکم الٰہی نہ آیا تھا اور نہ کسی نے مجھے راہ حق کی دعوت دی تھی۔ اسی
طرح اگر کوئی معصوم خاصۂ قیوم اپنے کسی دشمن سے نیکی کرے یا مشورہ نیک

دے تو وہ بھی برسبیل اتمام حجت ہی ہے - ہم کہتے ہیں اگر ہادیان برحق سے
کوئی مشورہ نیک لے یا نہ لے وہ خود بخود نیکی کیطرف ہدایت کرتے ہیں اُنکا
خمیر نیک اور طینت پاک ہے وہ مدام نیکی اور پاکی کی طرف رجوع فرماتے ہیں -
اور اُن کے دشمنوں اور بدکیشوں کی اصلیت خبیث اور نجس ہے وہ ہر دم اپنے
اصل کی طرف جاتے ہیں سچ فرمایا ہے جناب مخبر صادق نے کل شیئ یرجع الی
اصلہ - یہ کسی کتاب سے پایۂ ثبوت کو نہ پہنچے گا کہ کسی نبی یا کسی امام نے اپنے
کسی دشمن سے یہہ فرمایا ہو کہ اچھا کام نہ کر - یا اُس کو مشورۂ بد دیا ہو - فرعون
کے سامنے حضرت موسےٰؑ مبلغ احکام الٰہی اور اُس کے لئے مشیر الی الخیرات تھے -
اور نمرود کے سامنے حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ مظہر و مبین حقائق و معارف دینیات
تھے - بخت نصر کے عہد ضلالت مہد میں حضرت دانیالؑ اس کے مربی و مشاور مقتضیات
و مکتشفات تھے - اور عزیز مصر کے جملہ مہمات کلی و جزوی اور اقامۂ امور سلطنت
و قوام دولت میں ساعی اور مدبر تمدنات و سیاسیات تھے - اور مشاور و معاہد
اور مسؤل و محلل تعبیرات تھے - قال انک الیوم لدینا مکین امین -
قال اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم - (یوسف ع ۶)
یہہ قصہ قرآنی خود خالق کی زبانی ہے کہ عزیز مصر نے خواب میں دیکھا کہ سات
گائیں دُبلیاں سات گایوں موٹیوں کو کھا گئی ہیں - اور سات خوشے خشک
سات خوشوں سبز پر لپٹے ہوئے ہیں جب اُسنے تمام اراکین دولت اور جملہ امراء
و معتبرین سلطنت سے اپنے خواب کی تعبیر پوچھی اور کسی نے تشفی بخش جواب نہ
دیا تو لاچار حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا - آپنے یہہ تعبیر بخشی
کہ گایوں موٹیوں اور سبز خوشوں سے فراخی اور آبادی کے سات برس مراد
ہیں اور دُبلی گایوں اور خشک خوشوں سے خشکی اور قحط کے سات برس مقصود
ہیں - اور موٹی گایوں کو دُبلی گایوں کے کھا جانے سے اور سبز خوشوں پر خشک
خوشوں کے لپٹنے سے فراخی اور آبادی کے ساتوں برس میں غلہ فراہم شدہ

کا کھانا مراد ہے۔ اور ان سات برس خشکی اور قحط کے بعد پھر فراخی اور آبادی
کے سال ہوں گے۔ اور آپ نے عزیز مصر کو یہ تجویز اور ترتیب فرمائی - چونکہ
آج سے بعد سات برس پورے سبز سالی اور آبادی کے ہیں پس ان سات
برسوں میں تم لوگ کھیتی بوؤ اس کو وقت پختگی حسب عادت کاٹ لو جس قدر
اس میں سے خرچ کرنا ہو کرو باقی بطور ذخیرہ خوشوں سمیت رکھتے جاؤ -
بعد ان سات برسوں کے جب وہ سات برس قحط سالی کے آئیں تو اسی ذخیرہ
فراہم شدہ سے نکال کر حسب ضرورت کھاؤ اور خرچ کرو اس طریق سے وہ سات
برس قحط سالی کے تم کو بشدت و سختی معلوم نہ ہوں گے پھر خداوند پاک مالک اور
رزاق ہے ملک آباد ہو گا۔ اور قحط بھی نکل جائے گا۔ (دیکھو اس قصہ کو
سورۂ یوسف رکوع ۶ میں) ؎

پس اس میں عزیز مصر کی کچھ فضیلت نہیں اور نہ کوئی دیندار یہ کہتا ہے کہ
حضرت یوسف ؑ نے جو اس کو مشورہ نیک دیا تھا لہذا وہ صاحب فضیلت
ہے۔ ہاں اگر فضیلت ہے تو اس میں حضرت یوسف ؑ کی ہے کہ اس سے آپکا
علم اور قابلیت اور شان نبوت ظاہر ہوا۔ کہ ایک وقت وہ تھا کہ آپ ایک
غلام کی حیثیت میں بک رہے ہیں یا یہ وقت ہے کہ جملہ مہمات سلطنت اور
تمام امور دولت کے مدار المہام مقرر کئے گئے ہیں یہانتک کہ سلطان مصر کے
نام نامی سے نامزد ہوئے۔ اسی طرح اور بزرگواروں کے حالات کا اندازہ
لگا لو کہ اگر وہ کسی کو نیک بات کا مشورہ دیں تو اس میں انکی اپنی فضیلت ہے
اور اظہار علمیت۔ اور اُن کے مد مقابل کی ناقابلیت و کم استعدادی جس کی وجہ
سے وہ مشورہ لے رہا ہے۔

[illegible]

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے عم آذر
کو نیک بات کا مشورہ دیا تھا۔ قال سلام علیک
ساستغفر لک ربی انہ کان بی حفیا۔ (مریم ع ۳)

یعنی تم پر سلام ہے (تم ایمان لے آؤ) میں تمہاری خاطر اپنے اللہ سے طلب مغفرت کروں گا بیشک وہ مجھ پر مہربان ہے۔اسی طرح حضرت موسےٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے قارون کو اچھے کام کا مشورہ دیا تھا واحسن کما احسن اللّٰہ الیک ولا تبغ الفساد فی الارض انّ اللّٰہ لا یحبّ المفسدین۔ (قصص ع ۸)

یعنی (اے قارون) تو ہمیشہ بندگان خدا سے نیکی کیا کر جیسا کہ خدا نے تیرے ساتھ نیکی کی ہے اور اس کی زمین میں فساد مت پھیلا کیونکہ وہ فسادیوں کو دوست نہیں رکھتا۔حضرت ختمی مرتبت صلّے اللہ علیہ وآلہ اپنے جانی دشمن ابوجہل کو جبکہ وہ کلمات گستاخانہ کہہ رہا ہے اور حضور سے گفتگوبے ادبانہ کر رہا ہے آپ اُسے یہہ مشورہ دے رہے ہیں کہ میں تجھے ایک اچھے امر کی دلالت کرتا ہوں اور نیک بات کی رغبت دلاتا ہوں اور وہ یہہ ہے کہ اپنے جسم کو دوزخ کا ایندھن مت بنا۔ایمان لے آ۔بخلوص قلب کلمۂ شہادتین پڑھ۔میں تیرے لئے اپنے مہربان پروردگار سے معافی لے لونگا۔اور تیری نجات و تخلصی کا ضامن ہوں گا۔پھر تجھے کچھ اندیشہ نہ ہوگا۔ (دیکھو قصص الانبیاء صفحہ ۱۱۲)

حضرت امیر المومنین علیہ السلام اُنیسویں (۱۹) شب ماہ مبارک رمضان شریف کو نماز پڑھنے کی خاطر مسجد کوفہ میں تشریف لے آرہے ہیں ابن ملجم سو رہا ہے فخر کہ بر جلہ فقال قم وصل اپنے پیر مبارک سے حرکت دیکر فرما رہے ہیں۔ اُٹھ۔ اور نماز پڑھ۔ بندگان خدا کے خون میں اپنا ہاتھ مت رنگین کر۔یوم حساب نہایت ہی سخت ہے خدا کے سامنے جائیگا۔اُسوقت کیا جواب دیگا۔اور بعد ضربت خوردی جبکہ فرق مبارک زخمی ہے۔تلوار بھی کیسی زہر کی بجھی ہوئی ہے عمر ابن نعمان جراح بلایا گیا ہے پیشانی اقدس دیکھ رہا ہے۔عمامہ سر سے پھینک دیا ہے۔ بیچینی سے افسوس کر رہا ہے۔کہہ رہا ہے۔ "زخم قابل علاج نہیں۔تلوار زہر آلود ہے" قاتل بھی سامنے کھڑا ہوا ہے ہر طرح کی قدرت اُس پر رکھتے ہیں۔فرما رہے ہیں "میں نے کیا قصور کیا تھا جو تو میرے قتل کا مرتکب ہوا؟ کیا میں عدل نہ کرتا تھا"

کیا میں تیرے حقوق کی رعایت نہ کرتا تھا۔ کیا میں نے تیرے ساتھ کبھی نیکی نہ کی تھی پہلے قاتل کو کھانا کھلاتے ہیں۔ بعد کو آپ نوش فرماتے ہیں۔ پہلے قاتل کو شربت پلواتے ہیں۔ پھر آپ پیتے ہیں ؎

نثار اس آپ کے الطاف پر اے ساقیٔ کوثر جو کہ شربت آب اپنے دشمنِ جاں کو پلاتے ہیں

حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی شان والا میں ایک مرد شامی کلمات درشت کہہ رہا ہے۔ آپ چپ ہیں۔ جب وہ تھک کر خاموش ہوا۔ آپ مسکرا کر اس کی طرف مخاطب ہوئے۔ اُلٹا نیک مشورہ دیا۔ اے شخص معلوم ہوتا ہے کہ تو مرد مسافر ہے۔ شاید تجھے اشتباہ ہوا ہے۔ کہ تو مجھے اس طرح کہہ رہا ہے۔ اگر کچھ طلب کرے تو عطا کروں۔ اگر طالب ہدایت ہے تو ہدایت کروں۔ اگر سواری کی ضرورت ہے تو تجھے بخش دوں۔ اگر گرسنہ ہے تو کھانا کھلاؤں۔ اگر لباس کی احتیاج ہے تو بنا دوں۔ اگر محتاج اور تنگدست ہے تو غنی کردوں۔ اگر کسی سے ڈر کر بھاگا ہے تو پناہ دوں۔ تیرے لئے بہتر ہے کہ میرے یہاں مقیم ہو اس لئے کہ ہمارا گھر وسیع ہے۔ اور جو کچھ تجھے درکار ہو وہ سب ہمارے پاس موجود ہے۔ دشمن آپ کی یہ تقریر سُنکر شرمندہ ہوا۔ اور بوجہ شرمندگی سر جُھکا لیا۔ رونے لگا اور عرض کی۔ بخدا سوگند کہ آپ خلیفۂ خدا برحق ہیں۔ اور حضرت پر ایمان لایا اور ہمیشہ شرف صحبت میں رہا کیا ؎

تیغِ حلم از تیغِ آہن تیز تر۔ ✤ بل زصد لشکر ظفر انگیز تر۔
صبر جملہ انبیاء با منکراں۔ ✤ کرد وشد تا خاص حق صاحب قرآں۔

(گلدستۂ امامت نقشبندی)

حضرت سید الشہداء علیہ السلام نے یوم عاشورا جبکہ میدانِ جنگ خوب گرم تھا اور نماز ظہر کا وقت آ پہنچا۔ عمر سعد سے ارشاد فرمایا۔ تم نے بے وجہ مجھے درد پہنچایا ہے۔ اور ناحق ستایا ہے۔ میں فرزند رسولؐ ہوں۔ ناز پروردۂ بتولؑ ہوں۔ تم ہزاروں خاروں کے بیچ میں ایک پھول ہوں۔ تمہارے ظلم و ستم کے

سبب سے نہایت شکستہ دل اور ملول ہوں۔ اچھا جو کچھ ہوا سو ہوا۔ ہماری تمہاری پیشی بادشاہ عادل کے سامنے ہوگی۔ وہ روز عدل و داد ہے۔ مظلوم کی فریاد رسی ہوگی۔ ظالم اپنی سزا بھگتیگا۔ خیر اب ذرا اتنی مہلت دو۔ کہ ہم نمازِ خدا پڑھ لیں۔ تم بھی نماز پڑھ لو۔ خدا کو یاد کر لو۔ میں تم کو بہتر مشورہ دیتا ہوں کہ میرے خون میں ناحق اپنا دامن تر نہ کرو باز آؤ۔ باز آؤ۔ (ایضاً)

حضرت امام علی زین العابدین سید الساجدین رئیس الصابرین علیہ السّلام دربار یزید میں کھڑے ہیں۔ وہ مغرور و متکبر کرسی آبنوس پر بیٹھا ہوا ہے سامنے طشت زرین میں سر پاک امامؑ عالی مقام رکھا ہے اور بے ادبی کر رہا ہے اس اثنا میں اُسنے اعمال خیر کی نسبت دریافت کیا آپ اسے نماز غضیلہ کی بابت ارشاد فرما رہے ہیں۔ بعد میں ایک معترض کے اعتراض کے جواب میں فرماتے ہیں کہ وہ اسپر قادر نہیں ہوگا۔ علاوہ ازیں جب وہ قاتل امامؑ ہے اُسپر بُوے جنت حرام ہے۔ پھر اس کی عبادت کس طرح مقبول اور موجب انعام ہے۔ لوگوں کو چاہئے کہ پوچھیں۔ ہمارا بتا دینا ہی کام ہے۔ اگر ہم نہ بتائیں تو اُنکی ہم پر حجت بحال رہیگی۔ اور عذر قائم ہوگا۔ (ایضاً)

غرض مقبولان خدا کا ہر دم یہی شیوہ ہے کہ سب کے ساتھ سلوک کریں اور اچھا برتاؤ رکھیں۔ اور نیک باتوں کا مشورہ دیں۔ اس میں انکی اپنی ذاتی فضیلت اور بزرگی ہے۔ نہ انکے مقابل والوں کی۔ ہاں اُنکے مخلص معتقد اور پیرو اس سے مستفیض ہیں۔ جناب امیر المومنین علیہ السّلام نے بقول مخاطب مکرم حضرت عمرؓ کو نہایت محبت و شفقت کے ساتھ مشورہ دیا تو اُس میں انکی اپنی فضیلت ہے اور آپنے خدا اور انبیاؑ کی تاسی کی ہے۔ ہم کہتے ہیں اس بزرگ خاندان رسالت کا ہر دم حسن سلوک اور نیکی و مراعات کا طریقہ رہا ہے دشمنوں تک بیحد مہربان ہیں اور بغور و تدبّر دیکھا جائے تو اس میں جملہ اہل اسلام کی خیر خواہی منظور تھی جیسا کہ پہلے ہم متعلق مشورہ دوم لکھ آئے ہیں کہ

حضرت نے ارشاد فرمایا "انک متی لتسر الی ھذا العدو بنفسک فتلقھم بشخصک فتنکب۔ لاتکن للمسلمین کانفتہ دون اقصیٰ بلادھم لیس بعدک مرجع یرجعون الیہ" یعنی اگر تو خود دشمن کیطرف کوچ کرے تو منکوب و مغلوب ہو جائے گا۔ تو پھر مسلمانوں کو اُن کے اقصائے بلاد تک پناہ نہ ملیگی اور تیرے بعد کوئی ایسا مرجع نہ ہوگا جس کی طرف وہ رجوع کریں۔ (مطلب یہ ہے کہ ضرور تجھے شکست فاش حاصل ہوگی اور تیری شامت سے بچارے مسلمان دربدر بھٹکتے پھرینگے) اس سے صاف یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت نے عام مسلمانوں کی بھلائی کو مدنظر فرمایا اور یہی شان امامت کبریٰ اور خلافت عظمیٰ ہے۔ کہ بہرحال فائدہ اسلام متصور ہو اور اُسی کی محافظت محفوظ ہو۔ اس میں حضرت عمر کی کچھ خصوصیت نہیں اس طرح اس مشورہ متعلقہ فارس میں بھی وہی کیفیت ہے۔ جو عنقریب ظاہر ہوگی۔..........

قطع نظر اس تمام گفتگو کے جو بات پیچ میں ہے اُس کی طرف رجوع کرنا چاہیئے اور وہ بات یہ ہے کہ اس کلام اقدس میں بھی مثل کلام سابقہ حضرت ممدوح کی مذلت و منقصت بیانی ہے۔ خوب غور و خوض کرو تو ہمارے دعوے کی صداقت پورے طور سے نظر آہی جائیگی دیکھو جب خلیفہ صاحب نے عجمی سپاہ کے مقابلے میں بنفس خود جانا چاہا اور اس امر میں حضرت سے مشورہ لیا تو آپ نے فرمایا۔ ان ھذا الامر لم یکن نصرہ و خذلانہ بکثرۃ ولا بقلتہ وھو دین اللہ الذی اظہرہ و جندہ الذی اعدہ و امدہ حتیٰ بلغ ما بلغ و طلع حیث طلع۔ دین اسلام کا غالب آنا اور مغلوب ہو جانا کچھ سپاہ کی کثرت و قلت پر منحصر نہیں یہ اسلام اُس خدا کا دین ہے جس نے اس کو تمام ادیان و مذاہب پر غالب کیا ہے اور سپاہ اسلام اس خدا کی فوج ہے جس کی اُس نے ہر جگہ مدد اور اعانت کی ہے اُسے ایک بلند مرتبہ پر پہنچا دیا۔ اُن کا آفتاب وہاں طالع ہو گیا جہاں ہونا لازم تھا۔ (اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ

فتح و شکست - غلبہ و مغلوبیت - اہل اسلام کثرت و قلت سپاہ پر منحصر نہیں ہے
یہ متعلق مشیت ایزدی ہے اگر تو یہ سمجھے کہ میں فوج کثیر لے جا کر فتح پالونگا
تو یہ خیال تیرا درست نہیں ہے - وہی خداوند عالم اس دین اسلام کا حافظ و
ناصر ہے جس نے اس کو معراج ترقی پر پہنچایا ہے) ونحن علے موعود
من اللہ واللہ منجز وعدہ وناصر جندہ ہم لوگ اس وعدہ خداوندی
پر کامل یقین کے ساتھ ثابت ہیں - جو اس نے غلبۂ اسلام کے بارے میں فرمایا -
بیشک وہ اپنے وعدوں کا وفا کرنے والا ہے اور اپنی سپاہ کا مددگار ہے (یعنے
تجھے تو کثیر سپاہ پر بھروسہ ہے لیکن ہم خدا کے وعدۂ فتح و نصرت پر کامل بھروسہ
رکھتے ہیں جس کا اُس نے ہم سے وعدہ کیا ہوا ہے) ومکان القیم بالامر
مکان النظام من الخرز یجمعہ ویضمہ فاذا انقطع النظام وذہب
ثم لم یجتمع بحذافیرہ ابداً - دین اسلام کے بزرگ اور صاحب اختیار
(ہادی اور امام امت) کا مرتبہ رشتۂ مروارید کی مانند ہے جو موتی کے دانوں
کو ایک جگہ جمع کرکے باہم پیوست کر دیتا ہے - اگر یہ رشتہ ٹوٹ جائے تو
تمام دانے متفرق ہو کر کہیں کہیں بکھر جائینگے پھر اجتماع کامل نصیب نہ
ہوگا (یعنی جو شخص اسلام میں بزرگ اور صاحب اختیار ہے (ہادی اور
امام امت) وہ بمنزلہ ایک رشتہ کے ہے اور اس کے مقتدی اور ماموین مثل
دانہائے مروارید کے ہیں - اُن کا جمع رہنا اور آپس میں متفق و متحد ہونا اُسی
صاحب اختیار سے متعلق ہے - اگر اُسے شکست آئی تو اُس کا مجمع بالکل منتشر
ہو جائیگا پھر حصول اجتماع مشکل ہے - اس کلام کا مخلص یہ ہے کہ تجھے دعوے
ہے کہ میں ہی اسلام میں بزرگ اور صاحب اختیار ہوں (ہادی اور امام امت)
لیکن اگر تو اس جنگ پر جائیگا اور اپنے مجمع کو ہمراہ لے جائیگا تو تجھے شکست
فاش نصیب ہوگی اور تیرا مجمع بالکل منتشر ہو جائے گا - پھر بیچارے مسلمانوں
کو ایکدوسرے سے مل رہنا مشکل ہوگا لہذا مناسب ہے کہ تو اپنے جائیگا

خیال دل سے علیحدہ کر دے کیونکہ تیری حیثیت اسلام میں بزرگ اور صاحب اختیار ہونے کی نہیں ہے کہ تیرے یمن و برکت سے مسلمانوں کا اجتماع کامل رہے۔ انپر کسی دوسرے کو تعینات کرنا چاہیئے جس کا یہہ منصب ہو چنانچہ فرماتے ہیں) (والعرب الیوم وان کانوا قلیلا فهم کثیرون بالاسلام عزیزون بالاجتماع فکن قطبا واستدر الرحی بالعرب واصلهم دونك نار الحرب۔ آج کے روز اہل عرب اگرچہ قلیل ہیں لیکن اسلام کی شوکت انہیں کثیر ظاہر کر رہی ہے۔ یہہ اپنے اجتماع کی وجہ سے یقیناً دشمن پر غالب ہوں گے لیکن پہلے تو بمنزلہ قطب آسیا ہو پھر آسیائے جنگ کو اُن کے ساتھ گردش دے اور مناسب بات یہہ ہے کہ اپنے سوا کسی دوسرے شخص کے ماتحت بناکر اُنہیں لڑائی کی آنچ سے گرم کر دینے تجھے تو سپاہ کثیر کا خیال ہے۔ خداوند عالم کے وعدۂ فتح و نصرت پر کامل اعتماد نہیں لیکن اہل عرب بسبب شوکت و صولت اسلام اور بوجہ اجتماع اپنے مخالفوں پر غلبہ حاصل کریں گے کیونکہ خدا کے قلیل بندے ہی کثیر پر غالب ہیں۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ پہلے تو بمنزلہ قطب آسیا ہو پھر انکو میدان حرب و ضرب میں لیجا بلکہ انسب ہے کہ اپنے سوا کسی دوسرے شخص کو جس کا قطب آسیا ہونے کا منصب ہو انپر تعینات کرکے بھیج اور اسی سے آتش جنگ کو مشتعل کر۔ یہاں لفظ قطب آسیا سراسر قابل غور و تدبر ہے۔ اس مختصر اور جامع کلمہ میں مستشیر صاحب کی پوری پوری ذم ہے کیونکہ جب آپنے فرمایا کہ پہلے تو بمنزلہ قطب آسیا ہو تو معلوم ہوا کہ پہلے وہ بمنزلہ قطب آسیا نہ تھے۔ حضرت بطور الزام فرماتے ہیں کہ اول تو یہہ عہدہ اور منصب خاص حاصل کر بعدہ آسیائے جنگ کو گردش دے۔ جب تجھے یہ منصب نصیب نہیں تو پھر تو کیونکر آسیائے جنگ کو گردش دے سکتا ہے۔ چنانچہ دوسرے جملے سے اسکی تائید ہوتی ہے اور مزید توضیح ہے کہ اپنے سوا کسی دوسرے شخص کو جس کا یہ منصب ہو انپر تعینات کرکے بھیج اور اسی سے آتش جنگ کو مشتعل کر۔ انصاف شرط ہے

کہ اگر صاحب موصوف میں کچھ قابلیت ہوتی تو آپ ضرور فرماتے کہ تو خود ہی جنگ کی طرف چلا جا۔ پس جس طرح پہلے مشورہ متعلق روم میں آپنے فرمایا تھا کہ کسی دوسرے شخص مجرب اور شجاع کو بھیج اس موقع پر بھی وہی رائے مبارک ظاہر کی نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں موقعوں پر اُن کی عدم قابلیت اور عدم استعداد کا اظہار فرمایا ہے۔ بخلاف جناب امیرؑ کہ اُن کو یہ قابلیت اور استعداد موہوب من اللہ تھی۔ چنانچہ اسی کتاب مستطاب نہج البلاغہ میں ایک موقع جہاد پر اپنی شان والا میں یہ ارشاد فرماتے ہیں۔ وانما انا قطب الرحی تدور علی وانا بمکانی فاذا فارقتہ استحار مدارها واضطرب ثفالها الخ (صفحہ مطبوعہ طہران) یعنی سوائے اس کے نہیں کہ میں ہی قطب آسیائے دین الٰہی ہوں۔ یہ آسیائے جہاد فی سبیل اللہ میرے ہی گرد پھرتی ہے اور میرے ہی سبب سے پھرتی ہے۔ جب تک میں اپنے محل پر قائم رہوں اور جس وقت اپنی جگہ سے علیحدہ ہو جاؤں تو اس آسیا کی حرکت حیرت میں گرفتار ہو جاتی ہے۔ اس کے آٹا گرنے کا ظرف بالکل اوندھا ہو جاتا ہے۔ اور اپنے مشہور و معروف خطبہ شقشقیہ میں خلافت کو اپنے لئے وہی نسبت دیتے ہیں جیسے قطب آسیا کو نسبت ہے آسیا سے (ان محلی منہا محل القطب من الرحی) پس در اصل مدار و دوران و انحصار دائرہ خلافت حقہ اور گردش آسیائے جہاد فی سبیل اللہ آپ ہی کے وجود مبارک و مسعود پر موقوف ہے کہ آپ ہی بمنزلہ (قطب آسیائے دین اور عین قطب دائرہ تکوین ہیں (علیہ الصلوٰۃ والسلام) آپ کا اپنے مستشیر کے حق میں یوں فرمانا فکن قطبا الخ صاف دلالت کرتا ہے کہ پہلے سے انہیں یہ درجہ حاصل نہیں تھا اور یہ مسلم ہے کہ ایسے درجات عالیہ کسبی اور اکتسابی نہیں ہوتے بلکہ موہوب من اللہ ہیں ایسا ہرگز نہیں کہ جب حضرتؑ نے فرمایا ہو انہوں نے وہ درجہ کسب کر لیا ہو۔ لہذا اس قاعدہ کلیہ کی رو سے اور بربنائے تقدیر و تخذیف اصلاً عبارت یوں ہوتی فکن اولا

کالقطب واستدس الرحی۔ اسی لئے تو ہم نے ترجمہ بھی اسی قاعدے کی بنا پر
کیا ہے (فتامل فانہ دقیق) اور حضرت کا ایسا فرمانا بسبیل لزام تھا اور
اس میں ایک باریکی ہے اور وہ یہہ کہ جب آپ کا مدام دعوے بمنزلہ قطب آسیا
ہونے کا ہے اور بکرات و مرات اس کا اعلان و اظہار فرما چکے ہیں۔ اور مستشیر سے
اتنا بھی فرما دیا کہ اپنے سوا کسی دوسرے شخص کو بھیج تو مطلب یہی ہے کہ وہی
ان لوگوں پر تعینات ہو کر جائے جس کا منصب بمنزلہ قطب آسیا ہونے کا ہو۔
کہ مسلمانوں کا مجمع جو مانند دانہ ہائے مردار یدہے منتشر نہ ہو جائے۔ اس سے
حضرت خود خواہش ظاہر کر رہے ہیں اور ایک گوشہ اسلام میں اپنے بزرگ اور
صاحب اختیار (ہادی اور امام امت) ہونے کا صریح بطرز صحیح استدلال و
احتجاج با تنقیح قائم کر رہے ہیں۔ لیکن افسوس کہ اس شان بلاغت کو اسوقت
سمجھتا کون۔ سبحان اللہ متکلم کیسے ہیں اور پھر مخاطب کیسے جنکا یہ فہم کامل اور
ذہن وذکا تھا کہ ایک سورۂ بقر کے یاد کرنے میں بارہ برس گذار دئے۔ خیر
بکے ندارد۔ ما علی الرسول الا البلاغ۔

الحاصل۔ پھر فرماتے ہیں۔ فانک ان شخصت من ھذہ الارض انتقضت
علیک العرب من اطرافہا واقطارھا حتی یکون ماتدع وراءک
من العورات اھم الیک مما بین یدیک۔ پس اگر تو مدینہ سے باہر چلا گیا
تو عرب کے تمام قبیلے اطراف واکناف سے ٹوٹ پڑیں گے۔ اُسوقت پیچھے رہ جانے
والی ننگ و ناموس فوج کی حفاظت تجھپر اُس شے سے مقدم ہو جائے گی جو تیرے
سامنے (جنگ فارس) موجود تھے۔ (یعنے ایک تو تجھے وہ صعوبت پیش آئے گی
کہ اگر تو خود جنگ میں چلا جائے تو بحصول شکست و مغلوبیت مجمع مسلمین منتشر
ہو جائے گا۔ دوسری پیچھے یہہ مشکل واقع ہوگی کہ غنیم مسلمانوں کے ناموس
برباد کرینگے دونوں حالتوں میں تجھے مرتکب نقصان ہونا پڑیگا) ان الاعاجم
ان ینظروا الیک غدا یقولوا ھذا اصل العرب فاذا اقتطعتموہ استرحتم

فیکون ذلک اشد لکلبھم علیک وطمعھم فیک۔ جب ایرانی کل کو تجھے دیکھینگے تو آپسمیں یہی کہیں گے کہ بس یہی ان عربوں کا سردار ہے۔ اگر تم نے اُسے کاٹ چھانٹ دیا تو پھر راحت ہی راحت ہے۔ ورنہ تیرا جانا اُنکو تیری لڑائی پر حریص کردے گا۔ وہ تیری گرفتاری کی حد سے بڑھی ہوئی طمع کرین گے۔ (یعنے ایرانی جب تجھے دیکھیں گے تو تیری شکل وصورت ہی ایسی ہے کہ تیری عداوت اُن کے دلوں میں مشتعل ہو جائے گی اور در حالت شکست تجھے گرفتار کر لینگے۔ اور جو کچھ تم کر گذرین تھوڑا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ جب تو پکڑا جائیگا تو بچارے مسلمان ہی برباد ہو جائیں گے۔ اور انکی جمعیت بکھر جائیگی۔ اس کلمات ہدایت سمات میں عام مسلمانوں کی خیر خواہی مطلوب ہے اور کمال اظہار علمیت لدنیہ موہوبہ من اللہ) فاما ما ذکرت من مسیر القوم الی قتال المسلمین فان اللہ سبحانہ ھو اکرہ لمسیرھم منک ھو اقدر علی تغییر ما یکرہ۔ اور یہ جو تو نے بیان کیا ہے کہ ایرانی فوج مسلمانوں پر چڑھائی کر رہی ہے تو خداوند عالم انکی اس حرکت کو تجھ سے زیادہ مکروہ سمجھتا ہے اور بے شک وہ جس امر سے کراہت رکھتا ہے اس کے بدل دینے پر پورا پورا قادر ہے (یعنے تجھے جو یہ سوجھی ہے کہ میں ضرور لڑائی میں جاؤں اور اپنے جانے کے لیے یہ بات بناتا ہے کہ دشمن مسلمانوں پر چڑھائی کر رہے ہیں تو مسلمانوں پر اُنکا چڑھائی کرنا خود خدا کو ناپسند ہے پھر وہی انکے دفعیہ کے لئے کافی ہے تیرا جانا جو سراسر خلاف مصلحت ہے اور موجب ہزیمت و نقصان کافہ مسلمین پس یہ کیا معنے رکھتا ہے) واما ما ذکرت من عددھم فانا لم نکن نقاتل فیما مضی بالکثرۃ وانما کنا نقاتل بالنصر والمعونۃ۔ اور تیرا یہ قول کہ حملہ آور قوم تعداد میں زیادہ ہے (غلط ہے) کیونکہ ہم نے گذرے زمانہ (عہد رسول صلعم) میں کثیر التعداد فوج سے کہ دشمن سے کبھی جنگ نہیں کی۔ بلکہ خداوند قہار کی نصرت اور اعانت کے بھروسہ پر مقابلہ کرتے رہتے ہیں۔

کالقطب واستدیر الرحی - اسی لئے تو ہم نے ترجمہ بھی اسی قاعدے کی بناپر کیا ہے (فتامل فانہ دقیق) اور حضرت کا ایسا فرمانا بہ سبیل لزام تھا اور اس میں ایک باریکی ہے اور وہ یہ کہ جب آپ کا مدام دعوے بمنزلہ قطب آسیاء ہونے کا ہے اور بکرات ومرات اس کا اعلان واظہار فرما چکے ہیں - اور مستفیض ہے اتنا بھی فرما دیا کہ اپنے سوا کسی دوسرے شخص کو بھیج تو مطلب یہی ہے کہ جو ہی ان لوگوں پر تعینات ہوکر جائے جس کا منصب بمنزلہ قطب آسیا ہونے کا ہو - کہ مسلمانوں کا مجمع جو مانند دانہ ہائے مروارید ہے منتشر نہ ہو جائے - اس سے حضرت خود خواہش ظاہر کر رہے ہیں اور ایک گونہ اسلام میں اپنے بزرگ اور صاحب اختیار (ہادی اور امام امت) ہونے کا صریح بطرز صحیح استدلال و احتجاج با تنقیح قائم کر رہے ہیں - لیکن افسوس کہ اس شان بلاغت کو اسوقت سمجھتا کون سبحان اللہ متکلم کیسے ہیں اور پھر مخاطب کیسے جنکا یہ فہم کامل اور ذہن و ذکا تھا کہ ایک سورۂ بقرکے یاد کرنے میں بارہ برس گذار دئے - خیر ہائے ندارد - ما علی الرسول الا البلاغ -

الحاصل - پھر فرماتے ہیں - فانک ان شخصت من ھذہ الارض انتقضت علیک العرب من اطرافھا واقطارھا حتی یکون ما تدع وراءک من العورات اھم الیک مما بین یدیک - پس اگر تو مدینہ سے باہر چلا گیا تو عرب کے تمام قبیلے اطراف واکناف سے ٹوٹ پڑیں گے - اسوقت پیچھے رہ جانے والی جنگ وناموس فوج کی حفاظت تجھپر اس شے سے مقدم ہو جائے گی جو تیرے سامنے (جنگ فارس) موجود تھے - (یعنے ایک تو تجھے وہ صعوبت پیش آئے گی کہ اگر تو خود جنگ میں چلا جائے تو بحصول شکست ومغلوبیت مجمع مسلمین منتشر ہو جائے گا - دوسری تیرے پیچھے یہ مشکل واقع ہوگی کہ غنیم مسلمانوں کے ناموس برباد کرینگے دونوں حالتوں میں تجھے مرتکب نقصانات ہونا پڑیگا) ان الاعاجم ان ینظروا الیک غدا یقولوا ھذا اصل العرب فاذا اقتطعتموہ استرحتم

فیکون ذلک اشد لکلبھم علیک و طمعھم فیک - جب ایرانی کل کو تجھے دیکھینگے تو آپسمین یہی کہیں گے کہ بس یہی ان عربوں کا سردار ہے - اگر تم نے اُسے کاٹ چھانٹ دیا تو پھر راحت ہی راحت ہے - ورنہ تیرا جانا اُنکو تیری لڑائی پر حریص کر دے گا - وہ تیری گرفتاری کی حد سے بڑھی ہوئی طمع کرین گے - (یعنے ایرانی جب تجھے دیکھیں گے تو تیری شکل وصورت ہی ایسی ہے کہ تیری عداوت اُن کے دلوں مین مشتعل ہو جائے گی اور در حالت شکست تجھے گرفتار کر لینگے - اور جو کچھ مُنکر گذریں تھوڑا ہے - نتیجہ یہ ہے کہ جب تو پکڑا جائیگا تو بیچارے مسلمان ہی برباد ہو جائیں گے - اور انکی جمعیت بکھر جائیگی - اس کلمات ہدایت سمات میں عام مسلمانوں کی خیر خواہی مطلوب ہے اور کمال اظہار علمیت لدنیہ موہوبہ من اللہ) فاما ما ذکرت من مسیر القوم الی قتال المسلمین فان اللہ سبحانہ ھو اکرہ لمسیرھم منک ھو اقدر علی تغییر ما یکرہ - اور یہ جو تو نے بیان کیا ہے کہ ایرانی فوج مسلمانوں پر چڑھائی کر رہی ہے تو خداوند عالم الغیٰ اس حرکت کو تجھ سے زیادہ مکروہ سمجھتا ہے اور بے شک وہ جس امر سے کراہت رکھتا ہے اس کے بدل دینے پر پورا پورا قادر ہے (یعنے تجھے جو یہ سوجھی ہے کہ مین ضرور لڑائی میں جاؤں اور اپنے جانے کے لیئے یہ بات بناتا ہے کہ دشمن مسلمانوں پر چڑھائی کر رہے ہیں تو مسلمانوں پر اُنکا چڑھائی کرنا خود خدا کو ناپسند ہے پھر وہی انکے دفعیہ کے لیئے کافی ہے تیرا جانا جو سراسر خلاف مصلحت ہے اور موجب ہزیمت و نقصان کافہ مسلمین بس یہ کیا معنے رکھتا ہے) و اما ما ذکرت من عددھم فانا لم نکن نقاتل فیما مضی بالکثرۃ و انما کنا نقاتل بالنصر والمعونۃ - اور تیرا یہ قول کہ حملہ آور قوم تعداد میں زیادہ ہے (غلط ہے) کیونکہ ہم نے گذرے زمانہ (عہد رسول صلعم) میں کثیر التعداد فوج کے گردشمن سے کبھی جنگ نہیں کی - بلکہ خداوند قہار کی نصرت اور اعانت کے بھروسہ پر مقابلہ کرتے رہے ہیں -

(ان آخری فقرات سے مستفیض صاحب کے اعتقاد پر کافی روشنی پڑتی ہے شاید انکو خدا کی ذات پر پورا بھروسہ نہ ہوگا - جس کا جواب باصواب حضرت مشیر جناب امیرؑ نے یہ دیا کہ ہم تو خدا کی نصرت و اعانت پر آسرا لگائے ہوئے ہیں حالانکہ عہد سعادت مہد کو بڑی مدت نہیں ہوئی تھی اور نہ وہ بھولے ہوں گے پھر یہ سست اور ضعیف عقیدہ کیسا -

آخری فیصلہ اور ڈگری

اب ہمارے آخری فیصلہ اور یکطرفہ ڈگری کے مستحق اور اصلی حقدار پیروان مسلک امامیہ ہی ہیں - ان ہر دو مشورہ جناب امیر علیہ السلام کا حصر تین امروں پر ہے - انکے علاوہ دوسرا کوئی امر مفہوم طبیعت نہیں ہے - ایک یہ کہ جناب امیرؑ نے حضرت مستشیر کو نہایت محبت و شفقت کے ساتھ مشورہ دیا جو انکی فضیلت پر دال ہے - دوسرا یہ کہ جناب نے تمام کافۂ اسلام کی خیر و بھلائی کو ملحوظ خاطر فرمایا - تیسرا یہ کہ اس میں اثنا مستشیر (مشورہ لینے والے) کی عدم قابلیت وغیرہ استعدادی اور جہلیت کا اظہار ہے -

پہلے امر کی نسبت ہمارے تمہیدی بیانات ہی کافی ہیں کہ خدا کے مقبول بندے ہمیشہ بسبب عام خلق و مروت کے نیک مشورہ دیا کرتے ہیں جیسا کہ انبیاءؑ اور ان کے اوصیاءؑ کے حالات سے ظاہر ہے پس اگر اُن سے مشورہ لینے والوں کی فضیلت ہے تو لابد یہاں بھی مستشیر صاحب کی فضیلت ہے و الا فلا -

دوسرے امر کی بابت کچھ پیش و پس نہیں بیشک جناب امیرؑ نے تمام کافۂ اسلام کی خیر و بھلائی کو مقدم سمجھا ہے اور اُن کے فائدے کو متصور فرمایا ہے - اس میں مستشیر کی خصوصیت کچھ ہی نہیں - باقی رہا تیسرا امر سو اس پر تو ہمارا ادعا ہے - اور مضمون کلام بھی اسی کی تائید کرتا ہے - اب ہم ذیل میں ایک واقعہ قرآنی کے ساتھ اس قضیہ کی تطبیق دیکر یکطرفہ ڈگری در حق شیعیان مولا علیؑ دیتے ہیں - واضح ہو کہ جب بنی اسرائیل نے اپنے پیغمبر حضرت شموئیلؑ سے درخواست کی تھی کہ

ہمارے واسطے ایک حاکم دینی منتخب کر دے جس کے ہمراہ ہو کر ہم راہ خدا میں جالوت
کے ساتھ جہاد کریں پس حضرت شموئیل نے ان کے لئے حضرت طالوت کو منتخب
فرمایا اور اس قوم کے معترض ہونے پر کہ یہ تو مفلس و مفلوک الحال ہے ارشاد کیا
ان اللہ اصطفاہ علیکم وزادہ بسطۃ فی العلم والجسم الخ۔
(بقرہ ۳۲) یعنی بیشک خدا نے انکو تم سب پر اس لئے برگزیدہ و پسندیدہ کیا ہے
کہ یہ صاحب طاقت جسمیہ (شجاعت) اور صاحب وسعت علمیہ ہیں۔ یہ قصہ
بہ تمام صراحت و وضاحت اس امر پر دال ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ بہ معیت
حاکم دینی کیا جا سکتا ہے جو مقرر و معین منجانب خدا ہو۔ بدون معیت حاکم دین
و امام عادل ناجائز و حرام ہے۔ اور وہ حاکم دین اسوقت جہاد کے لئے قوم
پر منتخب ہو سکتا ہے جب اس کے صفات یہ ہوں کہ عالم بھی ہو اور مرد مجرب
و شجاع بھی ہو۔ حضرت شموئیلؑ حضرت داؤدؑ کے وصی تھے انہوں نے طالوتؑ
کو منتخب فرمایا۔ اور انکا منتخب فرمانا خدائی انتخاب کا حکم رکھتا تھا۔ اسی طرح
جناب امیر المومنینؑ نفس رسول رب العلمین وصی پیغمبر آخر الزمان ہیں انکا انتخاب
یا عدم انتخاب بھی منجانب خدا ہی ہے۔

پس مستشیر صاحب کو جب منتخب نہیں فرمایا اور دونوں موقعوں پر انکی عدم علمیت
و غیر استعدادی و محض جہلیت کا اظہار فرمایا ہے۔ تو لابد یہی تسلیم کرنا پڑا کہ جناب
موصوف میں یہ دونوں صفتیں کالعدم تھیں۔ اور یہ ہے بھی بہت درست و بجا
کہ بہ سبب لاعلمی ستتر مقام پر لولا علی لہلک عمر کہکر جان بچا گئے ہیں۔
اور ہمیشہ خدا سے ملتجی رہے کہ بار آلہا مجھے اس مسئلہ میں نہ پھنسائیو جسکے حلال
پسر ابو طالب نہ ہوں۔ اور شجاعت کا یہ حال ہے کہ دفتر ہوگئے ان کی نامردگی
کی سند میں کوئی چھٹی نہ نکلیگی۔ ہاں اپنا تیار کیا ہوا تمغا جو اپنے حق میں مستند
سمجھا تھا وہ ضرور علامہ سیوطی کے مال خانہ سے برآمد ہوگا۔ وہ کونسا تمغا ہے۔ بس
وہی وہی۔ مثل بز کوہی ...... اور کیا (در منثور جلد ۲ صفحہ ۸۸) اسی لئے

تو جناب اسد اللہ پہلے مشورہ متعلقہ غزوہ روم میں فرماتے ہیں کہ کسی دوسرے
شخص کو بھیج جو مرد مجرب و شجاع ہو۔ اور اُس کے ہمراہ اُس سپاہ کو روانہ
کر جو جنگ کی سختیوں کو برداشت کر چکی ہو۔ اور اپنے سردار کی پند و نصیحت
کے قبول کرنے میں ہمہ تن محو ہو۔ چونکہ مستفسر صاحب میں علمی و جسمی اوصاف نہ
تھے اس لئے انکو فیل کیا۔ اور مرد مجرب و شجاع کی بابت اپنی رائے مبارک
پاس فرمائی۔ اور جس سپاہ کو وہ خود اپنے ہمراہ لیجانا چاہتے تھے اس کے بارہ
میں حکم التوا سنایا اور اس کی بجائے ایک دوسری سپاہ کو منتخب فرمایا جسکی
صفت خاص یہہ ہے کہ جنگ کی سختیوں کو برداشت کر چکی ہو۔ اور قبولیت پند
و نصیحت کا مادہ اس میں ہو۔ مطلب یہ ہے کہ جس حاکم یعنی موصوف با وصاف
علمیہ و جسمیہ کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم ہے اس ناہی و حکم کی پابند ہو۔ اور
اسی شدت و ابتلا کی حامل ہو چکی ہو جس سے یہ تمیز ہوتی ہے کہ وہ سپاہ
مجوزہ مستفسر اسی نصیحت خاص خداوندی کی پابند نہ تھی اور نہ اس شدت و ابتلا
کی حامل تھی۔ اور یہ دونوں انتخاب محض جہاد کے جائز ہونے کے لئے فرمائے تھے
کیونکہ صورت سابقہ میں جہاد حکم جواز نہیں رکھتا تھا۔ پس ہر دو امر مجوزہ جو پیش
کردہ مستفسر صاحب کی تردید اور امام کا اپنا انتخاب اور اس کی تائید سے
مستفسر صاحب کی محض جہلیت۔ کم علمی۔ غیر استعدادی۔ محدود الفہمی۔ عدم
قابلیت کا بیّن ثبوت ہے۔ چہ جائیکہ اس مشورہ لینے میں فضیلت یا بزرگی
حاشا و کلا۔ اسی طرح دوسرے مشورہ متعلقہ غزوہ فارس میں فرماتے ہیں کہ
چاہیے تو بمنزلہ قطب آسیا ہو۔ پھر آسیائے جنگ کو گردش دے۔ اور اپنے سوا
کسی دوسرے کے ذریعہ سے میدان حرب و ضرب میں آتش جنگ کو مشتعل کرے۔ اور
یہ بھی اسی پہلی بات پر مبنی ہے۔ پس ہم فوراً ہی اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ
صاحب موصوف حاکم دینی کی حیثیت سے خارج تھے۔ اور جب اتنی بات ہے۔ تو
منصوص من اللہ والرسول نہ تھے اگر ہوتے تو ضرور اُن میں یہ صفات پائے جاتے۔

دراصل ان مشوروں سے اُنکی فضیلت کا استدلال کرنا انکے طرفداروں کے لئے مفید
ثابت نہیں اُلٹا ندامت ہے۔ آئندہ وہ میدان مکالمہ و مباحثہ میں اپنا قدم سوچ
سمجھکر رکھینگے۔ ہاں دمِ رُخصت ہم اتنا اور کہے دیتے ہیں کہ جب جناب امیرؑ نے
فرمایا کہ میں تو بمنزلہ قطب آسیا ہوں پھر آسیائے جنگ کو گردش دے۔ تو گویا اپنے
حاکم دینی کا اصلی معیار قائم کیا ہے۔ اور جب اپنے حق میں بکرات و مرات یہ
کلمات صدق سمات فرما چکے ہیں کہ میں ہی قطب آسیا ہوں۔ (کما بیناہ و
اثبتناہ سابقا) تو صاف لفظوں میں اسکا معنے یہی ہو سکتا ہے کہ فی الحقیقت
میں ہی حاکم دین اور منصوص من اللہ والرسولؐ ہوں اور متصف بصفات علمیہ
و طاقت جسمیہ چنانچہ حضرت کے علمی کمال اور فضلی اقبال کا حقیقی اور اصلی
آفتاب فلک اسلام کے لمبے اُفق پر بہزار عزت درخشاں اور اس دنیوی آفتاب
سے کہیں درجہ زیادہ روشن اور منور ہے۔ اسی طرح آپ کا جوہر شجاعت ہے
جس کی ضیاء عالم آرا تمام اقصائے بلاد و امصار دنیا تک پھیل چکی ہے اور کوئی
اہل دل انکار نہیں کر سکتا۔ ہاں یہ اور بات ہے اور مقتضیات تعصب نظر پر پردہ ڈالدیں

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ۔

باب دوم

(هو الذی خلق من الماء بشرا فجعله نسبا و صهرا)

فصل ۱

تا مرد سخن نگفتہ باشد ۔ عیب و ہنرش نہفتہ باشد

طعن اوّل

قال المؤلف ردّ الشیعہ۔ نیرنگ فصاحت (صفحہ ۲۳۶) اس خطبہ میں جناب امیرؑ نے حضرت عثمان کی شان میں بہت فضیلت کے کلمے بیان فرمائے ہیں۔ "فرمایا میں اُس چیز کو نہیں جانتا جس کو تو نہ جانتا ہو۔ جو کچھ ہم جانتے ہیں وہی تو بھی جانتا ہے۔ ہم نے کسی چیز میں تجھ سے سبقت نہیں کی۔ ہم تجھ سے کسی امر میں جدا نہیں ہیں۔ جو کچھ ہم نے دیکھا ہے وہی تو نے بھی دیکھا ہے۔ جو کچھ ہم نے سنا ہے وہی تو نے بھی سُنا ہے جیسا کہ ہم نے رسولؐ کی مصاحبت کی ویسی تو نے بھی کی ہے۔ ابن خطاب اور ابی قحافہ تجھ سے افضل نہیں۔ تیری خویشی رسول اللہ سے قریب ہے تو پیغمبرؐ کی دامادی کے مرتبہ کو پہنچا ہوا ہے جس کو وہ دونوں نہیں پہنچے۔ پس اس سے اور زیادہ شان کیا بیان کیا جاوے۔ کہ جس کو تو جناب امیرؑ نے فضیلت میں آپ جیسا بنایا اور ہم رتبہ فرمایا۔ اور نیز جن کو حضرت کا داماد فرما کر اُنکا سب رتبہ بڑھایا وغیرہ وغیرہ یہ خطبہ شرح کے لائق ہے لیکن اہل دید صاحبِ فہمید تو اس کے ایک ایک لفظ کی خود تشریح سمجھکر انصاف فرمائینگے۔

اقول انا المبین للرموز البدیعہ حضرت سلامت - اگر یہ خطبہ شرح کے لائق تھا تو پھر کیوں شرح نہ کی - اور اگر خود بخود سمجھے جانے کے قابل تھا اور محتاج شرح و بیان نہ تھا تو شرح کے لائق کیوں کہا - ہم کو سخت تعجب ہے کہ جناب شاہ صاحب نے لباس انسانیت زیب تن فرما کر خلق خدا کو دھوکا اور فریب دینے کی غرض سے اور گمراہ کرنے کی خاطر نہایت چالاکی و بے باکی سے کمر مضبوط باندھی ہے - اور فائدہ بظاہر یہ سمجھا ہے کہ جہلا و سفہاء زمانہ ان کو ایک صحیح سید و محقق مناظر سمجھکر یقین کر لینگے کہ جو کچھ ہمارے پیر میاں نے مسند کلام پر بیٹھکر لکھا ہے - یہ سچے موتیوں کا ہار ہے - حالانکہ ان کے لئے سراسر یہ موجب ننگ و عار ہے - شاہ میاں کی لیاقت و استعداد اہل رشد و سداد دیکھ چکے ہیں - کہ کس پایہ کے انسان ہیں - ان کے لئے یہ بھی شرم کی بات ہے کہ رشتے ناتے بھی شیعوں سے کئے اور پھر کافر و مشرک بھی انہی کو کہا ہے - اگر اپنے قول میں یہ صادق ہیں تو نکاح کیونکر درست رہے گا جس کلام صداقت نظام و حقیقت التیام جناب امیر علیہ السلام سے حضرت موصوف کی

آمدم و رسیدم

فضیلت کے استدلال کا اہتمام بوجہ کوتاہی وہم صاحب محدود و فہم نے کیا ہے - فی الواقعہ موجب افترا و اتہام بر ذات امام ہمام عالی مقام ہے - اگر غور و فکر سے کام لیا جاوے تو اس طرح نہیں - جیسا کہ مؤلف کا نتیجۂ خام اور باطل زعم ہے - بیدار انکا دینی سلوک نہیں بلکہ ان کے خبیث اور ناقص سمجھ والوں کے لئے فریبی دام ہے - اصل و حقیقت میں یہ مبلغ الزام ہے - کہ خلیفہ حق و امام مطلق کیطرف سے حجت و برہان کا استکمال و استحکام ہے - یعنے مخاطب صاحب کے لئے اُس کے اپنے کئے ہوئے مفاسد و معائب پر ایک قسم کی تنبیہ و تبصیر و اعلام ہے - کیونکہ موصوف کے عہد حکومت میں فتن و فتور - فسق و فجور - عصیان و قصور بکمال و فور - حد و حساب سے عبور و مرور کر چکے تھے - چنانچہ

پہلا حکم خلاف کتاب اللہ و سنۃ الرسول یہ تھا کہ حضرت عمر صاحب کے خلف رشید میاں عبید اللہ صاحب نے چار شخصوں کو بے گناہ قتل کر ڈالا تھا۔ ہرمزان۔ جفینہ۔ اور دو دختران ابو لؤلؤ۔ یہ مقدمہ اُن کے روبرو پیش ہوا۔ اور اللہ پاک کے دین مبین کے قاضی۔ خاص نمازی۔ مجاہد و غازی مولائی و ملاذی نے فتویٰ قصاص کا دیا۔ مگر اُنہوں نے کمال بے نیازی سے حکم شاہ حجازی کی مطلق پروا کی اور ملزم کو بوجہ رفاقت سازی و اُنس بازی۔ اُلٹا مجرم نوازی۔ بحفظ حقوق ماضی۔ خوشی و راضی بری الذمہ کر دیا۔ اور بے گناہوں کی خونبہا بیت المال سے دلائی۔ اس فیصلہ میں تین سندیں حاصل کیں۔ اول مخالفت حکم خدا اور رسولؐ۔ دوم اسراف بیت المال۔ سوم اتلاف حق مسلمین۔ (دیکھو مثالب ابو المنذر ہشام بن محمد سائب الکلبی جلد ۲ صفحہ ۲۲۱)+

مطاعن حضرت عثمان

دوسرا قضیہ تعلیہ ممنوع الزکوٰۃ کا ہے کہ خدا نے حکم دیا اس شخص سے زکوٰۃ نہ لی جائے اور اُس کے رسولؐ مقبول اور شیخین نے اُسی پر عمل کیا لیکن آپ نے اُس کی منت و سماجت یا کچھ صرف کر کے پر زکوٰۃ لے لی اکثر اصحاب ناخوش ہوئے۔ (تاریخ واقدی جلد ۱ صفحہ ۱۲۰)

تیسرا واقعہ حکم اور مروان کا ہے کہ آنحضرتؐ نے ان دونوں (باپ بیٹے) کو مدینہ سے تین فرسنگ باہر نکلوا دیا۔ شیخین نے بھی عمل بر سنت رسولؐ کیا کہ ہر ایک نے تین تین فرسنگ اپنے عہد خلافت میں دور تر نکالا۔ مگر اُنہوں نے بایام خلافت خود اُنکو واپس منگایا اور اپنا مقرب خاص بنا دیا مروان کو اپنا وزیر کیا۔ اور اُس کے ساتھ اپنی دختر کی شادی کر دی اور تمام مسلمانوں اور غازیوں کی گلوتراشی کر کے سب مال خمس غنائم و خراج افریقہ اُسے دے دیا۔ علاوہ ازیں دو لاکھ دینار طلائی مرحمت کیا۔ بازار مدینے کے خراج اور اراضیات زرعی اور باغات وغیرہ کا عشر اُسے معاف کیا اور یہ حکم

صادر فرمایا کہ جب تک مال تجارت مروان کا فروخت نہ ہو جایا کرے کوئی شخص
اپنا مال فروخت نہ کرے اور سوائے جہازات تجارتی خود اور مروان کے اور کسی
کا جہاز بحرین کی آمد و رفت نہ کرے اور بیت المال کا لاکھوں روپیہ اس کے لئے
باغات و زراعات کے خریدنے اور مکانات کے بنانے میں صرف کیا۔ اور اُسکے
باپ حکم بن عاص بن امیہ کو (جو لعنت کردہ رسولؐ مقبول تھا) ایک لاکھ
دینار طلائی دینے کا وعدہ کیا چنانچہ وہ سال بسال مفت پنشن لے لیتا تھا۔
اور اُس کے دوسرے بیٹے حارث بن حکم کے واسطے حکم دیا کہ ہر ایک دکاندار مدینہ
دہم زر ثمن سے اس کو ادا کرے نیز اُس کو پانچ شہر افریقہ میں بخشدئے عبد اللہ
بن خالد بن ولید کو سالانہ تین لاکھ درہم دئے۔ ابو موسےٰ اشعری کہتے ہیں
کہ مال و زر جواہرات نقرہ و طلا و جو ہزاروں روپیہ کی قیمت کا تھا میں نے ایک جنگ
میں بطور غنیمت حاصل کیا اور خلیفۂ وقت کے سامنے لاکر حاضر کر دیا آپ نے
مستحقوں پر ایک کوڑی تک خرچ نہ کیا یہانتک کہ میں خود روتا پیٹتا اور چیختا
چلاتا رہ گیا حضرت سلامت نے وہ سب اپنی دختروں اور بیویوں پر بانٹ
دیا (دیکھو تشفی کے لئے کتب ذیل۔ تاریخ خمیس شیخ حسین دیار بکری جلد ۲
صفحہ ۲۶۷۔ ملل و نحل علامہ عبد الکریم شہرستانی جلد ۱ صفحہ ۸۔ حیوۃ الحیوان
شیخ کمال الدین دمیری جلد ۱ صفحہ ۷۱۔ تاریخ ابو الفدا جلد ۱ صفحہ ۱۶۸۔
سیرۃ المحمدیہ صفحہ ۴۴۴۔ تاریخ الخلفا جلد ۱ صفحہ ۱۷۵۔ تاریخ واقدی صفحہ ۱۹۲)
چوتھا اچھے بھلے اشخاص کو جو صحابہ کبار سے تھے عہدہ ہائے عاملیت امصار سے
معزول کرکے اپنی قوم بنی امیہ سے لوگوں کو بعہدۂ عاملیت منصوب کیا۔ لوگ
ناراض ہوئے اور یہی سبب اُنکے قتل ہونے کا تھا۔ اور جہاں تک ہو سکا
مخالفت رسول خداؐ کے مرتکب ہوئے جن مقامات پر آنحضرتؐ یا شیخین نماز میں
قصر کرتے تھے وہاں آپ نے اتمام کیا۔ اسپر صحابہ کبار نے اعتراض کیا۔ آپ نے بر سر
منبر ان کو سب و شتم کہا۔ اُنہوں نے ایک روز تنگ آکر حملہ کیا آپ منبر سے غش

کھا کر نیچے گرے غلام اور خدمتگار اُٹھا کر انکو اُن کے گھر میں لے گئے۔ جناب ام المؤمنین بی بی عائشہ نے سنا تو اقتلوا نعثلا پکاریں (دیکھو تاریخ ابو الفدا جلد ۲ صفحہ ۱۷۷۔ وصفحہ ۱۵۔ ملل ونحل صفحہ ۸۔ حیوۃ الحیوان۔ جلد ۱ صفحہ ۲۶۔ سیرۃ المحمدیہ صفحہ ۷۰۵ جلد ۱۔ تاریخ خمیس جلد ۲ ص ۲۵۸)

پانچواں صحابہ ابرار و اخیار مثل ابو ذر غفار مقبول پروردگار کو حکم اور مروان کے عوض جلا وطن کیا اور سبب اخراج نامبردہ کا یہ ہے کہ جب اُس بزرگ کو شام میں احداثات وبدعات صاحب موصوف پر اطلاع ہوئی تو لوگوں میں اس کا اعلان کیا۔ معاویہ جو اُن کا طرفدار تھا اُس نے لکھ بھیجا کہ ابو ذر لوگوں میں تمہاری شکایت اور تمہارے عیبوں کو کھُلم کھلا بیان کرتا رہتا ہے اُنہوں نے بجواب لکھ بھیجا کہ اُس کو شتر برہنہ و مجنون پر سوار کرکے ہمارے پاس بھیجدو۔ المختصر وہ جب داخل مدینہ ہوئے تو اُن سے سوال کیا گیا کہ اے ابو ذر تو کیوں درپئے تخریب امور ہے اور خلیفہ وقت کی شکایت کیوں کرتا ہے۔ وہ بولے۔ میں نے جناب رسول خدا سے سُنا ہے کہ جب فرزندان عاص کو حکومت ملیگی خواہ تیس ۳۰ شخصوں پر ہی حاکم ہوں گے تو مال خدا کو کھا جائینگے اور دولت دنیا کو اختیار کریں گے آخرت کا خیال دل سے بھُلا دیں گے اور بندگان خدا کو مثل اسپ وشتر بار بردار ظلم وجفا قرار دیں گے اور دین اسلام کو بمکر وفریب ضائع کریں گے۔ حاضرین جلسہ سے پوچھا گیا تو اُنہوں نے کہا ہم نے ایسی حدیث آنحضرتؐ سے نہیں سُنی۔ اُسوقت جناب امیرؑ موجود تھے اُن سے پوچھا گیا اُنہوں نے فرمایا آنحضرتؐ نے فرمایا ہے اس میں ذرہ بھر شک وشبہ نہیں۔ ابو ذر واقعی سچ کہتے ہیں کیونکہ دوسری حدیث میں آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ابو ذر صادق ترین مردم ہے۔ اسپر آتش غضب صاحب موصوف کی زیادہ ہوئی اور فوری حکم صادر کیا کہ ابو ذر اسیوقت مدینہ سے باہر چلا جائے۔ چنانچہ مدینہ سے زبدہ میں ڈلوا دیا وہیں اُنکی وفات

ہوئی۔ (دیکھو تاریخ بلاذری جلد ۱ صفحہ ۲۴۱ و تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۲۶۹)

چھٹا ابن مسعود کا نہایت ہتک عزت کیا۔ اور حضرت عمار بن یاسر کی توہین کی۔ یہ واقعات اس طور پر ہیں کہ ابن مسعود نے معائب و شکایاتِ صاحب موصوف دربارہ اقامۂ بدعات و احداث بیان کرنے شروع کئے اور زوالِ خلافت میں بددُعا کی۔ اور مذمت میں یہ آیت پڑھا کئے۔ هٰؤلاء يقتلون انفسكم ويخرجون فريقا منكم من ديارهم۔ یہ خبر خلیفہ کو پہنچی۔ اُنہوں نے معزول کر دیا۔ اور اُن کے عوض ولید بن عقبہ کو حکومت کوفہ پر نصب کیا۔ اور ابن مسعود کو اپنے پاس بلا بھیجا جب وہ حاضر ہوئے حکم دیا اپنے ایک غلام حبشی کو کہ اِنکو خوب مارو۔ غلام نے مسجد نبویؐ سے باہر لیجا کر فرش خاک پر لٹا دیا اور اتنا مارا کہ وہ بیچارے بیہوش ہو گئے۔ اُنکے قرآن کو لے کر جلا دیا۔ اور اُن کے مال کو قرق کر کے داخل خزانہ سرکاری کر دیا۔ جب یہ ظلم عام لوگوں کی زبانوں میں شائع ہوا تو پچاس آدمی مہاجر و انصار کے جمع ہوئے اور معزولیٔ خلیفہ پر اپنی رائے پاس کی۔ اور حضرت عمار بن یاسر سے اتفاق کر کے کہ ہمارا پیغام اُن کے پاس لیجاؤ شاید وہ اپنے مظالم سے باز آئیں اور کچھ خوف خدا کریں۔ اور اس بے انصافی سے درگذریں ورنہ ہم کسی دوسرے کو مسند خلافت پر بٹھا دینگے۔ پس عمار وہ پیغام جو ایک خط کی صورت میں تھا لا کر پیش کر دیا اور زبانی بھی کلمات پند و نصیحت کے سُنائے اور کہا کہ لوگ آپ سے خلع کرنے کو تیار ہیں کسی دوسرے کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں۔ مناسب ہے کہ آپ درشتی مزاج سے ہٹ کر نرمی مزاج کی طرف متوجہ ہوں۔ یہ سنتے ہی نہ کچھ سوچے نہ سمجھے۔ جھٹ کہدیا۔ چپ رہ کاذب۔ پسر زن فربہ۔ کیا تو مجھے نصیحت کرنے آیا ہے۔ اور غلام کو حکم دیا کہ خوب طور اسکے سر کی گرد جھاڑ دو چنانچہ کثرت ضربات شدیدہ سے انکو غش آ گیا اور اس قدر لاتیں شکم و پشت پر ماری گئیں کہ عارضہ فتق لاحق ہوا۔ اور اسی صدمہ میں تادمِ زیست مبتلا رہے۔ اسی وجہ سے قبیلۂ

بنی مخزوم پُرغضب ہوئے اور قسم کھائی کہ اگر عمار مر گئے تو ہم خلیفہ کو مار ڈالینگے۔ اور ہمیشہ منتظر وقت رہے۔ (دیکھو تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۲۷۰ ۔ وصفحہ ۲۷۱) ٭

بہا تو ان تحریف و تبدیل قرآن کے متعلق جناب عائشہ فرماتی ہیں کہ سورہ احزاب بزمان رسالت دو سو آیت تلاوت کیا جاتا تھا۔ مگر حضرت عثمان نے ۷۳ آیت کر دیا۔ اور سورۂ احزاب میں آیت رجم تھا۔ اور ابی بن کعب کہتے ہیں کہ تتمہ آیت صلوات قبل تغیر حضرت عثمان قرآن میں موجود تھا۔ ابو موسےٰ اشعری کہتے ہیں کہ بعد متروک التلاوت ہونے کے آیت "ان اللہ یؤید الدین بالرجل الفاجر" لوگوں کو یاد تھی۔ عبد الرحمن بن عوف کہتے ہیں کہ آیت "وان جاھدوا" کو قرآن سے گرا دیا۔ جس طرح اور آیات کو گرایا۔ اور کتاب برھان میں عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ اگر لوگ متہم بزیادتی قرآن مجھے نہ کرتے تو میں آیتِ رجم کو داخل کر دیتا۔ جس کو خلیفہ نے نکال دیا ہے۔ (دیکھو تفسیر اتقان سیوطی نوع ۴۷ فی الناسخ والمنسوخ صفحہ ۳۱۶ و ۳۱۷ و ۳۱۸ و ۳۱۰) ٭

المختصر چھ برس تک تو حضرت موصوف نے ایسی فرمانروائی کی۔ جسکے اکثر حالات ہم نے بتا دیئے ہیں لیکن چھٹا برس آخری ایسا گذرا کہ تمام اکابر صحابہ الامان پکار اُٹھے۔ اکثروں نے تکفیر کی۔ ارتداد کے فتوے لگائے۔ واجب القتل قرار دیدیا۔ خود اہل شوریٰ کو ایسا پشیمان ہونا پڑا کہ بالآخر نوبت بقتل رسید۔ (تاریخ اعثم کوفی اردو میں چھپ کر شائع ہو چکی ہے۔ اُس کو اُٹھا کر اول سے آخر تک پڑھو تو ہمارے بیانات بے کم و کاست اُس میں درج ہیں۔ ہاں تار جتنا فرق آجائے تو جو شکایت درپیش ہو وہ ہمارے سر) غرض جس شرط پر ابن عوف نے دستار خلافت بندھوائی تھی یعنے اتباع سنت اللہ و سنت الرسول و سیرت الشیخین اُس کو آپنے کبھی کام

دور ڈالدیا۔ جب لوگ محدثات عثمانی سے تنگ آکر نالان وگریان ہوئے تو درپئے شکوہ و شکایات صاحب موصوف کے ہوئے۔ حضرت ابن عوف بھی اُنھیں شامل ہوگئے۔ انکو اپنے پاس بلاکر بہت کچھ سمجھایا حتے کہ بانیجا نوبت رسید۔ باہمی نزاع واقع ہوئی۔ اس کو دشنام دہی سے معتوب کیا۔ اور کہا کہ تو منافق ہے۔ پھر غلاموں سے اُس کے سر کی گرد و غبار کو صاف کرایا۔ ابن عوف نے حلف اُٹھائی کہ جب تک زندہ رہوں گا اُن سے ہمکلام نہ ہوں گا۔ چنانچہ اسی حالت میں مرگیا۔ (تاریخ خمیس صفحہ ۲۷۱ جلد ۲)۔

اگرچہ دیگر صحابہ کے ساتھ بد سلوکی کرنے سے ہم کو رنج ہوا لیکن اس شخص کے ساتھ جو کچھ ہوا۔ اس سے البتہ طبیعت خوش ہوئی کہ اس نے اپنی کوشش کا خوب پھل پایا۔ واقعی ایسے منصف سرپنچ کو جو کچھ انعام دیا جائے وہ تھوڑا ہے۔ جناب ام المومنین نے کھلم کھلا خلیفہ کے واجب القتل ہونے کا فتوے شائع کیا۔ اور بھائی صاحب نے تو اس کی تعمیل بھی کردی۔ اکابر صحابہ نے انکا نام لینا چھوڑدیا بوجہ مشابہت ریش درازی کے نعثل یہودی کے نام سے نامزد کیا۔ بروز محاصرہ شخص موصوف نے اپنے فضائل لوگوں میں بیان کیئے لیکن وہ جملہ فضائل شمار میں فقط ایک سے جو اوپر سے وہی نکلے۔ یعنے دو۔ ایک یہ کہ میں نے بحکم آنحضرتؐ جیش عسرت کی تجہیز کی۔ دوسرے یہ کہ مینے ایک چاہ تعمیر کرایا جس کا نام بیر رومہ ہے۔ تاریخ وسیر میں ہے کہ انکی خلافت کا آخری چھٹا برس بڑی بدنظمی سے گذرا۔

مؤلف کی سینہ زوری و دیدہ کوری

اب ہم اصل مطلب کی طرف عود کرتے ہیں۔ شاہ صاحب کی دیانت داری و انصاف شعاری تو دیکھو کہ تمام خطبہ کی عبارت نہیں لکھی صرف بیچ میں سے چند کلمات لے لئے ہیں۔ محض "عوام کالانعام بل ہم اضل" کے اغوا و ذلل کی خاطر بے محل یہ عمل پُرخلل غیر مستند لب اُن سے وقوع د

عمل میں آئے ہیں۔ پورے مضمون ہدایت مشحون کے پڑھنے سے بشرط غور و فکر ہمارے بیانات مذکورۃ الصدر کی بالتحقیق تصدیق ہوتی ہے۔ دیکھو اصل کتاب نہج البلاغہ پھر اس کا صحیح صحیح اور پورا ترجمہ نیرنگ فصاحت (صفحہ ۲۲۶ سطر ۵) جہاں سے یہ خطبہ مبارکہ شروع ہوتا ہے (وھی ھذہ) لما اجتمع الناس الیہ و شکوا ما نقموہ علی عثمان۔ وسئلوہ مخاطبتہ عنہم واستعتابہ لہم فدخل علیہ السلام علی عثمان۔ فقال ان الناس ورائی و قد استسفرونی بینک و بینہم۔ واللہ ما ادری ما اقول لک۔ یعنے جب خلیفہ ثالث کے عہد میں کھلم کھلا شرع کی مخالفت ہونے لگی تو لوگ آپ کے پاس جمع ہوئے اور خلیفہ صاحب کی ان ناپسندیدہ حرکات کی شکایت کی اور درخواست کی کہ آپ ہی ان حضرت کو سمجھائیں۔ تو آپ خلیفہ صاحب کے پاس گئے اور فرمایا۔ لوگ میرے پیچھے پیچھے آرہے ہیں۔ اور مجھے اپنے اور تیرے درمیان سفیر بناکر بھیجا ہے۔ اب مجھے نہیں معلوم کہ تجھ سے کیا کہوں؟۔

اس سے ثابت ہوا کہ جناب امیرؑ نے خلیفہ صاحب کی تنبیہ و تہدید فرمائی تھی۔ نہ تعریف و توقیر۔ بھلا لوگ تو آپ سے اس بات کے فریادی ہوں کہ آپ خلیفہ صاحب کو ان کرتوت سے منع فرمائیے۔ اور انکو وعظ و پند کی بنا پر سمجھائیے۔ اور آپ جاکر انکو انکی مدح و ستائش میں خوش کریں۔ کیا کوئی عقلمند انصاف پسند اس کا باور کرسکتا ہے۔ اب ہم شاہ میاں کی خاطرداری و مزید تشفی کے لیئے خطبہ مبارکہ کے جملہ فقرات کو بشرح و بسط لکھکر انسے فیصلہ حق کے امیدوار ہوتے ہیں اگر وہ پہلو میں دل رکھتے ہیں تو ضرور منصف مزاجی و حق گوئی سے ان الفاظ (کہ اس خطبہ میں جناب امیرؑ نے حضرت عثمان کی شان میں بہت سے فضیلت کے کلمے بیان فرمائے ہیں) واپس لے لینگے۔ اور ہم تو اپنے دعوے صدق و راستی میں سچا اور حقیقت کلام میں اچھا ہی سمجھینگے۔

فقرات خطبۂ حضرت علیؑ

فقرہ اوّل - ما اعرف شیئاً تجہلہ (میں اُس شے کو نہیں جانتا جس سے تو جاہل ہو) یعنے جس افعال شنیعہ و خصال ذمیمہ کا تو مرتکب ہوا ہے اُس کا علم فقط مجھ تک ہی محدود نہیں بلکہ تو خود بھی تو اُس سے خوب طور آگاہ ہے۔

فقرہ دوم - ولا ادلک علیٰ امر لا تعرفہ (میں کسی ایسے امر پر تجھے رہنمائی نہیں کرتا جسے تو نہ پہچانتا ہو) یعنے جس امر کے لیئے میں تجھے نصیحت کرنے آیا ہوں وہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جسے تو نہ پہچان سکے بلکہ تو یقیناً سمجھ گیا ہوگا کہ اس کا میرے پاس آنا اس لیئے ہے کہ قوم کی طرف سے تجھے اپنے کیئے ہوئے معائب و مفاسد پر تنبیہ کرے +

فقرہ سوم - انک لتعلم ما نعلم (جو کچھ ہم جانتے ہیں وہی تو بھی جانتا ہے) یعنے جس طرح ہم تیرے خود کردہ افعال سے واقف ہیں تو خود بھی واقف ہے۔کیونکہ تیرے اپنے کیئے ہوئے تو ہیں +

فقرہ چہارم - ما سبقناک الیٰ شیئ فنخبرک عنہ (ہم نے تجھ پر کسی چیز میں سبقت نہیں کی جس سے تجھے خبردار کریں۔) یعنے ہمارے حق میں جس قدر تجھ سے گستاخیاں ہوتی رہی ہیں ہم سے کبھی تیرے حق میں برائی کا سابقہ نہیں ہوا۔ جسے تجھے جتاتے بوجہ مصالح و تقیہ ہمیشہ بردباری سے کام لیا ہے +

فقرہ پنجم - ولا خلوناک بشیئ فنبلغکہ (ہم تجھ سے کسی شے میں جدا نہیں جو اُسے تجھ تک پہنچائیں) یعنے اقامہ حجت و برہان میں کچھ فرق نہیں ہے +

فقرہ ششم - وقد رایت کما راینا (بیشک جو کچھ ہم نے دیکھا ہے وہی تو نے بھی دیکھا ہے) یعنے واقعات موجودہ جس کی وجہ سے لوگ تجھ سے روگرداں ہیں اور خلع کرنے یا قتل کر دینے پر مستعد ہیں اس کو ہم تم دونوں دیکھ رہے ہیں +

فقرہ ہفتم۔ وسمعت کما سمعنا۔ (جو کچھ ہم نے سنا ہے وہی تو نے بھی سُنا ہے) یعنے لوگوں میں جو کچھ تیری نسبت چہ میگوئیاں اور نکتہ تراشیاں ہو رہی ہیں اور ہم نے سُنی ہیں تو ان سے تیرے کان بھی ناآشنا نہیں ہیں۔

فقرہ ہشتم۔ وصحبت کما صحبنا۔ (جیسا ہم نے رسول کی مصاحبت کی ہے ویسی تو نے بھی کی ہے (یعنے صحبت رسولؐ میں تو ہم تم دونوں رہ چکے ہیں لیکن ہم کو فائدہ و فضیلت حاصل ہوئی اور تیری طبیعت نے صحبت رسول کے اثر کو مطلق قبول نہ کیا۔ اگرچہ ہم صحبتی میں بہت کچھ استعداد بھی رہا ہے۔ لیکن یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ بغیر مادہ کامل کے کسی مؤثر کا اثر کوئی طبیعت قبول نہیں کرتی۔ ؎ تربیت نااہل را چوں گردگاں بر گنبد است۔

فقرہ نہم۔ وما ابن ابی قحافۃ ولا ابن الخطاب باولی بعمل الحق منک۔ (ابن خطاب اور ابن ابی قحافہ عمل حق میں تجھ سے اولےٰ و افضل نہیں) یعنے اُن دونوں میں کوئی علاوہ خوبی نہ تھی جس کی وجہ سے اُنکو تجھ پر فضل و فوق ہوتا بلکہ جس طرح تیری کیفیت ہے وہ بھی اسی کیفیت کے انسان تھے کہ انہوں نے بھی مثل تیرے افعال مکروہہ کے کرنے میں کچھ کمی نہیں کی (نکتہ) اگر حضرت امیرؑ اپنے ساتھ درجۂ مساوات دیتے تو اس طرح فرماتے "وما انا باولیٰ بعمل الحق منک" (میں تجھ سے عمل حق میں اولےٰ و افضل نہیں ہوں) بلکہ آپنے اُن دونوں کے برابر برابر ہی رکھا۔ اور آپ کو مستثنا کیا نیز لفظ عمل حق خوب قابل غور ہے کہ وہ دونوں تجھ سے عمل حق میں اولےٰ نہیں ہیں۔ اُنکے عمل حق بھی تیرے جیسے ہیں۔ اور یہ مسلمہ امر ہے کہ مخاطب سے عمل حق وہی ظہور میں آئے تھے جنکی وجہ سے مسلمان اشتغال میں اگر فریادی ہوئے اور حضرت کو متنبہ کرنے کی تکلیف دی۔ پس بطور "الکنایۃ ابلغ من التصریح"۔ ایک گونہ ملامت ہی ہے کہ تم تینوں ایک پایہ کے انسان ہو۔ بعبارۃ اُخرےٰ تم سے کوئی عمل حق وقوع میں نہیں آیا۔ علاوہ ازیں جو شخص

محبوب ہوتا ہے اُس کا اصلی نام بھی مرغوب ہوتا ہے۔ پس کیا وجہ کہ آپنے اُن دونوں کا اصلی نام نہیں لیا +

فقرہ دہم۔ وانت اقرب الیٰ رسول اللہ صلعم وشیجۃ رحم منہما۔ (تو رسول اللہ سے ازروئے وصلتِ خویشی بہ نسبت اُن دونوں کے قریب تر ہے) یعنے تو اُن دونوں کی نسبت ضرور قریب تر ہے۔ لیکن میری نسبت نہیں میں سب سے زیادہ قریب ہوں۔ یہاں بھی اُن دونوں سے نسبت دی ہے۔ نہ اپنی ذات سے۔ ہاں اگر یوں ارشاد فرماتے "وانت اقرب الی رسول اللہ وشیجۃ رحم کما انا۔ (جس طرح میں رشتہ داری میں رسولؐ سے قریب تر ہوں اُسی طرح تو بھی ہے) تو یقیناً احتمال مساوات ہوتا۔ لیکن قضیہ منعکس ہے۔ لہذا جناب امیرؑ کا رتبہ سب سے اعلےٰ و برتر رہا +

فقرہ یازدہم۔ وقد نلت من صہرہ مالم ینالا (تو داماد ئے پیغمبرؐ کے اُس رتبہ کو پہنچا ہوا ہے جس تک وہ دونوں نہیں پہنچے) یعنے اُن دونوں کی نسبت بیشک تو داماد ہے۔ لیکن میری نسبت اور میرے مقابلے میں تیرا کوئی پیغمبرؐ سے حق داماد ہونے کا نہیں ہے۔ یہاں بھی حضرت نے اُن دونوں سے نسبت دی اگر اس طرح فرماتے "وقد نلت من صہرہ کما نلت" (جس طرح میں دامادیٔ پیغمبرؐ کی منزل پر پہنچا ہوا ہوں اسی طرح تو بھی پہنچا ہوا ہے) تو لابد استدلال صحیح ہوتا کہ وہ بھی مثل حضرت کے حقیقی داماد پیغمبرؐ تھے حالانکہ ایسا نہیں فرمایا۔ پس یہ فقرہ قیامت تک شیعوں کے پاس سند ہو رہا کہ جب سنی صاحبان دامادئے حضرت عثمان کا اس سے استدلال لیں تو فوری یہ تنقیح قائم کرکے اُن کے پیش کردیں کہ دیکھو اس کے اصل معنے یہ ہیں نہ وہ جنکو تم سمجھے ہوئے ہو۔ غرض جناب امیرؑ کی نسبت خیال کیا جائے تو حضرت عثمان داماد ئے پیغمبرؐ والاشان پر مطلق فائز نہ تھے۔ کیونکہ جناب امیرؑ کے عقد میں پیغمبرؐ کی حقیقی دختر پارۂ جگر نور نظر جناب مخدومۂ کائنات شفیعۂ روز محشر

تھیں اور اُنکے گھر میں ربائب پیغمبرؐ تھیں۔ کہ پیغمبرؐ کے گھر میں پرورش پانے کی وجہ سے بیٹیاں کہلائیں۔ جیسا کہ عرب کا دستور ہے کہ گھر پالکوں پر اطلاق فرزندیت دیتے ہیں۔ چنانچہ زید متبنےٰ تھا لیکن فرزند رسولؐ ہونے کی اس کے لئے اتنی شہرت ہوئی کہ وقت نکاح بی بی زینب کے جو بعد طلاق دادن زید حضرتؐ نے اپنے ساتھ کیا برائے دفع الزام و دفع اعتراض معترضین یہہ آیہ مبارکہ نازل ہوا ما کان محمد ابا احد من رجالکم الخ۔ اسی طرح بی بی رقیہ اور بی بی ام کلثوم کی حالت ہے کہ پیغمبرؐ کے گھر میں پرورش پانے کی وجہ سے بہ لفظ بنات مشہور ہوئیں۔ اور چونکہ حضرات شیخین نے آنحضرتؐ کو اپنی بیٹیاں دی تھیں اور سسرال بنے تھے اور حضرت عثمان کے گھر میں ربائب آنحضرتؐ تھیں لہذا اُنکی نسبت بمحاورہ عرب یہ داماد تھے۔ نہ جناب امیرؑ کے مقابلہ میں (فتدبر فیہ حق التدبر)

نوٹ } تشفی کے لئے۔ اس بات کے ثبوت میں کہ وہ دونوں ربائب پیغمبرؐ تھیں۔ خالہ بنت خویلد کے بطن سے اور جناب خدیجۃ الکبرےٰ کی بھانجیاں تھیں آنحضرت کے گھر میں نشو و نما پایا بقول پیشتر عتبہ و عتیبہ پسران ابی لہب سے بیاہی ہوئی تھیں۔ جب سورہ "تبت یدا ابی لہب۔ الخ۔ نازل ہوا ابولہب نے اپنے لڑکوں سے طلاق دلوائی تب یکے بعد دیگرے حضرت عثمان کے عقد میں آئیں (دیکھو سیرۃ المحمدیہ صفحہ ۱۱۔ تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۱۰۴ و صفحہ ۲۰۶ لہ۔ انوار الحق علامہ زین الورےٰ صفحہ ۱۹۹)

فقرہ دوازدھم۔ فاللہ اللہ فی نفسک (اب تو نفس کے بارے میں خدا سے ڈر۔ خوف خدا سے کام لے۔) یعنے عقوبات خداوندی سے کیوں نڈر ہوگیا ہے جو اس قدر فتنہ و فساد برپا کیا ہے۔ شاید تجھے ان باتوں پر گھمنڈ ہے جو بیان ہو چکیں اور جن کو بربنائے زعم اپنے لئے منقبت فضیلتین سمجھتا ہے +

فقرہ سیزدھم - فانّك واللہ ما تُبَصَّرُ من عمیٍ ولا تُعَلَّمُ من جھلٍ - (بخدا سوگند تو ایسا نہیں ہے کہ اندھے پن سے تجھے بینا کیا جائے اور جہالت سے دانا بنا دیا جائے) یعنے تو اسی بات کے لائق ہے کہ تجھکو اپنے حال پر چھوڑ دیا جاوے اور مطلق ہدایت نہ کی جاوے کیونکہ تجھ میں اندھا پن اور جہالت اس قدر ہے کہ میرے کہنے کا ذرا بھر بھی تجھکو اثر نہ ہوگا (جبکہ صحبت رسول ؐ سے کچھ اثر نہ ہوا) لیکن امام زمان اور ہادئے خلق ہوں میرا کام تو ہدایت کر دینا ہے +

فقرہ چہاردھم - وانّ الطُرق لواضحۃ وان اعلام الدّین لقائمۃ - (بیشک طریقۂ حق واضح و آشکار ہے - دین کی علامتیں قائم اور یقیناً قائم ہیں) یعنے دین خدا کسی کے مٹانے سے مٹ نہیں سکتا گو تجھ سے اقامۂ بدعات و احداث فی الدین وقوع میں آیا ہے تو اس سے خود تیرا اپنا ہی ذاتی نقصان ہے دین کے علائم و نشان بذریعہ امناء الرحمان ہمیشہ مضبوط اور قوی البنیان ہیں +

فقرہ پانزدھم - فاعلم ان افضل عباد اللہ عند اللہ امامٌ عادلٌ ھُدیَ و ھدیٰ فاقام سنّۃ معلومۃ و امات بدعۃ مجھولۃ - (تو خوب جان لے کہ خدا کے نزدیک افضل بندگان امام عادل ہے جو ہدایت یافتہ ہو اور لوگوں کو ہدایت کرے - سنت معلومہ کو قائم کرے - بدعات مجہولہ کا قلع قمع کر دے) یعنے حقیقی و تنصیصی امام کے تو یہی خصائص و بشائر ہیں اور جب تو اس کے برعکس ہے تو لابد امام غیر عادل ہے کہ خود بھی ہدایت یافتہ نہیں اور لوگوں کو بھی ہدایت نہیں کر سکتا تیرے سبب سے سنت ضائع اور بدعت شائع ہوئی لہذا تو خلیفہ رسول ؐ و امام امت ہونے کا حق نہیں رکھتا +

فقرہ شانزدھم - وانّ السُّنَن لنیّرۃ وان البدع لظاھرۃ لھا اعلامٌ (اور سنتیں جس قدر ہیں وہ سب روشن و آشکار ہیں - انکے لئے نشانیاں مقرر ہیں - اسی طرح بدعتیں بھی ظاہر ہیں اور انکے لئے بھی علامتیں مقرر ہیں)

یعنے حق وہدایت کے طریقے جو خدا کی طرف سے مقرر ہیں وہ ہمیشہ روشن و منور ہیں۔ تیرے مٹانے سے کبھی نہ مٹینگے۔ اور جو جو بدعات و اختراعات تیرے سبب سے رائج ہوئے ہیں ان کی سزا تیرے واسطے مقرر ہے ✦

فقرہ ہفدہم ۔ وانّ شرّ النّاس عند اللہ امام جائر ضلّ وضُلّ بہٖ فامات سنۃ ماخوذۃ واحیا بدعۃ متروکۃ ۔ (اور شریر ترین مردم خدا کے نزدیک وہ شخص ہے جو ظالم پیشوا ہو۔ گمراہ ہو۔ لوگ اس کے سبب سے گمراہی میں مبتلا ہوں۔ طریقہ ماخوذۂ پیغمبر کو زائل و برطرف کردے۔ بدعات متروکہ کو از سرِ نو زندہ کرے) یعنے جس طرح کہ تو ان سب امور معصیت و فسق و فجور فتن و فتور کا مرتکب ہو رہا ہے ✦

فقرہ ہژدہم وانّی سمعت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہ یقول یؤتیٰ یوم القیامۃ بالامام الجائر ولیس معہ نصیر ولا عاذر فیلقیٰ فی نار جہنّم فیدور فیہا کما تدور الرحیٰ ثم یرتبط فی قعرھا وانی انشدک اللہ ان تکون امام ھذہ الامۃ المقتول۔ (یعنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ قیامت کے روز ظالم پیشوا اس طرح لایا جائیگا کہ نہ تو اس کے ساتھ کوئی مددگار ہوگا نہ کوئی عذر کرنے والا۔ وہ جہنم کی جلتی آگ میں ڈالدیا جائیگا۔ اور جہنم میں گر کر اس طرح گردش کریگا جیسے چکی گردش کیا کرتی ہے۔ پھر اُسے قعرِ جہنم سے بستہ کر دیا جائیگا۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تو خدا سے ڈر کر جواب دے کیا تو اس امت کا امام مقتول ہونا پسند کرتا ہے) یعنے تو مجھے اس کا جواب دے کہ تو نے جو ظلم برپا کئے اور فتنوں اور شرارتوں کو کھڑا کیا تو ضرور انکی پاداش میں قتل کر دیا جائیگا۔ یہ تو اس جہان دنیا کی رسوائی اور ذلت ہوئی۔ پھر قیامت میں یہ حشر ہوگا کہ جہنم کی جلتی آگ کا ایندھن بنے گا اور اس میں گر کر مثل چکی کے گردش کرے گا اور قعر جہنم میں باندھا جائیگا۔ بس کیا تجھے یہ

پسند ہے کہ اتنا بڑا دعوئے امامت اور اُس کا یہ عمل +

فقرہ نوزدہم - فانّہ کان یقول یقتل فی ھذہ الامۃ امام یفتح علیھا القتل والقتال الی یوم القیامۃ ویلبس امورھا علیھا ویثبت الفتن فیھا فلا یبصرون الحقّ من الباطل یموجون فیھا موجا ویمرجون فیھا مرجا (کیونکہ رسول خداؐ کا ارشاد ہے کہ اس امت کا وہ امام مقتول ہوگا جو قیامت تک کے لئے اس امت پر قتل و قتال کے دروازے کھول دیگا - اس کے امور کو مشتبہ کر دے گا اس میں فتنہ و فساد کو ثابت اور قائم کریگا کہ لوگ حق و باطل میں (اس پیشوا کی بدولت) تمیز نہ کر سکینگے - یہ ان فتنوں کو ایکدوسرے پر ڈالیں گے - اور ان میں بالکل مخلوط ہو جائینگے)

اس آخری عبارت سے ہر عقیل و خبیر ذہین و بصیر غور و تدبر سے کما حقہ اصل نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ جناب امیرؑ قدرت قدیر نفس بشیر و نذیر وارث علم کثیر نے شخص موصوف کے جملہ حشن و تدبیر کی کس طرح تبیین و تشہیر فرمائی ہے - واقعی وہ امام مضروب و مقتول نام نہادہ رسولؐ ہی تھے جن کے قتل ہوتے سے قتل و قتال جنگ و جدال کے دروازے قیامت تک کے لئے کھل گئے - حاکم شام نے جس قدر خلیفۂ حق سے لڑائیاں کی ہیں یا حضرات طلحہ و زبیر و جناب ام المومنین مقابلہ میں اُٹھ کھڑے ہوتے یا جناب سبط اکبرؑ کو زہر ہلاہل سے شہید کیا گیا تھا کہ جناب سید الشہداء روحی لہ الفداء مع الغفار و رفقا و بنین دلبند کے بھوکے پیاسے بے جرم و خطا دشت نینوا میں قتل ہوئے اور بعد میں جو جو فتن و شور شہا ہی و فصور فسق و فجور غرض جتنے قبیح امور وقوع و ظہور میں آتے رہینگے اور تا روز حشر دین اسلام کی ناگفتہ و ناشنیدہ حالت رہیگی یہ سب نتیجہ نامبردہ کے مقتول ہونے کا ہے جس کی پیشنگوئی حضرت مخبر صادقؐ سے ہو چکی اور اصل باعث و دلیل اس بات کے وہی خود مذکورہ افعال کریہہ خصال ہی تھے جنھیں ہم وقف انظار اولی الابصار کر چکے ہیں +

تاریخ واقدی صفحہ ۱۰۲ مطبوعہ مصر میں ہے کہ جب خلیفہ صاحب محصور اہل اسلام ہوئے تو مردان زید بن ثابت کو ہمراہ لے کر جناب ام المومنین کے پاس گیا اور سفارش کرائی کہ خلیفہ صاحب کو لوگوں سے بچاؤ۔ جناب معظمہ نے جواباً کہا اے پسر ثابت تو انکی سفارش میں کیوں ثابت نہ رہے اور اپنی وفا کا ثبوت نہ دے کہ اُنہوں نے تجھکو دس ہزار دینار بیت المال سے دئے تھے +

ذو نورین

چونکہ شیخین کے عہد حکومت میں جناب معظمہ کو دس ہزار دینار سالانہ ملتا تھا۔ اتنی گراں بہا تنخواہ صرف اس وجہ سے نہ دیجاتی تھی کہ وہ نبیؐ کی بیوی تھیں۔ اگر ایسا ہوتا تو دیگر ازواج کے ساتھ بھی یہ رعایت اور حسن سلوک کیا جاتا۔ لیکن ان میں اصل خصوصیت یہ تھی کہ احادیث نبوی ڈھالنے اور وضع کرنے کے لئے دو سو گھوڑوں کی طاقت کا انجن ہر وقت گرم رہتا تھا اور اس کا اسٹیم کبھی بند نہ ہوا۔ حضرت ثالث کے عہد حکومت میں اُنکا وہ قدر نہ رہا۔ بنی اُمیہ کا بخت جاگ اُٹھا قسمت کی کم نصیبی۔ اور طالع کی بدشگونی یہ ہوئی کہ خزانہ پر خلیفہ میاں کے سسرال قابض ہوگئے۔ مادر مومنان اُس امارت عالیشان سے غربت کے درجہ میں پہنچیں۔ تب جل کر ابن ثابت پر خشم آور ہوئیں اور تیوری چڑھا کر یہ کلمہ کہا کہ مجھے تو سالانہ دس ہزار ملتا تھا حالانکہ اب وہ بھی بند ہے۔ اور تجھکو ایکدن میں دس ہزار کا انعام دیا گیا۔ اور یہی وجہ تھی کہ اور زیادہ مشتعل ہوئیں اور بے تحاشا یہ فتوے دے دیا۔ اُقتلوا نعثلا فقد کفر (اس ریش دراز نعثل یہودی کو مارڈالو کہ اس نے کفر کیا ہے) قتل اللہ نعثلا (خدا اسے قتل کرے) (دیکھو حبیب السیر تاریخ اعثم کوفی در وضتہ الاحباب در حالات شخص موصوف) علاوہ ازیں اہل لغات نے بھی لکھا ہے کہ نعثل شیخ ابلہ اور طویل اللحیہ کو کہتے ہیں (نہایہ ابن اثیر تحت لغت لفظ مذکور) مصر میں ایک مجوسی اتنی لمبی ڈاڑھی

رکھتا تھا کہ ناف سے کچھ نیچے لٹکی ہوئی تھی۔ شاید اُنکی ڈاڑھی بھی ایسی ہوگی اور اس شکل و صورت والے پر ابلہیت بھی سجتی ہے۔ واقعی۔ معظمہ نے بہت جانچ کر یہ خطاب دیا تھا (تشفی کے لئے دیکھو قاموس۔ و نہایۃ اللغت ابن جوزی تحت لفظ مذکور) (تاریخ خمیس صفحہ ۲۹۵ مطبوعہ قسطنطنیہ جلد ۲ اور سیرۃ المحمدیہ صفحہ ۱۷۵ میں ہے کہ آپ بعد واقعہ قتل تین دن مزبلہ پر پڑے رہے۔ آخر بلا جنازہ مدفون ہوئے۔ ہاتف غیبی نے ندا دی کہ یوں ہی دفن کردو یہ پاک و صاف ہیں ان کے لئے ضرورت جنازہ نہیں۔ مجمع بحار الانوار گجراتی صفحہ ۲۷۰ جلد ۱ میں ہے کہ حسن کوکب بیت الخلا کی جگہ تھی ایک باغ میں جہاں انکی تدفین ہوئی۔ کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۷۰ اور ریاض النظرہ صفحہ ۲۹۶ میں ہے کہ حسن کوکب یہودیوں کا گورستان تھا حضرت معاویہ نے دیوار حسن کوکب توڑ کر بقیع سے ملا دیا۔ تاریخ اعثم کوفی میں ایک پائے مبارک کا نشان نہیں ملتا ۔۔

[illegible] کلام

یہ امر مسلمہ اور مصدقہ علمائے علم کلام ہے کہ کلام کی حیثیت اور منزلت کا دار و مدار متکلم کی حیثیت پر ہوتا ہے۔ جس نوعیت کا متکلم ہوگا اُسی جنس کا اس کا کلام ہوگا۔ بعبارۃ اخری متکلم کے منصب اور مرتبہ کا اندازہ اس کے کلام پر موقوف ہے دیکھو جو لوگ صحرائی اور بادیہ نشین ہیں ان کا بول چال اور طرز کلام انکی اپنی حیثیت پر ہے جس طرح کے وہ خود ہیں اُسی طرح کا انکا بول چال ہے۔ پھر عام دہاتیوں کی گفتگو اُن سے کچھ بھلی ہے اس کے بعد اُن لوگوں کو خیال کرو کہ رہائش تو انکی دہات میں ہے اور انہوں نے کسی شہر میں بود و باش نہیں کی اور نہ کچھ تعلیم پائی ہے لیکن بوجہ فہمیدگی و شستگی ذاتی یا بباعث تاثیر صحبت عام دہاتیوں کی نسبت انکا بول چال مرغوب خاطر اور بامعنے ہوتا ہے۔ پھر وہ لوگ ہیں جو باشندگان شہر ہیں جو ہر قسم کے میل و ملاقات اور ہر نوعیت و

جنسیت سے اتصال اور کچھ نہ کچھ مہارت گری سے پچھلے قسم کے لوگوں سے بہت کچھ فرق میں ہیں۔ پھر ان سب سے اوپر اُن لوگوں کا درجہ ہے جو کچھ نہ کچھ پڑھے لکھے ہیں۔ اس کے بعد وہ لوگ ہیں جو اچھے خاصے تعلیم یافتہ اور اہل علم و فضل اور اصحاب رشد و سداد ہیں۔ اب ان سب میں غور کی جائے تو ہر ایک کا طرز کلام اور منصب ناطقہ علیحدہ علیحدہ ہے۔ خواہ بحالت خوشی و رضا خواہ بحالت غم و رنج۔ مثلاً اگر بخوشی و رضا کلام کرینگے تو اپنی لیاقت اور اپنے منصب کے مطابق الفاظ استعمال کرینگے اور اگر بحالت غم و غضب۔ رنج و غصہ ہونگے تو بھی اپنی حیثیت کے موافق۔ عام لوگ۔ جاہل تو وقت میل و ملاقات احباب فحش اور گالیاں گلوچ دیکر ایکدوسرے کا مقدم خیر کرتے ہیں۔ چنانچہ علاقہ راوی نواح پیر محل میں عموماً یہ رسم ہے۔ اور جب کسی پر خشم آور ہوں تو الامان جو کچھ نہ کہیں تھوڑا ہے (یہ حالات ہمیں حضرت مخاطب کے ایک مرید کی زبانی معلوم ہوئے تھے) اور چونکہ ہم صحبتی اور یکجا رہنے میں ہی کافی اثر ہوتا ہے لہٰذا انا ہبر ذہ بھی اُن ہی کے رنگ و روپ میں نظر آرہے ہیں۔ انکی تمام تحریرات و تقریرات ایسی باتوں سے پُر ہیں (من تشبہ بقوم فہو منہم) بخلاف اہل تہذیب و دیانت کہ انکا طرز و عنوان کلام ایسی حالت میں انکی نسبت بہت کچھ فرق و امتیاز میں ہوتا ہے (واذا مروا باللغو مروا کراما — (فرقان ع۶) اور یہ بدیہی ہے کہ انسان کی وضاحت و فصاحت کا انحصار اس کے نطق پر ہے اور یہی نفس ناطقہ انسانیہ عام غیر ناطق چیزوں اور اُس کے درمیان فصل ممیز ہے۔ اور یہی اصلاً و حقیقۃً معیار لسانی فضل و تفوق انسانیہ بر ایشان۔ نیز یہ امر متحقق ہے کہ عام انسانوں سے منصب نبیؐ و امامؑ برتر ہے۔ خاصکر وہ انسان کامل جو باب مدینۃ علم الرسول ہو جس کے حق میں یہ ارشاد نبویؐ مسلم و مقبول ہو کہ میں قرآن دیا گیا ہوں اور علیؑ جوامع الکلم۔ مجھے خدا نے نبوت و رسالت کا عہدہ بخشا ہے اور علیؑ کو منصب امامت و فصاحت۔ مجھے

پیغمبری دی اور علیؑ کو شجاعت و بلاغت۔ میں شہر علوم الٰہی ہوں اور علیؑ اس کا باب جس کے حق میں ہے من عندہ علم الکتاب (مسند الفردوس دیلمی وغیرہ) انہی باتوں کو بنظر منصفانہ مدنظر فرماکر علامہ ابی الحدید فرماتے ہیں (دون کلام الخالق فوق کلام المخلوق) اور قرآنی ارشاد ہے فورب السماء والارض انہ لحق مثل ما انکم تنطقون (ذاریات) یعنے زمین اور آسمان کے پروردگار کی سوگند کہ قرآن اس طرح حق ہے جس طرح کہ بہ تحقیق تم بولتے ہو۔ پس غور و تدبر تشنہ طلب ہے کہ وہ کون نفوس قادسہ و مقدسہ ہیں جن کے نطق حقہ سے حقیت وحقانیت قرآن کو ممثل و مشبہ قرار دیا گیا ہے پس وہ یہی خاندان رسالت منبع علوم امامت و وصایت ہے جس کے فرد اول و شخص خاص وہی انسان کامل ہیں جن کے ذاتی فضائل کی فردیت و حیثیت پر انکا اپنا مقدس کلام بلاغت نظام شاہد ہے۔ جن لوگوں کا یہ وہم ہے کہ حضرت امیرؑ نے اپنے مجموعہ کلام و خطبات (نہج البلاغہ) میں اپنے مقابلے والوں کو ذکر خیر سے یاد فرمایا ہے اور اس سے اپنے مدعا کا استدلال کرتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں اور انکو صریح دھوکا ہوا ہے مثلاً ہمارے معزز مخاطب کی بھی وہی برعکس کیفیت ہے۔ بچارے پیر محل کے لق و دق جنگل میں بود و باش رکھتے ہیں اور ایک صحرائی و بادیہ نشینی کی حیثیت میں ہیں۔ شب و روز اپنے علاقہ راوی کے جٹوں سے میل و ملاقات ہوا جس کی یہ حالت ہے کہ اگر بخوشی و رضا بھی کسی دوست و آشنا سے ملیں تو پہلے ایک دو جھگڑا ایکدوسرے کو ضرور ہی سنا لیتے ہیں۔ پس آپنے غالباً یہی خیال فرمایا کہ اگر جناب امیرؑ پوست کندہ اور کھلے کھلے طور سے اعداء ثلاثہ کو دل سرد باتیں سناتے تو پھر مانا جا سکتا کہ وہ ضرور آنپر خشم آور تھے چونکہ حضرت نے اپنے منصب اور اپنی حیثیت سے جو لازمۂ بلاغت و فصاحت ہے اور اصل معیار عہدۂ امامت و خلافت ہے اُن کے حق میں مناسب و متناسب کلمات استعمال فرمائے ہیں لہذا انکے نزدیک یہ اُن کے شکوہ بر محل پر مکتفی نہیں تھے۔ لیکن ایک دو

اُردو کتاب کے پڑھ جانے اور اس حیثیت بادیہ نشینی میں تو ممکن نہیں کہ نہج البلاغہ
جیسی ادق کلام پر عبور اور فہم و غور رکھنے جس کے آگے بڑے بڑے نامی متکلمین
علم کلام کا سر خم ہے اور ان کی عقلیں دنگ ہیں۔ جو شخص قالب میں روح اور
پہلو میں قلب رکھتا ہے بطرز اولےٰ تمیز کر سکتا ہے کہ جو کچھ حضرت نے حضرات
موصوفین کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔ اس کا اصل مدرک و منشا کیا ہے۔
پہلے تو عموماً حضرات مخالفین کا اسپر زور رہتا ہے کہ نہج البلاغہ میں اہلبیتؑ
کے مخاصموں کے فضائل ہی فضائل ہیں۔ جب صاف طور سے قلعی کھول دی
جاتی ہے اور اُن کا اچھی طرح من منا دیا جاتا ہے کہ دراصل یہ قضیہ منعکس ہے
تو پھر یہ کہتے ہیں کہ تم شیعہ لوگ معنے غلط کرتے ہو۔ اور ترجمہ درست نہیں
لکھتے ہو۔ پھر اس سے بھی ترقی ہوئی تو یہ خشک جواب کہ نہج البلاغہ میں جن جن
مقامات پر صحابہ کی رد و قدح ہے خصوصاً خطبہ شقشقیہ وغیرہ تو وہ کلام
جناب امیرؑ کا نہیں ہے یہ شیعوں کی خود ساختہ ہے۔ بنابریں ہم نے رسالہ ہذا
کے حصہ دوم اور خصوصاً رسالہ ثمر الفراغہ میں اس بات پر زور دیا ہے اور اکثر
توثیقات علماء سنیہ سے ثابت کر دکھایا ہے کہ نہج البلاغہ از اول تا آخر کلام
جناب امیرؑ ہے اور رد و قدح متعلق بعض صحابہ درست و صحیح ہے۔ اور اُن
تمام خطبات کو جمع کر کے بشرح و بسط ایک علحدہ بحث کی صورت میں نقل
کر دیا ہے جن میں حضرات موصوفین کے باب میں حضرت ولایت مآب نے اپنے
متکلمانہ منصب اور حیثیت کے مطابق ارشاد فرمایا ہے۔ ؎

خلافِ قاعدہ کیوں خوش ہو اتنا اے دلِ پارہ ہ وصال کے یار کے شاید کہ ساماں ہوتے جاتے ہیں

شاہ صاحب خلفاء کی پردہ داری میں ہمیشہ چادر لئے کھڑے رہتے ہیں۔ اِدھر
کوئی عیب ظاہر ہوا اُدھر اُنہوں نے جھٹ چادر ڈالدی کہ مبادا شیعوں کی آنکھ
پڑے۔ لیکن شیعہ کب چوکنے والے ہیں۔ شاہ صاحب ہزار چادریں ڈالیں
اور حفظ پردہ کریں۔ جن کی پہلے دن سے پردہ دری ہو چکی ہے اور اُن کے

دامن شرم میں ہزاروں چھید اور جا بجا رخنے پڑ چکے ہیں اُن کا پردہ کب رہ سکتا ہے - مثل مشہور ہے کہ "اندھے کو دُور کی سوجھی" کجا نہج البلاغہ - کجا اصحاب ثلثہ محض عوام کو ور غلانے اور جہلاء کو مرید و طالب بنانے کی خاطر جھوٹ موٹ غلط سلط لکھ لکھوا کر رد شیعہ میں ایک چند ورقہ رسالہ شائع کرا دیا کہ دیکھو شیعوں کی نامدار کتاب میں ہمارے صحابہ کی شاندار ہسٹری موجود ہے - یہ دور اندیشی نہ کی کہ اُلٹا ذلت اُٹھانی پڑیگی شیعوں سے چھیڑ چھاڑ - اپنی عزت خوار - شاہ میاں نے جس خطبہ کو فضائل عثمانی میں کذب بیانی سے پیش کیا ہے وہی اُنکی خست و خباثت کا باعث ہوا ہے -

حکایت

یہ وہی بات ہے کہ ایک شخص کی ٹوپی کنوئیں میں گر پڑی اُنہوں نے ایک بیوقوف کو لالچ دیکر کنوئیں میں اوتروایا - جب یہ ٹوپی نکال کر اوپر کو آنے لگا تو رسّی کھینچنے والوں نے دیدہ و دانستہ اوسے درمیان چھوڑ رسّی کھینچنے سے تامل کیا - اوس نے بہتیرا شور مچایا - مگر اُنہوں نے ایک نہ سُنی آخر اُس نے تنگ آ کر کہا - کہ مجھے جلد کھینچو - ورنہ میں تمہاری رسّی کاٹ ڈالوں گا -

شاہ صاحب کا بھی وُہی حال ہے - کہ اپنے ہاتھوں اپنی رسّی آپ ہی کاٹنے لگے ہیں - خطبہ کے ظاہری الفاظ دیکھ کر کہدیا - کہ جناب امیرؑ نے فضائل حضرت عثمان کے بیان کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں اُٹھا رکھا - حتّٰی کہ اپنے ساتھ درجۂ مساوات ہی دیدیا ہے - یہ نہ سمجھے کہ یہی خطبہ ہمارے حبل ورید کی قطع و بُرید کا باعث ہوگا - فضائل ثابت کرتے اُلٹا رذائل لینے پڑیں گے +

ارے میاں پیر محلی بے محل بولنا موجب خلل و ذنب و زلل ہی ہوتا ہے - خود طبقۂ صحابہ نے اس امر کو قبول کر لیا ہے - کہ حضرت عثمان کو جناب شاہ مردان شیر یزدان والیٔ دو جہاں سے کسی قسم کی نسبت و جسپان نہیں - کیونکہ حضرت عثمان سے بہت سخت عصیان صادر ہوئے ہیں - اور وہ حضرت

شاہ عالیجاہ - دین و دنیا کے بادشاہ کو جو قُرب و منزلت جناب رسالت پناہ سے تھا - وہ ہرگز پوشیدہ نہیں - دیکھو کتاب خصائص امام نسائی عن ابی اسحٰق عن العلاء سائل رجل ابن عمر عن عثمان قال کان من الذین تولوا یوم التقی الجمعان فتاب اللہ علیہ ثم اصاب ذنبا فقتلوہ فسالہ عن علی فقال لاتسئل عنہ - الاقرب و منزلتہ من رسول اللہؐ - و بطریق دیگر - عن غرار قال سألت عبد اللہ بن عمر قلت الاتحدثنی عن علیؑ و عثمان قال اما علیؑ فھذا بیتہ من بیت رسول اللہؐ ولا احدثک عنہ بغیرہ واما عثمان فانہ اذنب فیکم ذنبا صغیرا فقتلتموہ - یعنے کسی نے دربارۂ حضرت عثمان سوال کیا تو ابن عمر نے کہا - کہ عثمان اُن میں سے ہے - جو بروز تلاقی عسکرین میدان اُحد سے فرار ہوا - مگر خدائے تعالےٰ نے اُس گناہ سے درگذر کی - پھر اس کے بعد اور گناہ حضرت عثمان سے صادر ہوا - جس کی پاداش میں وہ قتل ہو گیا - پھر اُسی شخص نے حضرت علیؑ کی نسبت سوال کیا - تو ابن عمر نے کہا - کہ اُنکی نسبت سوال مت کر - مگر اُس قُرب و منزلت پر خیال ہو جو اُنکو رسول خدا صلعم سے حاصل تھی - دوسرے طریق سے غرار سے مروی ہے وہ کہتا ہے - کہ میں نے عبد اللہ بن عمر سے کہا کہ علیؑ و عثمان کی بابت تو کچھ نہیں کہتا - وہ بولا کہ دیکھ یہ گھر اُنکا ہے رسول اللہ صلعم کے گھروں میں اس کے سوائے اُنکی اور کیا بات تجھے بتاؤں - لیکن عثمان بہ تحقیق کہ اُس نے گناہ عظیم کیا - اُحد کے دن سخت کبیرہ گناہ ہوا اس سے کہ خدا نے اُس سے درگذر کی پھر تم میں اُس نے ایک صغیرہ گناہ کیا جس کی وجہ سے تم نے اُسے قتل کر ڈالا - (۲۰۵)

حضرت عبد اللہ بن عمر کی جو قدر اہل سنت کے یہاں ہے - وہ محتاج بیان نہیں

جناب امیرؑ سے صحابہ کو
ہرگز مساوات نہیں

کہ خلیفہ زادے کا نام سُنتے ہی وجد آجاتا ہے۔ یہ بزرگ ایسے پکے صوفی تھے۔ کہ مرتے دم تک سلسلۂ بیعت کو نہ چھوڑا۔ حتےٰ کہ یزید جیسے شخص سے بھی بیعت کرلی۔ چنانچہ صحیح بخاری جلد رابع صفحہ ۱۵۳ مطبوعہ مصر میں ہے۔ کہ جب اہل مدینہ نے یزید سے خلع بیعت کرلیا۔ تو یہ اکبر فدائی و شیدائی ہوکر مجمع عام میں

صحابہ کی بیعت یزید

لیکچر دینے لگے۔ کہ پیغمبر صلعم سے سنا گیا ہے۔ کہ آپ فرماتے تھے۔ کہ قیامت کے روز ہر غادر کے لیئے ایک نشان مقرر ہوگا۔ پس اس سے زیادہ غدر اور کیا ہوگا کہ جس شخص سے بیعت کی جائے۔ پھر اُسی کے ساتھ جھگڑا کیا جاوے ہم تو اسی بیعت پر ہی قائم ہیں۔ کیونکہ (انا قد بایعنا هذا الرجل علی بیع اللہ و رسولہ) ہم نے تو خدا و رسولؐ کی بیعت سمجھکر اس شخص سے بیعت کی ہے۔ سبحان اللہ کیا خوب۔

یہ ہے صحابہ رسولؐ کی شاندار و ذی وقار مسلمانی۔ کہ یزید کی بیعت کو خدا و رسولؐ کی بیعت سمجھ رہے ہیں۔ سچ ہے ؎ چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

جب مہاجرو انصار کی یہ حالت ہے تو آج چودھویں صدی کے سُنیوں کو بھلا یزیدی جوش کیونکر نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ یزید پر بھی لعنت کرنے سے عاری و انکاری ہیں۔ یہی سمجھ رکھا ہے۔ کہ ہم لعنت کیوں کریں۔ جب ہمارے خلیفہ صاحب کے خلف اکبر کا پیر خانہ ہے۔ وہ اس کو اپنا ہادی و پیشوا مقرر کرچکے ہیں۔ کیا کبھی یہ بھی ہوا کہ بیٹے کے پیر کو بھی کسی نے بُرا کہا ہے۔

گو اصل کیفیت خلیفہ زادے کی یہ ہے۔ مگر سچی گواہی کے دینے سے البتہ مشش و پنج نہ ہوئے۔ صاف بروئے انصاف کہہ ہی دیا۔ کہ حضرت عثمانؓ کو جناب شاہ مرداںؑ سے کسی قسم کی نسبت و چسپان نہیں۔ اس سے تو بڑے بڑے گناہ سرزد ہو چکے ہیں۔ اور شہنشاہ ولایت کو جو قرب و منزلت حضرت ختمی مرتبت روحی فداہ سے تھا۔ وہ محتاج کشف نہیں۔ ہاں اگر مرتے دم تک امیر المومنینؑ

سے بیعت نہ کی۔ بعد شیوخ ثلاثہ۔ معاویہ۔ یزید کی آستان شقاوت نشان پر
ہی ناصیہ فرسائی کرتے رہے ⁂

جناب امیر المومنین علیہ السلام کا مقولہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ کہ "ہمارا
حق دشمن کی زبان سے بھی ظاہر ہوگا" یہی وجہ ہے کہ جناب ابن عمر نے لا تکتموا
الشہادۃ پر عمل کیا۔ ایک دوسرے مکان پر بھی ان کے مونھ سے سچا کلمہ
نکل گیا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری جلد رابع صفحہ ۳۰ مطبوعہ مصر و ادب المفرد
مؤلفہ بخاری صفحہ ۲۰ سطر ۹ مطبوعہ مصر میں ہے۔ کہ ابن ابی یعقوب کہتے
ہیں۔ قال کنت شاهدا ابن عمر اذا سأله رجل عن دم البعوضة
فقال ممن انت فقال انا من اهل العراق فقال انظروا الی هذا
یسألنی عن دم البعوضة وقد قتلوا ابن النبیؐ وسمعت النبیؐ
قال هما ریحانتی من الدنیا انتهی۔ یعنے میں ایکدن ابن عمر کے پاس
موجود تھا۔ کہ ایک شخص نے آکر مچھر کے خون کی بابت کچھ دریافت کیا۔ ابن
عمر نے اُس سے پوچھا۔ تو کہاں کا رہنے والا ہے۔ اُس نے کہا میں اہل عراق
سے ہوں۔ ابن عمر بولے اس کی حالت پر غور تو کرو۔ کہ یہ مچھر کے خون کو
پوچھتا ہے۔ حالانکہ وہ ایک بے وقعت شے ہے۔ اور فرزند نبیؐ کے قتل کرنے
میں اُنکو کچھ خوف نہ آیا۔ کہ میں نے حضرت نبی صلعم سے سُنا ہے۔ کہ وہ فرمایا
کرتے تھے۔ کہ یہ دونو (حسنؑ و حسینؑ) دنیا سے میرے دو خوشبودار پھول ہیں

اسی طرح ایک اور موقع پر بھی اُن سے اظہار حق ہوا
ہے۔ صاحب رسالہ خیر الورے لا مسعود ترمذی صفحہ ۲۱۷ پر
رقمطراز ہیں۔ کہ جب اُمّ المومنین عائشہ جناب امیرؑ سے برسر
پیکار ہوئیں۔ تو عبد اللہ بن عمر نے بی بی عائشہ کو تنبیہاً خط
لکھا۔ منجملہ دیگر زواجر کے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ آج تم خون
حضرت عثمان کی طالب ہوکر وصی پیغمبرؐ سے لڑ رہی ہو۔

ابن عمر نے جناب عائشہ
کو خوب ہی کہا ہے

اور قبل ازیں خود ہی فرمایا کرتیں - اقتلوا نعثلا فقد کفر - (بعض روایات میں یہ الفاظ وارد ہوئے - اقتلوا محرق القران " استیعاب ابن عبد البر")
اصل موجب قتل عثمان کا بھی تم ہو اور آج طلب خون کا دعوے بھی تم کرتی ہو - کیوں ناحق مسلمانوں کو تہ تیغ کراتی ہو - اور اُنکا بوجھ اپنے سر اُٹھاتی ہو کیا پیغمبر خدا یہی فرما گئے تھے - کہ میرے بعد یہی کام انجام دینا - یا یہ حکم الٰہی سنایا تھا - وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولی - سچ ہے خوب طرح یاد ہے - کہ ایکدن جناب حضرت رسولخدا خطبہ فرما رہے تھے - اثنائے خطبہ میں میرے گھر کیطرف اشارہ کرکے فرمایا کہ فتنہ یہاں ہے - جہاں سے قرن شیطان ظاہر ہوگا - عن عبد اللہ بن عمر قال قام النبی صلی اللہ علیہ وآلہ خطیبا فاشار نحو مسکن عائشۃ فقال ھھنا الفتنۃ ثلاثا من حیث یطلع قرن الشیطان - (کذا فی البخاری صفحہ ۱۲۷ جلد ثانی مطبوعہ مصر +

لطیفہ

آغاز جنگ جمل میں جناب بی بی عائشہ صدیقہ صاحبہ نے زید بن صوحان کو خط لکھا - کہ جسوقت یہ خط تم کو ملے - گھر میں بیٹھو - اور لوگوں کو علیؑ کی مدد کرنے سے روکو - زید نے اُس خط کے پشت پر یہ لکھدیا - اے مخدومہ آپ مجھکو وہ حکم دیتی ہیں کہ جس کے واسطے میں مامور نہیں ہوں - (وقرن فی بیوتکن - (پ ۲۲ ع ۲) آپ کیواسطے ہے - خانہ نشینی مستورات کا کام ہے - گھر میں آپ کو بیٹھنا چاہیئے یا مجھکو - لطائف الطرائف صفحہ ۱۹۱ مطبوعہ بمبئی "

واخرج ابن ابی شیبۃ - وابن سعد وعبد اللہ ابن احمد فی زوائد الزھد وابن المنذر عن مسروق قال کانت عائشۃ اذا قرأت وقرن فی بیوتکن بکت حتی تبل خمارھا - یعنے مسروق کہتے ہیں کہ جب ام المومنین بی بی عائشہ صدیقہ آیت مجیدہ وقرن فی بیوتکن کی تلاوت

فرماتیں تو اس قدر روتیں کہ اُنکی چادر بھیگ جاتی۔ تفسیر درمنثور سیوطی جلد ۵

فرمان صلعم کا اندازہ

مطبوعہ مصر صفحہ ۱۸۸ عبداللہ بن مسعود سے منقول ہے۔ کہ اُس نے جناب رسول خدا صلعم سے پوچھا کہ آپ کو غسل میت کون دے گا۔ فرمایا ہر ایک نبیؑ کو اُس کا وصی غسل دیتا ہے۔ عرض کی آپ کا وصی کون ہے۔ فرمایا علی ابن ابیطالب کہا وہ آپ کے بعد کتنے دنوں تک زندہ رہینگے۔ فرمایا تیس سال جس قدر کہ یوشع بن نون وصی موسےؑ بن عمران اُن کے بعد زندہ رہے ہیں۔ اور جس طرح صفرا بنت شعیبؑ زوجۂ موسےؑ نے یوشعؑ بن نون اُن کے وصی پر خروج کیا اور کہا کہ میں خلافت موسےؑ کے لئے تجھ سے اولےٰ ہوں۔ اور یوشعؑ نے اوس سے جنگ کر کے اُس کے لشکر کو قتل کیا اور اُسے

روایت عبداللہ بن مسعود

پکڑ کر بعزت و حرمت اپنے پاس رکھا۔ اسی طرح عائشہ بنت حضرت ابوبکر اسی قدر لشکر میری اُمت سے لے کر بعد میرے علیؑ پر خروج کریگی۔ اور علیؑ اوس کے لشکر کو قتل کر کے اسیر کریگا۔ پھر احترام کے ساتھ اُس کے گھر میں اوس کو پہنچا دیگا۔ اُسی کے متعلق میں حق تعالےٰ فرماتا ہے۔ وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولےٰ۔ جاہلیت اولےٰ سے مراد صفرا بنت شعیب زوجۂ موسےؑ کا خروج ہے۔ پس اس قسم کے خروج سے نہی فرمائی ہے۔ دیکھو درمکنون فی تنوع الفنون مرزا محمد بن معتمد خان بدخشانی صفحہ ۱۴۴ مطبوعہ مصر۔ قال عز من قائلہ یا نساء النبی من یات منکن بفاحشۃ مبینۃ یضاعف لہا العذاب ضعفین وکان ذالک علی اللہ یسیرا۔ (احزاب ع ۴) یعنے اے ازواج النبی تم میں سے وہ کون [illegible]ت ہے جس سے ایک سخت کام کھلم کھلا صادر ہوگا۔ جس کے ذریعہ سے وہ شدید و مزید عذاب کی مستحق ہوگی۔ اور یہ بات خدا پر آسان ہے کہ جس قدر

اُس کے عذاب میں اضافہ کرے۔ اگر اہلِ دل تدبر فرماویں۔ تو اُنکو صاف شفاف شیشے کی طرح نظر آجاتے کہ ازواجِ نبیؐ میں جس عورت کو سخت کام کرنیسے یہ توبیخ و تزجیر ہوئی ہے وہ جناب ام المومنین عائشہ صدیقہ ہی ہیں۔ کیونکہ اس سے زیادہ فاحشہ و غلیظ کام اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ گھر سے نکل شتر پر سوار ہو بمقابلہ امیرالمومنینؑ میدان جدال و قتال میں ہزاروں کی گنتی لیں جس کی پاداش میں اس قدر رونا نصیب ہوا کہ آپ کی ردا تر بتر ہو جاتی تھی پھر دیکھو کہ زوجہ نبیؐ ہو کر خچر پر زین سواری کی اور روضۂ حضرت رسولؐ میں امام حسن مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے دفن ہونے کو روکا۔ اور بہ شرکت مروان جنازہ پر تیر باران ہوئیں۔ چنانچہ روضۃ الصفا جلد ثالث صفحہ ۷ پر لکھا ہے۔ کہ جہت امیرالمومنین حسنؑ قبرے نزدیک بقبر حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وآلہ کنند و جنازہ آنجنابؑ را بر سر قبر بردہ نہادند و قبل از دفن عائشہ ازیں معنے وقوف یافت و بر استرے سوار شدہ بہ آن موضع رفت و بہ منع مشغول گشت۔ شیعہ حضرت امیرؑ غوغا کردند و گفتند روزے بر شتر نشستہ با حضرت امیرؑ محاربہ میکنی۔ و روزے بر استر سوار شدہ بر جنازہ نبیرۂ پیغمبر خدا صلعم منازعہ آغاز نہی و نگذاری کہ او را دفن کنند و چند انکہ سعی نمودند مفید نیفتاد و چہ مردم بدو فرقہ شدند و بجانب یکدیگر تیر انداختند چنانچہ چند تیر بجنازہ رسید آنگاہ امام حسین علیہ السلام جنازہ بگورستان بقیع بردہ۔ انتہی ایضاً تاریخ طبری جلد چہارم صفحہ ۴۰۶۰ مطبوعہ نولکشور کانپور۔

امام حسنؑ مجتبیٰ کے جنازہ پر جناب ام المومنین کی تیر بارانی

شاہ عبدالعزیز دہلوی بھی مثل قطب شاہ صاحب سندیلوی کے وضعی حدیثوں کے ڈھالنے اور کاٹ چھانٹ کرنے میں بہت کچھ دسترس رکھتے تھے۔ اپنے تحفہ میں اس واقعہ کے چھپانے

شعلۂ اسلام

کی بہت کچھ کوشش کی ہے۔ دیکھئے اُستاد میاں نصر اللہ کابلی ترشے زئی نے اپنی
کتاب صواقع میں یہاں تک لکھدیا۔ کہ مروان نے ایک عورت کے مونھ پر نقاب
ڈالکر خچر پر سوار کرکے رسولؐ پاک کے روضہ کیطرف بھیجا۔ اور اُس کو فہمائش
کی۔ کہ تو اپنے آپ کو عائشہ ظاہر کرکے دفن سے مانع ہو۔ چنانچہ یہ خبر شائع
ہوگئی۔ کہ وہی معظمہ کھڑی ہوئی ہے اور دفن سے منع کرتی ہے مروان سے ایسا
کرنا بعید نہیں۔) ایسی تنک اور رکیک باتوں سے کمال تعجب آتا ہے۔ بھلا
جسوقت کہ وہ نقاب پوش اشارہ نہیں کرسکتا کیونکہ سوار ہوکر مانع دفن ہوئی
تھی۔ نہ معلوم اُس نے اشاروں میں گفتگو کی تھی۔ یا آواز بلند سے کہا تھا کہ یہ
گھر میرا گھر ہے۔ میں یہاں دفن نہ ہونے دونگی۔ یا یہ کہ مثل بُت بے جان
چپ چاپ کھڑی رہی تھی۔ نقاب پوش اشارہ نہیں کرسکتا کیونکہ آنکھ ناک
سب ڈھکے ہوئے تھے۔ چپکے رہنے سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا کیونکہ جب
تک جرنیل بول نہ دے سپاہ کیونکر کام دے سکے۔ ضرور ہے کہ چیخ چلا کر دفن
سے مانع ہوئی ہو۔ کیونکہ موقع جنگ پر من منائے اور آہستہ کلام کرنے کا
کوئی دستور نہیں ہے۔ بہرحال اُس فرضی و جعلی ام المومنین نے غل مچا کر کہا ہوگا
کہ اے میری آنکھوں کے تارے دل کے سہارے میاں مروان۔ اے میرے
پیارو۔ جوانمرد۔ دوڑیو۔ دوڑیو۔ لیجیو۔ لیجیو۔ پکڑو۔ پکڑو۔ خبردار خبردار
یہ جنازہ میرے شوہر کی برابر دفن نہ ہو۔ خدیجہ کے نواسے کو میں اپنے میاں کے
پاس دفن نہیں ہونے دیتی۔ چونکہ تمام بنی امیہ ام المومنین کی آغوش عاطفت
کے پلے تھے۔ سب انکی آواز پہچانتے تھے۔ لب و لہجہ و طرز کلام سے بخوبی
واقف تھے اگر دراصل وہ معظمہ نہ ہوتیں تو سمجھ جاتے کہ اس پردہ زنگاری
میں اور کوئی ہے اُسیوقت مجہولہ کو استر سے اُتار کر اتنی مشت و ٹپ کرتے کہ
غدارہ کا سر گنجا ہوجاتا۔ سخت حیرت ہے کہ اتنے جم غفیر اور مجمع کثیر سے کوئی
اصلی و مصنوعی ام المومنین کی آواز میں تمیز نہ دے سکا۔ معلوم ہوتا ہے کہ

اُس ہند نے اپنی آواز کو ام المومنین کے لب و لہجہ سے ایسا ملا دیا تھا کہ باہمی فرق و امتیاز کرنا مشکل اور دشوار ہوگیا تھا۔ علاوہ ازیں اور ایک استعجاب پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ مزار مطلع الانوار محبوب پروردگار اور مسکن عالیہ اُس معظمہ میں نہایت ہی اتصال تھا۔ بہ مشکل دو چار گز کا فاصلہ ہوگا۔ پس جبکہ مروان نے ایک فرضی اور جعلی معظمہ بنا کر پیش کی تھی بقول صاحب صواقع ترٹے زئی صاحب۔ اور اُسی وقت غل مچگیا تھا کہ منع دفن کے لئے ام المومنین آگئی ہیں دیکھو نقاب ڈالے استر پر چڑھی ہوئی کھڑی ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ شور و غل بی صاحب کے گوش زد ہوا ہو۔ پس اُسی وقت حجرہ سے سر نکال کر کہہ دیتیں کہ بھائی مسلمانو۔ میں تو بہ اختیارات مالکانہ اجازت دے چکی ہوں۔ یہ سب کھیل و تماشہ موئے مروان کا ہے اس خناس کی بچی کو جس نے بدنام کرنے کے لئے میرا سا رنگ و روپ بنایا ہے۔ استر سے اُتار کر اتنا مارو کہ بدرگ کی جان نکل جائے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ معظمہ اسوقت خواب راحت میں ہوں یا احادیث ڈھالنے کی مشین کے پرزے صاف کر رہی ہوں۔ علمائے اہل سنت اپنے پیشوایان دین کی برأت کے لئے باتیں تو بہت بناتے ہیں مگر کوئی درست نہیں ہوتی۔ حقیقت میں جناب ام المومنین سے یہ ایسی سفاکی ہوئی ہے کہ جسکی نظیر دینے کے لئے تواریخ دنیا خاموش ہے۔ کہیں سنا ہے کہ کوئی مردہ اپنے اَب و جَد کے پاس دفن ہونے سے روکا گیا ہو یا یہ کہ اسکا جنازہ لائق تیر بارانی کے سمجھا گیا ہو۔ میں قربان سارے شیعہ قربان اُس والئے دو جہان فرزند شاہ مردان کے تابوت عالیشان سے گیارہ تیر برآمد ہوئے تھے۔ اور با عجاز یہ آواز مصیبت طراز اپنے بھائی شاہ حجازؑ کو دی کہ بھائی مجھے اپنی مادر مہربان کے قبرستان میں لیجا کر دفن کر دو۔ یہاں مسلمان کلمہ خواں مجھے دفن ہونے نہیں دیتے۔ نانا جان کے پہلو میں وہی سوئینگے جو میری اماں جان کے پہلو کو دل شکن آزار دے چکے ہیں۔

واقعی ظلم کرنے کا خاتمہ ظالمان آل محمد پر اور ان مظالم کا تحمل خاندان رسالت

پر ختم ہوگیا۔ نہ اب ایسے ظالم ہوں گے نہ مظلوم۔ مسلمانوں نے کوئی درجہ ظلم کا ایسا نہیں چھوڑا جس میں آئندہ کسی کو حق ایجاد حاصل رہے

ابن سلمہ نے کچھ اشعار اسوقت پڑھے تھے جبکہ ام المومنین مکہ سے مدینہ جاتے ہوئے پھر مکہ مشرفہ میں مراجعت کی اور قصد لڑائی جناب امیرؑ سے کیا انہیں سے دو شعر یہ ہیں

فمنکِ البداء و منکِ الغیر و منکِ الریاح و منکِ المطر
وانتِ امرتِ بقتل الامام ۔ و قلت لنا انہ قد کفر

یعنے تجھ ہی سے ابتدا ہے اور تجھ ہی سے قرار تیری ہی طرف سے ہوائیں ہیں اور تجھ ہی سے بارش تونے ہی امام (حضرت عثمانؓ) کے قتل کا فتوے دیا تھا اور کہا تھا ہمکو کہ وہ کافر ہوگیا (اور پھر اب انکے قصاص لینے کے عذر میں امادۂ جنگ ہورہی ہو۔) (تاریخ بلادری صفحہ ۲۱۳)

فصل ۲

(فقد صغت قلوبکما)

(آن دختر را گاؤ خورد - و گاؤ را قصاب برد)

سورۂ تحریم کا بیان

تمام سورۂ تحریم میں بی بی عائشہ و حفصہ کی تقبیح و تذمیم ہے - اُنکو کافرہ عورتوں سے مشابہ کیا گیا ہے - محض اس لئے کہ ان دونوں نے ایذا دہی رسولؐ پر کمر باندھ لی تھی - اور نبیؐ کے بعد بھی افعال وضیعہ کی مرتکب ہوئیں - تمام مفسرین شیعہ و سنی اس بات پر متفق ہیں کہ سورۂ تحریمہ کا شان نزول بی بی عائشہ و حفصہ کے حق میں ہے - چنانچہ صحیح بخاری جلد ثالث صفحہ ۱۳۶ مطبوعہ مصر میں عبداللہ رضؓ بن عباس کہتے ہیں کہ مدت دراز سے میں اس امر کا حریص تھا - کہ عمر ابن خطاب سے پوچھوں کہ آیت مجیدہ فقد صغت قلوبکما میں کونسی دو عورتیں مراد ہیں - ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ میں اور عمر دونو حج کیواسطے روانہ ہوئے - اثنائے راہ میں ایکدن عمر وضو کر رہا تھا - کہ میں نے روبرو جاکر دریافت کیا - کہ اس آیت میں کونسی دو عورتیں مراد ہیں - عمر نے میرے سوال سے کراہت کی - اور کہا تم ایسی باتوں سے باز نہیں آتے ہو اور رنجیدہ ہوکر بولے کہ مراد اُن دو عورتوں سے عائشہ و حفصہ ہیں -

شان نزول

اصل واقعہ اس طرح ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا - کہ بعد ہر نماز صبح کے اپنی ازواج کے حجروں کے گرد جاتے تھے - اور کچھ تبلیغ احکام آلٰہیہ فرماتے تھے زینب بنت جحش اپنے پاس قدرے شہد رکھتی تھی جس وقت حضرت اس کے گھر میں تشریف فرما ہوتے تھے - تو وہ اُنکے واسطے

شربت تیار کرتی تھی - اور اس کے لانے میں زیادہ دیر کرتی تاکہ حضرت اس کے گھر میں زیادہ ٹھیریں - کیونکہ وہ رحمت خدا تھے - یہ حال جناب عائشہ و حفصہ کو بہت گراں گذرا - دونوں نے آپس میں مل جل کر مشورہ کیا کہ جس وقت حضرت زینب کے گھر سے شہد نوش کر کے میرے یا تیرے گھر میں رونق افروز ہوں اُنسے کہیں کہ حضرت کے مونھ سے مغافیر کی بو آتی ہے - اور دوسری بی بیوں سے بھی کہا کہ تم بھی یہی کہنا اُنھوں نے کہا - کہ سخن دروغ حضرتؐ سے کہنا نہایت بد ہے اور واضح ہو کہ مغافیر ایک درخت ہے کہ جس کی بو حد سے زیادہ مکروہ ہوتی ہے - اور حضرت بوئے خوش کو دوست رکھتے تھے - اور بوئے بد سے نہایت پرہیز کرتے تھے - تاکہ جبرائیلؑ حضرتؐ کے پاس آئے اور بوئے بد کو نہ سونگھے - اور ویسے بھی حضرتؐ کو بوئے خوش سے محبت تھی القصہ جب عائشہ کے گھر میں تشریف لائے تو اُس نے اپنی ناک پر ہاتھ رکھکر ناک کو بند کر لیا - حضرتؐ نے پوچھا - کہ تو نے ایسا کیوں کیا ہے - کہا کہ تجھ سے مغافیر کی بو آتی ہے - فرمایا کہ مغافیر تو میں نے نہیں پیا - البتہ زینب کے گھر میں شہد کا شربت پیا ہے - کہا کہ اُس کی مکھی نے اس درخت کا پھول چوسا ہوگا - اور جب حفصہ کے گھر میں تشریف لائے تو اُس نے بھی اپنی ناک پکڑی اور بولی کہ یہ کیا ناخوش بو ہے - کہ تجھ سے آتی ہے - اور جو کچھ عائشہ نے کہا تھا - وہی اُسنے بھی کہا جس وقت حضرتؐ نے اُن دونوں سے یہ خبر سُنی تو فرمایا کہ میں نے شہد کو اپنے اوپر حرام کیا - تب یہ آیت نازل ہوئی - یاایہا النبیّ لم تحرم ما احل اللّٰہ لک تبتغی مرضات ازواجک - (پ ۲۸ ع ۱۹) - یعنے اے محبوب مطلوب صلعم کس واسطے حرام کرتا ہے - تو اُس شے کو جو خدا نے تجھپر حلال کی ہے - کیا اس میں تو انکی خوشنودی طلب کرتا ہے - (تفسیر ثعلبی) -

۶۰

یہ خصائص نبویہ سے ہے کہ جب حضرتؐ کا گذر کسی جگہ سے ہوتا تھا - تو کئی کئی روز تک وہاں سے مشک و عنبر کی خوشبو

آیا کرتی تھی۔ اور ویسے بھی آپ کو خوشبو مرغوب تھی۔ آپ ایسے حسین تھے کہ یوسفؑ اُنکے بازارِ حسن میں ادنےٰ قیمت پر بکنے والے شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

حُسنِ یوسفؑ یدِ بیضا اسپ عیسےٰ داری + آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

مگر صدیقۂ سُفیان ایسے عالیشان فخرِ رسولان محبوبِ رحمان کو مغافیر نوشی سے متہم کرتی ہیں۔ اور وہ ایسی بدبو ناک وکریہ الذائقہ شے ہے کہ اگر اُس کا ایک برگ دریا میں ڈالا جائے۔ تو دریا کی تمام رہنے والی چیزیں اُس سے متنفر کریں۔ زیبِ خلقت ما ینطق عن الھویٰ ہر چند یہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے بالکل مغافیر نہیں پیا۔ البتہ اپنی بیوی زینب بنت حجش کے یہاں سے شہد تو پیا ہے۔ مگر بی بی حمیرا ایک نہیں مانتیں۔ اور بار بار بتکرار یہی اصرار کرتی ہیں۔ کہ نہیں نہیں آپنے ضرور یہی مغافیر پیا ہے۔ اب ہم بکمال اشتیاق سنّی سید دل سے یہ پوچھتے ہیں۔ کہ ان دونوں میں سے راستی پر کون ہے۔ آیا پیغمبرؐ ہے۔ جس کا فرمانا خلافِ صدق و صحت ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یا یہ تمہاری نانی صاحبہ ہیں۔ جن کو تم نے صدیقہ صاحبہ کا خوش منظر لقب دے رکھا ہے۔ آخر ان دونوں میں سے سچا تو ایک ہی ہوگا۔ اگر تم پیغمبرؐ کو سچا سمجھو تو بی بی صاحبہ کو صدیقہ مت کہو۔ بلکہ اُس کے برعکس جو القاب کی وہ شایاں ہوں اُسی سے یاد کیا کرو۔ اگر اُس کو صدیقہ کہوگے تو ضرور ہے کہ پیغمبرؐ تمہارے نزدیک معاذ اللہ پناہ بخدا اُنسے کمتر درجہ پایا ہے اور جھوٹا ہے اور تم ایک عورت کو پیغمبرؐ پر فوق و ترجیح دینے کے مرتکب قرار دئے جاؤ گے۔ آئندہ تمہاری مرضی۔

اشکال

عموماً یہ اشکال پیدا ہوتا ہے۔ کہ حضور علیہ السلام روحی لہ الفدا نے حلت شہد کو حرمت سے کیوں بدل دیا۔ جس کی وجہ سے خطاب مشتمل بر عتاب کے مورد ہوئے۔ جواب بہ مسلّم ہے کہ آپ نے خود بخود ایسا نہیں کیا۔ بلکہ عائشہ و حفصہ نے خلاف

پیغمبر سازش کی (جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں) تو اسوقت آپنے یہ ارشاد فرمایا
کہ پینے شہد کو اپنے اوپر حرام کیا ہے (آپ کا یہ فعل مصلحت خاصہ پر مبنی تھا)
آپ بذریعۂ علم نبوت سب کچھ جانتے تھے۔ کہ یہ کارروائی اُنکی اپنی ہی ہے۔ جب
شہد کی حرمت کا ارشاد فرمایا تو ساتھ ہی یہ حکم دیا۔ کہ تم دو نو میرے اس
راز کو فاش نہ کرنا۔ (واذ اسر النبي الى بعض ازواجه حديثا الخ)
حالانکہ آپکو معلوم تھا۔ کہ میرے اس راز کو یہ پوشیدہ نہ رکھینگی۔ اور ظاہر
کر دینگی۔ مگر چونکہ اُن سے ایک جرم صادر ہو چکا تھا۔ اور اس کی پاداش میں
اُن کو مستوجب سزا قرار دینا تھا۔ اس لئے ایسا فرمایا۔ تاکہ خدا کی طرف سے
اُن کو سخت زجر و توبیخ ہو اور اُنکی شقاوت و غوایت تمام لوگوں پر قیامت
تک کے لئے کھل جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب اُنہنے خلافِ حکم رسول ؐ
دوسری دفعہ پھر کارروائی ہوئی۔ تو خدا نے اُنکی ایذا دہی کا اظہار اور اپنے
محبوب کے مصلحتی فعل کا استظہار بصیغۂ استفسار فرمایا ہے یا ایھا النبی ؐ
لم تحرم ما احل الله لك تبتغي مرضات ازواجك یعنے اے محبوب
مطلوب صلعم کسواسطے حرام کرتا ہے۔ تو اُس شئے کو جو خدا نے تجھپر حلال کی
ہے۔ کیا اس میں تو اُنکی خوشنودی طلب کرتا ہے۔ تبتغی مرضات ازواجك
محض اُن دونوں کے خیال کی تردید میں واقع ہوا ہے۔ کہ جب پیغمبر ؐ نے اُنسے
اپنے حفظ راز کی تاکید فرمائی۔ تو اُن کے دل میں یہ خیال گذرا۔ کہ پیغمبر ؐ ہماری
خوشنودی کا خواہاں ہے۔ ہماری کارروائی موافق پڑ گئی ہے۔ کہ زینب کے
یہاں سے شہد کا پینا اپنے اوپر حرام کر دیا۔ تو ارشاد ہوا۔ کہ کس واسطے حرام
کرتا ہے۔ تو اُس شئے کو جو خدا نے تجھپر حلال کی ہے کیا واقعی تو اُن کی
خوشنودی چاہتا ہے۔ یعنی ایسا نہیں ہے بلکہ تونے تو ایک مصلحت خاصہ کی
وجہ سے ایسا معاملہ کیا ہے جس کا علم تک بھی اُنکو نہیں۔ کیونکہ جو عورت اپنے
پیغمبر ؐ کی نافرمان و ایذا رسان ہو۔ پھر پیغمبر ؐ کس لئے اس کی خاطر داری کرے۔

یا خوشنودی چاہے۔

بعض کم عقل و کوتاہ بین یہ کہدیتے ہیں۔ کہ حضور علیہ السلام نے شہد نوشی کو بوجہ رضا طلبی عائشہ و حفصہ اور انکی خاطر داشت کے لئے اپنے اوپر حرام کردیا تھا۔ اور قسم کھائی تھی۔ کہ آئندہ میں شہد نہ پیا کروں گا۔ اس لئے خدا نے بذریعہ کفارہ اُس قسم کے کھولنے کا یہ حکم فرمایا۔ قد فرض اللہ لکم تحلۃ ایمانکم واللہ مولاکم وھو العلیم الحکیم حالانکہ یہ مطلق غلط و خلاف اصلیت ہے۔ نہ حضرتؐ نے اس غرض سے شہد کو حرام کیا تھا۔ نہ کوئی قسم کھائی۔ اور نہ کفارہ دیا۔ محض اسی قدر ہے۔ جس کو ہم نے حسب ارشاد راسخون فی العلم بیان کردیا ہے۔ یہ ممکن نہیں۔ کہ جن کی حضرت رسالت پناہؐ رضا طلبی کریں۔ پھر انکی مذمت میں ایک سالم سورہ نازل ہو۔ اس میں ایک قسم کا نقص و سقم حضرت کی طرف عائد ہوتا ہے۔ کہ خلاف مرضی خدا ایسا کیوں کیا۔ اور اس آیت میں جمع مذکر مخاطب کی ضمیر ہے۔ اور آیت اولے میں واحد مخاطب کی۔ یہ کوئی قرینہ نہیں۔ کہ اس آیت کا تعلق پہلی آیت سے ہو۔ محض ترتیب عثمانیہ کے واؤ بیچ میں آکر یہ آیت اپنے اصل مقام سے نکل کر یہاں لکھدی گئی ہے۔ اس کے مرجع عوام۔ نہ ذات خیر الانام۔

آٹھویں آیت

قصۂ جناب موسٰے علیہ السلام میں ہے وحرمنا علیہ المراضع من قبل۔ (قصص ع ۱) یعنی حرام کیں ہم نے اُس پر دودھ پلانے والیاں پہلے اس کی اپنی ماں کے دُودھ پلانے سے۔ چونکہ مصلحت خدا اس امر کی مقتضی تھی۔ کہ جناب موسٰےؑ اپنی والدہ کے سوا اور کسی عورت کا دُودھ نہ پئیں۔ اس لئے غیر عورتوں کا دودھ اُنپر بند تھا۔ جو عورت دودھ پلانے کا ارادہ کرتی تھی۔ آپ اس کا دُودھ نہ پیتے تھے۔ بلکہ حضرت موسٰےؑ کے عہد سے پیشتر کی ایک ایسی مثال موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت یعقوبؑ کی امت میں جب مرض عرق النسا بکثرت

پھیل گئی تو آپ نے نذر مانی کہ خداوند عالم اس مرض کو شفا دے اور میری امت
کو شفا دے تو میں جس شے کو زیادہ محبوب رکھتا ہوں اس کو اپنے اوپر حرام
کروں گا پس آپ نے اونٹ کے گوشت اور اُس کے دُودھ کو اپنے اوپر حرام
کیا تھا کیونکہ آپ کو یہی شے زیادہ تر محبوب تھی۔ (کل الطعام کان حلاً
لبنی اسرائیل الا ما حرم اسرائیل علیٰ نفسہ۔ (آل عمران) یعنی باقی
سب طعام بنی اسرائیل کے لئے حلال تھا سوائے اُس ایک طعام کے جس کو
اسرائیل (یعقوبؑ) نے اپنے اوپر حرام کر دیا تھا پس وقت مصلحت میں
غیر عورت کے دُودھ پلانے کو خدا نے حرام فرمایا ہے۔ اسی طرح جس شے
کو یعقوبؑ نے حرام کیا تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ وقت مصلحت میں حلال
شے حرام ہو سکتی ہے۔ اسی لئے آنحضرتؐ نے حلت شہد کو حرمت سے بدل دیا
کیونکہ مصلحت وقت اسی کی مقتضی تھی۔ اس صورت میں آپ ہرگز معتوب
نہیں۔ نہ آپ کا یہ فعل معیوب ہے۔ بلکہ مبارک و مسعود۔ جس کے ذریعہ سے
اُن دونوں کو بایں الفاظ مزجور و مقہور قرار دیا ہے۔ ان تتوبا فقد صغت
قلوبکما وان تظاہرا علیہ فان اللہ ھو مولاہ وجبریل وصالح
المؤمنین والملائکۃ بعد ذلک ظہیر۔ (تحریم ع ۱) یعنی اے عائشہ
و حفصہ تم اپنی کردار ناشائستہ و حرکات ناپسندیدہ سے باز آؤ تحقیق کہ
تم دونوں کے دل ٹیڑھے ہو گئے ہیں۔ اور اگر تم دونوں پشت بہ پشت
اور ایک دوسرے کے ساتھ مل کر پیغمبر کے برخلاف کوشش کرو گی۔ تو بھی اُسکا
کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔ کیونکہ خدا اُس کا مولا ہے۔ اور جبرئیل اور صالح المؤمنین
یعنے وہ شخص جس کا نام صالح المؤمنین اور صالح مطلق ہے۔ اور تمام
ملائکہ آسمان و زمین اس کے معاون و مددگار ہیں۔

صالح المؤمنین کا خطاب کس کو حاصل ہے

ملا ابو القاسم حسکانی جو فضلائے حنفیہ
سے ہیں۔ اپنی کتاب شواہد التنزیل

ہیں سید یر صیر فی سے باین مضمون ناقل ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام
نے فرمایا ہے۔ کہ جناب پیغمبر خدا نے دو دفعہ رتبۂ علیؑ کو اپنے اصحاب پر
بکمال عزت و وقار روشن و آشکار کیا ہے۔ ایک تو بموقع غدیر خم جبکہ
من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ کا خلعت زریں مرحمت فرمایا۔ دوسرا
اسوقت جب یہ آیت مجیدہ اتری۔ پس علی ابن ابیطالبؑ کے ہاتھ کو پکڑ کر
اونچا کیا۔ اور فرمایا۔ ایہا النّاس یہ ہے صالح المومنین و صالح مطلق تفسیر
در منثور جلد سادس صفحہ ۲۴۴ مطبوعہ مصر میں ہے۔ واخرج ابن مردویہ
و ابن عساکر عن ابن عباس فی قولہ وصالح المومنین قال ھو علی
ابن ابی طالبؑ۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں اپنے اپنے باپوں کی حمایت پر پھولی بیٹھی ہیں۔ اور
اسی طرح باہمی اتفاق کی وجہ سے یہ مخالف فریق چار قوتیں رکھتا ہے۔ اسلئے
خدا نے اپنے رسولؐ کی طرف سے بھی اس کی مدد کے لئے چار قوتیں جمع کر دیں
یعنی ایک تو خداوند عالم مولائے رسولؐ۔ پھر جبرئیلؑ و ملائکہ و مرد صالح
زوجِ بتولؑ۔ اللہ اللہ اس بشیر و نذیر کو کیسی بشارت دی گئی ہے۔ اور کیسے
کیسے مددگار بتلائے گئے ہیں۔ جو بجائے خود مثیل و نظیر نہیں رکھتے۔ خدا جیسا
قوی و قادر۔ جبرئیلؑ امین حافظ و ناصر جس نے سات شہر قوم لوطؑ کے الٹ
دئے۔ اور تمام ملائکہ آسمانؑ و زمین۔ چوتھا ان میں سے صالح المومنین۔
و قاتل المشرکین علی ابن ابیطالبؑ غالب علیٰ کل غالب کنندۂ در خیبر۔ قاطع
کلۂ اژدر جس کی شان میں ہاتف نے فخر و مباہات سے کہا۔ لا فتیٰ الا علی لا
سیف الا ذوالفقار۔ (روضۃ الاحباب جلد اول صفحہ ۲۶۲)
پھر بھلا مخالف جماعت کی ان مددگاروں کے مقابلہ میں کیا ہستی ہے۔ قال
عزمن قائل عسیٰ ربّہ ان طلّقکن ان یبدلہ ازواجاً خیراً منکن
مسلمات مؤمنات قانتات تائبات عابدات سائحات ثیّبات

وا بکاراً ۵ (تحریم ع ۱) یعنے اے عائشہ و حفصہ اگر تمہاری یہی حرکات رہیں اور نبی نے طلاق دیکر تم کو گھر سے نکال دیا تو میں اپنے پیغمبر کو ایسی کامل الصفات عورتیں دونگا - کہ جن میں آٹھ وصف تم سے بہتر ہوں گے - مسلمات و مومنات وغیرہ وغیرہ (دیکھو صحیح بخاری جلد ثالث صفحہ ۱۳۸)

مرد عاقل کو غور و فکر کرنا چاہیئے - کہ اس آیت میں علاوہ دیگر صفات کی عورتوں کے ثیبات یعنے شوہر والی اور ابکارا یعنے بے شوہر باکرہ عورت کے دینے کا خدا نے اپنے پیغمبر سے وعدہ فرمایا ہے - اور جناب ام المومنین عائشہ کے سوا اور کوئی زوجہ پیغمبر باکرہ نہ تھی - جو نکاح پیغمبر میں آئی ہو - پس اس صاحبہ کی طلاق ثابت ہوگی - تو خدا کا وعدہ بھی صحیح و درست آئیگا جناب حفصہ کو تو پیغمبر نے اپنی زندگی ہی میں بصیغہ طلاق اپنے شرف زوجیت سے علیحدہ کر دیا تھا - چنانچہ سنن ابو داؤد اور صحیح نسائی - اور استیعاب ابن عبد البر - اور معارج النبوت رکن چہارم صفحہ ۹۴ میں ہے - کہ جب حضرت نے حفصہ کو طلاق دی اور یہ خبر عمر کو پہنچی تو خاک بر سر ریخت و فغاں آوردہ باقی رہا طلاق بی بی عائشہ کا معاملہ سو حسب فرمان رسول زمان جناب شاہ مردان شیر یزدان حیدر صفدر عالی شان قوت رحمان امیر مومنان نے بعد واقعہ جنگ جمل بی بی عائشہ کو بصیغۂ طلاق سلسلۂ زوجیت شہنشاہ آفاق سے خارج کر دیا ہے - (دیکھو روضۃ الاحباب جلد ثالث صفحہ ۲۲)

[illegible]

خداوند کریم آخر سورۂ تحریم میں فرماتا ہے اے عائشہ و حفصہ تم بالکل ایسی ہو جیسے کہ ہمارے دو بندگان نوح و لوط کی کافرہ ازواج تھیں - (ضرب اللہ مثلاً للذین کفروا امرات نوح و امرات لوط کانتا تحت عبدین من عبادنا صالحین فخانتاھما فلم یغنیا عنہما من اللہ شیئا و قیل ادخلا النار مع

الداخلین ۵) پس تم دونوں کے عوض میں اپنے پیغمبرؐ کو آسیہ زن فرعون اور مریم مادر عیسےؑ عطا کروں گا جو واقعی تم دونوں سے بہتر و برگزیدہ ہیں۔ (وضرب اللہ مثلاً للذین امنوا امرات فرعون اذ قالت رب ابن لی عندک بیتا فی الجنۃ ونجنی من فرعون وعملہ ونجنی من القوم الظلمین۔ ومریم ابنت عمران التی احصنت فرجہا فنفخنا فیہا من روحنا وصدقت بکلمت ربہا وکتبہ وکانت من القانتین ۵۔ (تحریم ۲) بمفاد آیات قرآنیہ مذکورۃ الصدر ان دونوں کا ایمان اور اسلام بھی صحیح نہ تھا۔ افسوس ہے کہ نبیؐ کی شب و روز کی صحبت نے اُن کے دل میں کچھ اثر نہ کیا۔ جیسے کہ جناب نوح و لوط علیہما السلام کی سرکش و نافرمان و رنج دینے والی بیویاں تھیں۔ یہی کیفیت ان دونوں کی تھی۔ خدا تو ان کو کج دل و تندخو و ناقص الایمان والاسلام فرما دے۔ اور انکو ازواج نوح ولوط علیہما السلام سے مشابہت دے۔ اور سنّی حضرات انکو صدیقہ و مجتہدہ کا خطاب دیں۔ سچ ہے

کس نے پرسد کہ بھیّا کون ہو۔

[illegible]

یہ مسلم و مقبول ہے کہ پیغمبر مومنین کی جانوں کا خود اُنسے زیادہ مالک اور اُنپر زیادہ متصرف ہے۔ کما قال عز من قائلہ النبی اولی بالمؤمنین من انفسہم وازواجہ امہاتہم۔ (احزاب ع ۱) اور جناب امیر بنفس قدیر نفس نبی بشیر و نذیر ہے چنانچہ آیت مباہلہ پر تمام شیعہ و سنّی کا اتفاق کثیر ہے۔ کہ یہ آیت کریمہ جناب خمسہ نجبا علیہم السلام کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ اور انفسنا میں جو نفس مقدسہ مکرمہ مطہرہ منتجبہ مرکوز خاطر نبیؐ ہے۔ اس سے مراد جناب مولا علیؑ ہے۔ پس جس طرح نبیؐ کو فوق مافوق برجمیع مومنین حاصل ہے کہ نبیؐ ان کے نفسوں سے

اُنسے زیادہ افضل و اولےٰ بدرجۂ کامل ہے۔ ویسے نفس نبیؐ یعنے مولا علیؑ جملہ
مومنین سے بہتر و برگزیدہ اور تمام اوصاف و فضائل میں برتر و چیدہ ہے۔
کیونکہ یہ صالح المؤمنین ہے ایمان خود عمل صالح ہے۔ اور یہ جملہ مومنین سے
زیادہ صالح و صالح مطلق ہے۔ اعلان غدیر خم کے موقع پر سرور عالمؐ نے ابتدائے
خطبہ میں اول اپنی ولایت و اولیت بالتصرف کا اقرار لیا۔ اور تین بار فرمایا۔
الست اولیٰ بکم من انفسکم یعنی کیا میں تمہاری جانوں کا تم سے زیادہ مالک
اور اُنپر متصرف نہیں ہوں۔ سب نے اقرار کیا اور کہا کیوں نہیں۔ آپ ہمارے مالک
و ولی و مولےٰ ہیں پھر تین مرتبہ فرمایا۔ "اَللّٰھُمَّ اَشْھَدْ" بار الٰہا تو گواہ رہیو۔
بعد ازاں فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ الخ یعنی جس کا میں مولا ہوں
اُس کا علیؑ مولےٰ ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۵ و ۵۶۵) (مفصل ذکر واقعہ
غدیر رسالہ ہذا کے حصہ دوم میں دیکھو)۔

پس ثابت ہوا کہ جس طرح مرتبہ ولایت و اولیت بالتصرف پیغمبرؐ کو حاصل ہے۔
ویسے نفس پیغمبرؐ کو۔ وہ مولےٰ یعنے اولےٰ ہے نہ بمعنے دیگر۔ شاعر کیا
خوب کہتا ہے۔ بیت۔ در معنے من کنت مولا میرود حکم رسولؐ علی مولےٰ ازین معنی کہ پیغمبر بود مولےٰ
اس جناب ولایت مآب نفس رسالتمآب کی اولیت و ولایت بعد خدا اور رسولؐ
اظہر من الشمس و ابین من الامس روشن و ہویدا ہے۔ کما قال عزّ من
قائلہ۔ انما ولیکم اللّٰہ و رسولہ والذین اٰمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ
و یؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون۔ (پ ۶ ع) یعنی سوائے اس کے نہیں ہے
کہ تمہارا ولی خدا ہے اور اس کا رسولؐ اور وہ مومنین جو نماز کو تمام کرتے
اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔ شیعہ و سنی کی تمام تفاسیر میں مسلم و
مقبول ہے۔ کہ اس آیت کا باعث نزول جناب علیؑ زوج بتولؑ کی شان پر
محمول و ثابت بالاصول ہے اور چونکہ ضمائر آیت بصیغہ جمع وارد ہیں۔ لہذا
باقی اولیاء نبیؐ از اولاد علیؑ بھی مفاد آیت میں شامل اور حد جُدا ولایت و

رتبہ اولیت میں کامل ہے)

قال اللہ سبحانہ وعم برھانہ ماکان لاھل المدینۃ ومن حولھم من الاعراب ان یتخلفوا عن رسول اللہ ولا یرغبوا بانفسھم عن نفسہ۔ (توبہ ع ۵) یعنی اہل مدینہ اور جو اُن کے گرد و نواح میں اعراب ہیں۔ اُنہیں سزاوار نہیں کہ وہ رسولؐ خدا سے تخلف کریں۔ اور پیچھے ہٹ رہیں اور نہ یہ کہ نفس رسولؐ پر اپنے آپ کو ترجیح دیں اس آیت میں۔ نفس سے مراد نفس پیغمبرؐ جناب حیدرؑ صفدر قالع باب خیبر ساقیٔ حوض کوثر ہی ہیں۔ اگر یہاں عن نفسہ سے مراد خود پیغمبرؐ ہوتا تو عنہ ہونا چاہیے تھا۔ پس ثابت ہوا کہ جس طرح امر پیغمبرؐ سے تخلف و اعراض جائز نہیں۔ اسی طرح نفس رسولؐ زوج بتولؑ کے امر کی مخالفت یا معصیت بھی نادرست ہے نہ اُسپر کسی کو فوق و ترجیح دینا صحیح۔ بلکہ خطا صریح و فعل قبیح ہے۔

اس آیت میں تخلف سے مراد جہاد سے ہٹ رہنا اور جہاد پر نہ جانا مراد نہیں ہے۔ بلکہ تخلف سے تخلف امری مراد ہے یعنی خدا فرماتا ہے۔ کہ اہل مدینہ وغیرہم کو یہ زیبا نہیں۔ کہ وہ کسی امر پیغمبریؐ سے تخلف یعنی مخالفت کریں۔ بلکہ اُسے فوراً بجا لائیں۔ خواہ کہیں ہوں۔ اور کسی حالت میں ہوں۔ اور کسی قسم کا امر ہو چنانچہ صحیح بخاری مطبوعہ مصر جلد ثالث صفحہ ۹۹ نیز صفحہ ۱۵۲ میں روایت ہے۔ کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو پکارا۔ اُس نے جواب نہ دیا۔ بعد فراغ از نماز جب وہ حاضر خدمت اقدس نبویؐ ہوا۔ تو حضرتؐ نے دریافت فرمایا کہ تونے جواب کیوں نہ دیا۔ اُسنے عرض کیا۔ چونکہ میں نماز میں تھا۔ اس لئے جواب نہ دیا۔ حضرتؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم۔ (انفال ع ۳)۔ یعنے جواب دو اللہ اور اُس کے رسولؐ کو خواہ تم کسی حالت میں ہو۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ امر پیغمبری سے کسی حالت میں عدول جائز نہیں۔ گو حالت نماز

بھی کیوں نہ ہو۔ جب پیغمبرؐ بلائیں فوراً جواب دے دینا چاہیئے۔ اسی طرح جو نفس پیغمبرؐ ہو گا۔ وہ بھی مطاع واجب الاتباع ہو گا۔ اُس کے امر کی مخالفت بھی ناجائز ہے۔ اور جس طرح پیغمبرؐ مومنوں کی جانوں کا اُن سے زیادہ مالک و اولے بالتصرف ہے۔ اسی طرح نفس پیغمبرؑ بھی مالک اور انکا والی و وارث و مولے یعنے اولےٰ ہے۔ جس طرح پیغمبرؐ کو سب پر فوق ہے اور اُس پر کسی دوسرے کو فوق نہیں۔ ویسے نفس پیغمبرؑ کو بھی سب پر فوق بدرجہ ما فوق حاصل ہے۔ اور اس پر کوئی دوسرا شخص ہرگز فوق نہیں پا سکتا۔ ذات پیغمبرؐ سے جو نفس پیغمبرؑ کو اتحاد ذاتی و صفاتی و اتصال نورانی و روحانی حاصل ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ اس لیئے تو پیغمبرؐ نے قضیۂ طلاق کو اُس کے سپرد کر دیا۔ اور فرمایا کہ میری بیویوں میں سے جس کو تو طلاق دیدے وہ میری زوجیت کے شرف سے خارج ہو جاویگی۔ اور خدا نے بعد اطاعت پیغمبرؐ نفس پیغمبرؑ کی اطاعت کو سب پر واجب کیا ہے قال سبحانہ و تعالیٰ۔

"اُطیعوا اللہ و اطیعوا الرّسول و اولی الامر منکم" (نساء ع ۸)۔

یعنی اطاعت کرو خدا کی اور اطاعت کرو اُس کے رسولؐ کی اور صاحبان امر کی چونکہ اس آیت میں تین قسم کی اطاعت کا حکم ہوا ہے۔ تو بلحاظ ظاہر صیغہ امر (اطیعوا) بھی تین دفعہ وارد ہوتا۔ حالانکہ صرف خدا اور اُس کے رسولؐ کے لیئے وارد ہوا ہے اور اولی الامر کے لیئے نہیں ہوا۔ بلکہ وہی ایک صیغۂ امر (اطیعوا) جو رسول کے لیئے ہے۔ اولی الامر کے لیئے بھی وہی ہے پس ثابت ہوا کہ رسولؐ اور اولی الامر میں بہ حیثیت تو ارث حضرات کوئی فرق نہیں۔ وہ دونوں ایک ہیں۔ انکی اطاعت بھی ایک ہے۔ البتہ خدا و رسولؐ میں بلحاظ خالق و مخلوق ہونے کے فرق ہے۔

اور جس کو اس قدر اتصال منزلتی پیغمبرؐ سے حاصل ہے وہ نہیں ہے۔ مگر نفس پیغمبرؑ جس کی تعیین و تشخیص پیغمبرؐ سے ہو چکی ہے۔ من اطاعنی فقد

اطاع اللہ ومن عصانی فقد عصی اللہ ومن اطاع علیاً فقد اطاعنی ومن عصیٰ علیاً فقد عصانی۔ یعنے جس نے میری اطاعت کی اُسنے خدا کی اطاعت کی۔ جس نے میری نافرمانی کی۔ اُسنے خدا کی نافرمانی کی اور جس نے علیؑ کی اطاعت کی۔ اُسنے میری اطاعت کی۔ جس نے علیؑ کی نافرمانی کی اُسنے میری نافرمانی کی (مسند کبیر صفحہ ۲۰۳)۔

اور صحیح بخاری میں ابوہریرہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضور اقدس علیہ السلام نے من اطاع امیری فقد اطاعنی ومن عصیٰ امیری فقد عصانی۔ یعنے جس نے میرے امیر (یعنی جناب امیر علیہ السلام) کی اطاعت کی اُس نے میری اطاعت کی۔ اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اُسنے میری نافرمانی کی (جلد رابع صفحہ ۱۵۵)۔

وعن عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلعم یا علیؑ انت اخی ووصی ووارثی انا مدینۃ العلم وانت بابہا ولن تؤتی المدینۃ الا من قبل الباب وکذب من زعم انہ یحبنی و یبغضک لانک منی وانا منک لحمک من لحمی ودمک من دمی وروحک من روحی وسرک من سری وعلانیتک من علانیتی وسلمک سلمی وحربک حربی والایمان مخالط لحمک ودمک کما خالط لحمی ودمی وانت علی الحوض خلیفتی وقاضی دینی ومنجز وعدی سعد من اطاعک وشقی من عصاک وربح من تولاک وخسر من عاداک فاز من لزمک وہلک من فارقک مثلک ومثل الائمۃ من ولدک بعدی مثل سفینۃ نوح من رکبہا نجیٰ ومن تخلف عنہا غرق ومثلکم کمثل النجوم کلما غاب نجم طلع نجم الی یوم القیامۃ۔ یعنے فرمایا پیغمبر خدا صلعم نے کہ اے علیؑ تو میرا بھائی میرا وصی میرا وارث ہے میں علم خدا کا شہر اور تو اُس کا در ہے۔ کوئی شخص سوائے در کے شہر میں

نہیں آسکتا۔ وہ جھوٹا ہے جس کو مجھ سے محبت اور تجھ سے عداوت ہو اے علیؑ کہ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔ تیرا گوشت میرے گوشت سے ہے۔ تیرا خون میرے خون سے ہے۔ تیری روح میری روح سے ہے۔ تیرا کسی بات کو پوشیدہ رکھنا میرے پوشیدہ رکھنے سے ہے۔ اور تیرا کسی بات کو ظاہر کر دینا میرے ظاہر کر دینے سے ہے۔ تجھ سے صلح مجھ سے صلح ہے۔ تجھ سے جنگ مجھ سے جنگ ہے ایمان تیرے گوشت پوست میں مخلوط ہے۔ جس طرح میرے گوشت پوست میں مخلوط ہے۔ اور تو ہی کل حوض کوثر پر بھی میرا قائم مقام ہوگا۔ تو میرے قرض کو ادا کریگا۔ اور میرے وعدے کو پورا کرے گا۔ سعادت مند ہوا جس نے تیری اطاعت کی وہ شقی ہے۔ جس نے تیری نافرمانی کی سرخرو ہے۔ جس نے تیری محبت رکھی۔ بد خو ہے جس نے تجھ سے عداوت کی رستگار ہوا۔ جس نے تیرا دامن محکم پکڑا ہلاک ہوا جو تجھ سے الگ ہوا۔ تیری اور باقی ائمہؑ کی جو تیری اولاد سے ہیں کشتی نوحؑ کی سی مثال ہے۔ کہ جو اُس پر سوار ہوا وہ پار ہوا۔ اور جو پیچھے ہٹ رہا وہ غرق و تباہ ہوا۔ تم سب کی مثال قیامت تک کے لئے ستاروں کی سی ہے۔ کہ ایک چھپ گیا تو دوسرا ظاہر ہوا۔ انتہی

(ینابیع المودۃ شیخ سلیمان حنفی نقشبندی صفحہ ۲۴ مطبوعہ بمبئی وصیانۃ [illegible] صفحہ ۱۷۲ مطبوعہ مصر)۔

غرض جملہ اوصاف و اخلاق و آداب و علوم و فنون و جمیع کمالات میں نفس پیغمبرؐ کو پیغمبرؐ سے اتحاد ذاتی و صفاتی و اتصال نورانی و روحانی حاصل ہے۔ یہ اُس کے تمام صفات کا نمونہ اور اس کے جمال کا آئینہ ہے۔ اس لئے خود اُس کا آپ نے ارشاد دیا "اقرت لی الملائکۃ بجمیع ما اقرت للنبی الا باسمہ" یعنے تمام صفات و درجات و کمالات جن کا ملائکہ نے نبیؐ کے لئے اقرار کیا ہے۔ انہی کا میرے لئے بھی کیا ہے اور انہی صفات سے مجھے متصف کیا ہے۔ مگر اسم نبوت کہ وہ حضرتؐ سے مخصوص ہے اور انہی پر ختم۔ جس طرح

کہ ہارونؑ جملہ اوصاف موسویؑ میں شریک حضرت موسیٰؑ تھے۔ اس طرح نفس پیغمبرؐ بھی ہر ایک بات میں شریک و مثیل پیغمبرؐ اس لئے پیغمبر صلعم نے فرمایا یا علیؑ انت منّی بمنزلۃ ھارون من موسٰیؑ الا انہ لا نبی بعدی یعنے اے علیؑ تو مجھ سے وہ نسبت رکھتا ہے۔ اور اُسی درجے میں ہے جس میں ہارونؑ تھے۔ یعنے اس طرح سے میرے صفات سے متصف میرا وزیر میرا خلیفہ اور میرے امر میں شریک مگر یہ کہ نبوت مجھ پر ختم ہو گئی۔ میرے بعد کوئی نبیؐ نہیں۔ اگر میرے بعد نبی ہوتا تو تو ہی نبیؑ کہلاتا۔ کیونکہ معیار نبوت وما بہ النبوت تجھ میں موجود ہیں۔ (صحیح بخاری جلد ثالث صفحہ ۵۸) بیت

؎ اگر جہاں میں نبیؐ بعد مصطفےٰؐ ہوتے ٭ قسم خدا و پیغمبرؐ کی مرتضےٰؑ ہوتے

بہر حال ثابت ہوا۔ کہ بجز پیغمبرؐ نفس پیغمبرؐ سے اور کسی کو نسبت و مناسبت نہیں۔ چہ جائیکہ درجہ مساوات نفس پیغمبرؐ بحکم خدا و پیغمبرؐ حاکم و آمر و ولی و مالک و اولےٰ بالتصرف و مطاع واجب الاتباع ہے۔ چنانچہ پیغمبرؐ نے ہزار کرت ایسا کرکے دکھلایا۔ تا کہ کسی کو شک و شبہ نہ رہے۔ پس یہ کہنا کہ جناب امیرؑ سے کسی غیر کو مساوات حاصل یا فوق و فضیلت ہے تو یہ ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ ذات پیغمبرؐ پر کسی دوسرے کو ترجیح دی جائے۔ آنحضرتؐ کا صحابہ کو ایک غلام زادے کے زیر حکم و ماتحت بھیجنا یا بیشتر انکو کسی کام پر تعینات کرکے پھر معزول کر دینا۔ اس امر کی دلیل قاطع و برہان ساطع ہے۔ کہ وہ لائق امارت و امامت کے ہرگز نہ تھے۔ اگر اُن میں ذرا بھر بھی لیاقت و وقعت ہوتی تو اُن سے غلط ہونے تک کی۔ جو تیاں سیدھی نہ کرائی جاتیں۔

خلاصۂ مرام

یہ بعید از عقل ہے۔ کہ جناب امیرؑ کو صحابہ کے برابر سمجھا جاوے۔ نہ خدا و رسولؐ نے انکو اُن کے برابر رکھا ہے۔ نہ جناب امیرؑ نے خود اپنے لئے کبھی مساوات بہ صحابہ کا ارشاد فرمایا۔ بلکہ ہمیشہ مقام حجت و برہان میں اپنا فوق و فضل ہی

ثابت کرتے رہے ہیں۔ جس کی تصدیق کلام خدا سے ہوئی۔ چنانچہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ ایک روز سب لوگ جمع تھے۔ عباسؓ بن عبدالمطلب نے فخر کیا۔ کہ میں حاجیوں کو پانی پلاتا ہوں۔ اور طلحہ ابن ابی شیبہ نے کہا۔ کہ خانہ کعبہ کی کنجی میرے پاس ہے۔ اگر چاہوں تو اُس میں قیام کروں۔ جناب امیر علیہ السلام نے اُنکی تردید میں فرمایا کہ میں وہ ہوں۔ کہ تم سے پہلے ایمان لایا۔ خدا کی راہ میں جہاد کیا۔ اور تمہاری گردنوں سے تلوار نہیں اُٹھائی جبتک کہ تم ایمان نہیں لائے۔ اُسوقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ جس میں لفظ بلفظ قول جناب امیر علیہ السلام کی تصدیق کی گئی ہے۔ قال عزّ من قائلہ اجعلتم سقایۃ الحاج و عمارۃ المسجد الحرام کمن آمن باللہ و الیوم الاخر و جاھد فی سبیل اللہ لا یستوٗن عند اللہ و اللہ لا یھدی القوم الظلمین۔ (توبہ ع۳) یعنے کیا حاجیوں کو پانی پلانا مسجد الحرام کی تعمیر کرنا اُس شخص کے اس رتبہ کے برابر ہے۔ جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لایا ہو۔ خدا کی راہ میں جہاد کیا ہو۔ خدا کے نزدیک تو اُن میں ہرگز مساوات نہیں۔ اور خداوند عالم ظالم قوم کی ہدایت نہیں کرتا۔ (تفسیر درمنثور و ثعلبی)

دوسری آیت قال عزّ من قائلہ۔ افمن یھدی الی الحق احق ان یتبع امن لا یھدی الا ان یھدیٰ فما لکم کیف تحکمون وما یتبع اکثرھم الا ظنا۔ ان الظن لا یغنی من الحق شیئا ۃ (یونس ع۴)

جناب امیرؑ سے کسی کو برابری نہیں۔

یعنی کیا ہدایت کرنے والا طرف حق کے زیادہ حقدار ہے کہ اس کی پیروی ہو۔ یا وہ شخص جو خود محتاج ہدایت ہے تمہیں کیا ہو گیا اور کیسے حکم کرتے ہو۔ اکثر لوگوں نے اُس (محتاج ہدایت غیر) کی از روے ظن کے پیروی کی ہے حالانکہ ظن حصول حق کے لیے کچھ مفید نہیں۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ پیروی کرانے کا

ہادی راہِ حق سزاوار ہے۔ نہ وہ شخص جو خود کسی دوسرے کی ہدایت کا محتاج ہو۔ اس سے خلافت حقہ کا راز سمجھ میں آسکتا ہے۔ کہ مدعیانِ خلافت جو محض جاہل تھے جن میں سے اول کا یہ قول تھا۔ الا وانما بشرٌ ولست بیخرٍ من احد کم فراعونی فاذا رایتمونی استقمت فاعینونی واذا رایتمونی زغت فقوّمونی واعلموا ان لی شیطاناً یعترینی یعنی سوائے اس کے نہیں ہے۔ کہ میں ایک معمولی حیثیت کا انسان ہوں۔ جو یقیناً تم میں سے کسی سے بھی بہتر نہیں ہوں۔ پس تم میری رعایت کیا کرو اگر مجھے برسرِ راستی دیکھو۔ تو میرے ممد و معاون بن جاؤ۔ اگر میری حرکات مائل بہ کجی ہوں تو مجھے سیدھا کر دو۔ کیونکہ میرے لئے ایک ایسا شیطان ہے کہ راہ راست سے مجھے بدراہ کرتا ہے۔ (تاریخ الخلفاء سیوطی صفحہ ۴۲ مطبوعہ مصر)

اور دوسرا صاحبؓ کہا کرتا۔ لولا علی لھلک عمر یعنی اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو گیا تھا۔ بھلا ایسے لوگ کیونکر خلافت جیسے منصب جلیل کے شایان تھے۔ جس کیواسطے خدا و رسولؐ ایسے مرد مقبول و سیف مسلول و زوج بتولؑ کو مقرر کر چکے تھے جو پکار پکار کر فرماتا تھا۔ سلونی سلونی عمّا شئتم قبل ان تفقدونی فانی اعلم بطرق السّموات من طرق الارض یعنے پوچھو پوچھو مجھسے قبل اس کے کہ مجھکو نہ پاؤ جو کچھ تمہارا دل چاہے (خواہ زمین کی باتیں پوچھو یا آسمان کی) کیونکہ میں طرق زمین سے طرق آسمان کا زیادہ عالم ہوں۔ (تاریخ الخلفاء وغیرہ) اور جو باب مدینۃ العلم تھا جس کی شان میں نبیؐ نے بار بار فرمایا علیؑ مع الحق والحق مع علیؑ اللّٰھم ادر الحق معہ حیث دار۔ یعنی علیؑ حق کے ساتھ ہے۔ اور حق علی کے ساتھ ہے بارالٰہا حق کو اسی طرف پھیر جس طرف کہ علیؑ پھرے۔ (مطالب السئول) جبرائیل جیسے ملک مقرب نے جس کو استاد مانا۔ خدا نے

من عندہ علم الکتاب فرمایا (رعد) دوسری جگہ یہ ارشاد ہوا۔ وکل شیءٍ احصیناہ فی امام مبین۔ (یٰس ع ۱) اور تیسرے مقام پر انما انت منذر ولکل قومٍ ھاد (رعد ع ۱) فریقین کا اتفاق ہے۔ کہ اس آیت میں ڈرانے والے نبیؐ اور ہدایت کرنے والے جناب علیؑ ہیں۔ دیکھو تفسیر کبیر فخرالدین رازی تحت آیت مذکور کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ تو حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھکر فرمایا۔ کہ میں ڈرانے والا ہوں پھر علیؑ کے سینہ پر ہاتھ رکھکر ارشاد فرمایا۔ اے علیؑ میرے بعد ہدایت پانے والے تیرے سبب سے ہدایت پائینگے۔ کیونکہ خدا نے تجھے اس اُمت کا ہادی مقرر کیا ہے۔ (ایضاً شواہد التنزیل ثعلبی۔ ازالۃ الخلفا صفحہ ۲۶۲)۔

اس مقام پر اس آیت کے معنے بھی معلوم ہو گئے۔ ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون۔ (الزمر ع ۱) (کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو جائینگے) یعنے جو لوگ "اَبًّا" کے معنے سے ناواقف ہوں۔ (وفاکھۃً وَّ اَبًّا پ ۳۰ ع ۵) چنانچہ تفسیر کشاف میں لکھا ہے۔ کہ حضرت ابوبکر سے اس لفظ کے معنے پوچھے گئے۔ تو کہا کہ کونسا آسمان زمین پر سایہ ڈالے اور کونسی زمین مجھکو اُٹھائے جسوقت کہ کہوں میں کتاب خدا میں وہ بات جس کا مجھکو علم نہ ہو۔ میں فَاکِھَۃً کے معنے تو جانتا ہوں۔ مگر "اَبًّا" کے نہیں جانتا۔ پس جن کی یہ حالت ہو۔ کہ ایک معمولی گھاس کا مسئلہ بھی نہ بتا سکیں۔ اور بدون مدد عالم علم لدنی ہلاکت میں پڑ جائیں وہ کیونکر اس کے برابر ہو سکتے ہیں۔ جو باب مدینۃ العلم ہو جسکی شان میں یہ آیۃ وارد ہو۔ افمن یھدی الی الحق احق ان یتبع۔ اور جو لوگ محتاج ہدایت کو ہادی الی الحق پر فضیلت دیں۔ انکو خدا فرماتا ہے۔ فما لکم کیف تحکمون۔ یعنے اے بے بصیرت لوگو کیا ہو گیا ہے تمکو یہ کیسا بے جا حکم لگاتے ہو۔ اور فرماتا ہے۔ کہ اکثر لوگوں نے ایسے جہنّم کی باعتبار

ظن کے پیروی کی ہے - پس ثابت ہوا کہ پیروانِ اصحابِ ثلاثہ و امثالہم ظن پر
چلنے والے ہیں - انکا مذہب ظنی ہے - نہ حقی - کیونکہ افمن یہدی الی الحق
کے تابع نہیں ہوئے - جس کے حق میں علی مع الحق والحق مع علیؑ ثابت
ہے - یہ خود بھی ظنی اور اُن کے متبوعین بھی ظنی حالانکہ ظن حصول حق کے
لئے کچھ مفید نہیں - ان الظن لا یغنی من الحق شیئا - اس لئے خداوند
عالم نے ہدایت فرمائی - یا ایھا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن
ان بعض الظن اثم - (الحجرات ع ۲) - یعنے اے ایمان والو تم ظن سے ہمیشہ
دور رہو کیونکہ بعض ظن گناہ ہے - تیسری آیت وضرب اللہ مثلا
رجلین احدھما ابکم لا یقدر علی شیئ وھو کل علی مولاہ اینما
یوجہہ لایات بخیر ھل یستوی ھو ومن یامر بالعدل وھو
علی صراط مستقیم - (نحل ع ۱) - یعنے خدا نے دو شخصوں کی مثال بیان
کی ہے - ایک تو اُن میں سے گونگا ہے - جو تکلم کی طاقت نہیں رکھتا - اور اپنے
مالک پر ایک مفت کا بوجھ ہے - جہاں اس کو بھیجا جاوے - کبھی نیکی اور بھلائی
نہ لائیگا - اور دوسرا شخص وہ ہے - جو عدل کے ساتھ حکم کرتا ہے - اور صراط
مستقیم پر قائم ہے - کیا یہ دونوں شخص برابر ہو سکتے ہیں -
اس آیت میں بھی خدا نے اس امر کا ظہور فرمایا ہے - کہ جاہل (جو بالکل گونگے
کی مانند ہے) اور عالم کبھی برابر نہیں ہونگے - جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا
ہے - اور یہ امر واضح ہے کہ جناب امیر علیہ السلام سے زیادہ نہ کوئی عالم اُمت
محمدی میں پایا جاتا ہے - نہ آمر بالعدل اور ایسا ہی قائم بر صراط مستقیم ہونے
کا حال ہے - کیونکہ صراط مستقیم تو خود اُن کے اپنے راستے کا نام ہے - ھذا
صراط علی مستقیم ط یعنے یہی علی کا راستہ ہی سیدھا ہے - (الحجر ع ۳) -
جس شخص نے ایک سرسری نظر بھی آپکی لائف پر ڈالی ہے - اُسے اس دعوے کی
مصداق میں کوئی [illegible]

جان لیگا۔ کہ آپکے مدِ مقابل بنکر جو لوگ مسندِ خلافت پر بیٹھے ۔ وہ بالکل گونگے کی مثال تھے ۔ کیونکہ ذرا ذرا سے مسائل پر اُنکو سکوت کرنا پڑتا تھا ۔ اور کبھی معترض کا جواب شافی اُنسے نہ دیا گیا ۔ چنانچہ ستر مرتبہ لولا علی لھلک عمر کہنا ۔ اور بار بار روبرو صد ہزار اشخاص کے بالاختصاص کلمۂ اقیلونی اقیلونی فلست بخیرکم وعلی فیکم ورد زبان کرنا ۔ اس امر کا کافی ثبوت ہے ۔ یہ بات درجۂ تحقیق و توثیق کو پہنچی ہوئی ہے ۔ کہ پیغمبرؐ نے جب اُن کو کہیں بھیجا ہمیشہ بے نیل مرام واپس آئے ۔ خیر و بھلائی کے ساتھ اُن کا آنا کبھی نہ ہوا ۔ جس جنگ پر گئے بے فتح ہوئے ۔ جس کار خاص پر لگائے گئے ۔ آخر معزولی ہوئے ۔ چنانچہ واقعہ سورۃ برات اظہر و اشہر ہے پس نفس مطلب آیت مجیدہ کا انہی کی طرف عائد ہے ۔ اینما یوجہہ لا یات بخیر ۔ واقعی انکا ہونا اپنے مالک جناب محمد مصطفےٰؐ پر مفت کا بوجھ تھا ۔ یہ ہرگز اُس شخص کے برابر نہیں ہو سکتے ۔ جو آمر بالعدل اور قائم علی صراط مستقیم ہے ۔ ایسا نیک طالع کہ جس طرف گیا منصور و مظفر ہو کر آیا ۔ جو کام نہ ہوتا تھا اس کے جانے سے ہوگیا ۔ بیشک لا یرجع الا یفتح اللہ علی یدیہ اسی کا شان ہے ۔ مشکل کی گرہ کے کھولنے والا یہی مشکل کشا دستِ خدا روحِ مصطفےٰؐ ہے ۔ اسی لئے تو میدان خیبر میں حضرت نبیؐ نے اسی کو پکارا تھا ۔ کہ اے میری زندگی کا مالک راہ حق کا سالک میرا عزیز بھائی علی ابن ابیطالبؑ جلد آ ۔ میرے سر پر پہنچ جا ۔ میں آج سخت مصیبت میں مبتلا ہوں ۔ مجھے اعدائے دین نے ہر چہار طرف سے گھیر لیا ہے ۔ میری مدد کر مجھے اگر بچا ۔ آواز سُنتے ہی فوراً حاضر ہو گیا ۔ کیوں نہ ہوتا ۔ علی منی و انا منہ کی یا مدار دولت کا جو مختار تھا ۔ (روحی لہ الفداء)

چوتھی آیت ضرب اللہ مثلا رجلا فیہ شرکاء متشاکسون و رجلا سلما لرجل ھل یستویان مثلا ۔ (الزمر ع۳) ۔ یعنے خدا نے ایک ایسے

شخص کی مثال بیان کی ہے جس کے ساتھ بہت سے لوگ شریک ہیں۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑا کرنے والے ہیں۔ دوسرا مرد وُہ ہے۔ جو سالم و خالص ایک مرد کے لئے ہے کیا یہ دونوں برابر ہیں۔

ابو القاسم حسکانی جو فضلا سُنیہ سے ہیں۔ اپنی تفسیر شواہد التنزیل میں لکھتے ہیں۔ کہ فرمایا امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے کہ میں مرد سالم واسطے رسولخدا صلعم کے ہوں۔ کہ بہت خالص اُنکی خدمت گذاری پر کمربستہ ہوں اور جس کے ساتھ بہت سے لوگ شریک ہیں۔ اور باہمی جھگڑا کرتے ہیں۔ وہ میرا دشمن ہے۔ اور اس آیت میں خدا نے مجھے اسپر فوق دیا ہے۔ (صفحہ ۳۳۴)۔

اب یہ دیکھنا ہے کہ وہ ایسا شخص کون ہے جس کے ساتھ بہت سے لوگ شریک ہیں اور جھگڑا کرنے والے ہیں۔ جس کو جناب امیرؑ اپنا دشمن بیان فرماتے ہیں۔ غور و فکر کرنے سے بکمال وضوح ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ خلیفۂ اول ہی ہے جس کی تخت نشینی کے دن بہت سے لوگ اس کے ساتھ شریک ہو گئے تھے۔ اور باہم جھگڑتے تھے۔ ایک تو یہ کہتا تھا۔ کہ خلافت مہاجروں کا حق ہے۔ دوسرا کہتا تھا کہ نہیں اس کے سزاوار تو محض انصار ہی ہیں۔ غرض خلافت کو اپنی خواہشات کا نشانہ بنا دیا تھا۔ اور "منا امیر و منکم امیر" کے خوشنوا ترانے شروع ہو گئے تھے۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں اتنی کھیچا کھیچی ہو رہی تھی۔ جس کی حد نہیں۔ آخر بڑے نامی گرامی پولیٹکل شخص کی تجویز آرائی سے اول میاں کے سر پگڑی رکھی گئی۔ اسی شخص کی نسبت فرمایا ہے۔ کہ جس کے ساتھ مل گئے تھے۔ اور باہم جھگڑتے تھے۔ اور وہ مرد مراد ہے جو خالص طور پر ایک کے لئے ہے۔ جس سے مراد جناب امیرؑ ہیں۔ جو سالم نبیؐ کے لئے ہیں۔ یہ ہرگز برابر نہیں ہو سکتے۔ پس اس آیت کے رو سے بھی جناب امیرؑ کو سب پر فوق ہے۔ اُنسے کسی کو برابری نہیں۔ کہ جس طرح اندھا

اور نابینا۔ روشنی اور اندھیرا۔ سایہ اور دھوپ۔ زندہ اور مُردہ برابر نہیں حیث قال وما یستوی الاعمیٰ والبصیر ولا الظلمات ولا النور ولا الظل ولا الحرور وما یستوی الاحیاء ولا الاموات ط (الفاطر ع۳) اسی طرح جو جاہل مطلق اور کور و کر زمانی مدعی خلافت تھے۔ وہ مالک انما زیور بل اتے۔ مقصد قل کفنے کے ہم پلہ ہرگز نہیں شمار کئے جا سکتے۔ قل لا یستوی الخبیث والطیب (المائدہ ع۱۳) کجا پاک کجا پلید ؎

چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

پانچویں آیت افمن کان مومنا کمن کان فاسقاً لا یستوون۔ (الم سجدہ ع۲) یعنے کیا مومن مرد مثل شخص فاسق کے ہوگا کیا یہہ دونوں برابر ہیں۔ مطلب یہہ ہے کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ یہہ استفہام انکاری ہے۔ یہ ایک طریقہ ہے۔ جو خدا نے قرآن میں فاضل و مفضول کی شناخت کا مقرر فرمایا ہے۔ اور جا بجا اس میں فضیلت جناب امیر علیہ السلام کی ثابت ہوتی چلی آتی ہے۔ جیسے کہ آیات سابقہ ہیں۔ اس آیت کا شان نزول اس طرح لکھا ہے۔ کہ ایک روز ولید بن عتبہ برادر مادری عثمان بن عفان نے جناب شاہ مرداںؑ سے بطور فخر کے یہہ کہا۔ کہ اے علیؑ تو ابھی لڑکا ہے۔ اور میری قوت جوانی کی تجھ سے زیادہ ہے۔ میری زبان تجھ سے زیادہ فصیح ہے۔ میری سنان تیری سنان سے تیز تر۔ میں لشکر کشی میں تجھ سے ثابت قدم ہوں۔ جناب امیرؑ نے اس کے جواب میں فرمایا۔ کہ خاموش اے فاسق بدکار کہاں طاقت ہے تجھکو کہ میرے مقابلے میں اپنا فخر کر سکے پس یہ آیت (افمن کان مومنا الخ) خدا تعالےٰ نے بتائید قول جناب امیر علیہ السلام نازل فرمائی۔ (دیکھو واحدی۔ رازی۔ حسینی۔ نیشاپوری وغیرہ وغیرہ)

چھٹی آیت لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وکلاً وعد اللہ۔

الحسنیٰ واللہ بما تعملون خبیر (الحدید ع۱) یعنے جس نے پہلے فتح مکہ سے خدا کی راہ میں خرچ کیا اور کفار سے جنگ کیا۔ تو اُس کا درجہ اون لوگوں سے بڑا ہے۔ جنہوں نے بعد فتح مکہ کے خرچ کیا۔ اور جنگ کیا ہے۔ یہ دونو تم میں سے برابر نہیں خدا نے ہر نیکی کرنے والے کو اچھا وعدہ دیا ہے۔ اور وہی تمہارے عملوں سے خوب واقف ہے۔

اس آیت کے رو سے بھی جناب امیر علیہ السلام کو ہر شخص پر فوق و فضیلت حاصل ہے۔ کیونکہ آپنے قبل از فتح مکہ جبکہ اسلام کی طاقت و قوت بالکل محدود تھی۔ بہت سے جنگ کفار سے کئے۔ بلکہ اصل موجب ترقی اسلام کا آپ ہی ہیں احد۔ بدر۔ خندق۔ خیبر۔ یہ سب فتح مکہ سے پہلے ہیں۔ اور اُن میں جناب امیرؑ کی شاندار شجاعت مشہور ہے۔ اور ان سب کی فتح مخصوص آپ کے حصہ میں رہی ہے۔ اسی طرح خدا کی راہ میں ہمیشہ جانی اور مالی خرچ کرتے رہے ہیں۔ قرآن مجید میں جہاں نفقہ کا ذکر ہے۔ وہاں آپکی ذات خاص کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ تمام اُمت محمدیہ میں سخاوت کرنے کے لحاظ سے منفرد ہیں۔ جیسے کہ روٹی کے سائل کو اونٹوں کی قطار بخش دی۔ یہ آیت مجیدہ خاصکر آپکی شان رفیع البنیان میں نازل فرمائی۔

الذین ینفقون اموالھم باللیل والنھار سرا وعلانیۃ فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ۔ (البقرہ ع۳۸)۔

یعنے وہ لوگ جو اپنے مال کو رات اور دن ظاہر و پوشیدہ راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں۔ اُن کے لئے خدا کے پاس اُنکا بے حساب اجر و ثواب موجود ہے۔ اُنپر کسی قسم کا خوف نہیں اور نہ بروز قیامت وہ محزون ہوں گے۔

سنی اور شیعہ علماء اس بات کے قائل ہیں۔ اور باتفاق روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ جناب امیرؑ کے پاس چار درہم تھے آپنے اُن میں سے ایک درہم رات کے وقت راہ خدا میں دیا۔ ایک دن کو۔ ایک ظاہر۔ ایک پوشیدہ۔ اُس وقت

جناب ختمی مرتبت نے فرمایا کہ اے علیؑ تو نے اس طرح کیوں تصدق کیا۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلعم جس تصدق سے خدا راضی ہو وہ ان چار صورتوں سے باہر نہ ہو گا۔ اسپر حضرت اقدس ؐ نے ارشاد فرمایا۔ کہ اے علی جو کچھ کہ تو اُمید رکھتا ہے خدائے تعالےٰ تجھکو وہی عنایت فرمائیگا۔ اس لئے یہ آیت بشان جناب شاہ مرداں اسی ترتیب۔ صدقہ کے موافق انہیں الفاظ میں نازل ہوئی۔ اور یہ ذکر فتح خیبر کے بعد چوتھے دن کا ہے۔ جو بہر حال فتح مکہ سے پہلے کا ہے۔ قبل از فتح مکہ آپکا انفاق و جہاد فی سبیل اللہ اظہر و اشہر ہے۔ پس اِس صورت میں آپ کی فضیلت سب پر ثابت ہوئی۔ اور آپ ہی فائق علے الکل ہیں کسی کو کیا مقدور جو آپ سے برابری کرے۔ خدا نے تو یہہ معیار قائم کیا ہے۔ کہ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے خدا کی راہ میں خرچ اور کفار سے جنگ کیا ہے۔ کیونکہ اسوقت خرچ کرنے اور کفار سے جنگ کرنے کی نہایت ضرورت تھی۔ مگر جب ہم بغور و فکر صفحہ تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو اُن لوگوں میں سے جن کو ہم پلہ جناب اسد اللہ قرار دیا جاتا ہے۔ نہ کسی نے کبھی کچھ خرچ کیا۔ نہ کفار سے جنگ کیا ہے۔ نہ فتح مکہ سے پہلے۔ نہ بعد میں۔ وہ ایسے دُھن کے پکے جنگاجوئے تو غنی ہونے کا اور دینے کے لئے کسی کو پائی بھر کے روادار بھی نہ تھے۔ دور نہ جاؤ۔ صرف آیت نجویٰ کے عمل پر خیال کرو۔ کہ پہلے تو دائیں بائیں سب جیتے بٹھائے نظر آتے تھے۔ مگر جب دینے کا وقت آیا تو چلتے بنے۔ خالی آنا جانا بھی بند۔ اس شرط میں بھی وہی ایک پاس ہوا۔ جو لدنی کالج کا تعلیم یافتہ تھا۔ جس کے انفاق و جہاد فی سبیل اللہ کی جا بجا قرآن میں خدا نے مدح و ثنا فرمائی ہے۔ پھر بھلا اس سے کسی کو برابری کیا۔

ساتویں آیت لَا یَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ وَ الْمُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِھِمْ وَ اَنْفُسِھِمْ فَضَّلَ اللّٰہُ الْمُجَاھِدِیْنَ بِاَمْوَالِھِمْ وَ اَنْفُسِھِمْ عَلَی الْقَاعِدِیْنَ دَرَجَۃً ۔ (النساء ۴ ع ۱۳)۔ یعنے سوائے بیماروں وغیرہ

لڑائی سے بیٹھے رہنے والے مومنین (جنکو دعوے ہی دعوے تھا کہ ہم مومن ہیں) اور راہِ خدا میں اپنی جان و مال سے جہاد کرنے والے برابر نہیں ہو سکتے۔ مجاہدین کو خدا نے قاعدین پر بدرجہا فضیلت دی ہے اور اُنکے لئے اجر عظیم ہے۔

اس آیت کے رو سے بھی جناب امیرؑ کو اصحاب ثلاثہ پر فوق و فضیلت ہے۔ کیونکہ وہ ہمیشہ لڑائی سے بیٹھ رہنے والوں سے تھے۔ اور پیچھے ہٹ رہنے والوں سے ہر لڑائی میں فرار کر جاتے تھے۔ اسی لئے تو پیغمبرؐ خدا سے یہ غضب و قہر بھرے الفاظ نکلے۔ جہزوا جیش اُسامة لعن الله من تخلف عنها۔ (ملل و نحل شہرستانی) بخلاف جناب امیرؑ کے انکا مالی و جانی جہاد اظہر ظہور۔ و اشہر شہور ہے کسی کو جائے انکار نہیں۔

گر نبودے بدستِ حیدر ذوالفقار ٭ کے شدے اللہ اکبر آشکار

آٹھویں آیت۔ وما یستوی الاعمی والبصیر والذین آمنوا و عملوا الصالحات ولا المسیئ قلیلا ما تتذکرون۔ (المومن ع)

یعنے اندھا اور دیکھنے والا بدکار اور مومن صالح دیندار یہ ہرگز برابر نہیں اور تم ہو کہ نصیحت کو کم ہی سنتے ہو۔ اس آیت میں خدا نے یہ مثال دیکر سمجھایا ہے۔ کہ جس طرح اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں۔ اسی طرح شخص فاجر و بدکار۔ مومن صالح دیندار سے ہرگز مساوات نہیں رکھتا۔ پس چونکہ جناب امیرؑ صاحب عمل صالح جس کا نام ہی خدا کی کلام میں صالح المومنین ہے یعنے کل مومنوں سے زیادہ صالح بلکہ صالح مطلق۔ اُن سے وہ لوگ ہرگز برابری نہیں کر سکتے۔ جو بڑے درجے کے بدکار اور دل کے اندھے اور ناہنجار تھے۔

بھلا اس سے زیادہ بُرا کام اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ پیغمبرؐ خدا کو نرغۂ اعدا میں اکیلا چھوڑ صفِ قتال سے مونھ موڑ حدود مشروعہ کو توڑ پیچھے ہٹ رہنے والوں اور بھاگنے والوں سے دو اڑھائی سو قدم آگے تڑا بڑ تڑا بڑ کرتے مرتے گھر ہی آ پہنچے۔ اور جب لینے کا وقت آیا تو دونوں ہاتھ آگے اور سفید

چشمی اور سفلہ پن یہ کہ تمہارا ایک آدمی گھر بھی بیٹھا ہے۔ اُس کا حصہ بھی تو ہم نے لینا ہوا۔ اور کور باطنی یہ کہ بوجہ عدم معرفت ہمیشہ نبی کی نبوت میں شاکی رہے اور نبی کے ہر کام پہ معترض ہوئے کہ اُس دن تو یہ کہا تھا اور آج یوں کہا۔ (قال عمر و اللہ ما شککت منذ اسلمت الا یومئذٍ تفسیر معالم التنزیل البغوی صفحہ ۸۳۰ در منثور جلد ساوس صفحہ ۷۷ معارج النبوت رکن چہارم صفحہ ۱۵۵ وغیر ذالک من کتب اهل السنۃ والجماعۃ)

پس ایسوں کو اس خبیر و بصیر نفس نبیؐ بشیر و نذیر سے کب برابری کا حق حاصل ہے۔ جو یدُ اللہ لسانُ اللہ عینُ اللہ اذن اللہ ہو صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ وروحی لہ الفداء" جن لوگوں نے بعد اس معیار کے پھر بھی اُن کور باطنوں اور فجاروں کو صالح مطلق کے برابر سمجھا ہے۔ انہی کے حق میں فرماتا ہے قلیلا ما تذکرون یعنے تم ہو کر نصیحت کو کم ہی سُننے ہو۔

نوئیں آیت لا یستوی اصحاب النار و اصحاب الجنۃ اصحاب الجنۃ ھم الفائزون (سورۃ الحشر ع ۳) یعنی دوزخی اصحاب اور بہشتی ہرگز برابر نہیں۔ بہشتی اصحاب ہی رستگاری پانے والے ہیں۔ کلام خدا نے کیا خوب فیصلہ کیا ہے کہ اصحاب پیغمبرؐ دو قسم کے تھے۔ ایک دوزخی دوسرے بہشتی۔ پس الصحابۃ کلھم عدول صحیح نہ رہا۔ یہ صرف یاروں کی تُک بندی ہے۔ حدیث نبوی ہمیشہ مطابق قرآن ہوا کرتی ہے۔ یہ خود مخبر صادق نے ارشاد فرمایا ہے جس حدیث کو مطابق قرآن پاؤ۔ اُس پر عمل کرو۔ وہی میری حدیث ہے۔ اور جو مخالف قرآن ہو اُس کو دیوار پر ملدو۔ کیونکہ وہ مفتریوں کا اپنا ہی افترا و اختراع ہے۔ وہ میری حدیث ہرگز نہیں۔ میں تو اُس فرمان کبریائی ما ینطق عن الھوی کا پابند ہوں۔ پس یہ حدیث جھوٹی حدیث ہے۔ اور قابل عمل نہیں اسیطرح

أصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اھتدیتم" غلط و غیر معتبر ہے۔ اب یہ دیکھنا ہے۔ کہ بہشتی اصحاب کون ہیں اور دوزخی کون۔ حافظ ابونعیم جو سنی عالم ہیں۔ اپنی کتاب حلیۃ الاولیاء میں نقل کرتے ہیں۔ کہ روایت ہے عبداللہ بن عباس رض سے کہ فرمایا جناب رسول خدا صلعم نے کہ اصحاب الجنت وہ ہیں جنہوں نے میری فرمانبرداری کی ہے۔ اور بعد میرے علی ابن ابیطالب کو تسلیم کیا ہے اور اس کی خلافت کا اقرار کیا ہے۔ اور اصحاب النار وہ ہیں۔ جنہوں نے اس کی خلافت کا انکار کیا ہے۔ اور عہد کو توڑ ڈالا۔ اور ان سے جنگ کی۔ (ایضاً فی انوار الحق صفحہ ۲۹۳) +

اس حدیث کی رو سے اصحاب ثلاثہ کو جناب امیر ؑ سے برابری تو بجائے خود رستگاری پانے والوں سے بھی وہ نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ اصحاب النار ہیں۔ اس لئے کہ رسول خدا ؐ کی فرمانبرداری بطوع خاطر کبھی نہ کی۔ بعد رسول ؐ زوج بتول ؑ کی خلافت بلافصل کو تسلیم نہ کیا۔ خود خلیفۂ رسول ؐ ہونے کے مدعی ہوئے۔ اسی طرح بی بی عائشہ اور طلحہ و زبیر کا حال ہے۔ کہ انہوں نے بھی خلافت حقہ سے انکار کیا۔ اور عہد و پیمان کو توڑ دیا۔ اس مرد بزرگ سے جنگ کی جس کی شان رفیع البنیان میں رسول ؐ دو جہان کا یہ فرمان تھا دمك دمي وروحك روحي وسلمك سلمي وحربك حربي حضرات سنی لفظ صحابہ پر ناحق فریفتہ ہوتے ہیں۔ حالانکہ موجب انکے اعتقاد کے منجملہ ہزاروں اصحاب کے فقط دو چار ہی بہشت میں جانے کی قابلیت رکھتے ہیں۔

اخرج الترمذی والحاکم ان النبی صلعم قال ان الجنۃ تشتاق الی ثلاثۃ علیؑ و عمار رض و سلمان رض یعنے فرمایا پیغمبر خدا صلعم نے کہ بہشت البتہ تین شخصوں سے محبت رکھتا ہے۔ اور ان چاروں سے محبت رکھنے کا حکم خدا نے اپنے رسول صلعم کو دیا ہے۔ اور وہ علی ؑ و عمار رض و سلمان رض ہی ہیں۔ اخرج الترمذی والحاکم فی صحیحہ عن بریدۃ قال قال رسول اللہ

ان اللہ امرنی بحب اربعۃ واخبرنی انہ یحبہم قیل یا رسول اللہ سمہم لنا قال علی منہم یقول ذالک ثلاثا وابو ذرؓ ومقدادؓ وسلمانؓ اگر یہ کہا جاوے۔ کہ وہ عشرہ مبشرہ ہیں۔ جن کے واسطے قطعاً جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ تو جواب اس کا یہ ہے۔ کہ چونکہ جناب امیر علیہ السلام سے کسی کو نسبت و مساوات نہیں اور آپ صحابہ میں ہرگز محسوب نہیں۔ کیونکہ یہ نفس نبی خدا کے ولی سب سے افضل و اولے بدرجات جلی ہیں۔ تو یہ اُنکے شامل نہیں۔ باقی رہے نو شخص سو اُن کی بابت قرآنی فیصلہ موجود ہے۔ قال عز من قائلہ۔ وکان فی المدینۃ تسعۃ رھط یفسدون فی الارض ولا یصلحون۔ (النمل ع ۴) یعنے مدینہ شہر میں نو شخص ایسے تھے جنہوں نے بجائے صلاحیت تمام روئے زمین پر فتنہ و فساد ہی پھیلایا ہے۔ پس جنکو خداوند تبارک و تعالے مفسدین فی الارض فرماوے وہ کیونکر مبشرین بالجنت ہو سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں بخاری و مسلم و کنز العمال وغیرہ کتب اہل سنت میں لکھا ہے کہ فرمایا جناب رسول خداؐ نے کہ میں حوض کوثر پر کھڑا ہوا دیکھونگا۔ کہ فرشتگان عذاب ایسے لوگوں کو پکڑ کر لائیں گے۔ کہ جن کو میں اور وہ مجھکو پہچانتے ہوں گے۔ میں کہونگا کہ یہ میرے اصحاب ہیں۔ انکو چھوڑ دو۔ بجواب فرشتے عرض کرینگے۔ کہ بعد آپ کے انہوں نے بابت اسی احداث و بدعات کیا ہے۔ اُسوقت میں کہوں گا۔ کہ انکو دور لیجاؤ اور جہنم میں ڈالدو۔ (صحیح بخاری جلد ثانی صفحہ ۱۵۶ و جلد رابع صفحہ ۱۲۸ و ۱۲۹ مطبوعہ مصر)

تمام اہل سنت انصاف فرمائیں۔ کہ اس حدیث کے مصداق کون اصحاب آنحضرت جنہوں نے دین خدا میں اضافۂ بدعات کیا۔ آیا وہی جن کو قطعی جنتی بتاتے ہیں۔ اور جن کی سیرت پر چلتے ہیں۔ یا کوئی اور اگر اُن کے سوا اہل سنت کسی دوسرے کا نام ارشاد فرماویں۔ تو اُن کی بدعات کی بھی فہرست پیش کریں۔ جنکو انہوں نے ایجاد کیا ورنہ یہی نامبردگان ہی سمجھے جائیں۔ کیونکہ انہی کو آنحضرتؐ

نے اختام، بدعات و احداث پر انداز فرمایا ہے۔ (دیکھو موطا امام مالک صفحہ ۱۷۳ باب فی فضل شہدا فی سبیل اللہ مطبع فاروقی) کہ ایک دن جناب رسول خدا صلعم نے شہدائے اُحد کے حق میں اسی طرح ارشاد فرمایا۔ کہ ان پر میں شہادت دیتا ہوں کہ ایمان صحیح لیگئے۔ اور جنتی ہیں۔ حاضرین میں سے حضرت ابوبکر بولے یا رسول اللہ کیا ہم ان کے بھائی نہیں۔ کہ ہم اسلام لائے۔ اور جہاد بھی کئے۔ جس طرح وہ مشرف باسلام ہوئے۔ اور جہاد کئے (یعنے کیا وجہ ہے کہ آپ خصوصیت سے اُنکے صحت ایمان کی گواہی دیتے ہیں) اسپر حضرت نے ارشاد فرمایا۔ کہ کیوں نہیں بیشک تم بھی (بصورتِ ظاہر) ایسے ہو۔ مگر کیا میں نہیں جانتا۔ کہ میرے بعد تم کیا بدعتیں کروگے۔ اور نئے حکم نکالوگے۔ اس بات کے سنتے ہی ابوبکر رو دیئے۔ اور سخت روئے۔ اور عرض کی کیا بعد آپکے ہم زندہ رہینگے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ جن کے ارتداد کا اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے وہ یہی ہیں۔ جن کی تعیین و تشخیص رسول خدا صلعم سے ہو چکی ہے:۔

قال: ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم الخ۔ (ال عمران ع ۱۵) (کما سیجیٔ بیانہ فی ...)

ماحصل یہہ ہے۔ کہ اصحاب رسالتمآب میں سے بعض جناب ایسے بھی ہیں کہ روز حساب بے پرسش و حساب دوزخ میں دھکیل دئے جائینگے۔ پس اہل سنت کا مطلق لفظ اصحاب پر خوش و خنداں ہونا درست نہوا۔ اور موجب فیصلہ قرآنی اُن دونوں میں بڑا فرق ہے۔ بہشتی بہشتی ہیں۔ دوزخی دوزخی لا یستوی اصحاب النار و اصحاب الجنۃ۔ اصحاب الجنۃ ھم الفائزون چونکہ بہشتی اصحاب کے مالک و مختار رئیس و سردار جناب حیدر کرار قاسم الجنت والنار ہیں۔ جن کے پروانہ عطا کرنے بغیر کوئی شخص پل صراط پر سے نہ گذر سکیگا لا یجوز احد الصراط الا من کتب لہ علی الجواز۔ (صواعق محرقہ)۔

پس انکو جملہ اصحاب رسالتمآب پر فوق و فضیلت ہے۔ کسی کو کیا مقدور ہے۔

جو اُن سے برابری کرے ؂

کہے بول جو چاہے کوئی بیر سے ✤ پہ نسبت علیؑ کو نہیں غیر سے۔ سخت تعجب ہے کہ شاہ صاحب نے البالیوں کہا۔ کہ جناب امیرؑ نے حضرت عثمان کو فضیلت میں آپ جیسا بنایا۔ اور اپنا ہمرتبہ فرمایا۔ جس شخص کی عقل سلیم و طبع مستقیم ہے۔ وہ اس بات پر ہرگز اعتماد نہ کرے گا۔ کیونکہ جب قرآن اس کا فیصلہ کر دے

مؤلف رسالہ رد شیعہ سے کچھ بات چیت

کہ بجز نبیؐ نفس نبیؐ خیر الوصی مولا علیؑ سے کسی کو حق مواسات نہیں۔ پھر بھلا یہ کیونکر صحیح ہو۔ کہ فلاں شخص ہمرتبہ جناب ولایت مآب ہے۔ ہاں ٹھیک۔ بالکل بجا۔ شاہ صاحب کا کہنا بیجا نہیں۔ درست ہے۔ بچارے ذی علم تو نہیں۔ کہ کسی بات کو علم کے ذریعے سے سمجھیں۔ نہ عقل ٹھکانے ہوئی۔ جب ضعیفی آتی ہے۔ تو عقل بھی ضعیف ہو جایا کرتی ہے۔ ؂

تولی الشباب کان لم یکن ✤ وحل المشیب کان لم یزل

کان المشیب کصبح بدا ✤ واما الشباب کبدر افل

جاہل سُنیوں کے خوش کرنے کو یہ لکھدیا۔ کہ نہج البلاغۃ کے ایک خطبہ میں جناب امیرؑ نے فضیلت حضرت عثمان کو یہاں حد بیان فرمایا کہ اپنے برابر کر دیا ہے۔ کاش روایت ابوطفیل عامر بن واثلہ ہی اُنکی نظر سے گذرتی فی مناقب خوارزمی و مناقب ابن مردویہ بسندھما الی ابی الطفیل عامر بن واثلہ قال کنت علی الباب یوم الشوریٰ فارتفعت الاصوات بینھم فسمعت علیاً یقول بایع الناس ابابکر وانا واللہ اولیٰ بالامر واحق منہ فسمعت واطعت مخافۃ ان یرجع الناس کفارا یضرب بعضھم اعناق بعض بالسیف ثم بایع ابوبکر لعمر وانا واللہ اولیٰ بالامر واحق منہ فسمعت واطعت مخافۃ ان یرجع الناس کفارا ثم انتم

تریدون ان تبایعوا عثمان واذاً لا اسمع ولا اطیع ثم قال انشدکم بالله هل کان فیکم رجلاً غیری قال النبیؐ فیه من کنت مولاہ فعلی مولاہ الخ وقال علی خلیفتی علیکم فی حیاتی وفی مماتی فمن عصاہ فقد عصانی الی آخر المناشدۃ۔ (ر ۲۵۱ مطبوعہ مصر) ؛

یعنی ابو طفیل عامر بن واثلہ کہتے ہیں۔ کہ میں بروز شوریٰ (جس دن لوگ حضرت عثمان کو خلیفہ کرنے لگے) دروازہ پر تھا کہ آوازیں بلند ہوئیں۔ پس میں نے حضرت علیؑ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ لوگوں نے حضرت ابوبکر سے بیعت کی۔ اور بخدا میں اُس سے اولیٰ تر و مستحق تر خلافت کا تھا۔ لیکن میں اس خوف سے سمع و اطاعت کی کہ لوگ پھر دین آبائی سے لوٹ کر کافر ہو جائیںگے ایک دوسرے کی گردنیں تلوار سے کاٹینگے۔ اب ازاں حضرت ابوبکر نے عمر کے لئے لوگوں سے بیعت لی۔ اور بخدا میں اُن سے اولیٰ تر و مستحق تر تھا۔ لیکن اسی خوف سے کہ لوگ کافر ہو جائیں گے مُنکر خاموش ہو رہا۔ اب تم لوگ یہہ ارادہ کرتے ہو۔ کہ حضرت عثمان سے بیعت کرو۔ سو اس کو میں نہ مانوں گا۔ اور نہ بسمع قبول و رضا اصغا کرونگا۔ پھر اس کے بعد آپنے لوگوں کو متوجہ کرکے فرمانا شروع کیا۔ کہ تم لوگوں کو قسم ہے خدا کی تم میں ہے کوئی ایسا میرے سوا جس کی شان میں رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہہ فرمایا ہو۔ کہ جس کا میں مولے ہوں۔ اس کا مولے علیؑ ہے۔ اور علیؑ تمپر میرا خلیفہ ہے۔ میری حیاتی میں بھی اور بعد میرے انتقال کے بھی۔ تا آخر یاددہانی۔

اس روایت سے (جو اہل سنت کے اپنے گھر کی روایت ہے) ہر ذی عقل سلیم بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ جب خلفائے ثلاثہ خصوصاً حضرت عثمان کے خلیفہ ہونے سے جناب امیرؑ بایں صدنا خوش تھے۔ تو پھر اُن میں سے کسی کی فضیلت کو کیونکر اپنی زبان صداقت ترجمان سے بیان فرماتے تھے۔ اور وہ بھی یہ کہ اپنے رتبہ کے برابر ملادیں۔ برائے خدا کچھ تو ہوش کی باتیں کرنی چاہئیں۔

نہ یہ کہ جو کچھ منہ میں آیا سب کہہ دیا۔ اس خطبہ میں (جس کا حوالہ قطب شاہ صاحب نے دیا ہے) جناب امیرؑ نے حضرت عثمان کی تذمیم و تنقیص فرمائی ہے۔ جس کو ہم مفصل بیان کر چکے ہیں۔ نہ یہ کہ اُن کی تعریف و توصیف۔ ہاں اگر اُنکی درستی ایمان و خلیفہ برحق ہونے کی نسبت کچھ فرماتے۔ تو البتہ یہ کمال درجہ کی فضیلت تھی۔ جس کی تسلیم میں ہمارا سرِ تسلیم بھی خم ہوتا۔ مگر ہم دعوے سے کہتے ہیں۔ کہ جناب شاہ صاحب مع چیلا و چیلا اگر مذہب حقہ شیعہ نوراللہ فلاحہ کی کسی ایک کتاب سے بھی یہ ثابت کر دکھائیں کہ ائمہ اہلبیت علیہم السلام میں سے کسی ایک امام نے بھی اصحاب ثلاثہ کی درستیٔ ایمان و صحت خاتمہ و خلیفہ حق ہونے کا اپنی زبان سے آپ ہی بیان فرمایا ہے تو ہم گیارھویں والے پیر جی کے نام پر کچھ بانٹ بھی دینگے۔ مگر یہ بات کہاں۔

مذہب حقہ شیعہ کے تمام مقدمات کا محکم ثبوت سنیوں کے گھر سے بجز بعض ضروریات آجتک ثابت ہوتا چلا آتا ہے۔ مگر سنی اپنے حق میں مفید بات ایک بھی شیعہ کے یہاں سے ثابت نہ کر سکے۔ اگر کچھ کج مج زبانی جمیع شرح سے کہہ بھی دیا۔ تو اُلٹا وہی اُن کے لئے وبال جان ہوا ہے۔ بیشک یہ شان کبریائی ہے۔ الحق یعلو ولا یعلےٰ۔

حضرت عثمان سے جناب امیرؑ کا یہ فرمانا کہ "تو رسول اللہ سے از روئے وصلت خویشی بہ نسبت اُن دونوں کے قریب تر ہے"، یہ کوئی بڑے پایہ کی فضیلت نہیں ہے نہ اس سے اُن کے صحیح الایمان ہونے کا ثبوت ہے۔ نہ اُنکے خلیفۂ حق ہونے کا۔ یہ معمولی بات ہے۔ قرابت رسولؐ اُس شخص کے لئے مفید ہے۔ جو مومن ہے۔ اگر کنعان پسر نوح علیہ السلام کو قرابت نوحؑ اور ابو لہب عم رسولؐ کو قرابت رسولؐ فائدہ بخشیگی۔ تو لامحالہ اُنکے لئے بھی نفع مند ہے۔ والا فلا۔

اسی طرح داماد پیغمبرؐ کا حال ہے۔ کہ اگر عتبہ و عتیبہ پسران ابو لہب کی (جو مشرک و کافر تھے) اس میں کچھ فضیلت ہے تو اُنکی بھی ہے۔ کیونکہ

یہ بات حدِ تحقیق و تصدیق و پایۂ توثیق و تدقیق تک پہنچ چکی ہے۔ کہ رقیہ و کلثوم ربائب پیغمبرؐ تھیں۔ جن کا نکاح پہلے عتبہ و عتیبہ پسرانِ ابولہب سے تھا۔ جب وہ مر گئے۔ پھر یکے بعد دیگرے حضرت عثمان کے نکاح میں آئیں۔ "دیکھو اپنے مذہب کی کتاب فوائد الفرخ صفحہ ۱۱۳ مطبوعہ احمد آباد مصنفہ ملک العلماء دولت آبادی۔" لابد از ربائب نبیؐ بودن آن ہر دو (رقیہ و کلثوم) انکار نمائیم کہ در زمانۂ اولے در حبالۂ نکاح عتبہ و عتیبہ ابنا ابی لہب بودند۔ چون ایشان مردند و بنا بر بعض اقوال بعد از طلاق دادن ایشان یکے بعد دیگرے بترتیب اسمار در نکاح سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ آمدند۔ انتہٰی۔

علاوہ ازیں ایک اور بات نہایت قابلِ غور ہے۔ کہ اگر حضرت عثمان حقیقی طور پہ شرف دامادیٔ پیغمبرؐ سے مشرف ہوتے۔ جیسا کہ جناب امیرؑ کو یہ گراں بہا شرف حاصل تھا۔ تو جناب امیرؑ انہیں یہ ارشاد فرماتے۔ کہ تو دامادیٔ پیغمبرؐ کے اس رتبہ کو پہنچا ہوا ہے۔ جس تک میں پہنچا ہوا ہوں۔ جس سے بلا دریغ یہی سمجھا جاتا۔ کہ حضرت عثمان بھی مثلِ جناب امیرؑ حقیقی داماد پیغمبرؐ ہیں۔ حالانکہ اس طرح نہیں فرمایا۔ بلکہ یوں فرمایا ہے کہ تو دامادیٔ پیغمبرؐ کے اس رتبہ کو پہنچا ہوا ہے۔ جس تک یہ دونوں نہیں پہنچے جس سے ہر عقیل و بعید بھی یہی نتیجہ نکال سکتا ہے۔ کہ وہ حقیقی طور پہ ہرگز داماد پیغمبرؐ نہ تھے۔ چونکہ وہ دونوں پیغمبرؐ کے سسر تھے کہ انہوں نے پیغمبرؐ کو اپنی بیٹیاں دی تھیں۔ اور انکا ربائب پیغمبرؐ سے نکاح ہوا تھا۔ اس لئے بصورت فرق ظاہر جناب امیرؑ نے ان دونوں کے مقابلہ میں ان کو ایسا فرمایا۔ حالانکہ اس میں ان کی کچھ فضیلت ہے نہ بزرگی۔ اگر فضیلت ہے تو اس شخص کی ہے جس کی بابت خداوند عالم فرماتا ہے۔ ھو الذی خلق من الماء بشرا فجعلہ نسبا و صھرا۔ (فرقان ع ۵) یعنی خدا وہی ہے جس نے بشر کو مطلق پانی سے پیدا کیا ہے۔ جو ایک کو سسرال اور دوسرے کو داماد مقرر کیا باتفاق

مفسرین شیعہ و سنی یہ آیت خاص طور پر جناب نبیؐ و علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ علامہ ثعلبی حلیۃ العرائس میں اور دیلمی مسند الفردوس میں اور مرزا محسن اور کاشی ینابیع المودۃ میں لکھتے ہیں کہ روایت ہے انس بن مالک خادم رسولؐ سے کہ میں نے جناب رسول خدا صلعم سے دریافت کیا کہ علیؑ ابن ابیطالب کس طرح آپ کے بھائی ٹھیرے۔ آپنے فرمایا۔ کہ ۴۰ ہزار سال قبل پیدائش آدمؑ حق تعالے نے ایک پانی پیدا کیا۔ اور زیر عرش عظیم اسکو جگہ دی۔ ایک مروارید سبز میں "تا اینکہ خلق کیا آدم کو۔ اور اُس پانی کو مروارید سے منتقل کیا صلب آدمؑ میں اور پھر شیثؑ وغیرہ میں۔ یعنے وہ پانی اصلاب طاہرہ میں اسی طرح منتقل ہوتا چلا آیا۔ یہاں تک کہ پشت عبد المطلب تک پہنچا۔ وہاں سے دو حصوں میں تقسیم ہوا۔ نصف اول صلب پدرم عبد اللہ میں آیا۔ جس آب رحمت سے میری خلقت ہوئی۔ اور نصف دوم پشت ابوطالبؑ میں جاگزین ہوا۔ جس سے علیؑ کی خلقت ہوئی پس علیؑ بھائی ہے میرا دنیا و آخرت میں۔ اور داماد ہے میرا۔ اسی کی بابت فرمایا۔ ھو الذی خلق من الماء بشرا فجعلہ نسبا و صھرا۔ یعنے خدا وہی ہے جسنے بشر کو مطلق پانی سے پیدا کیا ہے جو ایک کو سسرال اور دوسرے کو داماد مقرر کیا۔ (علیہما الصلوٰۃ والسلام روحی لہما الفداء) انوار الحق صفحہ ۳۰۔

قرآن مجید میں جناب امیرؑ کا جناب سیدہؑ سے عقد ہونیکا ذکر

خلقت بشر میں "الماء" سے یہ اشارہ ہے طرف اُس آب رحمت کے ورنہ کل انسان و حیوان نطفہ کے پانی سے پیدا ہوتے ہیں اس ذکر کی ضرورت ہی کیا تھی۔ (فافہم و تدبر)

اسی ماء مطلق کی بابت (جو حقیقت نورانیہ نبویہ و علویہ ہے) دوسری جگہ ارشاد ہے۔ ھو الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام وکان

عرشہٗ علی الماء۔ (ھود ع) یعنے خدا وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو
تدریجاً چھ روز میں خلق فرمایا ہے اور اسوقت اُس کا عرش رحمتی یا عرش
علمی پانی پر تھا۔ صریح طور پر ثابت ہوا۔ کہ خلقت سماوی و ارضی و مابینہما
سے پہلے نبیؐ و علیؑ کا نور جلوہ افروز حامل عرش الٰہی تھا۔ اسی معیت
تامہ کُنیہ کاملہ کی وجہ سے نبیؐ نے در حق وصیؑ خود یہ ارشاد فرمایا۔ انا
وعلی من نور واحد اور اسی ماء مطلق۔ و روح اعظم کی برکت
وجود شہود سے ہر ایک شے زندہ و موجود ہے۔ حیث قال و جعلنا
من الماء کل شیئٍ حی۔ (الانبیاء ع) یعنے ہر شے کو ہم نے ماء مطلق
سے زندہ کیا ہے۔ بیشک ہر شے کی ہستی و زندگی اسی ماء مطلق سے وابستہ
ہے۔ جو روح اعظم و نفسِ اکمل ہے۔ جس سے حقیقت نورانیہ نبویہؐ و علویہؑ
مقصود ہے۔ لولاھما ما خلق اللہ شیئاً۔ اگر یہ دونوں نہ ہوتے تو
کچھ بھی نہ تھا۔ یہاں "الماء" سے یہی پانی مراد نہیں جسکو ہم پیتے ہیں۔ کیونکہ
بعض اشیاء ایسی بھی ہیں۔ جنکو اس پانی سے مطلق احتیاج نہیں۔ اور انکی
حیات و بقا بھی بدستور باقی ہے۔ مثلاً ملائکہ جو مخلوق خدا کا ایک بڑا بھاری
صنف ہے انکو اس پانی کی کچھ ضرورت نہیں۔ وہ تو نہ کچھ کھاتے ہیں۔ نہ
پیتے ہیں۔ حالانکہ اطلاق شیئیت اُنپر بھی عائد ہے۔ پس اُن کا اصل ما
بہ الوجود اور ما بہ الحیات یہ پانی نہیں بلکہ وہ ماء مطلق و روح اعظم
ہے۔ جو اُنکی خلقت و ہستی کا موجب خاص ہے چنانچہ حضرت جابر سے
روایت ہے۔ کہ لوگوں نے آنحضرتؐ سے سوال کیا۔ کہ ملائکہ کس چیز سے پیدا
ہوئے ہیں۔ آپنے فرمایا۔ لما اراد اللہ بدء الصنعۃ
فتق نوری فخلق منہ العرش فنور العرش
من نوری و نوری من نور اللہ و انا افضل
من العرش ثم فتق نور اخی علی ابن ابی طالبؑ

[illegible]

وخلق منه الملائکة فقود الملائکة من نور اخی و نور اخی من نور الله وهو افضل من الملائکة الخ (والحدیث طویل) (صیانۃ البدایت صفحہ ۲۳۳)

اس سے ثابت ہوا کہ ملائکہ جناب امیرؑ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور چونکہ علیؑ و نبیؐ ایک ہی نور سے ہیں۔ اور دونوں نور کبریا ہیں۔ کما قال النبی صلعم انا و علی من نور واحد۔ یعنے میں اور علیؑ ایک نور سے اور ایک نور کے دو ٹکڑے ہیں (سورۃ القربے) اور دونو ایک جڑ کی دو شاخیں ہیں۔ انا و علی من شجرۃ واحدۃ والناس من اشجار شتےٰ یعنے میں اور علیؑ ایک درخت سے ہیں۔ اور لوگ مختلف درختوں اور مختلف جڑوں سے ہیں۔ (تفسیر ثعلبی) پس دونوں ملائکہ کے لئے بمنزلہ مایہ الحیات و مابہ الوجود ہیں۔ انہی کو ماء مطلق و روح اعظم و موجب حیات ہر شئے فرمایا ہے۔ وجعلنا من الماء کل شیئ حی۔ حیات و بقا و جود ملائکہ انہی ذوات مقدسہ نورانیہ سے وابستہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ملائکہ انکی اولاد سے زیادہ محبت و الفت رکھتے ہیں اور اُنکے خادم ہو کر رہتے ہیں۔ اُنکے گھروں میں آتے جاتے ہیں اور اکثر خدمات بجا لاتے ہیں۔ بلکہ چکی تک پیستے ہیں۔ اور گہوارہ جنبانی کرتے ہیں۔ وضو کے لئے پانی بہشت سے حاضر کرتے ہیں۔

[illegible]

جناب ام ایمن سے مروی ہے۔ کہ ایک روز میں گرمی کے دنوں میں خانہ جناب سیدہ علیہا السلام کی طرف گئی۔ دیکھا کہ دروازہ بند ہے۔ شگاف در سے جو نگاہ کی دیکھا۔ کہ وہ معصومہ قریب چکی کے سو رہی ہیں۔ اور چکی خود بخود پھر رہی ہے۔ اور کوئی پھرانے والا اُس کا نظر نہیں آتا۔ اور قریب اُن معصومہ کے جھولا امام حسین علیہ السلام کا خود بخود ہل رہا ہے۔ کوئی حرکت دینے والا اُسکا معلوم نہیں ہوتا۔ اور قریب دست مبارک جناب سیدہؑ کے ایک ہاتھ باہر نکلا ہوا ہے

اور وہ ہاتھ ذکر خداوند جلیل میں تسبیح پھرا رہا ہے۔ ام ایمنؓ کہتی ہیں کہ یہ کیفیت
دیکھ کر خدمت جناب رسولخداؐ میں حاضر ہوئی اور کل حقیقت بیان کی۔ آپ نے
فرمایا۔ کہ ام ایمنؓ سبب اس کا یہ ہے۔ کہ آج فاطمہؑ روزے سے ہے۔ اور
بہت گرسنہ تھی۔ اور بہ سبب گرمی کے تشنگی بھی غالب تھی۔ جناب اقدس الٰہی
نے اپنے فضل و کرم سے اس معصومہؑ پر نیند کو غالب کر دیا۔ تاکہ تشنگی و گرسنگی
سے تکلیف نہ ہو۔ اور بہ سبب سو جانے کے راحت ملے۔ اور ایک فرشتہ کو حکم دیا۔
کہ فاطمہؑ کے لئے چکی پیسے۔ تاکہ اُس کے بچے گرسنہ نہ رہیں۔ اور ایک فرشتہ کو حکم
دیا ہے۔ کہ جھولا حسینؑ کا جھلائے۔ تاکہ فاطمہؑ اپنے فرزند کے رونے سے بے آرام
نہ ہو۔ اور تیسرے فرشتے کو حکم دیا ہے۔ کہ جب تک فاطمہؑ سوتی رہے۔ تسبیح خدا
بجا لائے۔ اور ثواب اُس کا شیعیان و محبان علیؑ و فاطمہؑ کے نامۂ اعمال میں لکھا
جائے۔ ام ایمنؓ کہتی ہیں۔ کہ جب میں نے یہ سُنا۔ عرض کی یارسول اللہ ارشاد
ہو کہ وہ سب فرشتے کون تھے۔ فرمایا۔ اے ام ایمنؓ۔ وہ فرشتہ جو چکی پیستا
تھا۔ میکائیلؑ تھے۔ اور جو جھولا امام حسینؑ کا جھلاتا تھا۔ جبرئیلؑ تھے۔ اور جو
عوض حضرت فاطمہؑ کے تسبیح خداوند جلیل میں مصروف تھا۔ وہ اسرافیلؑ تھے۔
پھر فرمایا۔ اے ام ایمنؓ خیال کرو کیا مرتبہ ہے شفیعۂ روز جزا فاطمۃ الزہراؑ
کا۔ انتہیٰ۔ دیکھو۔ صواعق محرقۂ ابن حجر مکی۔ اور انوار الحق سید بلخی شافعی
صفحہ ۲۳۴ نیز کتاب مستطاب ینابیع المودۃ شیخ سلیمان حنفی قندوزی میں
ایک حدیث طویل بروایتِ انس بن مالک ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

حدیث سوم

کہ ایک دن جناب امیرؑ کے گھر اطہر میں پانی موجود نہ تھا۔ اور
نماز کا وقت بھی قریب تھا۔ اتنے میں ایک فرشتہ نے آب
جنت کا آفتابہ جو ایک طشت طلا میں تھا جس پر غلاف حریر
ڈالی ہوئی تھی حاضر کیا۔ اور عرض کی۔ یا ابا الحسنؑ لیجئے یہ
پانی ہے بہشت کا آپ وضو کریں۔ صفحہ ۱۱۷ +

جناب سرور عالم فرماتے ہیں کہ لیلۃ المعراج میرا جس گروہ ملائکہ پر گذر ہوتا تھا۔ وہ یہی کہتے تھے۔ کہ اے محمدؐ قسم ہے اُس خداوند وحدہ لاشریک لہٗ ہی کی جسنے آپکو بحق وراستی پیغمبر کرکے بھیجا ہے کہ ہم سب کو بدرجۂ کمال خوشی حاصل ہوئی۔ اس بات پر کہ خداوند کریم نے علیؑ کو آپکا خلیفہ و جانشین مقرر کیا ہے۔ اور حاملان عرش کو میں نے دیکھا کہ زمین کی طرف سروں کو جھکائے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ خدائے تعالےٰ سے اُنہوں نے اذن چاہا۔ کہ علیؑ کے موُنہہ کو دیکھیں۔ کیونکہ علیؑ پر نظر کرنا عبادت ہے۔ النظر الی وجہ علیؑ عبادۃ (انوار الحق صفحہ ۲۱۰)

جناب امیرؑ کی شادی میں اکثر فرشتے شامل ہوئے۔ اور ہر ایک نے اپنی قوت کے موافق خدمت ادا کی۔ مصدر جلال الٰہی سے جب کوئی حکم صادر ہوتا ہے۔ تو سب سے پہلے ملائکہ عرش کو اطلاع ہوتی ہے۔ جب ملائکۂ عرش کو اطلاع ہوئی۔ کہ خداوند عالم نے حضرت سیدہؑ کو جناب امیرؑ سے عرش پر نامزد کیا ہے۔

ذکر سطائیل فرشتہ

تو سب سے پہلے سطائیل نامی فرشتے نے اذن لے کر خدمت اقدس نبویؐ میں حاضر ہو کر مضمون تہنیت عرض کیا۔ یہ فرشتہ ماہ مبارک رمضان شریف کی پہلی تاریخ کو آیا تھا جب شب قدر آئی۔ تو خداوند عالم کی طرف سے ملائکہ کو فرمان پہنچا۔ کہ تم سب آسمان چہارم پر بیت المعمور میں جمع ہو جاؤ۔ اس فرمان کے سنتے ہی کل ملائک وہاں جمع ہوئے۔ رضوان خازن جنت نے ممبر کرامت بہشت سے لاکر بیت المعمور میں نصب کیا۔ یہ وہ ممبر ہے۔ جس پر جناب آدمؑ نے ملائکہ کے سامنے اسماء بیان فرمائے تھے غرض جب تمام ملائکہ جمع ہو چکے۔ تو راحیلؑ نامی ایک فرشتہ کو جو تمام ملائکہ میں فصیح و بلیغ ہے حکم ہوا کہ ممبر پر جا کر خطبۂ عروسی پڑھے۔ وہ رات شب قدر تھی۔ اسی لئے حدیث میں وارد ہوا ہے۔ کہ من عرف حق فاطمۃ فقد ادرک لیلۃ القدر

یعنے جس نے جناب سیدہؑ کے حق فضیلت کو پہچانا اُس کو شب قدر کا شرف حاصل ہوگا - اور جس خطبہ کو راحیل نے پڑھا تھا - وہ ناظرین با تمکین کی خاطر داشت کے لئے ذیل میں درج کیا جاتا ہے - جو کتب مختلفہ میں بڑی محنت و مشقت سے تلاشش کیا گیا -

خطبۂ عقد

وھی ھذہٖ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - الحمد للہ الذی خلق الارواح و فلق الاصباح - و ارسل الرّیاح و صوّر علی عرشہٖ خمسۃ الاشباح محی الاموات عالم الخفیات مخرج النبات منزل البرکات باری الانام منشی النعم فکم لہ من عجیب خلق لا یحصی و جلیل لطف لا ینسے - الملک الواحد الحمید الفعال لما یرید المقدر لساعات اللیل و الیوم لا تاخذہ سنۃ و لا نوم نشہد ان لا الٰہ الّا ھو وحدہٗ لا شریک لہ و نشہد انّ محمداً عبدہٗ و رسولہ ارسلہ بالحق بشیراً و نذیراً بین یدی الساعۃ و نشہد انّ امیر المومنین علیّاً حجۃ اللّٰہ و خلیفۃ نبیّہ بلا فصل مع ابنائہ احد عشر ائمۃ اوّلھم حسن المجتبیٰ و آخرھم القائم المنتظر المھدی صلوات اللّٰہ و سلامہ علیھم و اشہدوا یا معاشر الملائکۃ المقرّبین و الرّاکعین و السّاجدین و المسبّحین و جمیع اھل السّمٰوات و الارضین بانی زوّجت سیدۃ النساء العٰلمین بنت سید الانبیاء و المرسلین محمد بن المصطفیٰ الامین فاطمۃ الزھراء بعلی ابن ابی طالبؑ سید الوصیین - امیر المومنین علیٰ ان لھا بامر الخالق خمس الدنیا ارضھا و سمائھا و برّھا و بحرھا و جبالھا و سھلھا و صلی اللّٰہ علیٰ حبیبہ محمد و آلہ المعصومین و اللعنۃ علیٰ اعدائھم اجمعین؁ بعد اس خطبے کے جبرئیلؑ نے بحکم خدا و ند جلیل صیغہ عقد پڑھا - اور تمام ملائکہ کی شہادت ثبت ہوئی - ایک قطعہ حریر پر یہ کاغذ نامہ

تحریر ہو کر رضوان خازن جنان کو دیا گیا - اور حکم ہوا کہ جنت کو آراستہ کرو۔ اوس نے جنت کو خوب آراستہ کیا۔

شجر طوبیٰ نے بعدد شیعیان و محبان اہلبیتؑ رقعے نثار کئے جو ہر رقعہ پر شیعہ اہلبیت کا نام لکھا ہوا تھا - وہ ایک ایک رقعہ ہر ایک فرشتہ کو تقسیم ہوا ہر ایک رقعہ پر یہ عبارت مرقوم تھی (براءۃ من اللہ العلی الجبار لشیعۃ علیؑ و فاطمہؑ من النار) یعنے شیعیان علیؑ و فاطمہؑ کے لئے عذاب دوزخ سے ذریعہ نجات کا یہ پروانہ ہے - بلال سے روایت ہے کہ فرمایا محبوب ذو الجلال نے کہ جب قیامت قائم ہوگی اور اہل محشر قبروں سے اٹھینگے - تو وہ فرشتے بآواز بلند پکاریں گے - کہ تم میں سے وہ کون ہے جس کو علیؑ و فاطمہ اور انکی اولاد سے خلوص محبت ہے - پس جو انکا محب ہوگا - اس کو ایک پروانہ مل جائیگا - (مودۃ القربےٰ)

تمام ملائکہ نے جناب امیرؑ کو مبارک باد دی - اور اشجار جنت نے

تہنیت محمود

جواہرات نثار کئے - حدیث میں وارد ہے - کہ جب یہ عقد بیت المعمور میں ہو چکا - تو ملائکہ مقربین میں سے ایک فرشتہ نے جس کا نام محمود ہے بارگاہ الٰہی میں التجا کی کہ اس محفل عشرت کی خبر فرحت اثر خدمت اقدس خیر البشر میں عرض کرنے کا اس کو فخر دیا جائے پس محمود کو اجازت ہوئی - جناب امام محمد ابن جعفر علیہما السلام فرماتے ہیں - کہ جناب محمد مصطفےٰ و حضرت امیر المومنین عوکے بیت الشرف میں تشریف فرما تھے - اذ دخل علیہ ملک لہ اربعۃ و عشرون الف وجھاً - ایک فرشتہ حاضر ہوا جس کے چوبیس ہزار منہ تھے - حضرتؐ نے دیکھ کر فرمایا - اے ملک خدا اس صورت پر پہلے تو تم کبھی نہیں آئے - اس نے عرض کی یا رسول اللہؐ میرا نام محمود ہے میں تمہارا فخریہ خبر لیکر آیا ہوں - کہ خداوند علی الاعلےٰ نے عرش اعظم پر جناب

فاطمۃ الزہراؑ کو آپ کے ابن عم علی المرتضےٰؑ سے تزویج فرمایا ہے۔ آپ زمین پر مجمع صحابہ میں نور کو نور سے عقد فرمادیں۔ ابھی جبرائیلؑ امین بھی آتے ہیں۔ اور اس واقعہ کی تفصیل خدمت اقدس میں عرض کریں گے۔ حضرت فرماتے ہیں جب وہ فرشتہ رخصت ہو کر جانے لگا۔ تو میں نے اس کی پشت پر دونوں شانوں کے درمیان لکھا ہوا دیکھا۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ وصیّ رسول اللہ میں نے دریافت کیا کہ یہ کب سے تیری پشت پر لکھا گیا ہے۔ اس نے عرض کی حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے تیس ہزار سال پہلے۔ یہ کہکر وہ چلا گیا۔ اور جبرئیلؑ نازل ہوئے۔ اُن کے ہاتھ میں دو گلدستے جنت کے پھولوں کے تھے۔ جنکو حوروں نے تیار کیا تھا۔ اور تمام کیفیت عقد کی بیان کی۔ (دیکھو انوار الحق سید زین العابدین بلخی شافعی صفحہ ۱۴ ...)

روایت میں ہے کہ اسوقت عمر شریف جناب مخدومہ معظمہ کی نو سال کی تھی اور سن شریف جناب امیرؑ کا چوبیس سال کا تھا۔ عقد اُس معصومہؑ کا ماہ مبارک رمضان شریف کی اکیسویں تاریخ کو بعد نیمہ شب سال اول ہجرت میں ہوا ہے۔ اور روانگی آپکی جناب امیرؑ کے بیت الشرف میں اُسی سال اٹھارہ ذی الحجہ کو بوقت سحر واقع ہوئی۔ جب حضرتؐ نے ارادہ فرمایا کہ اُس معصومہؑ کو جناب امیرؑ کے گھر میں روانہ فرماویں۔ تو جبرئیلؑ میکائیلؑ اسرافیلؑ خدمت گذاری کے لیئے حاضر ہوئے دلدل پر جناب سیدہؑ کو حضرتؐ نے سوار فرمایا۔ جبرئیلؑ نے لگام پکڑا۔ میکائیل نے رکاب تھامی۔ اسرافیلؑ نے زین درست کی۔ حضرت کی بیبیاں اور زنان ہاشمیہ سواری کے گرد احاطہ کیئے ہوئے رجزیہ اشعار پڑھتی تھیں۔ حوران جنت تحیتیں کہتی تھیں۔ آگے آگے جوانان ہاشمیہ شمشیر بازی کرتے تھے۔ جناب فضہؑ جناب سیدہؑ کے کپڑے درست کرتی جاتی سلمانؓ کامل الایمان دلدل کو چلاتے تھے۔ ناگاہ حضرتؐ نے کچھ شور سنا۔ جبرئیلؑ سے پوچھا۔ یہ کیسا شور ہے۔ اُنہوں نے عرض کی یارسول اللہ جناب

سیدہؑ کو جناب امیرؑ کے گھر میں پہنچانے کے لئے ستر ہزار فرشتے نازل ہوئے ہیں۔ پس اون تمام فرشتوں نے آواز صلوات کو بلند کیا ہے اور تکبیریں کہی ہیں۔ حضرتؐ نے اور دیگر لوگوں نے بھی تکبیریں کہیں۔ اور درود وصلوات کو ورد زبان کیا۔ صاحب کتاب مسالک الانوار شیخ ابو طاہر کرمانی لکھتے ہیں۔ کہ اس شادی کی تقریب پر تین یوم حضرتؐ نے تمام لوگوں کو کھانا کھلایا۔ جناب فضہ کہتی ہیں۔ کہ آنحضرت صلعم جناب سیدہؑ کے سر کو چومتے تھے اور یہ وصیت کرتے تھے۔

محتاج میرے بھائی کو سرتاج سمجھنا ٭ حیدرؑ کی کنیزی کو تو معراج سمجھنا

اور جناب امیرؑ سے یوں ارشاد فرماتے تھے۔

مہرو وفاؤ عدل کا تیرے ہے خاتمہ ٭ دلجوئی کیجیو کہ ہے بن ماں کی فاطمہؑ

پھر مجھ سے فرمایا۔ اے فضہ اگر علیؑ پیدا نہ ہوتے تو فاطمہ کے لئے کوئی کفو نہ ہوتا۔ (لولم یخلق علیؑ ما کان لفاطمۃؑ کفوا) سبحان اللہ کیا قدر و منزلت ہے جناب امیر علیہ السلام کی۔

نہ ایسی شادی ہوئی پھر نہ ایسے بیاہ ہوئے ٭ خدا نے عقد پڑھا انبیاؑ گواہ ہوئے

غرض فضیلت یہ ہے جو جناب امیرؑ کو نصیب ہوئی ہے ویؤت کل ذی فضل فضلہ۔ (یونس ع۲) یعنے خدا ہر صاحب فضیلت کو اس کی فضیلت عطا کرتا ہے۔ چونکہ اس فضیلت کے مستحق جناب امیرؑ ہی تھے۔ اسلئے اُن کو ہی اس سے مختص فرمایا۔ بیشک اگر وہ پیدا نہ ہوتے تو جناب سیدہؑ کے لئے کوئی کفو نہ تھا۔ ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء۔ (العمران ع۴) وہ نفس النبیؐ ہیں۔ تو یہ بضعۃ النبیؐ۔ اون کی ولادت باسعادت بیت اللہ میں ہوئی ہے۔ تو یہ خانہ رسولؐ میں پیدا ہوئیں۔ وہ صحف ناطق ہیں۔ تو یہ تفسیر صادق ہیں۔ وہ بحر علم امامت ہیں تو یہ منبع فضل و کرامت۔ وہ سید الاوصیاء ہیں۔ تو یہ سیدۃ النساءؑ۔ وہ صدیق اکبر ہیں۔ تو یہ صدیقۂ کبریٰؑ وہ نباء عظیم ہیں تو یہ آیت عظمیٰ۔ وہ امام خلق ہیں۔ تو یہ امۃ اللہ۔

مرج البحرین کے اعلیٰ خطاب سے دونوں عزت یافتہ اور نور عصمت و طہارت سے دونو آراستہ۔ انکے مقابلہ میں کسی کو کیا قدر و منزلت ہے۔ وما خلق الذکر والانثیٰ۔ (پ ۳۰ ع ۱) +

عدم وجود شوہر
فضائل شوہر

جناب مریمؑ کے کوئی شوہر نہ تھا جب وہ حاملہ ہوئیں۔ تو لوگ طعنے دینے لگے اور کہا۔ یامریم لقد جئت شیئا فریا یا اخت ھارون ما کان ابوک امرء سوء وما کانت امک بغیا۔ (مریم ع ۲)۔ یعنے اے مریمؑ تو یہ لڑکا عجیب و غریب چیز لائی ہے۔ حالانکہ نہ تیرا باپ بدکار تھا۔ نہ تیری ماں بدکارہ تھی۔ اور جناب سیدہؑ کے شوہر علی ابن ابیطالب ہیں جو فضائل میں کل ملک و جن و انس سے افضل ہیں جیسا کہ جناب رسولخداؐ نے فرمایا۔ لوکان الریاض اقلاما والبحور مدادا والجن حسابا والانس کتابا ما احصوا فضائلک یا ابا الحسنؑ یعنے اگر تمام درخت قلم ہو جائیں اور تمام دریا سیاہی ہو جائیں اور تمام جن حساب کریں۔ اور تمام انسان لکھیں۔ تو بھی تیرے فضائل کا اے ابوالحسن احاطہ نہیں کر سکتے۔ دیکھیے ممکن تھا۔ کہ پروردگار عالم جناب سیدہ کے بطن مبارک سے بھی حسنینؑ کو مثل جناب عیسےؑ کے بے باپ کے پیدا کرتا۔ مگر خداوند عالم کو یہ منظور نہ ہوا۔ کہ ہماری کنیز خاص کے بارے میں اتنا بھی لوگ کہیں۔ جتنا جناب مریمؑ کے بارے میں کہا تھا۔ اور طعنہ دیا تھا۔ (صلوات اللہ علیہا) سورۂ دہر میں (جو اہل بیتؑ کی شان میں نازل ہوا ہے۔) خداوند عالم نے سب قسم کی نعمتوں کا ذکر کیا ہے۔ مگر حور العین کا ذکر نہیں کیا۔ یہ محض جناب سیدہؑ کی خاطرداری کے لئے ہے۔ تاکہ انکو کسی قسم کا ملال نہو۔ کیونکہ ذرا سا بھی انکا ملال ذات ذوالجلال کو گوارا نہ تھا۔ سوائے جناب معصومہؑ کے اور کوئی دختر جناب پیغمبر علیہ السلام کی نہ تھی۔ اس لئے کہ مثیل و نظیر اس جناب کا ذات

قدیر کو ہرگز منظور نہ تھا۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ علاوہ اس جناب کے پیغمبر صلعم
کی اور بیٹیاں بھی تھیں وہ سخت غلطی پر ہیں۔ ہم اُنسے پوچھتے ہیں۔ کہ اگر
پیغمبرؐ کی اور بیٹیاں بھی تھیں تو اُن کا رتبہ بھی مثل رتبۂ جناب معظمہ مخدرہ
کے تھا۔ یا کم۔ اگر اسی طرح تھا۔ تو پھر آیت تطہیر اور آیت
مباہلہ اور اُجرت رسالت وغیرہ وغیرہ آیات میں بجز ذات
جناب معصومہؑ انکی شمولیت کیوں نہیں ہے اور پیغمبرؐ نے
کیوں انکے حق میں کچھ نہیں فرمایا۔ کوئی ایک آیت یا
حدیث تو اُن کی شان میں بھی ہونی چاہیئے۔ اگر وہ
کم رتبہ کی تھیں۔ تو کیوں۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے۔

سوائے جناب معصومہؑ کے حضرت رسول خدا کی اور کوئی دختر نہ تھی

کہ ایک دختر جناب پیغمبرؐ کا تو وہ درجہ ہو۔ کہ تمام نساء عالم پر اسکو فوق و فضیلت
ہو۔ حتے کہ مریمؑ بنت عمران بھی اس کے در کی خادمہ ہو۔ اور وہ بالکل معمولی قدر
کی ہوں۔ کیونکہ یہ مسلّم امر ہے۔ کہ رقیہ و ام کلثوم کا عقد پہلے عتبہ و عتیبہ پسران
ابولہب سے تھا۔ جب وہ مر گئے۔ یا یہ کہ جب انہوں نے طلاق دے دی۔ تو پھر
وہ یکے بعد دیگر نکاح حضرت عثمان میں آئیں۔ حالانکہ مومنات کا نکاح مشرکین
سے حکماً حرام ہے۔ "ولا تنکحوا المشرکین حتے یومنوا" (البقرع ۲۷) جب تک
مشرک ایمان نہ لاویں۔ ان کے نکاح میں ایماندار عورتیں مت دو۔ بس اگر وہ
مومنہ تھیں۔ تو جناب پیغمبرؐ نے انکو مشرکین کے نکاح میں کیوں دیا۔ اس سے تو
جناب پیغمبرؐ پر الزام عائد ہوتا ہے۔ اہل سنت بھی عجیب کیفیت کے انسان ہیں۔
ہمیشہ وہی باتیں کرتے ہیں۔ جنسے اُلٹا انکو خست و خجالت حاصل ہوتی ہے۔
دراصل معاملہ یہ ہے۔ کہ رقیہ و ام کلثوم ربائب پیغمبر تھیں۔ یعنے انہوں نے
پیغمبرؐ کے گھر میں آکر پرورش پائی تھی۔ یہی وجہ انکے بنات پیغمبرؐ ہونے کے لئے
مشتہر ہوگئی۔ یہ دونوں جناب خدیجہ بنت خویلد کی بہن کی بیٹیاں تھیں۔ جن کا
نکاح ایام جاہلیت میں عتبہ و عتیبہ پسران ابولہب سے تھا۔ چنانچہ یہ سب کچھ

کتب اہل سنت میں مذکور ہے۔ دیکھو کتاب مرجاۃ الآنس مرزا محمد بن معتمد خان بدخشانی صفحہ ۲۱۴ مطبوعہ مصر۔ و تحقیق محققین آنکہ رقیہ وام کلثوم دختران ہالہ بنت خویلد خواہر خدیجہ بودند و رسول خدا صلعم پرورش و تربیت ایشان کردہ۔ ازیں سبب منسوب بہ بنتیت وے شدند۔ اول بزمانۂ جاہلیت در نکاح عتبہ و عتیبہ پسران ابولہب بودند۔ چوں ایشان طلاق دادند یکے بعد دیگر بنکاح عثمان در آمدند۔ چوں ہردو مردند۔ رسول خدا فرمودہ اگر دختر سوم داشتمے بنکاحش دادمے۔ انتہٰی۔

پس اس سے فضیلت حضرت عثمان کا استنباط بالکل مہمل ہے۔ نہ معلوم اہلسُنّت اس مسئلہ پر کیوں زور دیتے ہیں۔ اگر بفرض محال اس سے اُن کی فضیلت کا استدلال صحیح ہو۔ تو لامحالہ عتبہ و عتیبہ کے لئے بھی فضیلت ہوگی۔ جن سے پہلے ان کا نکاح تھا۔ بعض بے فہم و کوتاہ فہم اس آیت مجیدہ کو مسئلہ بنات کے وجود و اثبات میں پیش کرتے ہیں۔ یا ایھا النبی قل لازواجک وبناتک و نساء المؤمنین الخ۔ (احزاب ۶) اور کہتے ہیں کہ آیت میں جب لفظ "بنات" بصیغۂ جمع وارد ہوا ہے۔ تو لابد اس پر دال ہے۔ کہ علاوہ جناب سیدہ کے حضرت کی اور بیٹیاں بھی تھیں۔ ورنہ بصیغۂ واحد "بنتک" وارد ہوتا۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ جب حسنین بنص آیت مباہلہ ابنا پیغمبر ہیں۔ تو ہمشیرگان حسنین بنات پیغمبر ہوں گی۔ پس "بناتک" سے مراد مع والدہ خود وہی مخدرات عصمت و طہارت ہیں۔ جو مثل مادر ذی قدر وہ بھی خالق اکبر کی جناب میں اعلےٰ رتبہ کی مالک ہیں۔ غرض جس خطبہ کو شاہ صاحب نے فضیلت حضرت عثمان میں پیش کیا ہے۔ یہ سراسر انکی غلطی ہے۔ کاش پہلے سوچ سمجھ لیتے۔ تو انکو یہ خجلت و ندامت نہ اٹھانی پڑتی۔ کیونکہ اس خطبہ میں سوائے مثالب عثمانیہ کے اور کچھ بھی نہیں۔ محض انکی تفضیح و تقبیح ہے۔ نہ تعریف و مدیح (کما بینا ہ سابقا) نہ معلوم انہوں نے بلا سوچے سمجھے یہ کیوں کہدیا۔

کہ جناب امیرؑ نے حضرت عثمان کو فضیلت میں آپ جیسا بنایا۔ اور ہمرتبہ فرمایا۔ کجا زمین۔ کجا آسمان۔ کجا علیؑ کجا عثمان۔ ؎

اللہ کو علم ہے کہ علیؑ کیسے ہیں ✤ واقف ہیں محمدؐ کہ ولی جیسے ہیں
رتبہ سے محمدؐ کے کھلی قدر علیؑ ✤ جیسے ہیں نبیؐ اونکے وصی ویسے ہیں

جناب امیرؑ فرماتے ہیں۔ انا من احمدؐ کالضوء من الضوء یعنے مجھے احمد مصطفےٰؐ سے وہ نسبت ہے جو ایک روشنی کو روشنی سے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ محمدؐ و علیؑ خدا کے سامنے خلقت عالم سے تیس ہزار سال قبل مثالی نور رکھتے۔ جب ملائکہ نے اس نور کو دیکھا۔ کہ اس سے شعاعیں پھیل رہی ہیں۔ تو کہا اے ہمارے معبود اے ہمارے آقا و سردار یہ نور کیا ہے۔ ارشاد باری ہوا۔ یہ نور ہے میرے نوریں سے اصلہ نبوۃ و فرعہ امامۃ۔ یعنے اس کی اصل نبوت ہے۔ اور فرع امامت ہے۔ اما النبوۃ فلاحمد عبدی و رسولی و اما الامامۃ فلعلی حجتی و ولی و لولا ھما ما خلقت خلقی یعنے نبوت پس وہ احمد مصطفےٰؐ میرے بندے اور رسولؐ کے لئے۔ اور امامت پس وہ علیؑ میری حجت اور ولی کے لئے ہے۔ اگر یہ دونو نہ ہوتے تو میں مخلوقات کو خلق نہ کرتا۔ انتہے۔ (صیانۃ البداھۃ صفحہ ۲۴۵)

مگر ہم کہتے ہیں۔ کہ اچھا ہوا کہ شاہ صاحب نے ایسا کہا۔ انکے کہنے سے ہم کو بھی خوب جوش آیا۔ کہ اپنے پیر دستگیر امیر کل امیر نفس نبیؐ بشیر و نذیر ہادی امت و سراج منیر کی منقبت بیان کی۔ جس سے روح رسولؐ و بتولؑ بھی خوشنود ہوئی اور انکو بھی اپنے یاران طریقت کے گھنے و فرسودے داستان سننے پڑے سئی ٹھیک ہے۔ ؎ ایں کار از تو آمد و مرداں چنیں کنند۔

اس جگہ بھی شاہ میاں نے اپنی جبلی و فطری عادت کے موافق اصل عبارت خطبہ میں جسارت و خسارت کی۔ اپنی طرف سے کاٹ چھانٹ کرکے بہت کچھ بڑھایا گھٹایا ہے۔ ناظرین باتمکین ان کے مضمون کو اصلی مضمون خطبہ سے ملاکر خود

فیصلہ کرلیں۔ ہم رخصت ہوکر آگے چلتے ہیں۔ لو خدا حافظ۔

قال المؤلف ردّ الشیعۃ نیرنگ فصاحت صفحہ ۲۲۳۔ یہ خطبہ آپنے حضرت ابابکر صدیق کی شان میں فرمایا۔ خدا انعام کرے فلان یعنے ابابکر پر جس نے کجی کو سیدھا کیا۔ یعنے بعد پیغمبر علیہ السلام کے جو مرتد وغیرہ ہوگئے تھے۔ اُن کو تہ تیغ کرکے پھر دین رسولؐ کو سیدھا کیا۔

اقول انا المبین للرموز البدیعۃ۔ دروغ بیفروغ۔ کذب صریح۔ افترا محض۔ وغا اغوا۔ صفحہ مذکور پر اس قسم کا مضمون ہرگز مسطور نہیں۔ حضرت خلیفہ اول کی نسبت کچھ مذکور نہیں۔ جو کچھ شاہ میاں نے لکھا ہے۔ سفید جھوٹ ہے۔ سراسر اتہام ہے۔ بلکہ خلیفہ صاحب ثانی کی بابت یہ کلام بطور ایہام ہے۔ قبل ازیں کہ ہم نفس الامر کی طرف متوجہ ہوں اس بات کا سُنا دینا ضروری ہے کہ بادی النظر میں بھی ناظرین کو معلوم ہوگا کہ کلام حضرت امیر علیہ السلام کوئی معمولی عبارت نہیں کہ ہر شخص کے ذہن میں آسکے۔ نیز جو الفاظ عموماً ہمارے محاورہ میں بولے جاتے ہیں استعمال نہیں فرمائے بلکہ غور و فکر کے ساتھ دیکھا جائے۔ تو ایسے الفاظ درج کلام ہیں کہ دوسرے معنے پر بھی دلالت کرتے ہیں۔ ثانیاً ہم باب دوم ذکر مطاعن حضرت عثمان میں کافی طور پر یہ بات ثابت کر آئے ہیں۔ کہ منصب اور حیثیت کلام متکلم کے منصب اور حیثیت پر موقوف ہے۔ اور چونکہ کلام اس کے دلی خیالات اور جذبات کے اظہار کا ایک آلہ ہے پس اس کے کلام کے اصل مفہوم اور مقصود سے یا تو خود وہی واقف ہوتا ہے یا وہ جس کو وہ خود سمجھا دے لہٰذا جناب امیرؑ کی مقدس کلام کے حقیقی معانی و مفاہیم کا تعلق یا تو ان کی اپنی ذات خاص سے وابستہ ہے یا حسب تعلیم انکے ابناء طاہرینؑ کے شیعہ ہی اُس سے آگاہ ہیں۔ اب ہم ایک ایک فقرہ کلام ہذا کو جدا جدا نقل کرکے معنے و شرح سمجھائے دیتے ہیں۔ للّٰہ بلاد فلان (بلاد مثل بلاغ وغیرہ صیغہ اسم مصدر بر وزن فعال ہے۔ جس کے معنے واقف کرنے اور جتوانے کے ہیں۔ پس سمجھ

اسکے یہی معنے ہیں جسپر قرینہ بھی دال ہے کہ فلاں شخص کے حال سے واقف کرانا اور اُس کو جنوانا خداہی کے لئے ہے تاکہ لوگ اس کی اصل اصلیت اور حقیقت سے آگاہ ہوں کہ وہ کس قسم کا آدمی تھا۔ مقام غور ہے کہ حضرت نے اس کا اصل نام نہیں لیا۔ اسمیں کوئی راز مستتر تھا ورنہ ضرور نام لیتے اور اصل نام سے کراہت کرتے پس اس میں یہی راز تھا کہ اس کلام میں اشارتاً و کنایتاً مشارٌ الیہ کی سخت مذمت کی ہے لیکن بنظر مصلحت زمانی نام ظاہر نہیں کیا) فقد قوّم الاود۔ (قوّم صیغۂ ماضی معروف از باب تفعیل ہے جس کی مصدر تقویم ہے جس کے معنے مضبوطی اور کھڑا کرنے کے ہیں پس اس کا صحیح معنے یہ ہوا کہ اس شخص نے کجی کو مضبوط اور کھڑا کیا۔ اور وہ کجی کیا ہے یعنے جو طریقہ مقررۂ خدا و رسول دربارۂ نصب و تقرر خلیفہ حق تھا۔ اس سے علیحدہ ہوکر ایک علیحدہ راہ اختیار کی نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کجرو و گمراہ از اصل راہ ہوا اور جو شے کھڑی کیجائے تو وہ بمنزلہ ستون ہوتی ہے اس لئے آگے فرمایا ہے وداوی العمد (یعنے ستون کا معالجہ کیا مطلب یہ ہے کہ اس کجی اور ضلالت فی الدین کو ایسا مضبوط اور کھڑا کیا کہ وہ بمنزلہ ستون ہوگئی اور اس کا علاج اور اس کی اصلاح کی جس سے خلافت اول کی بنا ڈالنا مقصود ہے)۔ واقام السنۃ قائم کیا سنت کو (یہاں لفظ سنت خدا یا رسول کی طرف منسوب نہیں جس سے یہ سمجھا جاسکتا کہ خدا یا رسول کی سُنت کو قائم کیا بلکہ مطلق لفظ سنت ہے۔ جس کے یہ معنے ہیں کہ جب اُسنے ستون ظلم کھڑا کیا جس سے انعقاد خلافت اولےٰ مراد ہے تو بس یہ طریقہ وہی قائم کرگیا کہ قیامت تک اہل بیتؑ کے مقابلے میں اسی طرح ناحق خلفا تخت نشین ہوتے رہینگے۔) خلّف الفتنۃ (خلّف صیغۂ ماضی معروف از باب تفعیل ہے جس کی مصدر تخلیف ہے جس کے معنے چھوڑ جانے کے ہیں پس اس کا صحیح معنے یہ ہے کہ فتنہ کو چھوڑ گیا جس سے اقامۂ شوریٰ متعلق خلافت خلیفۂ ثالث مراد ہے)۔ ذَهَبَ نَقِيَّ الثَّوب (ذہب صیغۂ ماضی معروف از باب تفعیل ہے جسکی مصدر

مذہیب ہے۔ جس کے معنے مٹا دینے دور کرنے کھو دینے وغیرہ وغیرہ کے ہو سکتے ہیں پس اسکا صحیح معنے یہہ ہے کہ پاکدامنی کو مٹا گیا۔ دور کر گیا کھو گیا اور اس لحاظ سے تفی بھی بصیغۂ مصدر بروزن فَعْلٌ ہے نہ کوئی اور صیغہ۔ اور اگر ذَہَبَ بروزن فَعَلَ باب ذَہَبَ یَذْہَبُ سے ہو تو پھر اس کے معنے یہہ ہیں۔ کہ گیا پاکدامن یعنے ایسی حالت میں دُنیا سے گیا کہ اطاعت الٰہی سے بالکل پاکدامن تھا)۔

"قلیل العیب" (اطاعت شیطان میں کم عیب تھا) اصاب خیرھا (خلافت کی عمدہ پالیسی کے ساتھ پہنچا کیونکہ ضمیر راجع بطرف خلافت ہے) وسبق شرھا (اسکی بدی پر سبقت کی)۔ "ادّی الی اللہ طاعتہٗ" (یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جب کسی فعل لازمی کو متعدی کرنا ہوتا ہے تو اس کی یہ صورت بھی ہے کہ اس کو باب تفعیل پر لیجاتے ہیں پس اس فقرہ کے یہ معنے ہوئے کہ اپنی اطاعت اُسنے خدا کی طرف منسوب کرکے لوگوں سے کرائی) واتقاہ بحقہ (اور اپنے حق کے سبب سے خدا سے اتقا کیا نہ محض للہ متقی تھا۔ آگے بہت صاف عبارت ہے جو دال بر مذمت و حقارت ہے۔ "رحل وترکھم فی طرق متشعبۃ لایھتدی فیھا الضال ولا یستیقن المھتدی" یعنے وہ دنیا سے کوچ کر گیا۔ اور ایسے مختلف رستوں میں لوگوں کو چھوڑ گیا۔ کہ نہ جس میں گمراہ ہدایت پا سکتا ہے۔ نہ کسی ہدایت پانے والے کو یقین کی معرفت حاصل ہے۔

ناظرین باہوش دل کے گوش سے یہہ مضمون سُنکر حق پوش و صدق فراموش نہ ہوں گے۔ کیونکہ حقیقت درحقیت اس کلام ہدایت انضمام میں روشنی آفتاب جہانتاب کی طرح مملو بہ ضیا و مشحون بہ صفا ہے۔ شاہ صاحب کی بیجا دست اندازی و حیلہ سازی مثل روباہ بازی سے اچھی طرح علم ہو گیا ہو گا کہ یہ کس خیال کے بندے ہیں۔ جن کے بڑے مکر و فریب کے دھندے ہیں۔ عوام کی دھوکا دہی کے لئے کیسے سخت گیر پھندے ہیں۔ واقعی انکے یہ کام گندے ہیں۔ یا اللہ خیر سنائیو۔ شر شریر سے بچائیو۔ توبہ۔ توبہ۔ معاذ اللہ۔ پناہ بخدا۔ سید ہوکر

یہ کہیں گر گئیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ (اس خطبہ کو بشرح وبسط حصہ دوم میں دیکھو) کہاں کا ذکر۔ کہاں کی بات۔ کہاں حضرت ابو بکر۔ کہاں یہ۔ کہ جو لوگ بعد پیغمبر مرتد ہو گئے تھے۔ انکو تہ تیغ کیا۔ ہم پوچھتے ہیں۔ کہ وہ اشخاص کون تھے جو بعد پیغمبر مرتد ہو گئے تھے۔ جن کو حضرت ابو بکرؓ نے قتل کیا تھا۔ کیا وہ صحابہ تھے۔ یا کوئی اور۔ آخر ایک دو کا نام تو ہم کو بھی بتا دیں۔ شاہ صاحب بھی عجیب طرز کے انسان ہیں۔ وہی بات کرتے ہیں۔ جس سے اُلٹا زیر طعن شدید ہوتے ہیں۔ اپنے ہاتھ سے اپنی رسی آپ ہی کاٹتے ہیں۔ بھلا

حضرت مالک بن نویرہ کا قتل

ان سے کوئی پوچھے تو کہ اس واقعہ کے بیان کرنے سے فائدہ کیا۔ اس سے تو خلیفہ پر الزام عائد ہوتا ہے کہ جب خالد بن ولید نے حضرت مالک بن نویرہ کو جو ایک مرد صالح وسعید تھا۔ ناحق و بے گناہ قتل کیا۔ اور اس کی زوجہ سے وہ مرتکب فعل زنا کا ہوا۔ جس پر اُس کے ورثا نے بہت کچھ داد و فریاد کی۔ تو خلیفہ نے ایک نہ سنی۔ اور خالد سے مطلق قصاص نہ لیا۔ حالانکہ خلیفہ ثانی بھی درپئے حمایت ورثاء مقتول تھے۔ اور چاہتے تھے۔ کہ خالد کو اس جرم کبیرہ کی پاداش میں ضرور سزا ملے۔ مگر اُس نے دیدہ و دانستہ اُس مؤمن کے خون کو باطل کر دیا۔ کیا اُس مظلوم کا بار خون اُس کی گردن پر نہیں ہے۔ کیا وہ روز جزا پیشِ خدا فریادی نہ ہوگا۔ کہ مجھے بے قصور انھوں نے قتل کیا تھا۔ اور میری ہتک عزت کی تھی کیا انکو کچھ سزا نہ ملیگی۔ جبکہ اُسکا یہ ارشاد ہے۔ ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤہ جہنم خالدا فیہا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعدلہ عذابا عظیما۔ (النساء ع ۱۳) یعنے جس نے کسی مؤمن کو جان بوجھ کر قتل کیا ہے تو اُس کی سزا جہنم ہے۔ کہ ہمیشہ اس میں رہیگا۔ اور اُسپر خدا کا غضب ہے اور لعنت ہے۔ اور اُس کیلئے بڑے سے بڑا عذاب ہے۔

نہ معلوم اہل سنت کیوں اس بات کو دُہراتے ہیں۔ کہ جو لوگ بعد پیغمبرؐ مرتد

ہو گئے تھے۔ اُنپر خلیفہ نے فوج کشی کی تھی۔ اور اونکو قتل کیا تھا۔ حالانکہ نہ کوئی مرتد ہوا نہ کسی پر فوج کشی کی گئی۔ یہ محض اُنکا اپنا دل خوش کن خیالی فوٹو ہے۔ جو اُنہوں نے اپنے لئے آپ ہی اُس کو تجویز کیا ہے۔ حقیقت الامر یہ ہے۔ کہ حضرت مالک نے حضرت ابو بکر کی بیعت سے بایں وجہ تخلف کیا تھا۔ کہ وہ اُنکو خلیفہ حق نہ سمجھتا تھا۔ خالد نے خلیفہ کے خوش کرنے کے لئے اس کو جا کر قتل کیا۔ اور اس کی عورت سے زنا بالجبر کیا۔ جو ہمیشہ کے لئے خالد کے مونہہ پر وغضب اللہ علیہ ولعنۃ کا سیاہ داغ رہیگا۔ (دیکھو تاریخ طبری جلد چہارم صفحہ ۵۴۴ مطبوعہ نولکشور کانپور و روضۃ الصفا جلد دوم صفحہ ۲۲۲)

حالانکہ حضرت مالک کا ابو بکر کی بیعت سے متخلف ہونا مستلزم خطا نہ تھا۔ بلکہ مستدل بر معرفت امام حق۔ جس کی وجہ سے اس کی موت حرام ہوئی۔ "حیث قیل" من مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ جاھلیۃ۔

(شرح عقائد نسفی صفحہ ۹۴)

چونکہ اس کو امام حق و خلیفہ مطلق جناب امام علیہ السلام کی معرفت و حقانیت حاصل تھی لہذا وہ عند اللہ شاہد و ماجور ہے۔

اور اُس کا قاتل مغضوب و مقہور ہے۔ اور اُس کا بار

خون خلیفہ اول کی گردن پر ضرور ہے۔ جس کے ایما

سے وہ مظلوم و مقتول و مغصوب ہے۔

(مفصل قصہ شہادت مالک ہمارے

رسالہ بیاشیر برخ نیہ میں

دیکھو)

بابِ سوم

بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ ولما یاتہم تاویلہ (یونس ع۴)

فصل-۱

(دروغ گو ہر جا ذلیل است)

قال المؤلف۔ صحیفۂ کاملہ کے صفحہ ۳۰ پر امام علی زین العابدین علیہ السلام حضرت کے اصحاب کبار مہاجر و انصار خصوصاً اصحاب ثلٰثہ کے فضائل بیان فرماتے ہیں۔ اقول انا المبین للرموز البدیعۃ ؎

تو کارِ زمیں را نکو ساختی ٭ کہ با آسمان نیز پرداختی۔ نہج البلاغت سے تو انکو کامیابی ہو چکی۔ اب یہی ایک صحیفۂ کاملہ باقی تھا۔ جس سے استنباط فضائل ثلاثہ کی سوجھی اچی شاباجی صحیفۂ شریفہ میں اس قسم کا مضمون ہرگز وارد نہیں۔ آپ کے ثلاثہ لاثہ کس باغ کی مولی جن کی تعریف زبور آل محمدؐ میں ہو۔ اگر آپ اپنے دعوے میں سچے ہوتے تو اصل مضمون کو نقل کرتے۔ تاکہ آپ پر کسی کو ناجائز شک نہ گذرتا۔ ہاں البتہ یہہ دُعا تو ضرور ہے۔ جو امام رابع جناب ساجد و راکع علیہ التحیۃ والثنا سے ماثور و مزبور ہے۔ اللّٰھم العن اعدائھم من الاوّلین والاخرین ومن رضی بفعالھم واشیاعھم واتباعھم الخ۔ یعنی اے معبود برحق تو آل محمدؐ کے اگلے اور پچھلے دشمنوں اور اُنپر جو اُن دشمنوں کے فعل پر راضی ہوئے۔ اور دشمنوں کے گروہ اور پیروی کرنے والوں پر لعنت کر صحیفہ کاملہ صفحہ ۳۳-۳۴

اب ہم بکمال شوق یہ پوچھتے ہیں۔ کہ وہ لوگ ہیں کون۔ جن کو امام علیہ السلام نے مورد لعنت قرار دیا ہے۔ ہماری سمجھ میں تو "اولین" سے وہی تین ہیں۔ اور "آخرین" سے بنی امیہ و بنی عباسیہ اور "من رضی بفعالھم" سے بانیان مذہب اربعہ۔ اور "اشیاعھم واتباعھم" سے تمام روئے زمین کے سُنی مراد ہیں۔ پس یہی عمدہ تقسیم ہے اگر کوئی دوسرا عنوان ہو۔ تو وہ بھی بیان ہو۔ ہم منتظر ارشاد ہیں۔ مگر ہمارے خیال میں تو اسی طرح رہنے دیجئے یہی درست ہے مفت کی جرح میں فائدہ کیا۔ ھا۔ ھا۔ ھو۔ ھو۔ ھو۔

قال المؤلف ردّ الشیعة۔ پھر اسی کتاب کے صفحہ ۵۴ پر سید سجادؑ فرماتے ہیں۔ الٰہی صلواۃ بھیج محمدؐ اور اُس کی آل اور اس کے اصحاب پر۔

اقول بالکل افترا ہے۔ محض اغوا ہے۔ صحیفہ سجادیہ کے صفحہ مذکور پر نہ یہ دُعا ہے۔ نہ آپکے یاران طریقت کی مدح وثنا ہے۔ **قال المؤلف** اسی طرح تو حضرت امام حسین علیہ السلام اپنی کتاب مراۃ العارفین کے صفحہ ۵ وصفحہ ۵۶ میں حضرت کے اصحابوں پر سلام وصلوات بھیجتے ہیں۔ **اقول**۔ جھوٹے پر وہی جو آپ لوگوں کی چڑ ہے مراۃ العارفین میں یہ مضمون کہیں بھی نہیں ہے۔

قال المؤلف۔ امام حسن عسکری علیہ السلام اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جب حضرت موسےٰ علیہ السلام نے اپنا کمال رتبہ دیکھا تو جناب باری میں عرض کی کہ الٰہی میری جیسی کرامت کسی اور پیغمبر کو بھی نصیب ہوئی ہے۔ فرمان ہوا کہ اے موسےٰ کیا تجھے معلوم نہیں کہ محمدؐ میرے نزدیک تمام فرشتوں اور کل مخلوق سے افضل ہے۔ پھر موسےٰؑ نے عرض کی کہ کیا کسی نبیؐ کی آل میری آل سے افضل ہے۔ حکم ہوا کہ اے موسےٰ آل محمدؑ کو کل انبیاءؑ کی آل پر ایسی فضیلت ہے جیسے محمدؐ کو تمام انبیاءؑ پر ہے۔ پھر موسےٰؑ نے عرض کی کہ کیا کسی اور نبیؐ کے اصحاب بھی میرے اصحاب سے افضل ہیں ارشاد ہوا کہ اصحاب محمدؐ کو دیگر انبیاءؑ کے اصحاب پر ایسی فضیلت ہے جیسی محمدؐ کو تمام رسولوں پر ہے۔ اسی طرح حضرت موسےٰؑ نے

اپنی امت کی فضیلت میں کہا تو فرمان ہوا کہ اے موسےؑ تجھ کو معلوم نہیں کہ جیسا میں اپنی تمام مخلوقات سے افضل ہوں اسی طرح امت محمدؐ کی تمام امتوں سے افضل و اعلےٰ ترہے۔ پس اس سے ہمارے حضرت کے اصحابوں کی بڑی فضیلت ثابت ہوئی پھر جو ایسی امت کی کوئی شکایت کرے یا حضرت کے ایسے اصحابوں کو برا کہے اور ایسے امام کی کلام سنکر حضرت کے اصحابوں پر ایمان نہ لائے تو پھر اُس کے ایمان پر کیا گمان کیا جاوے۔ انتہےٰ۔ (آثار حیدری صفحہ ۲۰۴)

اقول انا المبین للرموز البدیعۃ۔ یہ مؤلف صاحب کی بالکل سادہ لوحی ہے اور یہہ قول کسی شیعہ کا نہیں ہے کہ جناب سرور کائنات کے سب اصحاب بُرے تھے بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ ان میں اچھے بھی ہیں اور بُرے بھی ہیں۔ اور یہہ بات انبیاءؑ کے اصحاب میں بھی تھی۔ حضرت موسےٰؑ کے تو چھ لاکھ اصحاب تھے اور انہیں سے نقباء اثنا عشر ہی منتخب ہوئے پھر اُنہیں سے حضرت یوشعؑ بن نون اور حضرت کالبؑ بن یوفنا دو ہی شخص کامل نکلے اور باقی سب ہمارے حضرت کے اصحاب کی مانند تھے۔ بلکہ ان سے بھی زیادہ غیر کامل۔ اور یہہ بات بھی واضح ولائح ارباب ذہن و ذکا ہونی چاہئے کہ حضرت موسےٰؑ کے جو اصحاب تھے از قسم مومنین کاملین اُن سے ہمارے حضرت کے اصحاب کاملین و عارفین نہایت درجہ افضل تھے۔ اور جو اصحاب انکے غیر مومن اور غیر کامل تھے اُن سے ہمارے حضرت کے عام صحابی افضل تھے اور یہہ امر بہت صاف ہے اور بالکل ظاہر و باہر ہے کیونکہ حضرت موسےٰؑ کے بعض منافقین اصحاب کو زمین نگل گئی قصہ قارون اور اس کے ہمراہیوں کا عام مشہور ہے۔ اور ہمارے حضرت کے منافقین اصحاب پر کوئی عذاب دنیاوی نازل نہیں ہوا۔ فقط ہوا خدا عقبےٰ پر اکتفا کیا گیا ہے۔ اصحاب موسےٰؑ نے حضرت ہارون سے مخالفت کر کے گوسالہ پرستی اختیار کی اور اس جرم کی پاداش میں علاوہ عذاب عقبےٰ کے تلوار سے دنیا میں قتل کئے گئے۔ ہمارے حضرت کے اصحاب نے جناب امیرؑ نفس نبی بشیر و نذیر

سے انحراف کیا۔ اور مخالف ہوئے تو فقط عذاب و مواخذہ آخرت ہی اُنپر باقی رہا۔ دُنیا سے ناکام نہ گئے۔ اس لئے ظاہر بات ہے کہ ہمارے حضرت کے اصحاب دیگر انبیاؑ کے اصحاب سے افضل ہیں اور ہم بھی اس بات کے قائل ہیں۔ مخاطب معزز کو بالیقین حضرت موسےؑ کے اصحاب کا حال معلوم نہ تھا۔ ورنہ وہ اس روایت پر استدلال نہ کرتے ہمارے حضرت کے اصحاب تو جناب رسولؐ خدا اور اہلبیتؑ سے پھر گئے تھے لیکن حضرت موسےؑ کے اصحاب تو خدا سے بھی پھر کر یک لخت گوسالہ پرست ہو گئے تھے۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ جس گوسالہ کی انھوں نے پرستش کی تھی وہ تو گائے کا بچہ متصور تھا اور اُنکا اپنا ہی بنایا ہوا تھا کہ سامری نے اُسے اختراع کیا تھا۔ اور جس گوسالہ کی امت محمدیؐ نے پرستش کی یہ انسان کا بچہ تھا اور خدا ہی کا بنایا ہوا تھا لہذا خدا کے بنائے ہوئے گوسالہ کو بہرصورت سامری کے بنائے ہوئے غیر ذی روح گوسالہ پر نہایت درجہ کی ترجیح ہے۔ اس بات کو ہم پانچوں حواس سے مانتے ہیں۔

باقی رہی اصل عبارت تفسیر مبارک پس کلام امام ہمیشہ جامع و لامع ہوا کرتی ہے۔ صدق و صحت سے مملو ہوتی ہے۔ اور مثل کلام رب انام و رسول ذی اکرام مشروط بشرائط و منضبط بضوابط ہوتی ہے۔ یہ شاہ صاحب کا سفید دروغ بیفروغ ہے۔ اور بالکل افترا ہے۔ اور محض دغا و اغوا ہے۔ معصوم علیہ السلام روحی لہ الفداء نے ایسا ہرگز نہیں فرمایا جس طرح کہ یہ کہہ رہے ہیں۔ تمام صحابہ اور کل اُمت نبوی کے یہ مدارج مطلق نہیں کہ سب کے سب عند اللہ عظیم المرتبہ اور فائز المرام ہوں۔ تفسیر پر تنویر کی اصل عبارت جہاں اس مضمون محولہ کا تتمہ ہے اس طرح مرقوم ہے ثم نادی ربنا عزّ وجلّ یا امۃ محمد ان قضائی علیکم ان رحمتی سبقت غضبی و عفوی سبقت عقابی فقد استجیب لکم من قبل ان تدعونی و اعطیتکم من قبل ان تسألونی من لقانی منکم بشہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ

وحدہ لاشریک لہ وان محمداً عبدہ ورسولہ صادق فی اقوالہ محقق فی احوالہ وان علیّ بن ابی طالب اخوہ ووصیہ من بعدہ وولیہ یلتزم طاعتہ کما یلتزم طاعتہ محمد وان اولیاءہ اولادھما المصطفین الاخیار المطہرین اللابسین بعجائب آیات اللہ ودلائل حجج اللہ من بعدھما اولیاءہ ادخلہ جنتی وان کانت ذنوبہ مثل زبد البحر الخ۔ (تفسیر مبارک صفحہ ۱۶) مخلصش ایضاً۔ اس کے بعد پھر اللہ تعالےٰ نے امت محمدی کو پکارا کہ اے امت محمدؐ میں نے جو تمہارے لئے مقرر کیا ہے وہ یہ ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر اور میرا عفو میرے عذاب پر مقدم اور سبقت کرنے والا ہے میں نے تمہاری دعاؤں کو دُعا کرنے سے پہلے قبول کیا اور قبل از سوال تم پر بخشش کی کہ تم میں جو کوئی یہ شہادت دیتا ہوا مجھ سے ملاقات کریگا کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے وہ واحد اور لاشریک ہے اور محمدؐ بیشک اس کا بندہ اور رسول ہے۔ اس کے اقوال سب سچ اور اس کے احوال واقعی اور حقیقی ہیں۔ اور علیؑ ابن ابی طالب اس کا بھائی اور اس کے بعد اس کا وصی اور ولی ہے اس کی متابعت ویسی ہی لازم اور ضروری ہے جیسی محمدؐ کی۔ اور ان دونوں کی اولاد جو اولیائے برگزیدہ اور اخیار اور مطہر ہیں اور عجائبات آیات الٰہی اور دلائل حجج خداوندی جن کا لباس ہے ان دونوں کے بعد اولیاء خدا ہیں۔ تو اس کو میں اپنی جنت میں داخل کرونگا اگرچہ اُس کے گناہ کف دریائے شور کی مانند کثیر اور بیشمار ہوں انتہے۔ (آثار حیدری صفحہ ۲۰ سطر ۹)

اس کلام فصاحت التیام صداقت انجام ہدایت انضمام سے پوری تخصیص اور ضروری تنصیص اس امر کی ہے کہ ناجی اور فلاحی وہ شخص ہے جس کو بعد وحدانیت خدا ورسالت مطلقہ مصطفےٰؐ ولایت عظمےٰ وخلافت کبرےٰ وامامت علیا حضرت علی مرتضےٰؑ اور باقی ائمۃ الہدےٰؑ کی تسلیم عینی وتصدیق یقینی ہے۔ پس صحابہ ہوں یا باقی امت ہو۔ اگر انکو یہ شرف سعادت بالاجابت حاصل ہے تو وہی

عند اللہ مثاب و ماجور ہیں۔ ورنہ مغضوب و معتوب و مقہور ہیں۔

شیعوں کی غرض و غایت

یہ بات شاہ صاحب کی ذات سے مختص ہے کہ ہمیشہ آدھی عبارت لکھتے ہیں اور آدھی بالکل ہضم کر جاتے ہیں۔ نہ معلوم یہ خیانت و عدم دیانت انکی کس ذہانت و فطانت پر مقصور ہے۔ سوا اس کے کہ اہل بصیرت انکی سے بدظن ہوں۔ اور انکو فاسد الخیال اور مفسد المآل ہی سمجھیں اور کچھ بھی انکو حاصل نہیں ہے۔ چونکہ وہ آپ کو سید کہلاتے ہیں لہذا ہم انکو بر بنائے خیر و بھلائی یہ رہنمائی بیا طن صفائی و محبت ادا کرتے ہیں کہ آئندہ کے لئے وہ اپنے آپکو ایسے قبیح منظر میں ظاہر نہ کریں اور ایسی کرتوت کو بالکل متروک کر دیں کیونکہ انکے حسب عالیہ و نسب متعالیہ سے بدرجہا یہ بعید ہے ؎ من آنچہ شرط بلاغ است با تو میگویم۔ تو خواہ از سخنم پند گیر و خواہ ملال۔ غرض شیعوں کے نزدیک افضل و برتر صحابۂ رسول کے مسلم و مقبول ہیں۔ جو کامل الایمان و راسخ الایقان ہیں نہ ہر کالا۔ گورا۔ چنانچہ قصۂ حضرت آدم علیہ السلام ہیں انہی کی شان والا میں حجت خدا نے اپنی تفسیر مبارک میں لفظ اخیار یعنے صحابہ برگزیدہ و نیکو کار استعمال فرمایا ہے اور اس حدیث کو بھی مولف نے غلط و ناقص طور سے نقل کیا اور اپنی بے ہموار طبیعت کے موافق ترجمہ کیا۔ غرض یہ تھی کہ عوام کالانعام دھوکھا میں آئیں اور انکو ورغلا کر اپنا مرید بنائیں کہ دیکھو تمام سادات شیعہ اسماعیلی تو شیعہ ہیں لیکن میں خود ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے مذہب کی کتابوں میں فضائل صحابہ دیکھکر سُنی ہو گیا ہوں اور اپنے آبا و اجداد کے طریق مستقیم کو چھوڑ دیا ہے۔ واہ رے شان سیادت۔ ... وہ حدیث مبارک یہ ہے کہ ... و دیگر علماء نے جب توبہ و انابت حضرت آدم کو متوسل بمحمد و آل محمد علیہم السلام ... صحابہ اخیار و ابرار ... فرمایا تو ... حضرت آدم ... متعلق

فضائل نفوس مقدسہ معظمہ کے ارشاد باری یوں نافذ ہوا۔ "ان اللہ لیفیض علی
کل واحد من محبی محمد و آل محمد واصحابہ الاخیار من الرحمۃ لو
قسمت علی عدد کعدد کل ما خلق اللہ من اول الدھر الی آخرہ وکانوا
کفارا لکفاھم ولاداھم الی عاقبۃ محمودۃ الایمان باللہ حتی یستحقوا
بہ الجنۃ۔ وان رجلا ممن یبغض آل محمد واصحابہ الاخیار او واحد
منھم لعذبہ اللہ عذابا لو قسم علی مثل عدد خلق اللہ تعالیٰ لاھلکھم
اجمعین۔ (صفحہ ١٩٦ تفسیر) یعنی بہ تحقیق خدائے تعالیٰ ہر شخص کو جو
محمد اور اُس کی آل اور اس کے اصحاب اخیار کا دوست ہے اس قدر اپنی
رحمت سے مستفیض و مالا مال کرتا ہے کہ اگر ابتدائے زمانہ سے لیکر آخر زمانہ
تک کی تمام مخلوق پر اس کو تقسیم کیا جائے اور وہ سب کافر ہوں تو سب کو
کافی ہو۔ اور انکی عاقبت بخیر ہو جائے یعنے وہ خدا پر ایمان لے آئیں اور
جنت کے حقدار ہو جائیں اور جو شخص کہ اس کی آل و اطہار و اصحاب اخیار
(برگزیدہ و نیکوکار تو ہر قسم کے سیاہ و سفید) سے یا انمیں سے کسی ایک سے
بغض رکھتا ہو۔ اس کو خدا تعالےٰ ایسے سخت عذاب میں مبتلا کریگا کہ اگر اُس کو
تمام خلق پر بانٹا جائے تو سب کو ہلاک کر دے۔

پس یہاں بلفظ اخیار برگزیدہ و نیکوکار صحابہ کی تخصیص ہے۔ لہذا بحمد اللہ شیعوں
کی ذات خواہ مخواہ حضرت کے صحابہ کو غیبت و بہتان و افترا سے ملوث کرنے اور
ہو جو انکو برا بھلا کہنے سے پاک و صاف ہے۔ ایسے عیوب کے ارتکاب سے جیسے
یہ خود بری الذمہ ہیں ویسے ہی انکے اکابر قدما رضوان اللہ علیہم۔ شیعوں کو ناحق
متہم کیا ہے و افترا کیا ہے۔ لاریب جن لوگوں نے جناب رسول خدا اور افضل الصحابۃ
کی غیبت کی اور انپر تہمت و الزام لگائے اور افترا کیا وہ گنہگار ہیں۔ پس انکو
گنہگار کہنا تو گناہ نہیں۔ لہذا ہم پوچھتے ہیں کیا حضرت مسطح بھی شیعہ تھے جو
اہل بدر سے ہیں اور وہ تھے زمرۂ بیعۃ الرضوان جنہوں نے رد کی تھی افتشا پر

تہمت لگائی تھی اور چابک کھائے تھے - اور کیا طلحہ و زبیر و معاویہ بھی شیعہ تھے کہ حضرت امیر علیہ السلام پر خون عثمان کی تہمت لگا کر باغی ہوئے - کیا وہ صحابہ بھی شیعہ تھے کہ دروازوں کے بند ہونے کے وقت رسول خدا کی غیبت کی کہ علیؑ کا دروازہ بہ رعایت رشتہ داری کھلا رکھتے ہیں - اور ہمارے دروازے بند کراتے ہیں (جذب القلوب) اور صلح حدیبیہ میں نبوت آنحضرتؐ پر شک کرنا پھر وقت قلم و دوات تہمت ہذیان لگانا کیا شیعوں کا فعل تھا - ایسے ہی اسامہ کی امارت پر رسول خدا کو متہم بخلاف گوئی شیعوں نے کیا تھا اور جیش اسامہ سے پیچھے ہٹ رہے تھے - جس کی پاداش میں حضرت سے خوب صلا پایا (ملل و نحل)

ہمارے مخاطب معروز بھی عجیب طرز کے انسان ہیں اور کیا بے تُک باتیں کرتے ہیں جنسے کمال تعجب آتا ہے اور اُلٹا اُنکو خائب و خاسر ہونا پڑتا ہے بہتر ہے کہ اپنی چال موجودہ سے ہٹ کر کوئی اور نیک رویہ اختیار کریں نہیں تو اُنکے

لطیفہ

یہ منطقی انڈے کس کام کے جب لینے کے دینے پڑیں - چنانچہ کسی منطقی صاحب سے اُن کے والد نے جب کہ دونوں شریک طعام تھے - پوچھا کہ منطق پڑھکر تم نے کیا فائدہ اُٹھایا - اگر دینی علم پڑھتے - تو کچھ عقبیٰ کا بھی فائدہ ہوتا - جواب دیا - جناب بہت کچھ فائدہ ہوا - اتنا فائدہ کیا کم ہے - کہ ایک چیز کو دو ثابت کر سکتا ہوں - کہا اچھا - اب یہ جو انڈا رکھا ہے - بھلا اس کو دو ثابت کر دکھاؤ - کہا اچھا - سُنیئے دو چیز ہوا کرتی ہیں - ایک کلی - دوسری جزئی - کلی وہ ہے - جو اپنے افراد پر علی السویہ صادق آئے - اور جزئی وہ ہے جو اپنے کلی کے افراد میں سے ایک فرد ہو - جیسے انسان کلی - اور زید جزئی ہے - پس اسی طرح سے ایک تو وہ انڈا ہے جو کلی ہے - اور دوسرے یہ جو جزئی ہے - پس دو ثابت ہو گئے - باپ نے اُس انڈے کو اُٹھا کر کھا لیا - اور کہا کہ بیٹا وہ جو انڈا تم نے

منطق سے ثابت کیا ہے اُسکو تم بجھاؤ - منطقی صاحب کھسیانہ ہوکر رہ گئے - اور کلی - جزئی بالائے طاق رہگئی -

شاہ صاحب کا وہی وہی خیال ہے - کہ اپنی عقل کے زور سے ایک کو دو ثابت کرنا چاہتے ہیں - مگر معاملہ برعکس پڑتا ہے - کہ اپنا اصل مایہ بھی دے بیٹھتے ہیں بیشک کچھ شک نہیں کہ حضرت شاہ جی ہیں خوب شخص یہ اور بات ہے کہ ذرا . . . . آپ نہایت فصیح و بلیغ لہجہ میں یہ فرماتے ہیں کہ "پھر جو ایسی امت کی شکایت کرے یا حضرت کے ایسے اصحابوں کو بُرا کہے اور ایسے امام کی کلام سُنکر حضرت کے اصحابوں پر ایمان نہ لائے - تو پھر اس کے ایمان پر کیا گمان کیا جاوے" واہ رے میاں مٹھو - عجب تیری بولی - یہ ہے شاہ کی عقل - اور یہ ہے اُنکا علمی پہلو - کہ تمام اُمت کا سہرا گاتے ہیں اور جملہ صحابہ کی خیر مناتے ہیں - ارے شعور مند - تمام اُمت ممدوح نہیں - جب حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات روحی لہ الفداء نے یہہ فرمایا ہے - کہ میری امت تہتر ۷۳ فرقہ پر منقسم ہوگی - ایک ہی اُن میں سے ناجی - باقی بہتر ۷۲ فرقہ ناری و ہالکی (ستفترق اُمتی علی ثلث وسبعین فرقۃ کلھم فی النار الا واحدۃ) (تفسیر در منثور جلد ثانی صفحہ ۶۲)

فرقہ ناجیہ

اب ہم یہہ تلاش کرنا چاہتے ہیں کہ وہ ایک فرقہ ناجی و فلاحی کون ہے خداوند عالم فرماتا ہے - واتبعوا النور الذی انزل معہ اولئک ھم المفلحون - (اعراف ع ۱۹) یعنے جن لوگوں نے اس نور کی پیروی کی ہے - جو پیغمبر کے ساتھ ہی اُتارا گیا ہے - وہی ناجی و فلاحی ہیں - وہ نور جو پیغمبر کے ساتھ ساتھ اُترا ہے یعنے جس کو پیغمبر سے معیت تامہ مطلقہ کلیہ ہے وہ حضرت علی ہیں - جس کی تصریح صحیح بالفاظ صریح خود سرور مسیح نے خود ہی فرمائی ہے - انا و علی من نور واحد

(مودۃ القربےٰ) پس اس نور ولایت و ماہتاب امامت و وصایت کے پیرو ناجی و فلاحی ہیں۔ چونکہ بعد پیغمبرؐ شیعہ اثنا عشریہ اسی نور موفور البرکت والسرور کو مطاع واجب الاتباع جانتے ہیں۔ اور اسی کی پیروی کرتے ہیں پس لا محالہ یہی ایک فرقہ ناجی ہے باقی سب ناری و ہالکی۔ چنانچہ تفسیر پرتنویر حضرت حجۃ اللہ القدیر امام احد عشر علیہ الصلوات والتحیات الوفیر الکثیر سے بھی اسی امر کی تنبیہ و تبصیر و توضیح و تشہیر از جانب خداوند علیم و خبیر سمیع و بصیر بذکر جناب موسےٰ کلیم اللہ سرچہ تبشیر دلپذیر جلوہ التافیر ہے۔ مؤلف رسالہ رد شیعہ کا یہ شیوہ خسیس و حقیر ہے کہ خواہ مخواہ عبث و بے جا اس سے اپنا اثبات مدّعا کیا ہے ؎ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

"فرائد السمطین مسند احمد بن حنبل حلیۃ الاولیاء مناقب اخطب خوارزم وغیرہ کتب اہل سنت میں ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ فرمایا جناب پیغمبرؐ خدا علیہ التحیۃ والثناء نے (۱) من احب ان یحیی حیواتی و یموت مماتی و یسکن الجنۃ الخلد التی وعدنی ربی وغرس فیہا فلیتمسک بولایۃ علی ابن ابیطالب فانہ لن یخرجکم من ھدی و لن یدخلکم فی ضلال۔ یعنے جو شخص یہ چاہے کہ وہ زندگی کرے ہماری زندگی کے ساتھ۔ اور مرے ہماری موت کے ساتھ اور رہے ہمارے ساتھ جنت میں جس کا وعدہ مجھسے میرے رب نے کیا ہے۔ تو اس کو لازم ہے کہ متمسک بولایت علیؑ ہو کیونکہ وہ تم کو ہرگز ہدایت سے نہ نکلنے دیگا۔ اور نہ گمراہی میں پڑنے دیگا۔ (انوار الحق صفحہ ۱۲) (۲) علی کباب حطۃ من دخل منہ کان مؤمنا ومن خرج منہ کان کافرا۔ یعنے علی مرتضےٰؑ کی مثال مانند دروازہ حطہ کے ہے کہ جو شخص اس میں داخل ہوا مومن ہے۔ اور جس نے اس سے خروج کیا کافر ہے یعنے جس نے علی مرتضےٰؑ کو بعد رسولؐ امام اور خلیفہ برحق قرار دیا۔ وہ مومن ہے۔ اور جس نے اس کے خلاف کیا۔ کہ اس کو امام مطلق و خلیفہ برحق نہ مانا وہ کافر

ہوا۔ (انوار الحق صفحہ ۱۴۳)۔(۴۲) کتاب اصابہ میں ترجمہ ابی لیلی الغفاری درج ہے۔ قال سمعت رسول اللہؐ یقول ستکون من بعدی فتنۃ فاذا کان ذلک فالزموا علی ابن ابی طالب فانہ حبل اللہ واول من آمن واول من یصافحنی یوم القیامت وھو الصدیق الاکبر وھو فاروق الاعظم وھو ذو النور وھو یعسوب المؤمنین والمال یعسوب المنافقین۔ یعنے ابو لیلے کہتے ہیں کہ میں نے پیغمبرؐ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا۔ کہ بہت جلد میرے بعد فتنہ حادث ہوگا۔ پس جس وقت وہ فتنہ واقع ہو تم لوگ ساتھ دو علی مرتضےٰؑ کا کہ بہ تحقیق وہی خدا کی مضبوط رسی اور سب سے پہلے ایمان لانے والا ہے۔ اور سب سے پہلے قیامت کے دن مجھسے مصافحہ کریگا اور وہی ہے صدیق اکبر۔ اور وہی ہے فاروق اعظم۔ اور وہی ہے ذو النور۔ اور وہی ہے مومنوں کا سردار۔ اور منافقوں کا سردار مالِ دُنیا ہے۔ (انوار الحق صفحہ ۱۴۳)

اس حدیث کا مطلب بہت صاف ہے کہ جناب پیغمبرؐ خدا فرماتے ہیں۔ کہ میری وفات کے بعد ہی اُمت میں فتنہ حادث ہوگا۔ اور غیر مستحق لوگ مسند خلافت پر جلوس کرینگے۔ اے مسلمانو تم علیؑ کا ساتھ دینا۔ کیونکہ میرا خلیفہ برحق اور سب امت سے مقدم و بہتر وہی ہے۔ کہ سب سے پہلے وہی ایمان لایا ہے۔ اور سب سے پہلے وہی قیامت کے دن مجھ سے مصافحہ کریگا۔ اون غیر مستحقوں میں سے ایک شخص اپنے آپکو صدیق لیکر دعویدار خلافت ہوگا۔ مگر یاد رکھو کہ وہ اس دعوے میں کاذب ہے۔ درحقیقت صدیق اکبر علی مرتضےٰؑ ہے۔ پھر اون غیر مستحقوں میں سے ایک اپنا لقب فارق ظاہر کرے گا۔ مگر یقین سمجھو۔ کہ وہ بھی اپنے دعوے میں کاذب ہے۔ کیونکہ فی الاصل فاروقِ اعظم اس اُمت کا علی مرتضےٰؑ ہے۔ پھر ایک اور غیر مستحق اپنے آپکو ذو النور اور مسلمانوں کا سردار ظاہر کریگا۔ مگر یاد رکھو کہ ذو النور

اور سو مننوں کا سردار پیشوا علی مرتضےٰؑ ہے۔ مگر منافقین بطمع مال و دنیا اُس غیر مستحق جعلی پیشوا کو سردار بنا ئینگے۔ جس کا دعوے مالدار اور غنی ہونے کا ہوگا۔ (فافھم و تدبر)

علاوہ ازیں حدیث ثقلین اور حدیث ولآیت اور حدیث منزلت اور حدیث سفینہ وغیرہ احادیث نبویہ سے مستفاد ہے۔ کہ اتباع اہل بیت خصوصًا اطاعت مرتضوبہ موجب فلاح و رشاد ہے۔ قال اللہ تعالےٰ واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا ولا تفرقوا۔ (آل عمران ع ۱) - ایسے تم سب خدا کی رسی کو مضبوط پکڑ لو۔ اور متفرق مت ہو۔ خدا کی رسی کیا ہے۔ وہی ہے جس کی تصریح پیغمبر خدا صلعم نے فرمائی ہے۔ انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی اھلبیتی انھما حبل اللہ ممدود ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی و انھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض ؕ۔ یعنے میں تم میں دو گران قدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک تو خدا کی کتاب دوسری اپنی عترت اہلبیتؑ یہی دونوں خدا کی مضبوط رسی ہیں۔ اگر تم ان دونوں سے متمسک رہوگے۔ تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ اور یہ دونو ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے۔ حتے کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچ جائیں۔ (مشکوٰۃ وانوار الحق وغیرہ)

ہر ایک عاقل یہیں سے استنباط کرسکتا ہے۔ کہ آیت "واعتصموا" کی تشریح جناب رسول خدا نے کس خوبصورتی سے فرمائی ہے۔ اور صاف روشن کر دیا ہے۔ کہ "حبل اللہ" یہی قرآن و اہل بیتؑ ہیں جو کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے۔ اور رسی کہتے اُسی کو ہیں۔ جس کی دو لڑیاں آپس میں گتھی ہوئی ہوں۔ جب دو لڑیاں جُدا ہو گئیں۔ تو رسی کا اطلاق اُن پر سے جاتا رہا۔ اور نہ وہ پھر قائم رہ سکتی ہیں۔ جبھی تو "لن یفترقا" فرمایا دوسری حدیث میں "علی مع القرآن و القرآن مع علی" وارد ہوا ہے یعنی علیؑ قرآن کے ساتھ

ہے۔ اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے۔ اب علیؑ اور قرآن میں جدائی بالکل ناممکن ہے بلکہ جناب امیرؑ کا اپنا ارشاد ہے۔ کہ "انا قرآن ناطق وھذا قرآن صامت" یعنے میں قرآن ناطق ہوں۔ اور یہ قرآن صامت ہے۔ تو کیا اب علیؑ کی پیروی قرآن کی پیروی نہیں ہو سکتی۔ جس طرح قرآن صامت کا حرف حرف حکم قرآن صامت کا رکھتا ہے۔ اسی طرح قرآن ناطق کے جسم اطہر کا بال بال حکم قرآن ناطق کا رکھتا ہے۔

جناب امیرؑ کا ایک رکاب سے دوسری رکاب میں پاؤں ڈالنے تک ختم قرآن کرنا مستبعد نہیں ہے

پس ایک رکاب سے دوسری رکاب میں پاؤں ڈالنے تک جناب امیرؑ کا ختم قرآن کرنا کیونکر مستبعد ہوگا۔ جبکہ آپ کے جسم اطہر کا بال بال قرأت کلام ذوالجلال میں مصروف ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ جس شیٔ کا شمار نہ ہو چکا ہو۔ اس کی گنتی البتہ دیر پذیر ہوگی۔ مثلاً ایک جگہ دو لاکھ درخت آم کا موجود ہے اور اُن کا شمار معلوم نہیں ہے۔ پس جب اُنکو گنا جائیگا۔ تو بہت وقت صرف ہوگا۔ اگر وہ پہلے سے شمار کئے جا چکے ہیں۔ اور کسی نے آکر یہ پوچھا ہے۔ کہ یہ کتنے درخت ہیں۔ اور بتلانے والے نے یہ کہا ہے کہ دو لاکھ۔ پس اس میں کیا دیر ہوئی۔ اسی طرح جب قرآن مجید کے حرف حرف اور نقطے نقطے کا احصاء سینۂ امامؑ ھدا ہی میں ہو چکا ہے۔ (وکل شیئٍ احصیناہ فی امام مبین ۵) تو جناب امیرؑ کو ایک رکاب سے دوسری رکاب میں پاؤں ڈالنے تک قرآن کے ختم کرنے میں کیا دیر لگیگی۔ خدا نے جو قرآن میں جا بجا "صراط مستقیم" پر چلنے کا حکم فرمایا ہے۔ تو وہ صراط مستقیم یہی اتباع محمدؐ و آل محمدؑ ہی ہے۔ چنانچہ خداوند عالم فرماتا ہے۔ وَهٰذَا صِرَاطُ عَلِيٍّ مُسْتَقِيْمٌ۔ (الحجر ۴) یعنی یہی علیؑ کا راستہ سیدھا راستہ ہے۔ اگر حروف مقطعات قرآن کے تکرارات کو حذف کرکے جمع کیا جاوے تو یہ عبارت نکلتی ہے۔ صراط علیٍّ

حق بہ تمسکہ۔ یعنی علیؑ کا راستہ ہی سیدھا راستہ ہے ہم اسی سے تمسک
کرتے ہیں۔ اسی سیدھے راستے کی پیروی کرنے کے لئے خدا نے یہ حکم دیا ہے۔
وان ھذا صراطی مستقیماً فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق
بکم عن سبیلہ ذالکم وصٰکم بہ لعلکم تتقون۔ (انعام ع ۱۹) یعنے
یہی میرا سیدھا راستہ ہے اسی پر چلو اور دوسرے راستوں کی پیروی مت
کرو۔ وہ تمہیں خدائی راستہ سے الگ کر دینگے۔ تمہیں اس بات کی ہدایت کیجاتی
ہے۔ شاید تم کچھ خوف کرو۔ (اور اسپر عمل کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ)۔ اس
آیت کو آیت "واعتصموا" سے کیا نسبت ہے۔ کہ وہاں "حبل اللہ" فرمایا۔
اور یہاں "صراطی"۔ وہاں حکم دیا "واعتصموا"۔ اور یہاں "فاتبعوہ"
اسی طرح وہاں ہے "لا تفرقوا" اور یہاں "لا تتبعوا السبل فتفرق بکم"
چونکہ "حبل اللہ" اہل بیت پیغمبر ہیں۔ پس "ان ھذا صراطی" سے بھی وہی مراد
ہیں۔ مشکوٰۃ شریف باب مناقب العشرہ صفحہ ۵۴۷ میں قیل یا رسول اللہ
من نؤمر بعدک قال ان تؤمروا ابا بکر تجدوہ امینا زاھدا
فی الدنیا راغبا فی الاخرۃ وان تؤمروا عمر تجدوہ قویا امینا لا یخاف
فی اللہ لومۃ لائم وان تؤمروا علیاً ولا اراکم فاعلین ھذا تجدوہ
ھادیا مھدیا یاخذ بکم الطریق المستقیم۔ (رواہ احمد)
یعنی جناب رسالتمآب صلعم سے پوچھا گیا۔ کہ بعد آپ کے یا رسول اللہ ہم کس کو اپنا
امیر بنائیں۔ فرمایا حضرت نے اگر تم نے ابوبکر کو اپنا امیر کیا۔ تو وہ دنیوی
معاملات میں خوب دسترس رکھتا ہے۔ اور اپنے مال کار کو اچھی طرح سوچتا
ہے۔ اگر تم نے عمر کو امیر کیا۔ تو وہ ایسا مضبوط اور تنومند ہے۔ کہ کسی
ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتا۔ اگر تم نے علیؑ کو امیر کیا۔ تو وہ
ہدایت یافتہ ہے اور ہدایت کرنے والا ہے کہ تم کو طریق مستقیم یعنے خدا کے
سیدھے راستہ پر چلائیگا۔ مگر مجھے یقین ہے۔ کہ تم اس کو ہرگز اپنا امیر نہ

کروگے۔ (فافہم وتفکر۔)

صراط مستقیم

علاوہ ازیں خطبہ غدیر میں جناب نبی بشیر ونذیرؐ نے حضرت امیرؑ کی خلافت مطلقہ کلیہ کی تنصیص وتشہیر کے موقع پر صراط مستقیم کی اچھی طرح سے تخصیص وتبشیر فرمائی ہے کہ اے گروہ مردم بیشک اللہ نے مجھکو امر فرمایا۔ اور نہی فرمائی۔ اور میں نے علیؑ کو امر کیا۔ اور نہی کی۔ پس اُس نے امر و نہی پروردگار کو جان لیا اب تم اُس کے حکم کو سنو۔ تاکہ تم کو امر و نہی سے علم ہو۔ اس کی اطاعت کرو۔ تاکہ ہدایت پاؤ۔ اُس کے منع کرنے سے باز رہو تاکہ رشد حاصل کرو۔ اسی کے مقصد ومقصود کی طرف جاؤ۔ تاکہ اس کی راہ سے تم کو اور راستے متفرق نہ کردیں۔ کیونکہ یہی صراط مستقیم ہے۔ پھر میری اولاد ہے۔ جو علیؑ کی پُشت سے ہے وہ لوگ ایسے امام ہیں۔ جو حق کے ساتھ ہدایت کریں گے۔ اور حق کے ساتھ عدل کریں گے۔ اس کے بعد حضرتؐ نے سورۃ حمد کو آخر تک پڑھکر ارشاد فرمایا۔ کہ میرے اور انہی کے باب میں یہ سورہ نازل ہوا ہے۔ یہی صراط مستقیم اور یہی منعم علیہم ہیں۔ انہی کی ولا موجب حسنات ہے۔ اور انہی کی اتباع ذریعہ نجات ہے۔ انہی کے دشمنوں اور منافقوں پر خدا کا عتاب اور عذاب ہے۔ اور وہی مغضوب علیہم اور وہی ضال ومضل ہیں۔ جنسے بہرحال بریت وبرائت ضروری ہے۔ انتہے۔ (الفوائد الحقی سید زین الورےٰ صفحہ ۶۶)

ان بیانات سے بکمال وضاحت وصراحت ثابت ہوا۔ کہ صراط مستقیم محمدؐ وآلؑ کے طریقہ مقبولہ ومسلوکہ کا نام ہے جو شخص انہی کی اتباع واطاعت کرے گا۔ وہی ناجی وفائز المرام ہے۔ پس ہفتاد وسہ فرقہ امت نبویہؐ میں وہی ایک فرقہ حقہ ناجیہ وفلاحیہ ہے۔ جو انہی کے طریق مستقیم پر چلتا ہے۔ اور وہ نہیں ہے مگر مذہب حقہ وطائفہ محقہ شیعہ اثنا عشریہ خیر البریہ راضیہ ومرضیہ نورانیہ حقانیہ جس پر امت مرحومہ ومعصومہ کا صحیح اطلاق ہے جس کا "حزب اللہ

(مجادلہ ع۳ ۔ مائدہ ع۶) اور فریقٌ فی الجنۃ (شوریٰ ع۱) ہونے کا عین تحقاق ہے جس کے مدارج عالیہ و مراتب متعالیہ کا جناب کلیم حبیب حلیم و کریم پیغمبرؐ کو اشتیاق ہے ۔ جو "الذین امنوا و عملوا الصالحات ۔ (رعد ع۴) کا مصداق ہے جس کی جنت اعلیٰ مشتاق ہے ۔ "طوبیٰ لھم و حسن مآب ۔ (رعد ع۴) جس کا مایہ اخلاق ہے ۔ "انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم ۔ (حجرات ع۱) کے رو سے جس کا باہمی اتفاق ہے کیوں نہ ہو جبکہ ہادیان برحق و اولیاء مطلق کا بدرجہ کمال توجہ صادقہ اور وفور اشفاق ہے ۔ ؎

ہے ثابت و روشن جو کرو خوب نگاہ ٭ بارہ ہیں امامت کے فلک بارہ ماہ
بے شبہ کہ باخدا ہیں اثنا عشری ٭ بارہ ہیں حروف لا الٰہ الا اللہ

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۴ کتاب العلم میں ہے ۔ کہ ایک روز حضرت عمر ابن خطاب حضور اقدس جناب رسالت مآبؐ نسخہ توریت کو پڑھنے لگے ۔ جس سے رنگ چہرۂ مبارک نبویؐ متغیر ہو گیا ۔ حضرت ابوبکرؓ نے اُن سے کہا تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے کیا تو نہیں دیکھتا کہ حضرتؐ پر کیسا رنج و ملال طاری ہے حضرت عمرؓ نے حضرتؐ کے غیظ و غضب کو دیکھکر کہا اعوذ باللہ من غضب اللہ و غضب رسولہ

[illegible]

یعنی میں غضب خدا اور غضب رسولؐ سے پناہ مانگتا ہوں اور راضی ہوا میں اس بات پر کہ خدا میرا رب ہے ۔ اور محمدؐ نبی ہے ۔ حضرتؐ نے فرمایا ۔ والذی نفس محمد بیدہ لو بدء لکم موسیٰ فاتبعتموہ و ترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل ولو کان حیا و ادرک نبوتی لاتبعنی ۔ یعنی قسم ہے اس معبود برحق کی جس کے قبضۂ قدرت میں روح محمدؐ ہے کہ اگر موسیٰؑ ظاہر ہوں تو تم مجھکو چھوڑ دو گے اور اُن کے تابع ہو جاؤ گے ۔ اور گمراہ ہو گے تم خدا کے سیدھے راستے سے حالانکہ وہ اگر زندہ ہوتے اور میرے عہد نبوتؐ کو پاتے تو میری متابعت کرتے انتہے ۔

اس سے چند امور بصراحت ثابت ہوئے۔ اوّل یہ کہ حضرت عمرؓ کو مذہب یہود سے طبعی میلان تھا۔ ورنہ بموجودگیٔ قرآن شریف وہ ہرگز نسخۂ تورات کو نہ پڑھتے۔ جس سے حضرتؐ کا چہرہ مبارک متغیر ہوا۔ پس خدا کے اس فرمان کی جناب موصوف نے صریح مخالفت کی۔ یاایہا الذین آمنوا لا تتخذوا الیہود والنصاریٰ اولیاء بعضہم اولیاء بعض ومن یتولہم منکم فانہ منہم الخ۔ (المائدہ ع) یعنے اگر تم ایماندار ہو تو یہود و نصاریٰ کو ہرگز دوست نہ پکڑو۔ وہی ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اگر تم میں سے کسی نے انکو دوست پکڑا تو وہ بھی اُنہی میں سے ہے (من تشبہ بقوم فھو منھم) دوم اُنہوں نے پیغمبر صلعم کو رنج دیا جس سے حضرتؐ کو غصہ آیا۔ اور حضرت ابوبکر نے اُن کو ایک موٹی سی گالی دیکر روکا۔ پس ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم الخ۔ کے وہ مصداق ہوئے۔ (احزاب ع)
سوم غضب خدا اور غضب رسولؐ کے مورد ہوئے جس کی وجہ سے استعاذہ کیا۔ پس وہ مغضوب علیہم کے زمرہ میں داخل ہیں۔ اور مغضوب علیہم کی نسبت یہ ارشاد ہے۔ یاایہا الذین آمنوا لا تتولوا قوما غضب اللہ علیہم الخ۔ یعنے اے ایمان والو تم اس قوم سے مت دوستی رکھو۔ جس پر خدا کا غضب نازل ہے اسی لئے ہم اُن سے دوستی نہیں رکھتے۔ بلکہ ہمیشہ اُنسے مبیحہ و پیکار رہتے ہیں۔ بھلا اُس سے واسطہ کیا رابطہ کیا۔ جس پر خدا کی..... (ممتحنہ ع) چہارم وہ دین مبین سے گمراہ ہوئے چنانچہ پیغمبر صلعم نے خدا کی قسم کھا کر فرمایا۔ لضللتم عن سواء السبیل یعنے تم تو خدا کے سیدھے راستے سے گمراہ ہو گئے ہو۔ پس وہ ضالین سے ہیں اور جو خود ضال ہو۔ وہ دوسرے کو کب ہدایت کریگا۔ بلکہ گمراہ کرے گا۔ ؎

این حق بداں کہ ہر کس پیرو دگر بود ٭ کور سے یکے عصاکش کورے دگر بود۔

پنجم۔ وہ پہلے خدا کے رب ہونے اور محمدؐ کے نبی ہونے پر راضی نہ تھے۔ اسی

دن اس بات کا اقرار کیا جس سے اُنکا شاکی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اسی لئے تو صلح حدیبیہ کے دن بھی نبوت میں شک فرمایا پس جو شخص خود شاکی فی النبوت ہو۔ وہ دوسرے کو کب راہ حقیقت پر پہنچائیگا۔ ششم اُنہوں نے حضرت موسےٰ کو جناب خاتم الرسل و فخر الانبیاء پر فوق و فضیلت دی ہے۔ جس کی تصدیق خود پیغمبر نے فرمائی۔ کہ اگر موسےٰ ظاہر ہو تو تم مجھکو چھوڑ دوگے۔ اور اُنکے تابع ہو جاؤ گے۔ پس جس کو معرفت محمدی حاصل نہیں وہ خلیفہ اور جانشین محمدی کیونکر ہو سکتا ہے۔

جناب عمر کو فرقۂ یہود سے کوئی ایسا گہرا تعلق تھا۔ کہ لقب فاروق بھی اُن کو اُنہی سے ملا ہے۔ شیخ جمال الدین محدث روضۃ الاحباب میں لکھتے ہیں کہ محمد بن سعد کا کاتب واقدی از زہری روایت کردہ کہ گفت بما رسیدہ کہ اہل کتاب (یہود) اول ویرا فاروق خواندند۔ مسلمانان متابعت ایشان کردند۔ واز پیغمبر صلعم دریں باب چیزے نہ رسیدہ (ایضاً تاریخ طبری صفحہ ۲۷-۲۹)

پس اہل سنت جو اُن کو بعنوان حضرت فاروق کہتے ہیں۔ وہ یہودیوں ہی کی متابعت کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ سنہری زنجیر اونہوں نے اُن کے گلے میں ڈالی ہے۔ اور ہم جو حضرت امیرؑ کی نسبت خطاب موصوف استعمال کرتے ہیں۔ وہ عین اتباع رسولؐ ہے کیونکہ یہ لقب یا بقیہ القاب مثلاً صدیق اکبر و ذو النور۔ و یعسوب المسلمین و امیر المومنین وغیرہ وغیرہ یہ خدا اور رسولؐ کی طرف سے اُنکو مرحمت ہوئے ہیں۔ (کما بیناہ سابقاً)

قید تعصب سے بعقلمند کو رہا ہو کر انصاف کرنا چاہئے۔ کہ ایسے شخص کا شمار صحابہ میں کیونکر شمار ہوگا۔ جس کو بابت صدا اہل یہود سے تعلق تھا۔ اور کیونکر اس کو سالک صراط مستقیم کہا جائیگا۔ جس سے اتنی فاحش غلطیاں ہوئیں صحابہ کا یہ حال ہے۔ کہ اگر اُنکا ایمان صحیح و سلامت۔ تو صاحبان فضل و کرامت۔

نہیں تو اُن کے لئے صاف ندامت و ملامت۔ سب کچھ صحت ایمان و درستیٔ خاتمہ پر موقوف ہے۔ کنعان پسر نوحؑ کا حال مشہور و معروف ہے۔ کہ جب اُس کا ایمان صحیح نہ تھا۔ تو اُس کو خدا نے حضرت نوحؑ کی اہلیت سے بھی خارج کر دیا۔ انّہ لیس من اھلک انّہ عمل غیر صالح۔ (ھود ع۶) حالانکہ وہ ولد صلبی حضرت نوحؑ کا تھا۔ مگر کفر نے اس کو علیحدہ کر دیا۔ حضرت سلمان رضہ جو کامل الایمان و راسخ العرفان تھے۔ حضرت نے فرمایا سلمان منّا اھل البیت۔ پس نجات و فلاح مشروط بشرط صحت ایمان و درستیٔ خاتمہ ہے۔ نہ معلوم یہ بات کیوں ڈہ گئی ہے۔ کہ الصحابۃ کلھم عدول۔ یعنے اصحاب سارے عادل ہیں۔ اور اصحابی کالنجوم بایّھم اقتدیتم اھتدیتم یعنے میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں۔ جس کی پیروی کروگے ہدایت پاؤگے حالانکہ بعض ایسے بھی ہیں جن کا جہنمی ہونا حتمی ہے۔ لا یستوی اصحاب النّار و اصحاب الجنّۃ اصحاب الجنّۃ ھم الفائزون۔ چنانچہ بیس حدیثیں صحیح مسلم میں اور آٹھ صحیح بخاری میں۔ اسی طرح ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ میں اور دو حدیثیں مشکواۃ میں ہیں۔ کہ فرمایا جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے کہ میں حوض کوثر پہ کھڑا ہوا دیکھو نگا۔ کہ فرشتگان عذاب ایسے شخصوں کو پکڑ کر لاوینگے۔ کہ جن کو میں اور وہ مجھکو پہچانتے ہونگے میں کہوں گا۔ کہ یہ میرے اصحاب ہیں انکو چھوڑ دو۔ بجواب فرشتے عرض کریں گے کہ آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے بعد انہوں نے بہت کچھ احداث و بدعات کئے تھے۔ اسوقت میں کہونگا۔ کہ انکو اوندھے مونہہ جہنم میں ڈالدو۔

یہ اصحاب وہی اصحاب ہیں جنکی بابت حضرت علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ شتر کا سوراخ سوزن سے گزر جانا آسان امر ہے۔ مگر ان اصحاب عقبہ کا بہشت میں جانا دشوار ہے۔ یہی لوگ اصحاب عقبہ ہیں۔ جنہوں نے پیغمبرؐ کے قتل کرنے کا ارادہ کر کے حضرت کے اونٹ کو ڈرایا تھا۔ اور وہ چودہ شخص

ہیں۔ جنکے اسما حضرت حذیفہ کے سپرد کئے گئے تھے۔ شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی نے بھی اپنے تحفہ میں اس کو تسلیم کیا ہے۔ کہ اس بزرگ صحابی سے حضرت عمر صاحب مدام پوچھا کرتے تھے۔ کہ بھائی سچ کہنا۔ میرا نام تو تمہاری فہرست میں حضرت نے نہیں لکھایا۔ کیونکہ حضرت کی طرف سے تم ہی امین اسرار و صاحب علم المنافقین ہو۔ جناب حذیفہ بن الیمان علیہ الرحمت والرضوان نے جواب میں فرمایا۔ انت اعلم بہ نفسک" تم اپنی حالت سے بہتر خبر رکھتے ہو۔ سمجھ لو۔ اگر اس شب میں تم شریک جماعت مفسدین تھے تو پکے منافق ہو۔ ورنہ نہیں۔ (احیاء العلوم غزالی جلد رابع صفحہ ۸۸)

امام ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں۔ کہ حضرت عمر نے فرمایا۔ با اللہ یاحذیفۃ انا من المنافقین۔ خدا کی قسم اے حذیفہ میں از جملہ منافقین ہوں۔ معلوم ہوا کہ انکو اپنے نفاق میں شک بھی نہ تھا۔ بلکہ یقینی طور سے اپنی ذات کو منافق سمجھتے تھے۔ (دیکھو کتاب مستطاب شواہد النبوۃ ملا جامی صفحہ ۱۱۰ وسیرۃ المحمدیہ صفحہ ۳۵۶ وروضۃ الاحباب جلد اول صفحہ ۱۱۲ وتفسیر معالم التنزیل بغوی صفحہ ۴۱۳ وسیرۃ الحلبیہ جلد ۳ صفحہ ۲۰۰ وتفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۴۸۶)

اصحاب لیلۃ العقبہ

وہ اصحاب لیلۃ العقبہ جن کی تعداد چودہ تک ہے یہ ہیں۔ حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر۔ معاویہ۔ ابوسفیان۔ طلحہ۔ سعد بن ابی وقاص۔ ابو عبیدہ بن الجراح۔ ابوالاعور۔ مغیرہ بن شعبہ۔ سالم مولا ابو حذیفہ۔ خالد بن الولید۔ عمرو بن العاص۔ ابو موسیٰ اشعری۔ عبد الرحمن بن عوف۔

پس یہ حدیث اصحابی کالنجوم اگر صحیح بھی مان لی جائے۔ تو بھلا ان اصحاب کی اقتداء سے کون ہدایت پائے گا۔ جو درپئے قتل جناب خاتم الرسل ہوئے اور جن کا احداث اور اقامۂ بدعات و سیئات بایں حد کہ شتر کا سوراخ

سوئون سے گذر جانا سہل ہے - اور انکا داخل جنت ہونا مشکل - ولا یدخلوا الجنة حتی یلج الجمل فی سم الخیاط - (اعراف ع ۵)

شاہ صاحب کی محض غلطی و ناعاقبت اندیشی ہے - کہ خواہ نخواہ لفظ صحابہ پر جان دیتے ہیں - حالانکہ مطلق صحابہ اور صحابہ کل - کامل الایمان نہیں - بعض کو بعض پر فوقیت و تفضیل دینی ہے - تفسیر پر تنویر جناب امام حسن عسکری علیہ السلام میں بھی اسی امر کی تخصیص و تنقیص یقینی ہے - جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں - شعر

صحابہ جملہ گرچہ کالنجوم اند ❊ ولے بعضے کواکب نحس و شوم اند

قال النبی صلعم ان منزلتہ علی منی کمنزلة القمر من الشمس وان منزلة الصحابة منه کمنزلة النجوم من القمر فمنهم سعود ومنهم نحوس - یعنے حضرت صلعم نے ارشاد فرمایا - کہ علی کا درجہ مجھ سے ایسا ہے جیسے ماہتاب کا آفتاب سے اور میرے اصحابوں کا درجہ اس سے ایسا ہے - جیسے ستاروں کا ماہتاب سے پس بعض تو اُن میں سے سعد ہیں - اور بعض نحس ہیں - (انوار الحق صفحہ ۹۲ -)

قال اللہ تعالے شانہ والشمس وضحٰها والقمر اذا تلٰها - قسم ہے آفتاب اور اُس کی روشنی کی اور قسم ہے ماہتاب کی جبکہ وہ اس کے پیچھے آئے - یہ آفتاب و ماہتاب محبوب ذات رب الارباب جناب رسالتمآب اور ولایت مآب محمد مصطفےٰ و علی مرتضےٰ ہیں - جب آفتاب ہمارے اُفق سے غروب ہوا فوراً اس جگہ ماہتاب نے تمام امکان کو روشن کر دیا - مشہور و معروف ہے "نور القمر مستفاد من نور الشمس" چاند کا نور آفتاب کے نور سے مستفاد ہے - پس اصلی نور آفتاب ہی ہے - اسی طرح "نور علیؑ مستفاد من نور النبیؐ ہے" "فالنبیؐ اصل والعلیؑ فرع" نبیؐ اصل ہے اور علیؑ فرع ہے - دونوں ایک اصل سے ہیں - آفتاب رسالت غروب ہوتے ہی ماہتاب ولایت و امامت و خلافت نے

جگمگی۔ اور عالم امکان کو نور تعلیم و تربیت و ہدایت و تبلیغ امر حق سے روشن کرنا شروع کیا۔ و للنعم ما قیل ؎

شق القمر و رجعت الشمس

خلق شد نور علیؑ از شمس صدق ذوالجلال ۔ در حیا بو و فنا ب آں یوں ہمہ یابندہ ہیں
چوں شق القمر شد از ماہ برج حق خود ۔ کرد عالم را منور ایں سپہر دنیا و دین

نبیؐ کے لئے چاند ٹکڑے ہوا۔ علیؑ کے لئے آفتاب ڈوبتے ہوئے لوٹ آیا۔ ثابت کر دیا کہ دونوں کا حکم ماہ و مہر تک جاری ہے ؎

حکم ان کا مہ و مہر پہ عالم میں رواں ہے
شق القمر و رجعت خورشید عیاں ہے

ملاحظہ ہوں کتب تواریخ و سیر و سفر صفین۔ و بابل ایک دفعہ نہیں دو دفعہ رجعت شمس ہوئی ہے ایک دفعہ زمانۂ رسول خدا میں۔ اور ایک دفعہ زمانہ خلافت میں۔ چنانچہ روایت اول کو صاحب جمع الفوائد نے اسماء بنت عمیس سے اور ابن مغازلی نے بھی اسماء سے اور کتاب الارشاد میں۔ ام سلمہؓ جابرؓ اسماءؓ۔ ابو سعیدؓ وغیرہم سے مروی ہے۔ صواعق محرقہ میں بھی یہ روایت موجود ہے۔ دوسری دفعہ کی روایات بحار الانوار۔ اعلام الورٰی۔ شرح ارشاد شیخ مفیدؒ کی شرح کبریت الاحمر و المناقب وغیرہ کتب فضائل میں موجود ہے ؎ ردت الشمس لی ثم دنت من افقی ۔ ولئن حبتی ها ر الکذ تم لم تغب۔ یعنے آفتاب جناب ولایتؑ کے لئے لوٹا اور پھر اپنے اُفق سے چلا۔ اگر وہ جناب اسکو ٹھیرا رہنے کا حکم دیتے تو ہرگز غروب نہ ہوتا۔ و سخر لکم الشمس والقمر (تمہارے لئے خدا نے شمس و قمر کو مسخر کر دیا ہے) کا مصداق حقیقی یہی ہیں۔

(ینابیع المودۃ شیخ سلیمان صفحہ ۱۴۳)

اگر نبیؐ سے چاند نے باتیں کی ہیں۔ تو علیؑ سے آفتاب نے۔ کیوں نہ ہو۔ دونو ایک نور خدا سے ہیں۔ اور شمس و قمر انہی کے نور کا سایہ اور پرتو ہیں حقیقی آفتاب و ماہتاب۔ عالمتاب یہی جناب کرامت و منورت نصاب ہیں (علیہما الصلوٰۃ والسلام)

ماہتابِ فلک اور آفتابِ رسالت کا مکالمہ

صاحب خصائص کبرائے نقل کرتے ہیں۔ کہ عباسؓ بن عبد المطلب نے جناب رسالتمآبؐ سے ایکدن یہہ کہا۔ کہ بھتیجے۔ مجھے تو تمہارے دین میں تمہاری ایک نشانی نے داخل کیا ہے۔ فرمایا۔ چچا وہ کیا تھی۔ کہا جب تم بچے تھے۔ اور گہوارے میں ہوتے تھے۔ تو میں دیکھتا تھا۔ کہ تم چاند سے باتیں کرتے تھے۔ فرمایا۔ ہاں چچا سچ ہے۔ وہ مجھسے باتیں کرتا تھا۔ اور میں اُس سے۔ اور وہ مجھکو رونے سے بہلاتا تھا۔ اور میں اسوقت زیر عرش الٰہی اس کے سجدہ کی آہٹ سُنتا تھا۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ (انوار الحق صفحہ ۹۴) ٭

یہی شرف جنابِ امیرؑ کو بھی حاصل ہے

ابن شیرویہ دیلمی اور عبدوس ہمدانی اور خطیب خوارزمی وغیرہم نے حضرت سلمان کامل الایمان۔ وابوذر معتمد۔ وعمار نیک کردار۔ وابن مسعود مرد ذی جود۔ وابن عباس حق شناس رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے۔ کہ جب بعد فتح مکہ آنحضرتؐ جنگ ہوازن کیلئے تیار ہوئے ہیں۔ تو فرمایا اے علیؑ اٹھو اور اپنی کرامت دیکھو اور آفتاب سے باتیں کرو۔ فقال السلام علیک ایھا العبد الدائر فی طاعۃ ربہ فاجابتہ وتقول لھا وعلیک السلام یا اخا رسول اللہ ووصیہ وحجۃ اللہ علی خلقہ وانکب علی ساجدا شکر اللہ عزوجل۔ یعنے فرمایا سلام ہو تجھ پر اے بندہ خدا اور اُس کی اطاعت میں پھرنے والے۔ پس آفتاب نے یوں ہی جواب دیا۔ تجھ پر بھی سلام ہو۔ اے برادر رسولؐ و وصی رسولؐ و حجتِ خدا۔ علیؑ یہ سنکر سجدہ شکر میں گر گئے۔ آنحضرتؐ نے ہاتھ پکڑ کر اُٹھایا۔ اور موںھ سے خاک صاف کی۔ اور فرمایا۔ اے میرے حبیب میں تجھکو بشارت دیتا ہوں کہ خداوند تعالےٰ تجھ سے حاملانِ عرش واہل السمٰوات پر فخر

کرتا ہے پھر فرمایا حمد ہے اس خدا کے لئے۔ جس نے مجھکو تمام انبیاء پر فضیلت دی ہے اور سید الاوصیاء علیؑ سے میری تائید کی ہے پھر یہ یہ آیت پڑھی ولہ اسلم من فی السمٰوات والارض طوعا و کرھا والیہ ترجعون۔ یعنے (جو کچھ کہ زمین و آسمان میں ہے۔ سب اُس کی فرمانبرداری کرتا ہے۔ خواہ بطوع و رغبت یا بکراہت اور سب کی بازگشت اُدھر ہی ہے) (ینابیع المودۃ صفحہ ۱۱۶) وللہ دَرّ ما قال الشاعر۔ ؎

اعجاز کئے علیؑ نے ایسے ایسے ÷ جنسے ہوئے رد شعبدے کیسے کیسے
یکتائی پہ اُنکی یوں دو عالم ہیں گواہ ÷ دو نقش قدم ہوں اک بشر کے جیسے

پس آفتاب و ماہتاب سے ستاروں کو کیا نسبت۔ خدا کے ولی نبیؑ کے داماد اور وصی سے مصنوعی یاروں کو کیا نسبت۔ گل گلاب سے کیکر کے خشک خاروں کو کیا نسبت۔ والیان تطہیر سے صدقہ خواروں کو کیا نسبت۔ اللہ کے خانہ زاد۔ جبرئیلؑ کے اُستاد سے اغیاروں کو کیا نسبت۔ حیدرؑ کرار صاحب ذوالفقار سے۔ اُحد و خیبر کے فراروں کو کیا نسبت۔ ؎

شیر خدا کے قبضہ میں ساری خدائی ہے ÷ تیغ دو دم جناب الٰہی سے پائی ہے
تا کی برابری کرے تو کج ادائی ہے ÷ اُس مسخرے کیواسطے کھرپی بھی آئی ہے

شکوہ ہے ہم کو گردش لیل و نہار سے
گھسیارہ ہمسری کرے دُلدُل سوار سے

فصل ۲

(آنرا کہ حساب پاک از محاسبہ چہ باک

تمسک اہلسنت بقول خدا در حق اصحاب رسول

ہمارے دینی بھائی سُنی حضرات۔ اہل بدر اور اہل بیعت رضوان و دیگر مہاجرین و انصار کے حق میں یہ فرماتے ہیں کہ یہہ لوگ جو چاہیں۔ سو کریں۔ ان کے گناہ بخشے ہوئے ہیں۔ تو کیا اس سے یہ بھی تو لازم آتا ہے کہ اگر بیت اللہ میں خمر نوشی کریں اور مرتکب زنائے محرمات ابدیہ ہوں تو بھی اُنپر کچھ گیر و گرفت نہیں ہے۔ اور خدا اُنسے راضی ہے۔ حالانکہ تخصیص ایمان کی ہے۔ اور بالعموم ہر فرد از افرادِ اُمت نبوی ماتحت قواعد قرآنیہ و احکام الٰہیہ ہے لقد رضی اللہ عن المومنین الخ۔ (فتح ع۳) یعنی خدائے تعالےٰ اُن ایمان والوں سے راضی ہے جنہوں نے بصحت ایمان و تحصیل عرفان زیر درخت بیعت رسولؐ کی ہے۔ اس طرح نہیں فرمایا۔ لقد رضی اللہ عن الذین یبایعونک" جنہوں نے مطلق بیعت کی ہے۔ اون سب سے خدا راضی ہے۔ بلکہ فرماتا ہے۔ فعلم ما فی قلوبہم خدا اون کے دل کے حال سے بھی واقف ہے۔ یعنی فلان شخص نے اعتقاد خالص سے بیعت کی ہے۔ اور فلان نے بوجہ اغراض شخصیہ۔ اور بیعت با شرط جہاد کرنے کی تھی۔ کہ اُس سے فرار نہ کرنا۔ پس جنہوں نے شرط بیعت کو توڑ دیا۔ یعنے جہاد سے فرار کیا۔ اُن سے خدا کب راضی ہے۔ اس لئے فرمایا ہے۔ "فمن نکث فانما ینکث علےٰ نفسہ۔ (فتح ع۱) جس نے بیعت کو توڑ دیا۔ پس اس بیعت توڑنے کا جرم اُس کے اپنے اوپر ہے۔ وہ من اوفی

بما عاهد علیه الله فسیؤتیه اجرًا عظیمًا ۔ (فتح ع ۱) اور جس نے ایفاء عہد کیا۔ یعنے جہاد سے فرار نہ کیا اُس کا اجر خدا کے ذمّہ ہے۔ اور اُسی سے راضی ہے۔

اور یہہ مسلّم ہے کہ بعض صحابہ نے اس عہد کو توڑ دیا تھا۔ اور جہاد سے بھاگ نکلے تھے۔ چنانچہ خداوند عالم فرماتا ہے۔ ولقد کانوا عاهدوا الله من قبل لا یولّون الادبار وکان عهد الله مسئولا قل لن ینفعکم الفرار ان فررتم من الموت او القتل واذا لا تمتّعون الا قلیلا ۔ (احزاب ع ۲) یعنے یہہ صحابہ پہلے سے خدا سے عہد کر چکے تھے۔ کہ پیٹھ نہ پھیریں گے۔ اور خدا کے عہد کی ضرور پرسش ہوگی۔ کہدو کہ اگر تم مرنے یا مارے جانے سے بھاگتے ہو۔ تو بھاگنا تم کو فائدہ نہ دیگا۔ اور اُسوقت تم بہت ہی کم فائدہ اُٹھاؤ گے۔ اب ہم کو یہ معلوم کرنا چاہئیے کہ وہ اصحاب کون تھے۔ جنہوں نے عہد بیعت کو توڑ کر راہ ہزیمت و فرار اختیار کی۔ صاحب مدارج النبوت و دیگر اہل سیر لکھتے ہیں۔ کہ جب میدان حنین میں صحابہ خصوصًا جناب شیخین بھاگ گئے۔ اور مطلق خیال بیعت نہ کیا۔ تو حضرت صلعم نے اپنے عم محترم عباس بن عبد المطلب کو حکم دیا۔ کہ ان مفروروں کو بیعت تحت الشجرہ یاد دلاؤ۔ اور اُنکو یا اصحاب السمرۃ کہکر آواز دو۔ (سمرہ اُسی درخت کا نام ہے۔ جس کے نیچے یہہ بیعت واقع ہوئی تھی) فی الاصل یہہ بڑا طعن تھا اصحاب بیعۃ الرضوان کے لئے۔ مگر شیخین نے اس کی مطلق پرواہ نہ کی۔ اور صاف بھاگ گئے۔ پس اُن سے خدا کیونکر راضی ہوسکتا۔ جبکہ عہد بیعت کو اُنہوں نے توڑ دیا۔ اور اصل شرط کو پورا نہ کیا۔ لقد رضی الله عن المؤمنین کے زمرہ میں یقینًا یہ داخل نہیں ہیں۔ (فافہم) ۔

عہد بیعت اور مسلم
بیعت الرضوان۔

جن لوگوں نے اس عہد بیعت کو سچا سمجھکر اس کا ایفاء کیا ہے۔ اُن کی بابت یہہ ارشاد ہے۔ –

من المؤمنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضےٰ نحبہ و منھم من ینتظر وما بدّلوا تبدیلا۔ (احزاب ع۳)

یعنے مومنین میں سے ایسے مرد بھی ہیں جنھوں نے اُس عہد کو سچ کر دکھایا۔ جو اُنہوں نے خدا سے کیا تھا۔ پس اُن میں سے بعض تو پورا کر گئے۔ اپنی نذر کو اور بعض ابھی منتظر وقت ہیں۔ مگر اپنے ارادہ کو انہوں نے مطلق نہیں بدلا۔ مفسرین شیعہ و سنی کا اتفاق ہے۔ کہ یہہ آیت جناب عبیدہؓ ابن حارثؓ و جناب حمزہؓ و جناب امیر علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ عبیدہ جنگ بدر میں شہید ہوئے اور حمزہؓ جنگ اُحد میں۔ یہ دونو بزرگ ہیں جنکی طرف منھم من قضیٰ نحبہ میں ارشاد ہوا ہے۔ اور منھم من ینتظر الخ میں جناب امیرؑ کی طرف اشارہ ہے۔ بعض نے جعفرؓ طیار کو بھی اس آیت میں داخل کیا ہے اس بناء پر وہ بھی منھم من قضیٰ میں شامل ہیں۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جو لوگ اس آیت مجیدہ کے مرجع خاص بدرجہ اختصاص ہیں۔ وہ کبھی بھی جہاد سے نہیں بھاگے۔ بعض تو اپنی نذر کو پورا کر گئے۔ مثل حمزہؓ اور جعفرؓ اور عبیدہؓ کے اور بعض اپنی اجل کے منتظر ہیں۔ جیسے علیؑ ابن ابیطالب کہ بعد فتح جنگ اُحد روتے ہوئے آئے خدمت رسولِ خدا میں حضرتؐ نے سبب رونے کا دریافت کیا تو عرض کی یا رسول اللہ لوگ تو درجۂ شہادت سے فائز ہو گئے۔ اور میں باقی رہگیا۔ جواب میں فرمایا۔ رسول خدا نے کہ وہ تو اپنی نذر کو پورا کر گئے اور تو ابھی منتظر وقت ہے۔ "الشھادۃ من ورائک" یعنے شہادت

تیرے پیچھے آنے والی ہے۔ اس بات کو سُن کر انکو ایک گونہ تسکین ہوئی۔ (انوار الحق ۱۱۴) *

جنگ خندق میں علیؑ بہ مقابلہ عمر عبدود شقی چلے۔ تو رسولِ خداؐ نے اپنی دُعا میں نام لئے۔ کہ الٰہی عبیدہؓ کو تو نے لے لیا۔ مجھ سے جنگ بدر میں۔ اور حمزہؓ چھوٹ گئے مجھ سے جنگ احد میں اب صرف یہی علیؑ ناصر میرا باقی ہے۔ جو اپنے عہد کے پورا کرنے کا منتظر ہے۔ پس اس کے داہنے بائیں۔ اور آگے پیچھے سے حفاظت کر۔ (ایضاً صفحہ مذکور)

جناب امیر علیہ السّلام کا اپنا ارشاد ہے۔ کہ تحقیق عہد کیا یعنے خدا سے اور اُس کے رسولؐ سے۔ اور میرے بھائی جعفرؓ نے اور میرے چچا حمزہؓ نے۔ اور چچا زاد بھائی عبیدہؓ نے ایک امر کا پس وفا کیا ہم نے اُس عہد کو واسطے خدا اور رسولؐ کے مگر مقدم ہوئے مجھ سے وہ ہمراہی۔ اور میں پیچھے رہگیا بہ سبب خدائی ارادہ کے۔ پس نازل ہوئی یہ آیت ہمارے بارے میں من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ الخ (انوار الحق صفحہ مذکور)

علاوہ جناب امیرؑ کے باقی ائمۃ الہدے علیہم السّلام روحی لہ الفدا بھی اس آیت کے مرجع ہیں۔ کیونکہ وہ بھی عہد الٰہی کے پورا کرنے والے ہیں والموفون بعھدھم اذا عاھدوا۔ (البقرہ ع ۲۲) انہی کی شان رفیع الشان میں وارد ہے پس دوسرے ائمہؑ تو عہد خدا کو پورا فرما کر گذر گئے ہیں۔ جن کے حال فرخندہ فال پر "فمنھم من قضی نحبہ" دال ہے۔ اور ایک حضرت حجۃ العصر عجل اللہ فرجہ منتظر وقت خاص ہیں۔ جو وقت حکم الٰہی ہوگا ظاہر ہوکر عہد الٰہی کی تکمیل و تتمیم فرمائیں گے۔ جن کا اسم گرامی بھی قائم و منتظر ہے۔ پس "ومنھم من ینتظر" کا تعلق خاص آپ کی ذات پاک سے ہوا۔ (صلواۃ اللہ وسلامہ علیہ

وعلے آبائہ الطاہرین) غرض مسئلہ بیعت مشروط بشرط استقامت
فی الجہاد ہے۔ اور خداوند عالم ان صحابہ سے راضی ہے۔ جن کا ایمان
صحیح وسلامت ہے۔ کیونکہ مدارج ومراتب عالیہ کا مدار وانحصار صحت
ایمان و درستی خاتمہ پر ہے۔ قرآن میں جن جن اعمال صالحہ کی ادائی
کا حکم ہوا ہے۔ مثلاً نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ وغیرہ ابتدا سے آیت
میں یہ الفاظ موجود ہیں۔ یا ایّھا الّذین اٰمنوا) جس سے مستفاد
ہوتا ہے۔ کہ جس کا ایمان صحیح ہے۔ اور جس کو معرفت خدا ورسولؐ و
ہادیانِ برحق حاصل ہے وہی اپنے اعمال صالحہ کی درستی میں کامل ہے
اگر مطلق اعمال موجب رضائے ذوالجلال ہوں تو پھر تہتر فرقہ امت
نبویہ میں سے ایک فرقہ حقہ فلاحیہ کے ناجی اور فائز ہونے کی تخصیص
کیا ہے۔ چونکہ نفس نبیؐ خیر الوصی مولائے علی صالح المومنین وصالح
مطلق وایمان کل ہیں۔ جس کا فیصلہ جناب خاتم الرسل محمد دی السبیل نے
خود ہی فرمایا۔ چنانچہ غزوہ احزاب کے موقع پر جب جناب علی ابن ابی طالب
عمر عبدوُد سے لڑنے کے لئے لشکر سے باہر نکلے تو ارشاد ہوا۔
برز الایمان کلہ الی الکفر کلہ " یعنے کل ایمان۔ کل کفر کی طرف
جاتا ہے۔ پس جس کو اس ایمان کل وصالح مطلق سے روحانی تعلق
ہے۔ اور اس کا مطیع ومتبع ہے۔ وہی انسان کامل۔ اور دینی عامل
اور اسی کو درجاتِ عظمے وسعادات کبرے حاصل اور اسی سے خداوند
عالم راضی اور وہی فاضل وباذل وعادل۔ نہیں تو لعین شدید وعذاب
مزید کا حامل۔ زمرۂ اشقیا میں شامل۔ جس پر غضب خدا نازل۔ جہنم جانے
کے قابل۔ یہ بات نہایت ہی غور طلب ہے۔ کہ اگر خداوند پاک جملہ
صحابہ سے راضی وخوشنود ہوتا۔ تو پھر وہ مرتد کیوں ہوئے جن کو حضرت
ابوبکر نے ارتداد کے جرم میں حسب تسلیم اہل سنت قتل کیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ

جملہ مہاجرین گناہوں سے پاک تھے جن گناہوں سے خدا ناراض ہوتا ہے۔ وہ گناہ اُن سے صادر نہیں ہوتے تھے۔ تو یہ بھی غلط ہے اسواسطے کہ فسق و فجور بعض مہاجرین و انصار سے وقوع و ظہور میں آتے ہیں۔ جن کا اعتراف و اقرار خود علمائے اہل سنت کو ہے۔ چنانچہ شاہ عبد العزیز صاحب نے تحفہ میں مطاعن حضرت عثمان کے جواب میں لکھا ہے۔ کہ اہل سنت کے نزدیک معصوم ہونا خاصہ انبیاء کا ہے۔ صحابہ کو ہرگز معصوم نہیں جانتے اسی واسطے جناب امیر و شیخین نے بعض صحابہ کو حد جاری کی ہے۔ اور خود پیغمبر نے مسطح کو جو اہل بدر سے تھا۔ اور حسان بن ثابت کو حد قذف جاری کی ہے۔

[illegible]

اور کعب بن مالک اور مرور بن ربیع اور ہلال بن امیہ کو یہ تینوں صحابی جنگ بدر میں حاضر تھے۔ جنگ تبوک سے تخلف کرنے کے جرم میں پچاس روز تک انکو باہر نکالے رکھا۔ اور انپر کمال غضب و غیظ رہا۔ اور ماعز اسلمی کو سنگسار فرمایا۔ اور تینوں پر تعزیر اور حد شراب پینے کی جاری کی۔ ابن تیمیہ نے منہاج السنت میں لکھا ہے۔ کہ عمار یاسر کو ابو الغادیہ نے معاویہ کی طرف سے ہو کر شہید کیا۔ یہ ابو الغادیہ سابقین سے تھا۔ جس نے زیر درخت بیعت رضوان کی تھی۔ اور عمار رض وہ شخص ہے۔ کہ جس کو حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ عنقریب ہے کہ تجھکو ایک گروہ باغی قتل کریگا۔ جنکو تو بہشت کی طرف بلائے گا۔ اور وہ تجھکو دوزخ کی طرف بلائینگے۔ چنانچہ فتح الباری شرح بخاری میں ہے کہ عمار یاسر رض علی کی طرف تھا۔ جو کہ حق پر تھے۔ اور ابو الغادیہ جس نے عمار کو شہید کیا ہے۔ معاویہ کی طرف تھا۔ جو دوزخی اور گروہ باغیہ سے ہے۔ تاریخ طبری اور منتخبات علی متقی میں ہے۔ کہ حضرت عمر نے د [illegible]

مرگ بھلا کر کاوش میں جناب سیدہؑ کے گھر کو ترک کرتا۔ اس کے دروازہ کو نہ جلاتا۔ اور صحیح بخاری میں ہے۔ کہ حضرت عمر نے کہا۔ بعد رسولؐ جو کچھ مینے اعمال بد کئے ہیں۔ اُن سے نجات پاؤں تو بہت غنیمت ہے۔ اور کسرِ نفس کے واسطے تخصیص مابعد زمانہ رسولؐ کی کیا ہے۔ بلکہ کسرِ نفس کے واسطے زمانۂ رسولؐ اور زمانہ مابعد رسولؐ دونو برابر ہیں۔ (فتامل فیہ)

(صحیح بخاری مطبوعہ مصر جلد ثانی صفحہ ۲۲۳)٭

جمع بین الصحیحین میں ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ کہ ایک دفعہ حضرت عمر نے ایسا دم افسوس کا بھرا۔ کہ میں نے سمجھا کہ اسکی پہلو کی ہڈیاں ٹوٹ گئی ہیں۔ (فتنفس عمر نفسا عالیا قال ابن عباسؓ حتی ظننت ان اضلاعہ قد انشقت) مینے پوچھا اے امیرالمومنین کس خوف سے تو نے ایسا سانس بھرا ہے۔ کہا کہ تیرے ہمراہیوں کے خوف سے اگر وہ گناہ میرے بخشے جائیں۔ اور اس کی عوض کوئی مجھ سے زمین اور آسمان کو پُر کر کے طلا لیوے۔ تو اس کو میں دوں۔ اور مراد ہمراہیاں ابن عباسؓ سے جناب امیرؑ ہیں۔ جن کے حقوق غصب کئے۔ (ایضاً صحیح بخاری جلد ثانی صفحہ ۱۹۶)٭

پس ایسے اشخاص جو شرابیں نوش کریں۔ اور جہاد سے فرار کریں۔ اور خون ریزی کریں۔ اور حدیں اون پر جاری ہوں۔ اور اپنے افعال ناشائستہ پر افسوس کریں۔ کہ انکی پہلو والی ہڈیاں کے ٹوٹ جانے کا گمان ہو اور ایسے گناہ جن کی مغفرت سے نا اُمید ہوں۔ کیونکر خدا اُنسے راضی ہوگا۔ اور حضرت عثمان کے تو وہ افعال تھے۔ جن کے سبب سے صحابہ نے انکو مصریوں کے ہاتھ سے قتل کرایا۔ علامہ سعدالدین تفتازانی شرح مقاصد میں لکھتے ہیں کہ بعض صحابہ رسولؐ ایسے تھے۔ جنہوں نے راہ حق سے تجاوز کیا۔ اور حد ظلم و جور کو پہنچے۔ اور طلب جاہ و جلال اور حب دولت

و مال اور حصول رزق غیر حلال میں انہماک و تصرف کمال رکھتے تھے۔ اسواسطے ہر صحابی معصوم نہیں ہے۔ اور جس نے شرف ملاقات سرور کائنات حاصل کیا ہے۔ ہر ایک ان میں سے بخیریت موسوم نہیں ہے۔ مگر علماء نے اُن کے حق میں تاویل کرکے اون سے حُسن ظن کیا ہے۔ انتہےٰ۔ (صفحہ ۲۱۸)

صحیح بخاری جلد رابع صفحہ ۱۵۶ مطبوعہ مصر میں ہے۔ کہ حضرت علیہ السلام نے وقتِ وفات خود صحابہ سے یہ خطاب پُرعتاب فرمایا۔ انکم ستحرصون علی الامارۃ وستکون لکم ندامۃ یوم القیامۃ۔ یعنے قریب ہے کہ تم لوگ امیر بننے کی حرص کروگے۔ اور یہ تمہارے لئے قیامت کے دن باعث ندامت ہوگا۔ اس حدیث میں حضرت[ص] نے اُس واقعہ سے اعلام فرمایا۔ جو صحابہ نے حرص کے رو سے سقیفہ بنی ساعدہ میں ایک دوسرے پر سبقت کرکے "منا امیر ومنکم امیر" کی صدائیں گنبد نیلگوں تک پہنچائیں۔ اور گھونسے وھپڑ تک نوبت آئی۔ ہر ایک کو اپنے پیٹ کی فکر سوجھی۔ اور حقوق اہلِ بیت کے تلف ہونے کا درد کسی کے دل میں نہ گذرا۔ تف بر عقل ایشاں (دیکھو صحیح بخاری جلد ثانی صفحہ ۷۴ و ۱۹۳)

شیخ عبدالحق صاحب دہلوی مدارج النبوت میں لکھتے ہیں۔ کہ جناب رسالتمآب[ص] نے وصیت کیوقت اصحاب کے خطاب میں اس آیت کی تلاوت فرمائی۔

"فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم اولئک الذین لعنھم اللہ فاصمھم واعمی ابصارھم۔ (محمد ع۳) یعنے پھر تم سے یہ بھی اُمید ہے کہ اگر تم کو حکومت ہو تو خرابی ڈالو ملک میں۔ اور توڑ دو اپنے ناتے۔ ایسے لوگ وہی ہیں جنپر خدا کی لعنت اور پھٹکار ہے۔ اور کر دیا اُنکو اپنے اعمال زشت نے بہرا اور اندھا (صفحہ ۵۰۵ جلد دوم)

عُسیتم" افعال مقاربہ سے ہیں۔ اور یہاں تمام افعال جمع مذکر حاضر کے صیغے ہیں۔ تو وقت وصیت خطاب اصحاب میں حضرت کا اس آیت کو پڑھنا اس امر کی صاف دلیل ہے۔ کہ مخاطبین سے یعنے اصحاب سے عنقریب یعنے حضرت کی وفات حسرت آیات ہوتے ہی حاکم بننا اور اہلبیت پر ظلم و ستم کے دروازے کھولنا اور ملک میں فتنہ و فساد برپا کرنا اور قطع کرڈالنا رحموں کا ظہور میں آئے گا۔ چنانچہ بعد وفات سرور کائنات یہ سب احداث و بدعات وقوع و صدور میں آئے۔ چونکہ بعد حضرت مستقل طور پر یکے بعد دیگر حضرات ثلاثہ ہی فرمانروائے امت ہوئے۔ لہذا وہی مقصود آیت ہیں۔ کیونکہ حاضر الوقت لوگوں کو یہ تنبیہ ہوئی تھی۔ اور انہیں کو ہنگام رحلت حضرت نے جادۂ حق و ہدایت پر قائم رہنے کی وصیت کی تھی کلام رب انام غلط و خام نہیں ہوا کرتی۔ اگر یہ لوگ مراد نہیں۔ تو اہل سنت انکے نام بتائیں جو انکے علاوہ دوسرے اشخاص حاکم ہوئے۔ اور فتنہ و فساد برپا کیا اور قطع رحمی کے مرتکب ہوئے جن پر خدا نے لعنت کی ہے۔ ورنہ اقرار کریں کہ کلام خدا عبث و بے جا ہے۔ اس آیت سے ملتی جلتی یہ حدیث ہے۔ کہ مشکوۃ شریف کتاب الامارہ صفحہ ۳۲۰ پر ہے۔

احادیث مبارکہ مرویہ جناب ابوذر و حذیفہ رضی اللہ عنہما

عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلعم کیف انت وائمۃ بعدی یستاثرون بھذا الفیٔ قلت اما والذی بعثک بالحق اضع سیفی علی عاتقی ثم اضرب حتی الحقک قال افلا ادلک علی خیر من ذلک تصبر حتی تلقانی رواہ ابو داؤد

یعنی حضرت نے ابوذر سے فرمایا کہ کیا کرو گے۔ تم جس وقت کہ بعد میرے ائمہ جور ہوں گے۔ اور مال فیٔ کو اپنے قبضہ میں لائیں گے۔ ابوذر نے عرض کی مجھے

قسم ہے اُس خدا کی جس نے حق و راستی آپکو مبعوث برسالت کیا ہے۔ میں اپنی تلوار اپنے کندھے پر رکھونگا۔ اور اُن اشقیا کو ماروں گا۔ یہانتک کہ آپ سے ملاقات کروں۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ میں تم کو اس سے بہتر بات بتلاؤں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ تم صبر کرو یہانتک کہ مجھسے ملاقات کرو۔ انتہے۔ اور یہ سب امر بعد انتقال پر ملال حضرتؐ ابو ذرؓ حضرت عثمان کے زمانہ میں ہوا ہے۔ جس کی تصحیح شیخ عبد الحق صاحب دہلوی نے بھی ترجمہ مشکوٰۃ میں کی ہے۔ پس غور طلب بات یہ ہے۔ کہ وہ کون ائمہ جور تھے۔ جہاں ابو ذرؓ تھے جن کے ظلم و ذنب کے اوپر حضرتؐ نے ابو ذرؓ کو بطور صبر کرنے کی وصیت فرمائی تھی۔ اور پھر ظاہر ہے کہ ابو ذرؓ کو کس نے وطن سے نکالا دیا۔ اور اُسپر کمال درجہ کی بے رحمی سے جور و جفا کی۔ جس کی وجہ سے اُنکی شہادت بھی دشت غربت میں ہوئی۔ اور یہ جو حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ وہ مال فے کو اپنے قبضہ میں کر لینگے۔ تو اس سے بھی کمال صراحت اور وضاحت بدرجۂ غایت و نہایت ان کی تشخیص و تعیین کی ہوتی ہے۔ کہ وہ مال فے تھا۔ جو بدون لڑائی حضرت کو ملا تھا۔ یعنے فدک۔ جس کو حسب حکم مستحکم خداوند علیم نبی کریمؐ نے اپنی دختر نیک اختر کو ہبہ کر دیا تھا۔ اور ائمہ جور نے غصب کر لیا تھا۔ جس کے واگذار کرانے کا دعوے بنت رسولؐ جناب بتولؑ نے کیا۔ مگر چونکہ وہ پہلے سے یوں قرار دئے جا چکے تھے۔ (وَاللہ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَاَعْطَی الصِّدِّیْقَہٗ مِنْہُمْ) اس لئے اُس معصومۂ مظلومہ کے استغاثۂ حق کو رد کر دیا۔ دیکھو در منثور جلد رابع مطبوعہ مصر صفحہ ۱۷۷ و ۱۷۸)۔

کہ جب آیت مجیدہ ”وآت ذا القربیٰ حقّہ“ نازل ہوئی تو حضرت علیہ السلام نے جناب سیّدۃ النساء العالمین صدیقہ کبریٰ صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہا کو بلا کر حسب ارشاد مُفیض دنیا و رب العباد فدک ہبہ کر دیا۔ اور ایک سند لکھدی۔ مدارج النبوت میں ہے۔ کہ یہ وہی سند تھی جس کو جناب مخدومۂ کونین نے

حضرت ابوبکر کے پیش کیا تھا - اور صحیح بخاری جلد ثانی صفحہ ۱۳۵ کتاب الخمس میں ہے - کہ وہ معصومہؑ حضرت ابوبکر پر بوجہ نہ دینے فدک کے غضب ناک ہوئیں - حتےٰ کہ تا دم زیست کلام نہ کیا - پس حدیث مبارکہ مرویہ ابوذر رضی اللہ عنہ سے اچھی طرح تخصیص ہو گئی - کہ آیت مجیدہ فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض الخ - کے مصداق باصل استحقاق یہی اصحاب ثلاثہ وغیرہم علے الاطلاق تھے - (فتفکر فیہ)

صحیح مسلم جلد ثانی مطبوعہ مطبع انصاری دہلی صفحہ ۱۲۷ میں ہے - عن حذیفة رضی الله عنه قال قلت یا رسول اللّٰه انا کنا بشر فجاء الله بخیر فنحن فیه فهل وراء ذلک الخیر شر قال نعم قلت هل وراء ذلک الخیر شر قال نعم قلت هل وراء ذلک الخیر شر قال نعم قلت کیف قال تکون بعدی ائمة لا یهتدون بهدی ولا یستنون بسنتی وسیقوم فیهم رجال قلوبهم قلوب الشیاطین فی جسمان انس قال قلت کیف اصنع یا رسول الله ان ادرکت ذلک قال تسمع وتطیع و ان ضرب ظهرک واخذ مالک فاسمع واطع - یعنے حضرت حذیفہ رضی کہتے ہیں - کہ میں نے آنحضرت صلعم سے پوچھا - کہ ہم لوگ ایک شر میں تھے - کہ خداوند عالم ایک خیر لایا - یعنے ضلالت سے راہ ہدایت دکھائی - اب آیا بعد اس خیر کے پھر کوئی شر ہے - حضرت صلعم نے فرمایا کہ ہاں - پس حذیفہ رضی نے اتجبانہ یہی سوال تین دفعہ کیا - اور حضرت صلعم نے ہر دفعہ یہی جواب دیا - کہ ہاں بعد اس خیر کے شر ہے - پس پوچھا حذیفہ رضی نے کہ کیونکر ہو گا - وہ شر - فرمایا حضرت صلعم نے کہ ہوں گے بعد میرے ائمہ ضلالت کہ میری ہدایت پر نہ رہینگے - اور میری سنت پر نہ چلینگے - اور قریب ہے کہ قائم ہوں - بجلوت بیچ مسلمانوں کے ایسے آدمی کہ دل انکے شیاطین کے ہوں گے - اور صورت انکی آدمیوں کی ہو گی - کہا حذیفہ رضی نے کہ اسوقت میں یا رسول اللہ کیا کروں - حضرت صلعم نے

فرمایا کہ مناسب یہ ہے۔ کہ تو ان کی بات سُنے اور اُنکی طوعاً و کرہاً اطاعت کرے اگر تجھکو ماریں اور تیرا مال چھین لیں۔ تو پھر بھی تو اطاعت کر اور اُن کی بات کو سُن۔ انتہے۔

تنبیہ فیہ تنصیص

واضح ہو۔ کہ "انا کنا بشر" سے قبل از ظہور نبوت کا زمانہ اور "فجاء اللہ بخیر نحن فیہ" سے عہد نبوت مراد ہے اور "فھل من وراء ذالک الخیر شر قال نعم" جو بطور تاکید حسب استفسار حضرت حذیفہ رض تین بار فرمایا گیا ہے۔ اس سے خلافت حضراتِ ثلاثہ کی مقصود ہے۔ اور چوتھی دفعہ حضرت حذیفہ رض کا استفسار نہ کرنا دلالت کرتا ہے۔ کہ بعد از عہد حضراتِ ثلاثہ پھر خیر تھا۔ یعنے دورانِ خلافت ظاہریہ جناب امیر علیہ السّلام اور اسی سے خلافت بلا فصل کا استحسان ہوتا ہے۔ نیز یہ بھی ازروے تواریخ روشن ہے۔ کہ حضرت حذیفہ رض نے تینوں زمانے دیکھے تھے اور صدمات اُٹھائے تھے۔ جس سے مضمون حدیث و پیشگوئی جناب مخبر صادق علیہ السّلام درست و راست واقع ہوئی۔ اور جس طرح یہ حدیث یا حدیث اولے اِن خلفا کی اصل پر دلالت کرتی ہے۔ اسی طرح اور یہ حکم تقیہ کے بھی مدلل ہے۔ پس کہاں ہیں۔ وہ لوگ جو تقیہ کے جواز کے قائل نہیں۔ وہ اس حدیث کو پڑھیں اور خوب غور کریں۔ لعلّ اللہ یحدث بعد ذالک امرا۔ (اس حدیث مرویۂ حضرت حذیفہ رض کو بمزید شرح و بیان ہم نے حصّۂ دوم میں لکھا ہے) ینابیع المودۃ شیخ سلیمان حنفی قندوزی صفحہ ۱۱۱ میں ہے۔ قال رسول صلعم لعلی انّ اللہ اوحیٰ الیٰ ان ابیّن فضلک فقلت للنّاس و ابلغھم ما امرنی اللہ بتبلیغہ ثمّ قال لہ اتق الضّغائن الّتی کانت فی صدور قوم لا تظھر ونھا الّا بعد موتی اولئک یلعنھم اللہ و یلعنھم اللّاعنون و بکٰی صلی اللہ علیہ و آلہ

نکلا۔ نشد دید اٹھا۔ یعنی حضرت رسالتمآبؐ نے جناب امیرؑ سے ارشاد فرمایا۔ کہ خدا نے
میری طرف وحی کی ہے کہ بیان کروں۔ میں تیری تفضیلات کو لوگوں میں اور
پہنچاؤں۔ وہ چیز جس کے لئے میں مامور ہوا ہوں۔ پس ادا کیا ہے میں نے
اوس کو پھر فرمایا۔ اے علیؑ آگاہ ہو تو اس بات سے کہ تیری نسبت لوگوں
کے دلوں میں بغض اور حسد پوشیدہ ہے۔ جس کو میری وفات کے بعد ہی
ظاہر کریں گے۔ پس اوپر خدا کی نفرین اور اُن کی جو نفرین کرنے والے ہیں
اور روئے حضرتؐ سخت رونا انتہیٰ۔

حضرت علیہ السلام خلافت دنیا جناب مرتضیٰؑ پر مامور تھے۔ اسی کو
درجۂ تکمیل تک پہنچایا۔ یعنی جناب ولایت مآبؑ کو اپنا خلیفہ اور
قائم مقام مقرر فرمایا۔ اور جس طرح کہ حضرتؐ نے بغض اور حسد کی
جو لوگوں کے دلوں میں پوشیدہ تھا۔ خبر دی تھی۔ اوسی طرح ظہور میں
آیا۔ چنانچہ بعض لوگوں نے اہل بیتؑ کو نہایت ہی ستایا۔ یعنی اس کے
تحت تنفیذی جو حق اہل بیتؑ تھا۔ اسی کے غصب کر لیا۔ حدیث مذکور ظاہر ہی دالہ
جس کو ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔ اسی پر دال ہے کہ جناب امیرؑ پر وہ وقت
آیا جس کا بجز صبر کے اور کوئی چارہ نہ تھا۔ جیسا کہ آپؑ نے فرمایا ہے کہ
اگر میں صبر و شکیبائی سے کام نہ لوں۔ تو یہ لوگ دین اسلامی پر لوٹ جائیں گے
اور کشت و خون تک نوبت پہنچ جائیگی۔ کیونکہ وہ لوگ صرف دنیا کے لئے
مسلمان ہو گئے تھے۔ اگر جناب امیرؑ اپنا بزور شمشیر دکھاتے اور تشدد
سے پیش آتے تو تمام تر اپنے اگلے دین پر لوٹ جاتے۔ اور یہ موجب خوشی کے
کفار تھا۔ کہ دیکھو مسلمان آپس میں لڑ رہے ہیں۔ جناب امیرؑ نے یہی
مصلحت سمجھ کر اس میں وہ طریقہ اختیار کیا۔ جس سے اسلام سالم رہ گیا
دشمنی کی حق ظاہر ہو سکتا ہر گز نہیں اور یہ جو سب خرابی و گمراہی ہوئی اول
غاصبان حقوق مرتضویؑ پر نفرین کرنے والے شب و روز نفرین کر رہے ہیں

ہیں۔ امام شعبی جو فضلائے سُنیہ سے ہیں۔ اپنے رسالہ مآرب الاقارب میں جناب امیرؑ کا ایک خطبہ لکھتے ہیں۔ جس کے بعض فقرات یہہ ہیں۔
اَللّٰھُمَّ استعدیک علی القریش ومن اعانھم فانھم قطعوا رحمی وصغروا عظیم منزلتی واجمعوا علیٰ منازعتی الخ۔ یعنے بار الٰہا میں تجھ سے نصرت طلب کرتا ہوں۔ قریش اور ان کے مددگاروں کے مقابلے میں جنہوں نے تیری مخالفت پر قریش کی امداد کی۔ اور میرے رحم کو قطع کیا۔ اور میری بزرگی ومنزلت کو گھٹا دیا۔ اور مجھسے میرے حق میں منازعت کی صفحہ ۳۳ مطبوعہ مصر۔ (حصہ دوم میں اس حدیث کے متعلق ہم نے بہت کچھ تحریر کیا ہے)۔

مؤلف رسالہ ردّ شیعہ جناب سید قطب شاہ صاحب سندیلوی انصاف فرماویں۔ کہ وہ کون قریش ہیں جنہوں نے حضرت امیرؑ کو اُن کے حقوق واجبہ سے روکا۔ ہمارے خیال میں تو یہہ وہی لوگ ہیں۔ جن کے سامنے بوقت بیعت طلبی جناب امیرؑ نے اپنا احق بخلافت ہونا ثابت کیا۔ اور وہ نہ مانا گیا۔ (کما بیناہ سابقا بروایۃ ابی الطفیل عامر بن واثلہ حین سمع احتجاجہ علی الباب یوم الشوریٰ) جنکے حق میں یہ وعید موجب عتاب مزید وعذاب شدید ہے۔ فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم الخ۔ یعنے اے حاضرین عنقریب تم میں سے بعض متولی ملک اسلام ہوں گے۔ اور زمین خدا میں فتنہ وفساد پھیلائینگے۔ اور قطع رحم کرکے رہ گرائے عرصۂ بے رحمی ہوں گے اللہ کی اُنپر نفرین ہے۔ اور وہ اصل کے بہرے اور دل کے اندھے ہیں۔ (دیکھو اس کے متعلق ہمارا رسالہ ثمر الفراغہ بجواب فہرست نہج البلاغہ)

انہی کی شکایت اول اول جناب امیرؑ بروز اخیر پیش ذات قدیر علیم و

خبیر کریں گے - چنانچہ ترجمۂ صواعق محرقہ کے صفحہ ۲۴۰ سطر ۱۰ پر بحوالہ صحیح بخاری لکھا ہے - کہ از علیؑ منقول است کہ گفت انا اول من یقعد علی رکبتیہ بین یدی الرحمن للخصومۃ یوم القیامۃ - یعنے اول من کسے خواہم بود کہ بروز قیامت درآمدہ نزد خدائے تعالے با خصم خود خصومت کنم -

لیجئے - صاحب - استغاثہ دائر ہوگیا - احکم الحاکمین کا دربار ہے - دیکھئے ملزموں کا چالان کس طور ہوتا ہے - صحیح بخاری جلد ثانی صفحہ ۱۵۶ و ۱۷۰ اور جلد رابع صفحہ ۹۰ و ۹۴ و ۱۲۰ - مطبوعہ مصر پر انکے سنگین جرائم کی مکمل مثل پہلے دن سے مرتب ہو چکی ہے - مالک دین و دنیا شافع روز جزا فرماتے ہیں - کہ میں حوض کوثر پر کھڑا ہوا دیکھونگا - کہ کچھ لوگوں کو فرشتے پکڑے ہوئے جہنم میں لیجا رہے ہونگے - وہ مقیدان ملائکہ میرے شناسا ہوں گے - پہچانوں گا - اور میں پہچان کر کہوں گا - کہ ان کو کہاں پکڑے لئے جاتے ہو - یہ تو میرے اصحاب ہیں - جواب ملیگا - کہ آپکے بعد انہوں نے بہت فتنہ و فساد اور اقامہ بدعات و ضلالات کیا ہے - حضور فرمائینگے - کہ ان کو اُلٹا کرکے دوزخ میں لٹکا دو - شاہ جی ارشاد فرمائیں - کہ یہ کون بزرگوار ہیں - جنکو ملائکہ کھینچے پھرینگے - یہ وہی محدث بدعات تو نہیں - جن کی تخصیص حضرت نے بوقت فاتحہ خوانی شہداء اُحد بکمال صراحت فرمائی تھی سلام علیکم طبتم فادخلوھا خالدین ﴿الزمر ع﴾

قال المؤلف رد الشیعہ - پھر اسی کتاب (آثار حیدری) کے صفحہ ۲۸۷ پر امام صاحب فرماتے ہیں خدائے عز و جل نے وحی کی آدم پر کہ اے آدم خدا اُن لوگوں پر جو محبت رکھتے ہیں محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے اور اُن کی آل سے اور اُن کے اصحاب سے ایسی رحمت نازل کریگا - اگر وہ تقسیم کیجاوے تمام مخلوق پر اول سے آخر تک تو سب کفار بھی مؤمن ہو جاویں - اور اگر کوئی

دشمنی رکھیگا ساتھ آل محمد اور ساتھ اصحاب محمد کے یا ایک سے بھی اُن
میں سے تو خدا اُسپر ایسا عذاب نازل کریگا - اگر وہ عذاب نازل ہو تمام
مخلوق پر تو وہ سب کے سب ہلاک ہو جاویں - دیکھو امام صاحب کیا صاف
فرماتے ہیں - کہ جو کوئی دشمنی رکھیگا آل محمد سے یا اس کے کسی اصحاب سے تو
وہ شخص اُس عذاب کا مستحق ہے - کہ جس سے تمام دنیا ہلاک ہو جاوے -
تو پھر اُن کے برا کہنے والوں کا کیا حال ہوگا - انتہے -

اقول انا المبین لا رموز البدیعۃ - سخن تربیت نا اہل را چو گردگان
بر گنبد است - چونکہ شاہ صاحب کی یہہ عادت اکثر ہے - کہ اصل واقعات
میں کاٹ چھانٹ کرکے مطلب کو خبط ربود اور بے معنی و مقصود کر دیا کرتے
ہیں - لہذا اس جگہ بھی حسب عادت بیہودہ نامناسب کارروائی یعنے مضمون کی
بڑھا گھٹائی بوجہ رسم ادائی بصورت طبع آزمائی محض مہمل طور پر فرمائی -
دیکھو آثار حیدری صفحہ ۱۷۳ سطر ۵ لغایت صفحہ ۱۷۴ سطر ۱۹ پھر
دیکھو رسالہ ردشیعہ صفحہ ۸ سطر ۱۶ لغایت صفحہ ۹ سطر ۱۰ اور مقابلہ کرو
اس مضمون کا اُس مضمون سے انشاءاللہ مؤلف منتری کی بیہودہ سر سری
ہمسری نفس پروری انانیت بھری اور شیوہ خیانت وری و ستمگری باد
صرصری سے خاک ابتری میں ملکر خاکستری ہو جاویگی - جو اُنکی مضطری و تحیری
کا موجب عنصری ہوگا - یہہ اُنکا صریح اتہام - اور نتیجہ مطلب خام ہے -
کہ مطلق لفظ صحابہ کو اپنی آڑ میں لے لیا ہے - کلام امام علیہ السلام کا اصل
مرام یہ نہیں ہے - بلکہ جناب آدم ذو الاکرام کو یہہ ارشاد ہوا - کہ محمد و
آل محمد اور جو اصحاب اصحاب برگزیدہ و کامیاب سالک مسلک صدق
وصواب ہیں - جنہوں نے محمد و آل محمد کی اتباع و اطاعت کو اپنے اوپر لازم
سمجھا ہے - جو شخص اون سے محبت و الفت قلبی و روحانی رکھیگا اُسپر
خدا کی رحمت نازل ہوگی - کہ اگر ابتداے زمانہ سے لیکر آخر زمانہ تک کی

تمام مخلوق پر اس کو تقسیم کیا جائے۔ اور وہ سب کافر ہوں۔ تو سب کو کافی ہے اور انکی عاقبت بخیر ہو جائے۔ یعنے وہ خدا پر ایمان لے آئیں۔ اور جنت کے حقدار ہو جائیں۔ اور جو شخص کہ محمدؐ و آل محمدؐ اور اصحاب خیار شائستہ کردار سعادت اطوار کامگار عظمت شعار اطاعت گذار غیر فرار ذی وقار تا بعدار یا ان میں سے کسی سے بھی بغض و عداوت رکھے گا۔ تو اُس کو آخر کار پروردگار ایسے سخت عذاب میں گرفتار و ذلیل و خوار کرے گا۔ کہ اگر اُس کو تمام خلق پر بانٹا جائے۔ تو تو سب کو ہلاک کر دے۔ اس مضمون ہدایت مشحون میں نیک صحابہ کی تخصیص ہے۔ نہ ہر کالا۔ گورا۔ (بحما بیننا و سابقا)

شاہ صاحب کا یہ مقولہ کہ دیکھو امام صاحب کیا صاف صاف فرماتے ہیں۔ کہ جو کوئی دشمنی رکھے گا آل محمدؐ سے یا اُنکے کسی اصحاب سے تو وہ شخص ایسے عذاب کا مستحق ہے۔ کہ جس سے تمام دُنیا ہلاک ہو جائے۔ عند الصدق ہم بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ لاریب و لاشک آل محمد اور صحابہ نیک اعمال صاحبان فضل و کمال و جاہ و جلال کا دشمن جن کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہے۔ اور جو محمدؐ و آل محمدؐ کے مطیع فرمان تھے۔ واقعی ایسے سخت عذاب بلکہ اس سے بھی شدید ترین عقاب کا مستحق ہے۔

گو آپنے اچھے بُرے اصحاب کی مطلق تخصیص نہیں کی۔ سب کو ایک لاٹھی سے ہانک دیا ہے۔ چنانچہ اشاعرہ کا یہ اصل الاصول ہے۔ کہ مطلق لفظ صحابہ پر جان دیتے ہیں۔ مگر خیر حسب قول آپکے جس جس نے صحابہ رسولؐ سے دشمنی کی ہے۔ وہ غریق عذاب حریق ہے۔ پہلے تو میاں اول کو لیجئے۔ کہ انہوں نے اکابر و اجلہ صحابہ رسولؐ کو غضبناک کیا ہے۔ جن کا غضبناک کرنا خدا کا غضبناک

اصحاب رسالتمآبؐ برگزیدہ و کامیاب کا دشمن واقعی سخت عذاب کا مستحق ہے

کرتا ہے۔ چنانچہ استیعاب ابن عبدالبر صفحہ ۲۰۵ میں ہے۔

ان اباسفیان اتی سلمان وصہیب وبلال فی نفر فقالوا ما اخذت سیوف اللہ من عنق عدواللہ اخذھا فقال ابوبکر اتقولون ھذا الشیخ قریش وسیدھم واتی النبی فاخبرہ فقال یا ابابکر لعلک اغضبتھم لئن کنت اغضبتھم لقد اغضبت ربک جل وعلا

یعنے سلمان فارسی اور صہیبؓ اور بلالؓ یہ تینوں ایک جگہ بیٹھے تھے۔ کہ ادھر سے ابوسفیان کا گذر ہوا۔ ان تینوں نے دیکھ کر کہا۔ کیا خدا کی تلواروں نے اس دشمن خدا کی گردن پر قبضہ نہیں کیا۔ میاں اول نے کہا۔ تم ایسا کلمہ اس شخص کے حق میں کہتے ہو۔ جو قریش کا شیخ و سردار ہے۔ یہ کہکر پھر دوڑے ہوئے رسولؐ خدا کے پاس گئے اور یہ قصہ بیان کیا۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ شاید تو نے ان لوگوں کو غضبناک کیا۔ اگر ایسا ہے تو خدا کو تو نے غضبناک کیا ہے۔ انتہے۔

اہل فکر و دانش غور فرماویں کہ حضرت ابوبکر صاحب کس منزلت و قدر کے انسان ہیں۔ کہ ایک طرف تو اجلہ و اکابر اصحاب پیغمبرؐ کو غضبناک کیا ہے۔ جن کے غضبناک ہونے سے بقول رسولؐ خدا کا غضبناک ہونا ہے۔ اور دوسری طرف بعد وفات سرور کائنات مخدومہ عورات کو غضبناک کیا۔ حسب تصریح صحیح بخاری جلد ثانی مطبوعہ مصر صفحہ ۱۲۵ فغضبت فاطمۃ بنت رسول اللہ فھجرت ابابکر فلم تزل مھاجرتہ حتی توفیت اور یہ مسلم ہے کہ اس معصومہؑ کا غضب نبیؐ کا غضب ہے۔ چنانچہ اسی صحیح بخاری جلد ثانی صفحہ ۲۰۰ میں ہے۔ کہ فرمایا نبی علیہ السلام نے فاطمۃ بضعۃ منی فمن اغضبھا اغضبنی۔ یعنے جناب معصومہؑ میرے جسم کا پارہ ہیں۔ جس نے انکو غضبناک کیا اُسنے مجھکو غضبناک کیا ہے۔ اور یہ محقق ہے کہ غضب نبیؐ غضب خدا ہے۔ جسطرح کہ اطاعت نبیؐ اطاعت خدا ہے۔

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ (النساء ع) پس جو مغضوب و معتوب خدا اور رسولؐ و جناب بتولؑ و اصحاب مقبول ہوا۔ اس کا کیا حشر ہے۔ یہی نا۔ جس کا اقرار جناب شاہ صاحب بھی کر چکے ہیں۔ کہ جس نے اصحاب نبیؐ سے دشمنی کی وہ سخت عذاب کا مستحق ہے۔ جس سے تمام دنیا ہلاک ہو جائے۔ اور یہاں تو خدا اور رسولؐ و جناب بتولؑ سے دشمنی کی جا رہی ہے افسوس کہ وہ بندگان خدا ابو سفیان کو دشمن خدا کہہ رہے ہیں۔ اور یہ اُس کی پاس کر رہے ہیں کہ یہ تو قوم قریش کے شیخ و سردار ہیں۔ مگر خیال کیجئے۔ تو نتیجہ سر دست ملا کہ حضرتؐ نے فرمایا۔ اگر تو نے ایسا ہی کہا ہے۔ تو بیشک ان لوگوں کو غضبناک کیا ہے۔ جن کے غضبناک ہونے سے خدا غضبناک ہوتا ہے۔

پھر اُسی کتاب مستطاب یعنے استیعاب ابن عبد البر صفحہ ۵۷۲ میں ہے۔ وروینا عن عائشہ قالت کان لسلمان مجلس من رسول ینفرد به باللیل حتی کاد یغلبنا علی رسول اللہؐ۔ جس کا ترجمہ اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۳۳۲ میں یوں کیا گیا ہے۔ کہ حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں۔ کہ سلمانؓ رسول خداؐ کے پاس رات کو بیٹھتے تھے۔ یہاں تک کہ قریب تھا کہ وہ مجھ سے رسول خداؐ کے بارے میں سبقت لے جائیں جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ کہ جناب ام المومنین کو سلمانؓ پر کس قدر غصہ آتا ہوگا۔ کہ یہ ہمارے عیش و آرام میں مخل ہو رہے ہیں۔ اور سلمانؓ وہ کامل ایمان ہیں جن کی نسبت حضرتؐ کا یہ فرمان ہے۔ لو کان الدین عند الثریا لناله سلمان۔ یعنے اگر دین ثریا کے پاس ہوتا تو سلمان فارسی اُس کو ضرور پالیتے۔ (استیعاب جلد ۲ صفحہ ۵۷۳)

اور بی بی صاحبہ کو جناب امیرؑ سے تو اتنا تعصب تھا۔ کہ انکا نام بھی نہ لیا کرتیں۔ چنانچہ صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۴۰۶ میں ہے جناب عائشہ

فرماتی ہیں۔ کہ جب ایام مرض الموت میں جناب رسول خدا نے میرے گھر میں رہائش کرنے کے لئے اپنی ازواج سے اذن لیا۔ اور میرے گھر میں آ گئے۔ تو اس قدر علیل تھے۔ کہ ایک ہاتھ عباس رضؓ کے کندھے پر اور ایک ہاتھ کسی دوسرے شخص کے کندھے پر رکھ کر آئے۔ عبید اللہ بن عبد اللہ نامی ایک صحابی رضؓ کہتے ہیں۔ کہ جب اس کا ذکر میں نے ابن عباس رضؓ سے کیا۔ تو اُنھوں نے کہا۔ کیا تو جانتا ہے کہ وہ شخص کون ہے۔ جس کا نام حضرت عائشہ نے نہیں لیا۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ کہا وہ علیؑ ابن ابیطالب تھے۔ جن کا نام لینا اوس کو ناپسند تھا۔

روضۃ الاحباب جلد ثالث صفحہ ۱۰ میں ہے کہ "دل عائشہ از جانب علیؑ غبارے داشت" اسی تعصب وغبار کی وجہ سے تو جناب امیرؑ سے جنگ وجدال کیا اور حکم الٰہی وقرن فی بیوتکن کی مطلق پروا نہ کی۔ ما قال المنصف باحسن الطریق۔ ؎

حمیرا جنگ جو با حیدرؑ آمد ٭ کہ جنگش جنگ با پیغمبرؐ آمد
پدر بوبکر تر سوگ وحباں بود ٭ نگر کیں دختر سش جنگی بر آمد

اور اسی بغض وعداوت کی وجہ سے جناب امام حسن المجتبیٰ علیہ السلام کے جنازے پر تیر باراں ہوئیں۔ اور روضہ نبویؐ میں دفن ہونے سے منع کیا۔ ان الحسن کان اوصی باخیہ الحسین ان یدفن عند جدہ فمنعت من ذلک عائشہ (دیکھو حاشیہ تاریخ کامل صفحہ ۱۳۳ جلد ۱۱) ٭

حالانکہ عبد الرحمن بن عوف کے لئے کمال مبالغہ کیا۔ کہ وہ روضہ نبیؐ میں دفن ہو۔ چنانچہ جذب القلوب شیخ عبد الحق دہلوی صفحہ ۲۵۲ میں ہے "چوں وقت رحلت عبد الرحمن بن عوف رسید عائشہ بروے کس فرستاد۔ کہ اگر خواہی ترا در جنب رسول اللہ و برادران تو ابو بکر و

عمر دفن کنیم۔ گفت نخواہم کہ خانہ بر تو تنگ گردانم مرا با عثمان بن مظعون عہدے بود ہر کدام از ما بمیرد در پہلوئے دیگر دفن گردد۔

پس موجب اقرار مؤلف رسالہ ردّ شیعہ کے جو اُنھوں نے صریح اور صاف لفظوں میں کیا ہے۔ کہ جو کوئی آل محمدؐ یا اُس کے کسی اصحاب سے دشمنی رکھے گا۔ تو وہ شخص اُس عذاب کا مستحق ہے کہ جس سے تمام دنیا ہلاک ہوجائے۔ جناب ام المومنین عائشہ بھی اس سے محروم نہیں ہیں۔ کیونکہ اُنکی صاف دلی صحابہ رسولؐ مثلاً سلمانؓ جیسے کامل الایمان اور جناب امیرؑ اور حضرت امام حسنؑ مجتبےٰ سے روشن و آشکار ہے۔ شاید یہی وجہ ہے۔ کہ جناب بی بی صاحبہ کی موت بھی ایک ایسے شخص کے ہاتھ سے واقع ہوئی۔ جس کو جناب رسولخدا نے باغی اور ناری فرمایا ہے۔ چنانچہ حبیب السیر میں ہے کہ "در تاریخ حافظ از نزول الابرار و کامل السفینہ منقول است کہ در سنہ ثمان و خمسین من الهجرة معاویہ بن ابوسفیان جہت بیعت پسر لعین خود بمدینہ رفتہ امام حسین علیہ السلام و عبدالرحمٰن بن ابوبکر و عبداللہ بن زبیر را ہم مامور بہ بیعت کرد۔ عائشہ زبان ملامت کشود۔ و برو اعتراض نمود۔ معاویہ در خانہ خویش چاہے کند و سر آنرا بخاشاک پوشیدہ و کرسی آبنوس بر آں نہاد و عائشہ را بہ ضیافت طلبیدہ و بر آں کرسی نشاندتا در آں چاہ اُفتاد۔ معاویہ سر آں چاہ را تا یک مضبوط نمودہ بمکہ رفت انتہٰے۔ (صفحہ ۳۳ جلد اول)

اس میں شک نہیں۔ کہ جو شخص دوسرے کے لئے اسباب مضرت پیدا کرتا ہے۔ وہی اس کے اپنے لئے موجب نقصان ہوا کرتے ہیں۔ جناب بی بی عائشہ نے تو جناب امام حسن مجتبےٰ علیہ السلام کو روضہ رسولؐ میں دفن نہ ہونے دیا۔ اس لئے کہ شہزادۂ ہفت اقلیم کو یہ عزت و تکریم

حاصل نہ ہو۔ کہ اُس کا مزار اپنے جد امجد احمد مختارؐ کے قرب و جوار میں ہو۔ اس شرف خاص میں شیخین ہی مخصوص۔ اور انہی کی یہ فضیلت مشہور عالم ہو۔ مگر یہ خدا کی شان ہے۔ کہ ”من حفر بیرا لاخیہ فقد وقع فیہ“ ”چاہ کن را چاہ در پیش“۔ جناب امام حسن مجتبےٰ علیہ السّلام کا مزار مطلع الانوار فیض آثار تو ہمیشہ کے لئے مرجع انس و ملک ہے۔ جس پر ہزاروں بلکہ لاکھوں۔ نہیں نہیں۔ کروڑوں بلکہ بے شمار عبد کرو گار ناصیہ فرسائی کر کے ناجی و رستگار ہو رہے ہیں۔ اور اُنکی تربت کا نام و نشان بھی باقی نہیں۔ دراصل اُن کے طرفداروں کے لئے یہ سخت ندامت ہے۔

حضرت ابو بکر کی ایماء سے خالد بن ولید نے حضرت مالک بن نویرہ کو شہید کیا۔ (تاریخ طبری صفحہ ۵۴۴)۔ اور ابو العادیہ نے معاویہ کی طرف سے ہو کر حضرت عمار یاسرؓ کو شہید کیا۔ جس کی نسبت یہ ارشاد نبویؐ ہے۔ کہ افسوس عمار کو ایک باغی گروہ قتل کریگا۔ جو یہ اُنکو بہشت کیجانب بلائیگا اور وہ اُس کو دوزخ کی طرف۔ (صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۶۳ و جلد ثانی صفحہ ۱۴۹ مطبوعہ مصر) پس مالکؓ اور عمارؓ سے دشمنی کرنے والے بھی سخت عذاب کے مستحق ہیں۔

حضرت عمرؓ نے جو بزرگ صحابہ کو حبس بیجا میں رکھا ہے۔ محض اس جرم میں کہ وہ احادیث رسولِ خداؐ کو کیوں بیان کرتے ہیں۔ تو وہ بھی اسی کے مستوجب ہوئے۔ چنانچہ مولوی شبلی نعمانی صاحب اپنی کتاب الفاروق صفحہ ۲۲۴ میں لکھتے ہیں۔ ان عمر حبس ثلثۃ ابن مسعود و ابا الدرداء و ابا مسعود الانصاری فقال قد اکثرتم الحدیث عن رسول اللہ یعنے حضرت عمر نے عبد اللہ بن مسعود اور ابو درداء اور ابو مسعود انصاری کو محبوس کیا۔ اور کہا کہ تم لوگوں نے آنحضرتؐ سے بہت حدیثیں روایت کرنی شروع کیں۔ اور کہا واقلوا الروایۃ عن رسول اللہ و انا شریککم یعنے جہاں تک ہو سکے

رسول اللہ سے روایت کم کیجاوے اور میں اس میں تمہارا شریک حال ہوں۔ حین حیات سرور کائنات میں تو "حسبنا کتاب اللہ" کہا تھا اور اُس کا عملی ثبوت اُنہوں نے اپنے عہد خلافت میں ہی دیا کہ احادیث نبوی کو بالکل ترک کر دیا۔ اگر کوئی کسی حدیث کو بیان بھی کرتا تو حکم دیا جاتا کہ اسکو حبس دوام میں ڈالدو۔ پس مذہب چکڑالوی کے اصل موجد و بانی آپ ہی ہیں۔ مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی نے تو اُن کی تقلید میں اس مذہب کی تجدید ہی کی ہے۔ سچ ہے۔ ؎

خشت اول چوں نہد معمار کج ٭ تا ثریا مے رود دیوار کج

(چکڑالوی مذہب کی تردید دیکھنی ہو تو ہمارا رسالہ امامیہ قرآنیہ دیکھو)

حضرت علی کا علم قرآنی

پھر یہ بھی نہیں کہ وہ مسائل دینیہ کے مستنبط محض کتاب اللہ سے تھے جیسا کہ یہ شرف اُن بزرگان دین کی ذات پاک سے مخصوص ہے جو ثقل ثانی کتاب رحمانی ہیں۔ اور حسبنا کتاب اللہ بہ ہمہ حسن و خوبی انہی کو سزاوار ہے۔ جن کی شان میں لن یفترقا وارد ہے جو بلا تعلیم احدے سب کچھ قرآن مجید سے بتائید رب حمید ثابت کر سکتے ہیں۔

خلیفہ صاحب نے تو بارہ برس کے بعد فقط ایک سورۂ بقر ہی پڑھا تھا۔ جس کے شکریہ میں بہت سی قربانیاں کیں۔ اس سے ضرور تعجب ہوگا کہ آپنے کیوں کر بارہ برس میں ایک سورہ پڑھا تھا۔ حالانکہ آجکل کے اندھے لونڈے مہینہ دو مہینہ میں سارا قرآن یاد کر لیتے ہیں اس لئے سند دینی ضروری ہے (دیکھو تفسیر در منثور جلد اول مطبوعہ مصر صفحہ ۲۱) عن ابن عمر قال تعلم عمر البقرة فی اثنتی عشرة سنة فلما ختمها نحر جزورا۔ یعنے ابن عمر سے روایت ہے کہ حضرت عمر نے بارہ برس میں ایک سورہ بقر ہی پڑھا تھا۔ جب ختم کیا تو بہت سی قربانیاں کر ڈالیں۔ چنانچہ اُن کے ذاتی و مقال

کے مطابق کسی نے یہ شعر کہا ہے۔ ؎

دو شش سال بن مغز خود سوختم ٭ کہ یک سورۂ بقر آموختم

کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۲۰ میں ہے کہ مسروق نام ایک شخص نے حضرت عمرؓ سے کلالہ کی بابت دریافت کیا کہ اس کا کیا معنے ہے خلیفہ صاحب نے اسکی ڈاڑھی پکڑ کر اُس کو جھٹکا دیا۔ اور کہا کہ اگر میں اس کا معنے جانتا تو جناب رسولخدا اپنی انگشت میرے سینہ پر کیوں مارتے جبکہ وہ اس لفظ کا بیان کر رہے تھے اور میری سمجھ میں نہ آتا تھا اور میں بار بار پوچھتا تھا تو حضرتؐ نے میرے سینہ پر اپنی انگشت ماری اور کہا۔ جا اے جاہل۔ تجھکو کلالہ کی سمجھ بھی نہیں ہے۔ (ایضاً فی مسند احمد بن حنبل صفحہ ۴۲)

ذی عقل وہوش انصاف فرمائیں کہ جس نے بارہ برس میں فقط ایک ہی سورۂ بقر یاد کیا ہو اور جو کلالہ کے معنے سے ناواقف ہو اُس کو اُس عالم علم لدنی سے کچھ نسبت ولگاؤ ہے۔ جو قائل کلمۂ سلونی ہے۔ جس بزرگ کا یہہ دعوے صدق آمیز کہ قرآن میں کوئی آیت نہیں جس کا مجھے علم نہ ہو۔ میں جانتا ہوں کہ یہہ آیت اس بارہ میں اور یہہ آیت اس لئے نازل ہوئی ہے۔ اور یہہ رات کو نازل ہوتی ہے اور یہہ دن کو۔ جس کی شان میں علی مع القرآن والقرآن مع علی وارد ہے۔ جو ایک رکاب سے دوسری رکاب میں پاؤں ڈالنے تک ختم قرآن کرے۔ اور جس نے بار بار یہ پکار پکار کر فرمایا ہو۔ انا قرآن ناطق وھذا قرآن صامت (میں ہی قرآن ناطق ہوں اور یہہ قرآن صامت ہے) اگر حضرات ناظرین حضرت عمرؓ کا اشارہ نسبت غیر عالم علم قرآن ہونے اور اکثر و بیشتر مسائل میں اپنی عدم واقفیت جتلانے کی مزید تشریح مع نقد ثبوت چاہیں تو ہمارے رسالہ "اماميہ قرآنیہ" اور رسالہ ہذا کے حصہ دوم اور "تشہیر الفراغ" بجواب فہرست نہج البلاغہ کو ملاحظہ فرمائیں انشاء اللہ تسلی بخش تشفی ہوگی

غرض یہ لفظ کلالہ نہ کوئی انگریزی زبان کا لفظ تھا۔ نہ پشتو کا۔ بلکہ عربی لفظ ہے۔ جو ہر اُس قرابت مند پر بولا جاتا ہے۔ جو باپ۔ ماں۔ بیٹا نہ ہو کما قال عز من قائلہ۔ وان کان رجل یورث کلالۃ او امراۃ ولہ اخ او اخت فلکل واحد منھما السدس۔ (نساء ع ۲) یعنے اگر ایسا مرد یا عورت ہو جس کے نہ باپ ہو نہ بیٹا۔ مگر اُس کے بھائی یا بہن ہوں تو اُن میں ہر ایک کا حصّہ چھٹا ہی ہے۔

پھر فرماتا ہے۔ یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ ان امرء ھلک لیس لہ ولد ولہ اخت فلھا نصف ما ترک یعنے جو لوگ تم سے کلالہ کے بارہ میں سوال کرتے ہیں۔ تم کہدو کہ اگر کوئی ایسا فرد مرجائے جس کے اولاد نہ ہو۔ اور بہن ہو تو اُس کو نصف حصّہ ملیگا۔

یہ آیتیں ایسی ہیں کہ ہر جاہل و عامی اس کو سمجھ سکتا ہے۔ مگر خلیفہ دوم نے ایسا فہم عالی پایا تھا کہ کسی طرح اُنکی سمجھ میں نہ آیا کہ کلالہ کون جانور ہے۔ اور معلوم ہوا کہ کلالہ ایسا لفظ تھا کہ عام محاورات میں مستعمل تھا۔ مگر اُن کے اپنے واسطے گویا چڑ تھی۔ کہ اس کا کسی نے نام لیا اور اُنھوں نے اُس کی داڑھی پکڑ لی۔ فاسد خلافت کے مسئلہ سے بھی یوں ہی بے علم ہوتے۔ مگر اُسپر تو ایسا حملہ رآور رہا کہ دو اور کو بھی خلیفہ کیا۔ اور خود بھی خلیفہ ہوئے اور ایسا سامان کر گئے کہ جتنے فساق و فجار تھے وہی خلیفہ ہوئی۔

حضرت عثمانؓ کا سلوک اصحاب سے

حضرت عثمان کی داستان بھی قابل بیان ہے۔ جنھوں نے صحابہ جلیل القدر کو پٹوایا اور مدینہ سے باہر نکلوایا۔ تاریخ مظفری ملا ابراہیم سمرقندی کے صفحہ ۲۳۴ پر ہے۔ کہ جب حضرت عثمان نے عبد اللہ بن مسعود سے قرآن طلب کیا تو وہ دینے سے انکاری ہوئے اُنہوں نے

اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ ان کے سر کی گرد خوب جھاڑ دو۔ اس موقع کے متعلق تحفہ میں شاہ عبدالعزیز دہلوی نے مطاعن حضرت عثمان میں یہہ فقرہ کہا ہے کہ "غلامان عثمان البتہ بہ ابن مسعود خشونت کردہ بودند و ضربت و صدمہ بہم باو رسید" جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں صحابہ نے باہم یکدیگر میل و ملاقات ترک کر دیا۔ بقول صاحب تحفہ عثمان نے جو وظیفہ مقررہ بھیجا تھا ابن مسعود نے اوسکو واپس کرکے کہلا بھیجا۔ کہ مجھکو تمہارے عطیہ کی کچھ ضرورت نہیں میں نے اپنے بیٹوں کو سورۂ مبارکہ واقعہ کے پڑھنے کی وصیت کر دی ہے۔ وہ انشاء اللہ تعالے کبھی بھوکے ہو کر تمہارے محتاج نہ ہوں گے۔ دوسرا عمار یاسر رضہ جیسے طبیب و طاہر صحابی کو جبکہ وہ مصریوں کے سفیر بنکر گئے اتنا پٹوایا کہ بچارے بیہوش ہو گئے۔ تیسرے جناب ابوذر رضہ ہیں۔ جن کو مسخرا کرکے مدینہ سے نکال دیا۔ نہایت العقول میں علامہ فخرالدین رازی لکھتے ہیں۔ ضرب ابن مسعود و عمار یاسر و سیر اباذر الی الربذۃ۔ یعنے حضرت عثمان نے ابن مسعود رضہ اور عمار رضہ کو پٹوایا۔ اور ابوذر رضہ کو مدینہ سے ربذہ میں جلاوطن کیا۔

انوار الحق علامہ سید زین الورے بلخی شافعی کے صفحہ ۳۰۴ میں ہے کہ حضرت عثمان نے ابن مسعود کو بیہودہ گالیاں دیں۔ ملا محسن کشمیری رسالہ نجات المومنین صفحہ ۱۳۳ میں لکھتے ہیں۔ "و عنہا انہ وقع منہ امور منکرۃ فی حق صحابۃ النبی ضرب ابن مسعود حتی کسر ضلعین من اضلاعہ و احرق مصحفہ و ضرب عمار حتی اصابہ فتق و ضرب اباذر و نفاہ الی الربذۃ۔ یعنے حضرت عثمان سے چند امور مکروہ واقع ہوئے۔ از انجملہ یہ کہ ابن مسعود رضہ کو اتنا پٹوایا۔ کہ انکی دو پسلیاں ٹوٹ گئیں۔ اور ان کے

قرآن کو لے کر پھونک دیا۔ اور عمار یاسرؓ کو ایسا مارا کہ صدمۂ فتق لاحق ہوا۔ اور ابو ذرؓ کو مار پیٹ کر مدینہ سے زبدہ میں ڈلوایا۔

ابن قتیبہ نے کتاب الامامت والسیاست میں اور ابن عبد البر نے استیعاب میں امور متذکرۃ الصدر کی صراحت کر کے اور اضافہ کیا ہے۔ کہ حضرت عثمان نے حکم دیا۔ کہ ابن مسعودؓ فوراً مدینہ خالی کر دے۔ لیکن اکثر اصحاب ساعی ہوئے جس سے خارج البلد کرنے کا حکم ملتوی کیا گیا۔ (صفحہ ۱۲۱ و ۱۲۰)

بڑے آدمیوں کا یہی دستور ہے۔ کہ اگر کسی ملزم و معتوب کو مارنا چاہتے ہیں۔ تو خود نہیں مارا کرتے۔ غلاموں سے پٹوایا کرتے ہیں۔ اور اس مار پیٹ کا تعلق خاص اُسی سردار سے ہوا کرتا ہے۔ حضرت عثمان کا غلاموں سے مروانا اُنکی اپنی عادت ہی سے ہے۔ اگر اس زمانہ میں وہ ہوتے تو ضرور زیر دفعہ ۳۲۵ ماخوذ ضرب شدید ہو کر سات سال کی قید سخت کے مستحق سمجھے جاتے مگر اب بھی کچھ تشویش نہیں۔ کیونکہ اس قید سے بھی سخت ترین قید کے وہ مستوجب ہیں۔ جس کی تسلیم جناب سید قطب شاہ صاحب سندیلوی کو بھی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ کہ جو شخص اصحاب سے دشمنی کریگا۔ وہ اُس عذاب کا مستحق ہے۔ جس سے تمام دنیا ہلاک ہو جائے۔ تو پھر اُنکے بُرا کہنے والوں کا کیا حال ہوگا۔

جناب شاہ والا کے اس حتمی فیصلہ کی رو سے وہ کبھی چھوٹنے کے نہیں۔ جناب ام المومنین حضرت عائشہ کو حضرت عثمان سے کمال عداوت تھی۔ جس کی وجہ سے وہ اُنپر نفرین کیا کرتیں۔ اور لوگوں کو اُن کے قتل پر ترغیب و اشتعال دیا کرتیں۔ چنانچہ روضۃ الاحباب جلد ثالث صفحہ ۱۵ میں ہے۔ کہ بعضے ازین امور مذکورہ حامل و باعث شد مر عائشہ را کہ در شان عثمان گفت لعن اللہ نعثلا و قتل اللہ نعثلا۔ چنانچہ در بعضے کتب از تواریخ ہست۔ اور یہ مسلم امر ہے۔ کہ جناب عائشہ کو اُن سے اس قدر عداوت کسی

سبب سے ہو گی۔ بقول شاہ صاحب اُن دونوں کی باہمی عداوت اور ایک دوسرے کو بھلا بُرا کہنا اس کا مقتضی ہے۔ کہ یہ دونوں بھی مقولہ اولٰے کے مستحق ہیں۔ اور یہ مسئلہ اہل سنت کا اپنا ہی مسلمہ و مجوزہ ہے۔ کہ اگر کوئی شخص کسی غیر مستحق لعنت نفرین کرے۔ تو وہ نفرین عود کر کے اُسی کرنے والے کی طرف جاتی ہے۔ پس ہم شاہ صاحب سے بکمال شوق یہ پوچھتے ہیں کہ جناب ام المومنین کی نفرین کہاں گئی۔ خلیفہ ثالث کے پاس پہنچی یا بی بی صاحبہ کی طرف لوٹ آئی۔ آخر ان دونوں میں سے ایک تو ضرور ہی مستحق ہو گا۔

اس کے بعد طلحہ و زبیر کا نمبر ہے۔ کہ اُنہوں نے بشمولیت ام المومنین جناب امام المتقین سر اللہ فی العٰلمین قاتل المشرکین والناکثین والمارقین۔ و القاسطین مولانا ومقتدانا علی ابن ابی طالب علیہ السلام روحی لہ الفدا سے جنگ کی ہے۔ جن کی شان میں حضرت کا یہ فرمان ہے۔ کہ اے علیؑ جس نے تجھ سے جنگ کی۔ بہ تحقیق اُس نے مجھ سے جنگ کی ہے پس مولائے مومنین کے دشمن بھی ضرور عذاب شدید و عقاب مزید کے سزاوار ہیں۔

پھر اُن کے بعد اُن صحابہ کو لیجئے۔ جن سے جناب امیرؑ نے وقت احتجاج و استدلالِ خلافت خود استشہاد چاہا۔ مثلاً انس بن مالک اور زید بن ارقم وغیرہما اور اُنہوں نے گواہی دینے میں استبعاد و انحراف کیا۔ جس کی پاداش میں وہ مبروص و مجذوم۔ و مشلول اور اندھے اور بہرے ہو گئے۔ جن کو سردست سزا ملی۔ پس چونکہ اُنہوں نے جناب امیرؑ سے صریح دشمنی کی ہے۔ لہٰذا وہ بھی اُسی فیصلہ کے مورد ہوئے۔ جس کی تخصیص خود شاہ صاحب نے فرمائی ہے۔ (انوار الحق صفحہ ۲۷۳)

حضرت معاویہ اور یزید اور مروان وغیرہم کی نسبت تو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں اُنکی تال کاری تو اظہر ظہور و اشہر شہور ہے۔ امید ہے کہ شاہ صاحب

بھی از روئے جوشِ سیادت اُنکو وہی سنتے ہونگے۔ جیسے وہ لائق ہیں۔ یہ تقدیری بات ہے کہ جس وجوہات واستدلالات سے شاہ صاحب اپنا اظہارِ حقیقت واثباتِ مدعا کرنا چاہتے ہیں وہی اون کے حق میں برعکس ثابت ہوتا ہے۔ اور ہمارے لیئے مفید بدرجۂ مزید۔ اصل یہ ہے۔ کہ حق حق ہے اور باطل باطل ہے۔ جھوٹ کی بیل منڈھے نہیں چڑھتی۔ سچ ہے۔ الحق یعلوا ولا یُعلےٰ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبرِ کامل ❊ کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ مے آرد سکندر را

فصل ۳

فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد للہ رب العالمین (انعام ع ۵)

(سیر مار کوفتہ پہ)

قال المؤلف۔ اور بھی اُسی کتاب میں کے صفحہ ۴۳ پر اسمیں شبِ ہجرت کا ذکر ہے امام حسن العسکری ؑ فرماتے ہیں کہ خدا نے وحی بھیجی محمد علیہ السلام پر۔ فرمایا کہ ابوجہل وغیرہ قریش نے تیرے قتل کی تجویز کی ہے تجھکو حکم ہے کہ آج کی رات علیؑ کو اپنے بستر پر سلاوے۔ اور ابوبکر کو اپنے ہمراہ لے۔ اگر وہ تیری رفاقت کرے اور اپنے عہد پر قائم رہے تو جنت بلکہ اعلےٰ علیین میں آپ کا رفیق ہوگا۔ جبکہ حضرتؐ نے ابوبکر سے فرمایا۔ کہ اے ابوبکر تو راضی ہے۔ کہ اس سفر میں میرے ہمراہ ہو۔ اور دشمن جس طرح مجھے قتل کے لیئے تلاش کریں۔ اسی طرح تیرے قتل کے بھی درپئے ہوں۔ اور میری رفاقت کے سبب سے تجھ پر قسم قسم کے عذاب پہنچیں۔ ابابکر نے عرض کی یا رسول اللہ میں تو وہ شخص ہوں کہ

تفسیر حسن عسکری

اگر آپ کی محبت سے سخت تر بلاؤں میں گرفتار رہوں اور قیامت تک اُن میں پھنسا رہوں۔ تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے۔ کہ آپ کو چھوڑ کر دنیا کی سلطنت قبول کروں۔" "میری جان اور مال اہل و عیال سب آپ پر قربان ہیں آپ کو چھوڑ کر کہاں جائیں"۔ یہہ سنکر رسول صلعم نے فرمایا۔ کہ تحقیق اللہ تعالے تیرے دل پر مطلع ہوا۔ اور پائی تیرے دل کی بات موافق تیری زبان کے"۔ پس بالیقین خدا نے تجھ کو بمنزلہ میری سمع و بصر کے گردانا۔ اور تجھکو میرے ساتھ وہ نسبت ہے جو کہ سر کو جسم سے اور روح کو بدن سے ہے۔" پس امام کی کلام نے تو تمام جھگڑا ہی مٹا دیا۔ اور صدیق اکبر کا شان اور ایمان تو ایسا بیان فرمایا۔ کہ اُن پر جو شیعوں کے طعن پر گمان تھے وہ سب کے سب پشیمان ہوئے۔ دیکھو رسول صلعم نے تو مقام اعلے علیین ہیں بھی حضرت صدیق کو اپنا رفیق فرماکر اپنا سمع و بصر بنایا۔ بلکہ اُنکو اپنا سر و جسم و روح وتن فرمایا جس سے صاف ثابت ہوا۔ کہ حضرت صدیق کو جس نے ایذا پہنچایا اُس نے پیغمبر صلعم کو ایذا پہنچا کر خدا کو اپنا دشمن بنایا۔ اور اسی طرح دوست بھی اُن کا خدا کا دوست ہوا۔ (انتہے کلامہ سفاہت التیامہ۔

اقول انا المبین للرموز البدیعة۔ جس طرح مینڈک سانپ کے نگلنے پر کچھ نہ کچھ آواز دیتا ہے۔ اُسی طرح مؤلف رسالہ ردّ شیعہ بھی کچھ نہ کچھ بول جاتے ہیں مزید براں ہے

یتلون المذموم من فرط العمی ٭ جہلا کما تتلون الحرباء

اس تمام طول و طویل تقریر کا بھی وہی مطلب ہے۔ کہ جس کو شاہ جی پہلے سے روتے چلے آئے ہیں۔ یعنے یہ کہ کتب مذہب حقہ شیعہ اثنا عشریہ نورانیہ فاخرہ سے اپنے یاران ثلاثہ کی فضیلت کو ثابت کریں۔ مگر ہم کو سخت عبرت ہے۔ کہ اُنہوں نے یہہ خیال اپنے قلب مبارک میں کیوں ٹھان لیا ہے۔ کیونکہ جب ان سے اپنے بھلے بدرجہا زیادہ فضیلت کے افراد اس میں کچھ کامیابی

حاصل نہیں کر سکے - تو آج جبکہ حق حق ہو چکا ہے - اور باطل باطل - شیعوں نے اپنے زور بھرے قلم سے شیشے کی طرح صاف اور شفاف شکل میں سب کچھ دکھا دیا ہے - تو یہ کس پایہ کے انسان ہیں - کہ اُن کے مقابلے میں اپنے جامۂ ہستی پر کچھ رنگ چڑھا سکینگے - خواجہ حافظ شیرازی علیہ الرحمت کا یہ شعر اُنہی کے حال اور مقال کے مطابق ہے ؎

ہر چند کاز موہوم از وے نبود سود م ❊ من جرب المجرب حلت بہ الندامہ

شاہ جی کی ایمانداری اور علمی فضیلت پوشیدہ نہیں جا بجا خیانت و عدم دیانت سے کام لیا ہے - اصل عبارت میں جسارت کرکے خسارت کی ہے - یہ تو اُن کا چند ورقہ رسالہ ہے - اگر ناظرین باتمکین اِن کی دوسری کتاب غلط الاسم والقسم شوائط البرقات کا مطالعہ فرمادیں - تو اس سے بھی کہیں زیادہ اُنکی عظمت ظاہر ہوگی - رمی الجمرات وہ کتاب لاجواب صداقت انتخاب ہے - جس کے مطالعہ سے اکثر فضلاء حنفیہ نے رخت بدبخت ناصبیت و خارجیت کو اوتار کر خلعت خوش طلعت شیعیت کو زیب تن فرمایا ہے - از انجملہ عالیجناب

فاضل صوبۂ سرحد

مجدت و نکارمت نصاب عمدۃ الاخلاء والاطیاب صفوۃ الاجلاء الانجاب قدوۃ الابرار زبدۃ الاحرار محرز الشرف والفخار حلیف العز والوقار ذی المحامد السنیہ والمناقب البہیہ الفاضل المجید والمناظر السدید الحبر الواسع والنحریر الحاشع الطیب الوجہ الکمل السن حضرت انجی الاعزے مولانا المولوی محمد محسن خاں کوہاٹی رحمہ اللہ صدر الافاضل خصہ اللہ بجلائل المواہب واسبغ اللہ علیہ فواضل النعم والرغائب

جن کا ہر علمی پہلو کمال درجہ پر ہے - اپنی عظمت و مکرمت کی وجہ سے مستغنی المدح ہیں - اہل بصیرت ہی اُنکی خوب قدر افزائی کرتے ہیں - غرض اُن کا آفتاب علم و فضل اپنے خاص جلوہ سے ہر خطہ پر عالم آرا دہے - گو یہہ روز سے وہ عالم

کامل تھے۔ مگر مذہب حقہ شیعہ اثنا عشریہ کی جماعت بابضاعت نورانیہ فلاحیہ راضیہ مرضیہ خیر البریہ میں داخل ہونے کا اصل سبب جو اُن کو استقلال قبولیت کا موجب قوی ہے وہ مطالعہ لامعہ کتاب مستطاب رمی الجمرات ہے۔ آپ اکثر یہی فرمایا کرتے ہیں۔ کہ مجھے تبلیغ حق اسی سے ہوئی ہے مجھ سے علاوہ اکثر علماء سنیہ اور بھی اس کے مضامین صداقت آگین کے مطالعہ سے رہ گرائے حق وحقیت ہو گئے ہیں۔ اللّٰھم زد فزد۔

ایک سنی عالم کی صدق گوئی

مگر آجکل کے نئے رنگ ڈھنگ کے سید مناظر نے اُس کتاب جلالت مآب کی تردید میں ایک کتاب لکھی ہے۔ جو سراسر از سرتاپا غلط ہے۔ مجھے ایک سنی عالم کی صدق گوئی نہایت ہی مرغوب گذری۔ اتفاقاً میرے ساتھ وہ بھی ریل میں بیٹھ گئے۔ جبکہ میں لاہور سے آرہا تھا۔ اُنکی زبان حق ترجمان سے چند کلمے عمدہ اور جامع نکلے۔ فرمایا افسوس کہ سید قطب شاہ صاحب کو اس کتاب کے لکھنے سے کسی نے منع نہ کیا۔ جب وہ اپنے گھر سے واقف نہیں۔ اونکو اصول علم کلام میں ذرا بھر بھی مہارت نہیں۔ وہ یہ بھی نہیں جانتے۔ کہ مناظرہ کس کو کہتے ہیں۔ اور طریق مناظرہ کیا ہوتا ہے۔ اور کیوں کر کیا جا سکتا ہے۔ کتب طرفین کے بواطن واسرار سے کوسوں دور ہیں۔ تو ایسی کون سی مشکل درپیش تھی۔ کہ ایک غلط و نامعتبر کتاب لکھکر اپنے مذہب کے بنیادی پتھر کے گرادینے کا باعث ہوئے۔ کیا شیعہ بھی کبھی مٹنے والے ہیں۔ کہ اپنے خصم مقابل کے حملوں کو بطرز حسنہ دفع نہ کر سکینگے۔ حالانکہ میدان مناظرہ انہی کے ہاتھ میں رہا ہے۔ یہی فارس میدان کلام ہیں۔ انہوں نے بڑے بڑے نامور علماء سنیہ کے دانت کھٹے کیئے ہیں۔ اور اسی طرح انکو زہر کے پیالے پلائے۔ اور تلخ و ترش لقمے کھلائے ہیں۔ کہ آجتک اُن کے پاؤں صدمہ چلنے سے عاری ہیں۔

ہیں۔ اُنکی آنکھیں اوپر کو رہ گئی ہیں۔ نیچے دیکھنا بھی دشوار ہے۔ ہاتھ
مشلول ہیں۔ زبان مسلول ہے۔ مینے اکثر مقامات شوائظ البرقات کا مطالعہ کیا ہے
جس جس کتاب مذہب شیعہ کا حوالہ دیا ہے وہ مضامین اصل کتاب سے
ملائے گئے۔ تو مطابقت نہ پائی۔ اپنے مذہبی کتب میں بھی خیانت کی ہے
واقعات مسلمہ کو بدل دیا ہے۔ سچ پوچھو تو رنج ہوا کہ صریح جھوٹ کیوں
لکھا۔ یہ علمی فضیلت نہیں۔ نہ یہ ایمانداری ہے۔ آخر کب تک پردہ رہیگا
مناظرہ بہت مشکل ہے۔ اگر میری اُن سے کبھی ملاقات ہوئی۔ تو ضرور فہمائش
کرونگا۔ میں پاک پٹن شریف گیا تھا۔ حضرت باواصاحب علیہ الرحمت کا
عُرس تھا۔ افواہاً سنا کہ شاہ جی جائینگے۔ مگر نہیں گئے۔ وجہ نا معلوم۔
اگر جاتے تو ضرور کچھ نہ کچھ کہتا۔ مگر خیر کبھی تو ملینگے۔ دراصل اُنہوں نے
بیوجہ تمام روئے زمین خصوصاً سرزمین پنجاب کے شیعوں کی دل آزاری
کی ہے۔ اس ارتکاب میں وہ بھی تلخ و ترش جوابات کے سننے کے قابل ہیں
وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به ولئن صبرتم لهو
خير للصابرين ۝ ۱۱۵ النحل ع ۱۴ یعنے اللہ بادشاہ فرماتا ہے۔ کہ اگر
تم اپنے دشمن کو سزا دینا چاہو۔ تو اسی قدر تم بھی اُسکو سزا دے سکتے ہو
جتنا کہ اُس نے تم سے بُرا سلوک کیا ہے۔ اگر تم صبر کرلو کہ اُسکو کچھ نہ کہو۔
تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ کیونکہ اچھی سزا و جزا دینے والا وہی خدا ہی ہے۔
کتاب آیات بینات مصنفہ مولوی مہدی علی خان محسن الملک سیکرٹری
سابق کالج علیگڈھ کے جواب میں رمی الجمرات لکھی گئی۔ جس کا جواب
الجواب آجتک تمام انڈیا بھر کے علماء سنیہ سے نہ ہوسکا۔ یہ بات اسی پر
دلالت کرتی ہے۔ کہ اس میں عجیب طرح کا سحر کیا گیا تھا۔ اور جواب ترکی
بہ ترکی دیا گیا تھا۔ اور صفحات کتاب مملو و مشحون بدلائل حقیقت و حقیت
تھے۔ ورنہ کبھی کا رد ہو جاتا۔ البتہ سنیوں میں بھی اکثر ایسے ہیں جنکو لکھنے

پڑھنے میں اچھی بھلی دسترس ہے۔ مگر سندیلیاں والی کے شاہ جی نے اپنے معلومات پر کوس لمن الملکی بجانا چاہا۔ دیکھئے اہلِ حق کس روش رفتار سے اُن کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ انتہے۔

ہماری طرف سے

ورود شروع

حقیقت میں اس بزرگ کا کہنا بہت ہی درست و بجا ہے۔ فی الواقع شاہ جی نے سخت غلطی کی ہے۔ کہ باوجود قلت کمال ایک باکمال کتاب کی تردید لکھی۔ جو سراسر منافی صدق و صحت ہے۔ شاہ جی نے جس جس کتاب حقہ شیعہ سے استدلال حقیقت کیا ہے۔ محض جھوٹ اور بہتان ہے۔ جس طرح اس رسالہ میں تصرف بے جا اور خیانت و سفاہت سے کام لیا ہے۔ اُس میں بھی ایسا بلکہ اس سے زیادہ تر۔ خیر۔ ہم کو اس سے کچھ مطلب نہیں۔ ہر شخص اپنا جواب آپ ہی دیتا ہے۔ کلّ نفس بما کسبت رھینۃ۔ (پ۲۹ - ع۱۶)۔

مگر حفظ عاقبت اور بہبودئے مآل بہتر ہے ؎ چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

چونکہ یہ موقع و محل نہیں ہے۔ کہ اُس کتاب غلط الاسم و القسم کے بعض مقامات نقل کرکے ناظرین با تمکین کو دکھائے جائیں کیونکہ بالفعل تو اسی رسالہ کی تردید ضروری ہے اگر حیات مستعار باقی ہے تو انشاءاللہ اُس کا علیحدہ جواب دیا جائے گا۔ بعد از تکمیل و تتمیم رسالہ مبارکہ عالیہ متعالیہ د موش بد بیعان ہم کتاب مستطاب نور السمٰوات فی ابطال شوائط البرقات لکھینگے۔ اہل فضل و نبل شاہ جی کی استعداد کا موازنہ خود ہی کر لینگے۔ کہ آخر یہ ہیں کون وہی ایک میں سے دو اور تین میں سے سات یا دو میں سے چھ اور چار میں سے آٹھ ؎

چکنی تیچھے تیل رکھا ٭ جیسے چوہا کٹ کٹ کھائے
گاڑے کی دُم اُٹھا کر دیکھا تو شبرات کے تین مہینے سے ایں

تفسیر مطہر تنویر امام علیہ السلام سے جس مضمون کا حوالہ شاہ جی نے دیا ہے۔ وہ اس طرح نہیں۔ جیسا کہ اُنہوں نے لکھا ہے۔ خیانت وعدم امانت انکی طبع وسرشت میں داخل ہے۔ اور یہ مسلم ہے کہ انسان جس بات کا عادی ہو جائے۔ تو وہ کبھی زائل نہیں ہوتی۔ ہاں مر جائے تو عادت جائے۔ آپنے صرف اسی قدر لکھا ہے کہ "خدا نے وحی بھیجی محمد علیہ السلام پر فرمایا۔ کہ ابوجہل وغیرہ قریش نے تیرے قتل کی تجویز کی ہے۔ تجھ کو حکم ہے کہ آجکی رات علیؑ کو اپنے بستر پر سلا دے۔ اس کے مابعد کی عبارت کو بالکل اُڑا دیا۔ اور جھٹ یہ کہدیا" کہ (حکم ہوا) ابوبکر کو اپنے ہمراہ لے۔ حالانکہ اس طرح نہیں۔ دیکھو تفسیر مبارک امام علیہ السلام صفحہ ۳۶۴۔ کہ اللہ تعالےٰ نے حضرتؐ پر وحی نازل کی کہ اے محمدؐ خدا نے بعد تحفہ درود وسلام کے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ ابوجہل اور رؤسائے قریش نے تیرے قتل کی تجویز کی ہے۔ اور تجھ کو امر فرمایا ہے۔ کہ آج کی شب علیؑ کو اپنے بستر پر سلا دے۔ اور یہ فرمایا ہے۔ کہ علیؑ کا درجہ تیرے نزدیک ایسا ہے۔ جیسے ابراہیم خلیل اللہ کے نزدیک اسمٰعیل ذبیح اللہ کا رتبہ۔ کہ وہ اپنی جان کو تیری جان پر فدا کرے گا۔ اور اپنی روح کو تیری روح کی سپر بنائے گا۔ حضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ یا علیؑ کیا تجھکو یہ منظور ہے۔ کہ مجھے تلاش کریں۔ اور میں نہ ملوں۔ اور تو ملجائے۔ اور اسوقت شاید جاہل لوگ تجھ پر حملہ کریں۔ اور تجھے قتل کریں۔ جناب امیرؑ نے عرض کی یا رسول اللہؐ مجھکو بخوشی منظور ہے۔ کہ میری روح آپکی روح کی سپر ہو۔ اور میری جان آپ کی جان پر فدا ہو جائے۔ بلکہ میں تو اسپر بھی راضی ہوں۔ کہ میری جان اور روح حضرتؐ کے کسی بھائی یا کسی قریبی رشتہ دار یا کسی جانور پر جس سے حضرتؐ کو کچھ نفع ہو نثار کر دیجائے۔ اور میں تو زندگی کو صرف حضرتؐ کی خدمت اور آپ کے اوامر و نواہی میں استعمال کرنے اور

جناب کے دوستوں کی محبت اور آپ کے خالص احباب کی نصرت اور حضور کے دشمنوں سے جہاد کرنے کے لئے پسند کرتا ہوں۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو ایک ساعت بھی دنیا میں زندہ رہنا مجھکو مطلوب نہیں ہے۔ جناب امیرؑ کا یہ کلام سُنکر حضرت نے اُنکی طرف توجہ کرکے فرمایا۔ اے ابو الحسن لوح محفوظ کے مؤکلوں نے تیری یہ گفتگو مجھ سے بیان کی اور جو ثواب عظیم اور اجر جزیل اس گفتگو کی عوض خدا نے تیرے واسطے مقرر کیا ہے۔ مجھ سے ذکر کیا اور وہ اس قدر ہے کہ نہ کسی نے کان سے سنا ہے۔ نہ آنکھ سے دیکھا ہے۔ اور نہ کبھی کسی کے دل میں اس کا خیال گذرا ہے۔ یا علیؑ تو میرے لئے ایسا ہے جیسے جسم کے لئے کان۔ آنکھ۔ اور سر۔ اور جیسے بدن میں جان اور تو مجھکو ایسا عزیز ہے جیسے پیاس کی بیماری والے شخص کو ٹھنڈا پانی۔ پھر فرمایا ابو الحسن میری چادر اوڑھ لے۔ جب وہ کفار تیری طرف آئینگے۔ تو خدا اپنی توفیق کو تیرے شامل حال کریگا۔ اور اس سبب سے تو اُن کے ہاتھ سے نجات پائیگا۔ انتہےٰ۔

سبحان اللہ کیا مراتب ہیں جناب ولایت مآب علیہ السّلام کے کہ خداوند عالم نے بلا کسی شرط کے صاف طور پر فرمایا۔ کہ اے حبیب مجیب صلعم بے خوف و خطر تو اپنے بستر پر علیؑ کو سُلا دے۔ کہ وہ تیرے حق میں ایسا اور ایسا ہے۔ کیونکہ جناب امیرؑ کا بیان اور عہد و پیمان دل کے موافق تھا اور خداوند رحیم و غفور علیم بذات الصدور ہے۔ جس سے کوئی شیئے مخفی اور پوشیدہ نہیں۔ لا یعزب عنہ مثقال ذرّۃ الخ۔ (سبا ۳) اور اگر وہ ذرہ کے برابر بھی ہو۔ اسی لئے تو جناب امیرؑ کی سب تقریر مملو الصدق و التاثیر کی تصدیق و توقیر نبیؐ بشیر و نذیر نے فرمائی کہ اے ابو الحسنؑ تیری اس گفتگو کو مؤکلان لوح محفوظ نے بھی سُن لیا ہے۔ اور تجھکو سچا سمجھا ہے۔ بیشک تو اُس وقت میرا یار و یاور ہے۔ اور مجھے

اپنی جان اور روح کی برابر ہے۔ تجھکو خالق اکبر وہ ثواب واجر عنایت کرے گا کہ اور کسی کو نصیب بھی نہیں ہوا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرتؐ کو سوائے اپنے برادر انیس ہمدم و جلیس و نفس نفیس جناب امیر علیہ السّلام کے صحابہ میں سے کوئی ایک بھی اس مقابلہ میں نظر نہ آیا۔ کہ جس سے آپ اس راز کو بیان فرماتے۔ کہ بھئی مجھے تو آجکی رات یہاں سے نکل جانے کا حکم ہوا ہے۔ اور تم میرے بستر پر سو جاؤ۔ بلکہ لکھا ہے۔ کہ حضرتؐ نے ایک دن اپنے صحابہ کو منع کر دیا تھا۔ کہ آج کی رات کوئی باہر نہ آئے۔ ہر کوئی اپنے گھر میں رہے۔ بجز جناب امیرؑ کہ اُن سے سب کچھ کہہ دیا۔ سچ ہے جس نے آیت نجوٰے پر عمل کیا تھا۔ اور رازدان رسولؐ بنا تھا۔ جس کی شان میں رسولؐ پاک نے فرمایا۔ ما انتجیتہ ولکن اللّٰہ انتجاہ یعنے میں نے اس سے راز نہیں کہا۔ بلکہ خدا نے اس سے راز کہا ہے۔ (مودۃ القربےٰ) آج بھی وہی اس قابل تھا۔ کہ اللہ کے رسول مقبول نے اُس سے اپنا راز بیان فرمایا۔ اور وہی ایک مونس و دمساز ناصر و ہمراز ہوا۔ کہ خدا نے اُس کو اپنے حبیب سے وہی نسبت دی جیسے کہ اسمٰعیلؑ کو جناب خلیلؑ سے نسبت تھی۔ یہ خدائی تعلیم ہے۔ کہ مؤمن سوائے مؤمن کے اور کسی سے اپنا راز نہ کہے۔ کما قال عزمن قائلہ۔ یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یالونکم خبالا الخ۔ (آل عمران ع۱۲) —

یعنے اے ایمان والو تم ایک دوسرے کے سوا کسی غیر کو اپنا ہمراز مت بناؤ تاکہ افشائے راز میں وہ تم سے خرابی نہ کرے۔ اور یہہ مسلم ہے کہ حضرت علیہ السّلام افضل المومنین و اوّل المومنین ہیں۔ کہ ان جیسا مؤمن کامل اور کوئی بھی نہیں۔ بلکہ خاتم نبیؐ عین ایمان اور ایمان کُل ہے۔ اور جب نبی صلعم نے اپنا ہمراز جناب امیرؑ کو مقرر فرمایا تو ثابت ہوا۔ کہ یہہ

بھی اُسی درجہ کے مؤمن کامل تھے جیسے کہ نبیؐ تھے۔ کیونکہ یہ نفس نبیؐ اور مثل نبیؐ اوّل المؤمنین بلکہ عین ایمان اور ایمان کُل جیساکہ حدیث مبارک برز الایمان کلّہ الی الکفر کلّہ سے ظاہر ہے اسی لئے خدا نے انکو صالح مطلق اور صالح المومنین فرمایا ہے۔ پس بمقابلۂ جناب امیرؑ وہ حضرات ہرگز مومن نہ تھے یہیں تو حضرتؐ اونکو بھی اپنا رازدان بناتے۔ (اس قضیہ کو بکمال تصفیہ و شرح و بسط علمیہ بمزید براہین عقلیہ و نقلیہ ہم نے رسالہ ہذا کے حصہ دوم میں لکھا ہے) مؤمن کو غیر مومن سے راز بیان کرنے کی ممانعت اس لئے ہوئی۔ کہ افشائے راز نہ ہو۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ کہ جناب سرورِ عالمؐ نے حضرت عائشہ و حضرت حفصہ سے بربنائے مصلحت راز بیان فرمایا۔ اور انہوں نے افشائے راز کیا۔ پس وہ مومنہ نہ تھیں۔ اگر وہ مومنہ ہوتیں۔ تو رازِ رسولؐ کو محفوظ رکھتیں۔

غرض جناب امیرؑ سے کوئی شرط نہیں کی گئی اور حضرت ابوبکر سے پہلے بہت سی شرطیں مقرر ہوئیں۔ جن میں سے ایک کو بھی انہوں نے پورا نہ کیا۔ اُنکی اسمیں کچھ فضیلت نہیں۔ بلکہ مذمت ہے۔ جب حضرتؐ نے منع فرمایا تھا کہ آج کی رات کوئی شخص اپنے گھر سے باہر نہ نکلے۔ تو یہ کیوں نکلے۔ اور کیوں فرمان رسولؐ کی معصیت کی یہ کسی کتاب میں نہیں ہے۔ کہ حضرتؐ نے اون کو پہلے سے یہ کہا ہو۔ کہ تم کو میرے ساتھ غار میں چلنا ہوگا۔ صرف راستے میں اُن کو کھڑا ہوا دیکھکر ہمراہ لے لیا۔ اگر اسوقت کوئی اور شخص مسلمانوں میں سے راہ میں ملتا۔ تو اوسکو اپنے ہمراہ لے جاتے۔ اسواسطے کہ مصلحت راز کے پوشیدہ رکھنے میں تھی۔ اس میں کچھ حضرت ابوبکر کی خصوصیت نہیں۔ اگر وہ اچھے ہوتے۔ اور ان شرطوں کے پورا کرنے والے ہوتے تو خدائے تعالےٰ اپنی وحی میں شرط کے ساتھ بیان نہ کرتا۔ بلکہ صاف طور پر فرماتا۔ کہ ان کو اپنے ہمراہ لے جا۔ کہ یہ تجھ سے اُنس و رفاقت کرینگے۔ اور تیری مدد کریں گے۔

اور عہد کو پورا کریںگے۔ اور ثابت قدم اور قائم الحال رہیںگے۔ اور نہ رسولؐ خدا ان جیسے اس طرح فرماتے۔ کہ "اگر تیری زبان تیرے دل کے موافق ہو" اور کیونکر نہ ایسا فرماتے کہ حضرتؐ تو سب کچھ جانتے تھے کہ انکا دل انکی زبان کے موافق نہیں۔ جس طرح کہ اب کہہ رہے ہیں۔ اس طرح نہ کریں گے۔ چنانچہ ہوا بھی اسی طرح کہ وہاں جاکر جزع فزع کرنے لگے۔ (دیکھئے تذکرہ) جناب امیرؑ کا بیان جو دل کے مطابق اور یکساں تھا۔ خدا نے صاف طور پر بلا کسی شرط وغیرہ کے اپنی وحی میں فرمایا۔ کہ اس کو اپنے بستر پر سلا دے۔ کہ یہ اپنی جان کو تیری جان پر فدا کریگا۔ اور اپنی روح کو تیری روح کی سپر بنائیگا۔ پس جس طرح خداوند علیم و خبیر نے جناب امیرؑ کے مافی الضمیر سے اطلاع پاکر فرمایا۔ اسی طرح وقوع میں آیا۔ کہ آپ کمال جوانمردی اور شجاعت سے حضرتؐ کے بستر خواب پر سوئے جس پر آیت قرآنی شاہد ہے۔ ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد۔ یعنے تمام آدمیوں میں سے ایک ایسا شخص ہے جو اپنی جان کو محض رضامندی الٰہی حاصل کرنے کے لئے بیچتا ہے۔ اور اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ (البقرع ۲۵)

اس میں کسی طرح کا شک نہیں۔ کہ جناب امیرؑ اپنی طرف سے تو رسولؐ اللہ پر قربان ہو چکے تھے۔ اس واقعہ کے بعد زندہ رہے۔ یہ محض خدائی فضل اور اس کی رحمت ہے۔ اس فدیئے اور اسی قربانی کی بنا پر آپ کا نفس نفس رسولؐ ہو گیا۔ اسی لئے وقت مباہلہ خدا نے آپ کو نفس رسولؐ فرمایا جس طرح آپ نفس رسولؐ ہیں۔ اسی طرح نفس خدا بھی ہیں۔

نفس خدا

عوام پر یہ بات سخت گراں ہی گذرے گی۔ کہ آپ نفس خدا کیسے معاذ اللہ یہ تو کچھ اور ہی معلوم ہوتا ہے۔ سُنیئے اور خوب غور سے سُنیئے۔ یہ قاعدہ ہے۔ کہ جو چیز کسی کے پاس فروخت کر دی جاتی ہے۔ تو وہ چیز اُسی کی ہوتی ہے۔ جو خرید کرتا ہے

ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ کے روسے آپ بایع اور خدا مشتری ہے۔ آپ نے محض مرضات الٰہیہ کے حاصل کرنے کی غرض سے اپنا نفس عالیہ خدا کی راہ میں بیچا۔ جس کو خدا نے منظور فرمایا۔ اور واللہ رؤف بالعباد کا زرین اور قیمتی تاج آپکو مرحمت کیا۔ پس آپ کا نفس۔ نفسِ خدا ہوا۔ اور خرید و فروخت کا سلسلہ خدا کے یہاں اس طرح جاری ہے کہ اگر کوئی شخص کاملین میں سے اپنے نفس اور اموال کو اُس کی راہ میں فروخت کرنا چاہے۔ تو خداوند عالم بعوض جنت اوس کو خرید لیتا ہے۔ ان اللہ اشترےٰ من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ الخ۔

یعنے خداوند عالم بعوض جنت مومنین سے اُنکے نفسوں اور مالوں کو خرید لیتا ہے پس جبکہ اس سلسلے میں آپکا نمبر سب سے بڑھا ہوا ہے۔ تو اُسی مشتری حقیقی نے نے بعوض آپ کے نفس مقدس کے آپ کو جنت و نار کا حق ملکیت دے دیا۔ یا علی انت قسیم النار والجنۃ۔ (مودۃ القربیٰ) اور اس میں فقط آپ ہی مخصوص نہیں۔ آپکے ابنا ر طاہرین بھی شامل ہیں۔ الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنۃ وابوھما خیر منھما۔ یعنے حسنؑ اور حسینؑ دونو جوانان جنت کے سردار ہیں۔ اور باپ اونکا اُن سے بہتر ہے۔ (ینابیع المودۃ)

یہ مشہور ترین باتوں سے ہے کہ خرید و فروخت کے موقع پر رجسٹری وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ احکم الحاکمین کے محکمۂ عالیہ حقیقیہ میں بہترین طریقہ سے رجسٹری ہوئی ہے۔ آئت کریمہ کا ابتدا ہی لفظ انّ سے ہوا جو تحقیق و حقیقت مرام کے لئے وارد ہوا کرتا ہے۔ خدا نے اس معاملہ کو لفظ انّ سے مستحق فرما دیا۔ جس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہ رہا۔ لاریب علی المرتضےٰ ہی علی الاعلےٰ کی جنت اور نار کا مالک اور مختار ہے۔ اسی کے حکم سے جنتی جنت میں جائینگے۔ اور ناری نار میں۔

دوسری وجہ وجیہہ آپ کے نفس اللہ ہونے کی یہہ ہے۔ کہ معصوم علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ فھذا نفس اللہ بذلک المعنی کما عیسےٰ ھو روح اللہ۔ یعنے آپ اسی طرح نفس خدا ہیں۔ جس مطلب ومعنے میں جناب عیسٰے روح اللہ (علیہ الصلوٰۃ والسلام)

خداوند جل وعلا شانہٗ کا مومنین کے نفسوں اور مالوں کو خرید لینا اسلیئے ہے۔ کہ وہ کفار سے لڑیں۔ مارنے اور مارے جانے کی مطلق پرواہ نہ کریں۔ محض طلباً لمرضات اللہ وہ اپنی جان اور مال کو راہ ذوالجلال میں قربان کریں چنانچہ فرماتا ہے۔ ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون ویقتلون وعدا علیہ حقا فی التوراۃ والانجیل والقرآن ومن اوفی بعھدہ من اللہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ وذٰلک ھوالفوز العظیم (توبہ ع۱۴) یعنے بیشک خدا نے بعوض جنت کے مومنین سے اُنکی جانوں اور اُنکے مالوں کو خرید لیا ہے۔ اس لیئے کہ وہ جہاد کرتے ہیں۔ قتل کرتے ہیں اور قتل ہوتے ہیں وعدہ خدا کا سچا ہے جس کا تورات اور انجیل اور قرآن میں ذکر کیا ہے۔ اب کون شخص سب سے زیادہ خدا کے عہد کو پورا کرنے والا ہے۔ پس بشارت ہو تم کو اس خرید وفروخت پر۔ یہی ایک بزرگ رستگاری ہے۔ مفسرین کا اتفاق ہے۔ کہ یہ آیت اس لیئے نازل ہوئی ہے۔ کہ اس سے مسلمانوں کو ترغیب دینی مقصود تھی۔ مگر یہ جان ومال کا معاملہ کمبخت ایسا سخت ہے۔ کہ اس میں ہر کس وناکس پورا نہیں اوتر سکتا۔ (جیسا کہ آیت کے مضمون سے ظاہر ہے) اکثر غزوات میں یہہ معاملہ پیش آیا۔ کہ جب جان پر آبنی۔ مشیخت پناہ جان چُرا بھاگے۔ ہاں فقط مولا مشکل کشا مع اتباع واشیاع خود ایسے ثابت قدم رہے۔ کہ اس امتحان کی کسوٹی میں پورے نکلے۔ اصحاب ثلاثہ کا اکثر جہادوں سے فرار کرنا ثابت ہے۔ چونکہ شرط یہہ

تھی کہ خدا نے مومنین سے اون کے نفوس اور اموال کو بعوض جنت اس لئے خرید لیا۔ کہ وہ جہاد کریں۔ قتل کریں۔ اور قتل ہوں۔ جب اصحاب ثلاثہ اس شرط کے پورا کرنے والوں سے نہ تھے۔ تو وہ جنتی نہیں۔ اور نہ اُنکی جان اور مال کو خدا نے بعوض جنت خریدا ہے۔ اور نہ اُنکی توریت اور انجیل اور قرآن میں تعریف ہے۔ یہیں سے خیال کرو۔ کہ اگر وہ بھی مثل علیؑ ابن ابیطالب مستقل طور سے عہود خدا کو پورا کرنے والے ہوتے۔ تو اُن کی بھی کہیں تو قرآن میں تعریف ہوتی۔ کہ اُنہوں نے بھی راہِ خدا میں طلبؑ المرضات اپنے نفوس کو بیچا ہے آیت مجیدہ ومن الناس من یشری الخ باتفاق شیعہ وسنی فقط جناب امیرؑ کی جانبازی اور جاں نثاری کی مدح و تعریف میں نازل ہوئی ہے۔ شب ہجرت کے واقعہ نے تو فرشتوں کو بھی انگشت بدندان متحیر کر دیا ہے

حق دار بھی ہے۔ خویشِ رسولؐ مبینؐ بھی ہے + سویا جو فرش پہ۔ وہی مسند نشین بھی ہے

مناقب بن مردویہ صفحہ ۲۳۶ روضۃ الاحباب جلد اول صفحہ ۱۸۶۔ روضۃ الصفا جلد دوم صفحہ ۵۵۔ تفسیر کبیر فخر الدین رازی جلد دوم صفحہ ۲۰۳۔ تاریخ خمیس جلد اول صفحہ ۳۲۵۔ تفسیر نیشاپوری جلد اول صفحہ ۲۰۲ ارجح المطالب صفحہ ۲۰۹ انوار الحق صفحہ ۵۱۲ وغیرہ وغیرہ کتب اہل سنت میں ہے۔ کہ شب ہجرت حضرت امیر علیہ السلام فرش خواب رسالتمآب صلعم پر سوگئے۔ و من الناس من یشری الخ۔ حضرتؑ کے شان والا میں نازل ہوئی۔ خداوند جلیل نعم الکفیل نے جبرئیلؑ اور میکائیلؑ سے خطاب فرمایا۔ کہ آج میں نے تم دونوں کے بیچ میں عقد اخوت کو مضبوط کیا ہے۔ اور ایک کی عمر دوسرے کی عمر سے زیادہ کی ہے۔ پس تم میں سے کوئی ایسا ہے۔ کہ اپنی زندگی کو دوسرے کی زندگی پر نثار کرے۔ دونوں نے عرض کی بار آلہا ہم کو یہ پسند نہیں۔ کہ ہم اپنی زندگی دوسرے کی زندگی پہ نثار کریں۔ اُسوقت حکم ہوا۔ کہ تم کیوں مثل

علیؑ ابن ابی طالب کے بھی ہوتے ہیں نے محمدؐ اور علیؑ کے درمیان عقد اخوت کو قائم کیا ہے۔ علیؑ نے اپنی زندگی محمدؐ کی زندگی پر نثار کی ہے۔ اور اپنی جان کو محمدؐ کی جان پر فدا کیا ہے۔ پس تم دونو جاؤ۔ اور اس کی حفاظت کرو۔ وہ بستر نبیؐ پر سو رہا ہے۔ پس جبرئیلؑ سرہانے اور میکائیلؑ پائینتی آئے۔ اور تمام رات حفاظت کرتے ہوئے کہتے رہے۔ شاباش اے علیؑ ابن ابیطالب تجھ سا اور کون ہے۔ کہ خدا اور اس کے فرشتے تجھ پر فخر و مباہات کر رہے ہیں۔

اب انصاف بدست منصفین کہ ایک بائیس سالہ نوجوان مکہ شریف میں ایک ویران اور سنسان مکان کے اندر۔ تن تنہا۔ مشرکین۔ اور کافرین کی تلواروں۔ تیروں۔ پتھروں کے سایہ کے نیچے۔ بےخوف و خطر سو رہا ہے۔ اور ایک پچاس سالہ پیر فرتوت شیخ نمبر جو زمانہ کی سردی اور گرمی اٹھا چکا ہے۔ جبل ثور کی بلند اور محفوظ غار میں زیر سایہ رحمت پایہ رسالت پناہی اور حفاظت الٰہی میں سو رہا ہے۔ ان دونوں میں سے حقیقی بہادر۔ جوانمرد اور نبیؐ جی کا سچا مونس اور جاں نثار کون ہے۔ خدا سے ڈر کر سچ کہنا۔ شیعیان علیؑ تم ہی کہو کہ ہست علیؑ کے برابر نہیں کوئی بشر۔

شاہ جی کا یہ کہنا۔ کہ جناب رسولؐ خدا نے ابو بکر سے فرمایا۔ کہ ”بتحقیق اللہ تعالےٰ تیرے دل پر مطلع ہوا۔ اور پائی تیرے دل کی بات موافق تیری زبان کے“۔ یہ غلط ہے۔ سفید جھوٹ ہے۔ افترا ہے۔ بہتان ہے۔ صریح کذب ہے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔۔۔ اصل بات اس طرح نہیں۔ جس طرح کہ شاہ جی نے کہا ہے۔ یہ ان کا دھوکا ہے۔ فریب ہے۔ مکر ہے۔ حیلہ ہے۔ شرارت ہے فتنہ ہے۔ خداوند عالم ایسے لوگوں کے ذہنِ و خطرے سے بچائے۔ اور اپنے حفظ و امن میں رکھے۔ آمین۔ فی الحقیقت معاملہ یہ ہے۔ کہ جب حضرت

اپنے دولت سرائے سے باہر تشریف لے آئے۔ تو راستہ میں انکو کھڑا ہوا
دیکھا۔ پوچھا کون ہے۔ کہا ابوبکر ہوں فرمایا کیوں گھر سے باہر آئے۔
جبکہ میں نے یہ کہا تھا۔ کہ آجکی رات کوئی شخص اپنے گھر سے باہر نہ نکلے۔
جواب ندارد۔ اسوقت حضرتؐ کے دل میں خیال گذرا کہ اب کیا کرنا
چاہیئے۔ اتنے میں وحی ہوئی کہ پہلے اس سے شرائط کر لو پھر اپنے ساتھ
لیجاؤ۔ تب حضرتؐ نے فرمایا کہ آیا تم اس امر پر راضی ہو۔ کہ میرے
ساتھ رہو۔ اور دشمن جس طرح میری تلاش کریں۔ اسی طرح تمہاری
جستجو میں بھی ہوں۔ اور وہ تمہاری نسبت یہ معلوم کر لیں۔ کہ تم ہی
مجھکو اس دعوے نبوت پر آمادہ کرتے ہو۔ اس وجہ سے تم کو میرے
باعث بہت سی تکلیفیں اُٹھانی پڑیں۔ جواب دیا یا رسول اللہؐ اگر
میں تمام دنیا کے برابر عمر پاؤں۔ اور ہمیشہ سخت تر عذابوں میں مبتلا
رہوں۔ اور مجھکو نہ تو آرام کی موت نصیب ہو۔ اور نہ کبھی کسی قسم کی
راحت ملے۔ اور یہہ سب کچھ حضرتؐ کی محبت میں ہو۔ تو میں اس بات
کو زیادہ پسند کرتا ہوں۔ بہ نسبت اس کے کہ حضرت کی مخالفت میں
مجھکو تمام دنیا کی بادشاہی مل جائے۔ اور میں عیش و عشرت میں زندگی
بسر کروں۔ یا رسول اللہؐ میرے اہل و عیال اور اولاد سب آپ پر
نثار ہیں۔ حضرتؐ نے اس کی یہ تقریر سنکر ارشاد فرمایا۔ لاجرم انّ
اطلع اللہ علی قلبک ووجد ما فیہ موافقاً لما جری علی
لسانک جعلک منی بمنزلۃ السمع والبصر والرأس من
الجسد وبمنزلۃ الروح من البدن کعلیّ الذی ھو منی کذلک
وعلیّ فوق ذلک لزیادۃ فضلہ وشریف خصالہ۔
یعنے خدا تیرے دل پر مطلع ہونے اور معلوم کرنے کے بعد اگر تیری زبان
کے موافق تیرے دل کو پائیگا تو بیشک تجھکو میرے لئے ایسا کردیگا

جیسے جسم کے لئے کان۔ آنکھ۔ اور سر۔ اور جیسے بدن کے لئے جان۔
جیسا کہ علی ہو بھی میرے نزدیک ایسا ہی ہے۔ اور علی اپنے فضائل
مزیدہ اور خصائل شریفہ کے باعث اس سے بھی بڑھکر ہے۔ اے ابوبکر
جو کوئی خدا سے معاہدہ کرے اور پھر اُس کو نہ توڑے۔ اور اس میں
کسی قسم کا تغیر و تبدل نہ کرے۔ اور جس کے فضائل کو خدا نے ظاہر
کیا ہے اُس سے حسد نہ کرے۔ کہ وہ شخص بہشت کی اعلےٰ منزل میں
میرے ہمراہ ہوگا۔ اور جب وہ خدا کے پسندیدہ طریق پر چلے گا۔
اور بعد ازاں ایسا طریق اختیار نہ کریگا۔ جو اس کے غضب اور
ناخوشی کا باعث ہو۔ اور اس پسندیدہ طریق پر اس سے وفا کر چکا
ہوگا۔ تو جب وہ قیامت کے دن مجھ کو مبعوث کریگا۔ تو تو ولایت
خدا کا مستحق اور اس کے جنت میں ہماری مصاحبت اور مرافقت
کا سزاوار ہوگا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اے ابوبکر اوپر کو دیکھ جب اُسنے
کنارہائے آسمان کیطرف نظر اُٹھائی۔ تو ناگاہ کیا دیکھتا ہے۔ کہ آگ
کے فرشتے آگ کے گھوڑوں پر سوار ہاتھ میں آگ کے نیزے سنبھالے ہیں
اور ہر ایک پکارتا ہے اے محمد ہم کو حکم دیجئے۔ کہ آپ کے دشمنوں کو
ریزہ ریزہ کر ڈالیں۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ اے ابوبکر زمین پر کان
لگا جب اُسنے زمین پر کان لگائے تو سنا کہ زمین پکار رہی ہے۔ یا محمد
مجھ کو اپنے دشمنوں پر حملہ کرنے کا حکم دیجئے۔ تاکہ تعمیل کروں۔ پھر فرمایا
کہ پہاڑوں کی طرف کان لگا۔ جب اُس نے اُدھر کان لگائے۔ تو سُنا
وہ پکار رہے ہیں۔ کہ یا محمد ہم کو اجازت دیجئے۔ تاکہ ہم آپکے دشمنوں
کو ہلاک کر ڈالیں۔ پھر فرمایا کہ دریاؤں کی طرف کان لگا۔ اور دریا
موجیں مارتے ہوئے اس کے سامنے آگئے۔ اور پکارتے تھے۔ کہ یا
محمد ہم کو اپنے دشمنوں کے ہلاک کرنے کی اجازت دیجئے۔ ہم بسر و چشم

تعمیل کرینگے۔ بعدازآں اُس نے سُنا۔ کہ آسمان اور زمین اور دریا سب کے سب
پکار رہے ہیں۔ کہ تیرے پروردگار نے تجھکو غار میں چھپنے کا حکم اسلئے نہیں دیا۔
کہ تو اُنکے مقابلے سے عاجز ہے۔ بلکہ اس کی مشیت میں تیرے حلم و تحمل اور صبر
و بردباری کا امتحان کرنا منظور ہے۔ تاکہ اُس کے خبیث اور پاکیزہ بندوں
اور کنیزوں میں تمیز ہو جائے۔ اے محمدؐ جو کوئی تیرے عہد و پیمان کو پورا
کرے گا۔ وہ جنت میں تیرا رفیق ہوگا۔ اور جو کوئی عہد شکنی کرے گا۔ وہ
اپنا ہی بگاڑے گا۔ اور طبقات جہنم میں ابلیس لعین کا ہمنشین ہوگا انتہی۔
دیکھو تفسیر پُر تنویر حضرت حجۃ اللہ القدیر امام احد عشر علیہ الصلوٰۃ
والسّلام روحی لہ الفدا صفحہ ۲۳۷ سطر ۴ لغایت صفحہ ۲۳۸ سطر ۱۳ =
اب مرد عاقل کو غور و خوض کرنا چاہیئے۔ کہ حضرتؐ نے اُن سے کیا کیا شرطیں
مقرر کیئے ہیں۔ اور کیسے سخت ترین مشاہدات کرائے۔ جناب امیر علیہ السّلام کا
مافی الضمیر جو ظاہر تقریر کے موافق اور دلپذیر تھا۔ اون سے فقط یہی
فرمایا۔ کہ اے ابوالحسنؑ لوح محفوظ کے مؤکلوں نے تیری یہ گفتگو مجھ سے
بیان کی ہے۔ اور سب نے تصدیق کی ہے۔ بخلاف حضرت ابوبکر کہ اُن سے
فرمایا۔ لاجرم اِنّ اطلع اللہ علےٰ قلبک و وجد مافیہ موافقًا لما
جری علی لسانک جعلک منی بمنزلۃ السّمع والبصر والرّاس
من الجسد و بمنزلۃ الرّوح من البدن کعلیّ الّذی ھو منّی کذٰلک
و علیّ فوق ذٰلک الخ۔ یعنے خدا تیرے دل پر مطلع ہونے اور معلوم کرنے کے
بعد اگر تیری زبان کے موافق تیرے دل کو پائے گا تو بیشک تجھکو میرے لئے ایسا
کردیگا جیسے جسم کے لیئے کان۔ آنکھ اور سر ہے اور جیسے بدن کے لیئے جان
ہے۔ جیسا کہ علیؑ بھی میرے نزدیک ایسا ہی ہے بلکہ وہ اپنی فضیلت و شرافت
ذاتی کے سبب سے اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ یعنے مطلب اسکا یہ ہے کہ اوّلاً
اُن سے ایک قسم کی حتمی شرط کی گئی ہے اور یہ امر مسلم ہے۔ کہ جب شرط قائم

ہوگی۔ تو مشروط بھی قائم ہوگا۔ اور جب شرط فوت ہو جائیگی۔ تو مشروط بھی
فوت ہو جائیگا۔ یہہ مشہور قول ہے۔ اذا فات الشرط فات المشروط۔
شرط کے لئے جزاء کا ہونا ضروری ہے۔ مگر جزا اُسوقت مرتب و مجوز ہوگی۔
جب تکمیل و تحصیل شرط ہوگی۔ خدا نے قرآن میں بھی شرائط مقرر فرمائے ہیں
کہ اگر ایسا اور ایسا کروگے۔ تو نیک بنوگے۔ اور درجات عالیہ کے مستحق ہوگے۔
اگر میرا کہنا نہ مانوگے تو تم کو سخت عذاب ہوگا۔ حضرت ابوبکر کی فضیلت اُسوقت
ثابت ہوسکتی ہے۔ اگر اُنہوں نے یہ شرائط پورے کئے ہوں مگر جب ہم اصل مآل
اور انجام پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو ہم کو صاف شفاف شیشے کی طرح معلوم ہوتا
ہے۔ کہ اصل مدعا نہ ادا۔ (و سیاتی بیانہ بالتفصیل فی حصۃ الثانیۃ)
سب سے پہلے جو کچھ اُنہوں نے ازراہ خوشامد کہا تھا۔ اگر اُس کے پورا کرنے
کا مصمم ارادہ رکھتے۔ تو حضرت اُنکو یوں نہ فرماتے۔ کہ اوپر کو دیکھ اوپر کو
دیکھا۔ تو عجیب و غریب کیفیت نظر آئی۔ جیسا کہ بیان ہو چکا۔ اور آسمان
و زمین و دریا و پہاڑ سب کے سب پکار اُٹھے۔ کہ اے محمد جو کوئی عہد شکنی
کریگا۔ وہ طبقات جہنم میں ابلیس لعین کا ہمنشین ہوگا۔ (کما مر مفصلاً)
اس سے اصل مقصود یہی تھا۔ کہ یہ شخص متنبہ ہو۔ اور مجھے اس رفاقت
میں دھوکا نہ دے۔ مگر مثل مشہور ہے کہ پرائی آنچ میں کون جلتا ہے۔
بجز اس کے کہ خون کا گھونٹ پیکر ہو۔ غیر کو کیا پڑی ہے۔ کہ وقت مشکل میں کام آوے۔
گو حضرت نے بہت ڈرایا دھمکایا۔ اور بہت سی شرطوں کا مقرر فرمایا۔ حتے کہ آسمانی
عذاب بھی دکھایا۔ مگر وہ دیکھتے کے دیکھتے ہی رہے مثل مردہ و میخ آہنی و سنگ۔
بچارے غار میں اگر اپنے متفکر ہوئے۔ کہ جسکی حد نہیں۔ کمال ندامت و
تاسف سے جی ہی دل میں کہتے تھے۔ کہ مجھے کیا ہوئی۔ کہ بلا سمجھے سوچے ساتھ
ہو گیا۔ اگر پہلے سے جانتا۔ کہ گرفتار ہونا ہوگا۔ تو ہرگز ہمراہ نہ آتا۔ امر سہل
سمجھکر آیا تھا۔ اب مشکل پڑی۔ پہلے تو آسمانی عذاب کا مشاہدہ کیا۔ اب دشمن

در پر آپہنچے - اگر ذرا سی آہٹ سن لیں تو اندر گھس آئیں - میں تو آئی سے پہلے رخصت ہوں گا - واہ رے قسمت - حضرتؐ نے اُنکی یہ شکل و صورت دیکھکر آہستہ سے فرمایا - گھبراؤ مت اللہ حافظ ہے - مگر وہ بچارے کب سمجھنے کے تھے کہ سمجھتے - پس صاحب آلگے رونے اور چلانے - اسوقت حضرتؐ نے فرمایا لا تحزن ارے میاں ست چلاؤ - خداوند عالم از روئے حفظ و نصرت ہمارے ساتھ ہے - کیونکہ ہم نبی ہیں - ہماری طفیل سے تمہارا بھی آجکے دن نگہبان ہے - وہ دیکھو اسباب تسکین پہلے سے موجود ہیں - کہ خدا تعالےٰ نے اس غار کے دروازے پر درخت ببول کو اُگا دیا اور کبوتری نے انڈے رکھدئے - اور مکڑی نے جالا تندیا - بیشمار ملائک درِ غار پر حاضر ہیں - مگر اُن کے دل میں جو بیٹھ گئی - کہ افسوس مُفت میں مارے گئے - حضرتؐ کی پند و نصیحت کی مطلق پروا نہ کی - حقیقت میں اُنکو خدا پر اعتماد کلی نہ تھا - ورنہ حُزن و ملال نہ کرتے اس موقع پر اُنکی بڑی غفلت ہے - چہ جائیکہ فضیلت رسول خدا صلعم کی اس پیشین گوئی پر یقین نہ کیا - اور اُس کو سچا نہ سمجھا - کہ آپ اکثر یہ فرمایا کرتے تھے - کہ ہم ہجرت کرکے مدینہ پہنچینگے - اور ہمارا دین سب دینوں پر غالب آئیگا - بلکہ رونے اور چلانے لگے - اور یہ رونا اور چلانا اُن کا معصیت تھا - اس لئے حضرتؐ نے فرمایا - لا تحزن کیونکہ نہی ہمیشہ بُرے فعل سے ہوا کرتی ہے اور امر اچھے فعل کے لئے - اگر انکا یہ فعل اچھا ہوتا - تو حضرتؐ منع نہ کرتے - اور واضح ہو کہ حزن سے مراد رنج کرنا نہیں ہے - بلکہ اس مقام پر حزن بمعنے رونا اور چلانا ہے - کیونکہ رنج کرنا بحالت پوشیدگی چنداں مُخل و مُضر نہیں ہوتا - ایسے موقع پر رونا اور چلانا - اور ہائے وائے کرنا موجب نقص ہوتا ہے - حضرت یعقوب علیہ السلام کی بابت فرمایا ہے - وابیضت عیناہ من الحزن فھو کظیم - (یوسف ع ۱۰) یعنے اُنکی آنکھیں بہ سبب حزن کے سفید ہوگئیں اور وہ اپنی

اولاد پر خشم آور تھے۔ یہاں حُزن بمعنے رونا ہے۔ اور جناب یعقوبؑ کی
آنکھیں رونے کے باعث سفید ہو گئی تھیں۔ نہ مطلق رنج کرنے سے۔ کیا
یہ بھی ممکن ہے۔ کہ مطلق رنج اور غم سے آنکھیں سفید ہوں۔ یعنے بصارت
زائل ہو جائے۔ بلکہ شدت اور کثرت کے ساتھ رونا ہی موجب ضرر اور
باعث ہلاکت چشم ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت یعقوبؑ کا رونا جب زیادہ ہوا
اور آپ فراقِ یوسفؑ میں شدت اور کثرت سے رونے لگے۔ تو آپ کے
فرزندوں نے آپکی خدمت میں قلتِ بکا کا سوال کیا۔ کما قال عز من قائلہ
قالوا تا اللہ تفتؤ تذکر یوسف حتی تکون حرضا او تکون من
الھالکین۔ (یوسف ع) یعنے عرض کیا اُنہوں نے کہ قسم ہے خدا کی
ہر وقت آپکا یوسفؑ کو یاد کرنا اور اُس کے فراق میں اس قدر رونا آخر
آپ کو اس منزل پر پہنچائیگا۔ کہ یا تو آپ سخت بیمار ہو جائیں گے۔
یا ہلاک ہونے والوں میں سے ہوں گے۔ قال انما اشکوا بثی وحزنی
الی اللہ واعلم من اللہ ما لا تعلمون (یوسف ع) یعنے فرمایا جنابِ
یعقوبؑ نے کہ میں اس گریہ و زاری کے سبب خدا کی طرف اپنی مصیبت کی
شکایت کرتا ہوں۔ اور جو کچھ خدا کی طرف سے مجھے معلوم ہے اُسکو تم
نہیں جانتے۔ اِن آیات سے ثابت ہوا۔ کہ حزن سے مراد رونا ہے۔ اور
مقبول بندگانِ خدا کی مصیبت میں رونا فعل ممدوح ہے۔ بلکہ یہاں تک
اجازت ہے۔ کہ اگر فرطِ مصیبت میں کوئی خاص عضو ضائع ہو جائے تو بھی
حرج نہیں۔ بلکہ موجب رضائے خدا ہے۔ جیسا کہ جناب یعقوبؑ کا عضو
خاص یعنے آنکھ فراقِ یوسفؑ میں رونے کے باعث ضائع ہو گئی۔ حالانکہ
آپ کو معلوم تھا۔ کہ یوسفؑ زندہ ہیں۔ (واعلم من اللہ ما لا تعلمون)
پھر بھی غم فرزند میں خوب سیر ہو کر روئے۔ پس شیعوں کا فرزند نبیؐ
الثقلین حضرت امام حسین علیہ السلام کی مصیبت میں رونا اور ماتم کرنا

تاسّی انبیاء ہے ۔ اور انکا یہ فعل فعل ممدوح ہے ۔ ہاں بوجہ نفسانیت اور
جبانیت اپنے درد و مصیبت میں رونا فعل ممنوع ہے ۔ اور بڑا بھاری جرم
ہے ۔ جیسا کہ صاحب الغار سے ہوا ۔ اس لئے کہ یہہ موقع رونے کا نہ تھا ۔
بلکہ ہمت اور توکل کے ظاہر کرنے کا تھا ۔ جبھی تو حضرتؐ نے منع فرمایا ۔ کہ چپ
رہو ۔ مت ہائے وائے کرو ۔ حضرات اہل سنت اس آیت سے اُنکی فضیلت
ثابت کرتے ہیں ۔ حالانکہ اس میں اُن کی کچھ فضیلت نہیں اس لئے کہ فضیلت
اُسوقت ہوا کرتی ہے ۔ جب کوئی فضیلت کا کام کیا جائے ۔ اور یہاں اُنہوں نے
کیا کام کیا ۔ بجز اس کے کہ حضرتؐ کے ہمراہ ہو لئے ۔ اور غار میں جا کر چھپنے
لگے ۔ جس سے یہ خوف کہ مبادا کفار کو اطلاع ہو جائے ۔ یہ آیت مخصوص
اُن کی شان میں نازل نہیں ہوئی ۔ اس میں تو ایک واقعہ کا ذکر ہے ۔ اور
وہ یہہ ہے ۔ کہ جب حضرت ختمی مرتبت روحی فداہ جنگ حنین سے پھرے ۔
تو چند دنوں کے بعد جنگ تبوک کا ارادہ کیا ۔ بعض صحابہ نے جانے میں
سستی کی ۔ اور کفار کے ساتھ لڑنے سے کراہت ظاہر کی ۔ اُنکی ہدایت کے
لئے یہ آیت نازل ہوئی ۔ یا ایّھا الّذین اٰمنوا ما لکم اذا قیل لکم
انفروا فی سبیل اللہ اثّاقلتم الی الارض ارضیتم بالحیٰوۃ الدّنیا
من الاخرۃ ج فما متاع الحیٰوۃ الدّنیا فی الاٰخرۃ الا قلیل ○ الّا
تنفروا یعذّبکم عذابا الیما ۙ وّ یستبدل قوما غیرکم ولا
تضرّوہ شیئا ط واللہ علی کلّ شیءٍ قدیر ○ الّا تنصروہ فقد
نصرہ اللہ اذ اخرجہ الّذین کفروا ثانی اثنین اذ ھما فی الغار
اذ یقول لصاحبہ لا تحزن انّ اللہ معنا ج فانزل اللہ سکینتہ
علیہ وایّدہ بجنود لم تروھا وجعل کلمۃ الّذین کفروا
السّفلیٰ ط وکلمۃ اللہ ھی العلیا ط واللہ عزیز حکیم ○ انفروا خفافا
وّ ثقالا وّ جاھدوا باموالکم وانفسکم فی سبیل اللہ ط ذٰلکم

خیر لکم ان کنتم تعلمون ۝ (توبہ ع ۶) یعنے مسلمانو کیا ہو گیا ہے۔ تم کو کر جب کہا جاتا ہے۔ جہاد کے لئے کوچ کرو۔ تو تم زمین پر بوجھل ہو کر گرے جاتے ہو۔ کیا راضی ہوگئے ہو حیات دنیا پر۔ حالانکہ حیات دنیا کے فوائد تو آخرۃ میں بہت ہی کم ہیں۔ اگر تم جہاد کے لئے کوچ نہ کرو گے۔ تو وہ تم پر سخت عذاب نازل کرے گا۔ اور تمہارے بدلے دوسری قوم کو لائے گا۔ اور تم اُس کو کچھ ضرر نہ پہنچا سکو گے۔ اور خدا ہر شئے پر قادر ہے۔ اگر تمنے پیغمبر ؐ کی مدد نہ کی۔ (تو کیا ہوا خدا اُس کی مدد کرے گا۔) اُس نے تو اسوقت بھی مدد کی تھی۔ جبکہ نکال دیا تھا اُس کو کافروں نے۔ وہ دو کا دوسرا تھا۔ جبکہ دونوں غار میں تھے۔ اور اپنے ساتھی سے کہتا تھا۔ کہ مت رو۔ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ پس خدا نے اپنے پیغمبر ؐ پر سکینہ نازل کیا۔ اور اس کی ایسے لشکر سے مدد کی۔ جس کو تم نے نہ دیکھا۔ اور کافروں کے کلمہ کو پست کیا۔ اور خدا کا کلمہ وہی بلند ہے۔ اور خدا ہی صاحب عزت و حکمت ہے۔ کوچ کرو تم جہاد کے لئے سبک ہو کر خواہ بوجھل ہو کر اور لڑو تم مال و جان سے ساتھ راہِ خُدا میں۔ یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ اگر تم سمجھو۔ انتہٰی۔

نتیجہ آیت اول

اس آیت سے چند امور بصراحت ثابت ہوئے۔ اول یہ کہ عہد رسول ؐ میں بعض صحابہ ایسے بھی تھے۔ کہ جب اُن کو جہاد کے لئے حکم ہوتا۔ تو پیچھے ہٹ رہتے۔ اور مٹی کے ڈھیر بن جاتے۔ اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے۔ وہ اس قدر ڈھیٹھ اور ضدی تھے۔ کہ خدا نے اُنکو سخت عذاب کا مورد قرار دیا۔ ہم شاہ جی سے یہ پوچھتے ہیں۔ کہ وہ کون حضرات تھے۔ جن کا یہ قدر و منزلت ہے۔ اگر یہ کہیں کہ وہ جماعت صحابہ سے خارج تھے۔ تو ہم کہتے ہیں۔ کہ آیت کا ابتدا یا ایھا الذین امنوا سے کیوں

ہوا۔ جو دلالت کرتا ہے۔ کہ بظاہر اسلام تو لا ہی چکے تھے۔ اگر مسلمان نہ ہوتے تو اُن کو جہاد کے لئے کیوں کہا جاتا۔ اور جب وہ مسلمان تھے۔ تو ضرور ہے۔ کہ ہم صحبت رسولؐ ہوں۔ اور سنیوں کے نزدیک اصحاب وہی ہے۔ جو صحبت رسولؐ میں رہا ہو۔ پس براہِ عنایت اُن میں سے ایک دو کا نام ضرور ہم کو بتا دیں۔ تاکہ ہم کو بھی معلوم ہو۔ ورنہ ہم تو اُنہی کو اس آیت کا مصداق سمجھیں گے۔ جنہوں نے ایک دوسرے موقع پر تخلف کیا۔ جنکو حضرت نے بایں الفاظ متنبہ فرمایا جہزوا جیش اسامۃ لعن اللہ من تخلف عنہا۔ (ملل و نحل) ؛

دوسرا یہ کہ ایک خاص قوم ایسی تھی۔ جو کبھی جہاد سے پیچھے نہیں ہٹی تھی ہمیشہ خدا اور رسولؐ کے مطیع فرمان رہتی تھی۔ جب کبھی جہاد کا موقع ہوتا۔ تو حکم رسولؐ سے فوری میدان رزم میں پہنچ جاتی۔ اُسی کی نسبت فرمایا ہے۔ (و یستبدل قوماً غیرکم) اے اصحاب نبیؐ اگر تم نہ جاؤ گے۔ تو تمہارے بدلے ایک دوسری قوم کو بھیجدیا جائے گا۔ وہی راہ خدا میں جہاد کرے گی۔ تمہارا نہ جانا خدا کا کچھ نہ بگاڑیگا۔ یہ بات قابل غور ہے کہ وہ کونسی قوم تھی۔ جس کی خدا نے بمقابلہ اصحاب نبیؐ تعریف کی ہے۔ آیت ذیل میں پوری پوری تشریح ہے۔ قال عز من قائل۔ یا ایھا الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکافرین یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ واسع علیم ع (مائدہ ۶ع) یعنے اے ایمان والو تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے گا۔ یعنے مرتد ہو جائیگا۔ (تو کچھ پروا نہ کرو) عنقریب خدا وند عالم ایک ایسی قوم کو لائے گا۔ جن کو وہ دوست رکھتا ہے۔ اور وہ اُسکو دوست رکھتے ہیں۔ وہ مومنین پر

مہربانی کرنے والے ہیں۔ اور کافروں پر سخت ہیں۔ راہ خدا میں جہاد کرینگے۔ انہیں کسی ملامت کرنے والے کی پروا نہ ہوگی۔ یہ خدا کا فضل ہے۔ جس کو چاہتا ہے۔ دیتا ہے اور وہی کشایش والا ہے۔ اور ہر ایک بات کے جاننے والا ہے۔

منجملہ دیگر صفات کے صفت اول یحبہم و یحبونہ سے ہی اُس قوم کی تشخیص ہوتی ہے۔ یہ روایت خاصہ و عامہ کے گھر کی ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلعم کے پاس ایک مرغ بریان بطور تحفہ آیا۔ حضرت نے اُسکے تناول فرمانے سے دُعا کی۔ بار الہا۔ میرے پاس اُس شخص کو بھیج جو خلق میں سے سب سے زیادہ تجھے محبوب ہو۔ تاکہ وہ میرے ساتھ اس مرغ کو تناول کرے۔ اس دعا پر جناب امیر علیہ السلام تشریف لائے۔ اور حضرت کے ہمراہ اُس کو نوش جان فرمایا۔ اس سے ثابت ہوگیا۔ کہ جناب امیر علیہ السلام سے زیادہ کوئی بندہ محبوب ہی نہیں تھا۔ جسے خداوند عالم بھیجتا۔ اور وہ حضرت کے ہمراہ کھانے میں شریک ہوتا۔ یہ حدیث حدیث طیر کہلاتی ہے اور حد تواتر کو پہنچی ہے۔ (دیکھو صحیح ترمذی باب مناقب)

علاوہ ازیں اس صفت کی زیادہ تر وضاحت قصہ روز خیبر سے بھی ہوتی ہے۔ جیسے تمام مورخین باتفاق نقل کر رہے ہیں۔ کہ جب شیخین علمدار لشکر ہوکر متواتر فرار کر آئے۔ تو حضرت نے فرمایا۔ لاعطین الرایتہ غدا رجلا کرار غیر فرار یحب اللہ و رسولہ و یحبہ اللہ و رسولہ لا یرجع الا یفتح اللہ علی یدیہ۔ یعنے کل کے دن میں ایسے شخص کو علم لشکر دوں گا۔ جو کرار غیر فرار ہے۔ خدا و رسول کو دوست رکھتا ہے۔ اور خدا و رسول اُس کو دوست رکھتے ہیں۔ بغیر فتح کئے وہ کبھی نہیں مڑتا۔ چنانچہ دوسرے دن حضرت نے جناب امیر کو علم لشکر عطا فرمایا۔

اور آپ کے ہاتھ پر فتح خیبر واقع ہوئی۔ پس ثابت ہوا۔ کہ جس قوم کو خدا دوست رکھتا ہے۔ اور وہ خدا کو دوست رکھتی ہے وہ جناب امیرؑ اور آپ کے ابناء اطہارؑ اور اتباعؓ والنصارؓ مثل سلمانؓ و ابوذرؓ و مقدادؓ و عمارؓ ہی ہیں جن کی خدا نے بمقابلہ اصحاب نبیؐ تعریف کی ہے۔ کہ اے اصحاب نبیؐ اگر تم جہاد کے لئے کوچ نہ کرو گے تو تمہارے بدلے خدا اس قوم کو بھیج دیگا۔ جو تم سے بدرجہا افضل ہے۔ پس وہی راہ خدا میں جہاد کرے گی۔ تمہارا جہاد سے رہنا خدا اور اس کے رسولؐ کا کچھ نہ بگاڑیگا۔ اس سے تو تم خود ہی سخت عذاب کے مستحق ہوگے۔ (فافہم و تدبر)

تیسرا یہ کہ یہ آیت مخصوص حضرت ابوبکر کے لئے نہیں ہے۔ جس سے انکی فضیلت کا استدلال صحیح ہو۔ اس میں ایک واقعہ کا ذکر ہے۔ کہ صحابہ نے حکم رسولؐ سے تخلف کیا۔ اور نصرت فی الجہاد سے ہٹ رہے۔ ان کے خطاب میں فرمایا۔ اگر تم پیغمبرؐ کی نصرت نہ کرو گے تو کچھ مضائقہ نہیں جب کافروں نے اس کو مکہ سے نکال دیا تھا تو اس وقت اس کی نصرت سوائے خدا کے اور کس نے کی تھی۔ وہ دو کا دوسرا تھا۔ جبکہ دونوں غار میں تھے۔ اور اپنے ساتھی سے کہتا تھا۔ کہ مت رو خدا ہمارے ساتھ ہے۔ پس خدا نے اس (پیغمبرؐ) پر سکینہ نازل کیا اور اس کی ایسے لشکر سے مدد کی جس کو تم نے نہ دیکھا۔ اس آیت میں حضرتؐ کے وقت مصیبت کو ذکر فرمایا ہے اور مقصود باری یہ ہے۔ کہ جب ایسے نازک وقت میں خدا نے اس کی نصرت کی تھی۔ تو اب بھی وہی اس کی نصرت کریگا۔ واضح ہو کہ "اذ" (ظرف زمانی ہے) جس میں "اذکر" یا "اذکروا" محذوف ہوتا ہے۔ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین (یاد کرو تم جبکہ نکال دیا تھا اس کو کافروں نے وہ دو کا دوسرا تھا۔) سے ظاہر ہے کہ یہ حضرتؐ کا وقت مصیبت تھا۔ جس کو خدا نے یاد دلایا ہے۔ اور جب اذھما فی الغار۔ اور اذ یقول

لصاحبہ لاتحزن۔ کا عطف پچھلے "اذ" (اذ اخرجہ الّذین کفروا)
پر ہے۔ کیونکہ یہ دونوں "اِذْ" اوس "اِذْ" کے وقوع نتیجہ کے تکرار پر
وارد ہوئے ہیں۔ (یعنے جب اُس کو کافروں نے مکہ سے نکال دیا اور وہ دو
کا دوسرا تھا۔ تو یہہ نتیجہ ہوا کہ وہ دونوں غار میں جا چھُپے۔ جبکہ وہ اپنے
ساتھی سے کہتا تھا کہ مت رو) تو اس سے ہر شخص یہی سمجھہ سکتا ہے۔ کہ
یہ بھی حضرتؐ پر ایک گونہ مصیبت تھی۔ کہ اُلٹا اپنے ساتھی کو تسلی دیتے
تھے۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ وہ حضرت پر ایک مفت کا بوجھ تھا۔ (وھو
کَلٌّ عَلٰے مولاہ اینما یوجّہہ لا یات بخیر۔ وہ اپنے مالک پر ایک مفت
کا بوجھ ہے جہاں اس کو بھیجا جائے۔ کبھی نیکی اور بھلائی نہ لائے گا۔
(نحل ع) کما بیّنا سابقا فی مثالب الثالث) حالانکہ اس موقع
پر اُنکو مناسب تھا۔ کہ ہمت نہ ہارتے اور اپنی توکل و جوانمردی ظاہر کرتے۔
جس سے حضرت بھی سمجھتے۔ کہ یہ ہمارے سچے مونس اور جاں نثار ہیں۔ نہ یہ
کہ روتے اور بیٹھتے۔ جس سے حضرت کا غم اور فکر بھی دوگنا ہوا۔ پس یہہ
آیت اُنکی فضیلت پر دال نہیں۔ بلکہ اُنکی بُزدلی و نامردی کا صریح استدلال
ہے۔ جس کو خدا نے اپنے حبیب کے مقام مصیبت میں بیان فرمایا ہے۔ کہ
اُسوقت اُسکو ایسی ایسی تکلیفیں اور مصیبتیں در پیش تھیں۔ کہ ایک تو اُس کو
دشمنوں نے وطن سے علیحدہ کر دیا تھا۔ دوسرا یہ کہ اُسکو ایک ایسا ساتھی ملا۔
کہ اُلٹا اس کو تسلیاں دینی پڑیں۔ خدا ہی نے اُس کے کلمہ ہائے وائے کو نیچا
کر دیا۔ ورنہ اس نے تو کوئی دقیقہ نہیں اُٹھا رکھا تھا۔ اور خدا ہی کا کلمہ۔
(وجودی جو پیغمبر صلعم ہے) اونچے درجہ عزت و منزلت پر ہے۔ کوئی اُس کو
ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ اگر یہ کہا جائے کہ اُن کا رونا اور پیٹنا اور ہائے وائے
کرنا حضرتؐ کے لئے تھا۔ جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ انہوں نے یہ رنج و
غم حضرت کے لئے کیا تھا۔ کہ مبادا اُنکو کسی قسم کی تکلیف پہنچے۔ چنانچہ نواب

صدیق حسن خاں بھوپالی اپنی تفسیر میں تحت آیت مذکور رقمطراز ہیں۔ والمعنی من کان اللہ معہ فلن یغلب ومن لا یغلب فحق لہ ان لا یحزن و ذلک ان ابا بکر خاف من الطلب ان یعلموا بمکانھما فجزع من ذلک وکان حزنہ علی رسول اللہ لا علی نفسہ وقال اذا انا مت فانا رجل واحد واذا مت انت ھلکت الامۃ۔ یعنی اس کے معنے یہ ہیں کہ جس شخص کے ساتھ خدا ہوتا ہے تو وہ ہرگز مغلوب نہیں ہوتا اور جو شخص مغلوب نہ ہوا تو اس کے لئے حُزن کرنا سزاوار نہیں ہے۔ اور حضرت ابوبکر نے جو حُزن کیا تھا تو انکا حزن کرنا اس بنا پر تھا کہ شاید کفار کو ہمارا غار میں پوشیدہ رہنا معلوم ہو جائے اور اندر گھس آئیں پس اس لئے جزع و فزع کیا تھا۔ اور یہ سب کچھ آنحضرتؐ کے لئے تھا۔ نہ اپنے لئے۔ چنانچہ کہا بھی کہ اگر مجھے کفار کے ہاتھ سے مرنا پڑے تو ایک میں ہی مرونگا اور اگر آپ کو صدمہ پہنچے تو تمام امت کی ہلاکت کا باعث ہوگا۔ (دیکھو فتح البیان جلد ۴ صفحہ ۲۰)

لیکن ہم کہتے ہیں کہ اس میں بھی انکی کچھ فضیلت نہیں۔ کیونکہ جو فعل حضرتؐ کی خلافِ رضاء و منشاء تھا۔ جس سے انکو منع کیا۔ (لا تحزن) تو انہوں نے کیوں کیا اس سے معصیتِ رسولؐ لازم آئی۔ اگر انکا یہ فعل ممدوح ہوتا تو حضرت منع نہ کرتے علاوہ ازیں اگر اُن کا حُزن رسولؐ کے لئے ہوگا۔ تو "ان اللہ معنا" بھی رسولؐ کے لئے ہے۔ جس سے انکی فضیلت کا استدلال لاتے ہیں۔ یعنے جب انہوں نے حُزن کیا ہوگا۔ اور حضرتؐ نے پوچھا ہوگا۔ "ارے میاں کیوں روتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا حضرت آپکے لئے۔ تو حضرتؐ نے فرمایا ہمارے لئے مت رو۔ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ پس اس سے تو وہ معیت قیومیہ سے بھی خارج ہوئے۔ اسی طرح یہ بھی غلط و غیر معتبر ہے۔ کہ انکو سانپ نے کاٹ لیا تھا۔ اس لئے وہ ہائے وائے کر رہے تھے۔ کیونکہ جس سانپ کو اس قدر سمجھ ہو کہ زمانہ جناب ہیلے

علیہ السلام سے لے کر تا اُسوقت تک برابر انتظار کرتا رہا۔ اور اس کو یہہ خبر
تھی۔ کہ حضرتؐ اسی غار میں تشریف لائینگے۔ تو اس کو یہ معلوم نہ ہو سکا۔ کہ
یہ حضرتؐ کے یار غار ہیں۔ اور سچے جاں نثار ہیں۔ انکے گزند پہنچانے سے
حضرتؐ ناراض ہوں گے۔ ہم اس روایت کو مان بھی لیں۔ تو اُلٹا یہ ہمارے
حق میں مفید ثابت ہوگی۔ کہ وہ اس لائق تو تھے۔ کہ اُنکو سانپ نے کاٹا۔
گویا یہ ایک قسم کا معیار مقرر ہوا ہے۔ جس سے حق و باطل کی تمیز ہوتی ہے۔ کہ
ایک تو وہ ہے جس نے گہوارہ میں سانپ مارے ہیں۔ اور دوسرا وہ ہے۔
جس کو بوڑھاپے تک سانپ ڈستے رہے ہیں۔ پس خلیفۂ خدا وہ ہو سکتا
ہے۔ جس کو زورِ ید اللہی حاصل ہو۔ اور جس کی معرفت ہر شئے کو ہو۔ نہ وہ
کہ جس کو سانپ اور بچھو کاٹ کھائیں۔

مخالفین کا یہ استدلال بھی قابل قبولیت نہیں۔ کہ خدائے تعالٰے نے اپنے رسولؐ
کو ثانی اثنین فرمایا ہے اثنین میں ایک تو وہ ہیں۔ اور دوسرے حضرت
ابوبکر ہیں۔ کہ ایک مکان میں دونوں کا اتفاق تھا۔ اس لئے کہ جب دو شخص
ہوں گے۔ تو ایک اُنہیں سے دوسرا دو کا ضرور ہو گا۔ اور ایک مکان میں
ہونے سے کچھ فضیلت نہیں۔ مومن اور کافر عموماً ایک جگہ ہوتے ہیں حضرت
نوح اور حضرت لوط علیہما السّلام کی بیویاں اُن کے ساتھ ایک بستر پر رہتی
تھیں۔ (کانتا تحت عبدین من عبادنا) حضرت یوسف علیہ السّلام
کے ساتھ قید خانے میں دو مشرک تھے۔ (ودخل معہ السجن فتیان۔
(یوسف ع۲) پس غیر مومن کو مومن کی ہمراہی میں کچھ فائدہ نہیں۔ اور نہ
اُس کی اس میں فضیلت ہے۔ اسی طرح ان اللہ معنا کہنے میں بھی اُنکو
کوئی شرف حاصل نہیں۔ اسلئے کہ خداوند عالم ہر شخص کے ہمراہ ہے۔ ونحن
اقرب الیہ من حبل الورید۔ اور فرماتا ہے۔ ما یکون من نجوی
ثلثۃ الا ھو رابعھم ولا خمسۃ الا ھو سادسھم ولا ادنی من ذلک

ولا اکثر الا ھو معھم اینما کانوا ثم ینبئھم بما عملوا یوم القیامۃ ان اللہ بکل شیئ علیم ۰ (مجادلہ ع۲) یعنے نہیں خلوت میں تین شخصوں کا راز کہنا مگر یہ کہ خدا اُن کا چوتھا ہے۔ (کہ اونکا راز اُسکو معلوم ہے جس طرح کہ چوتھے شخص کو معلوم ہوتا ہے) اور نہیں ہے پانچ شخصوں کا خلوت میں راز کہنا۔ مگر یہ کہ خدا اُنکا چھٹا ہے۔ (کہ وہ اُنکے سب راز کو جانتا ہے جس طرح کہ چھٹا شخص اُنمیں شریک ہو کر جانتا ہے) اور نہ کمتر۔ (اون تین سے) اور نہ زیادہ (پانچ سے) مگر یہ کہ خدا سب کے ساتھ ہی ہے جہاں کہیں کہ وہ ہوں۔ پھر قیامت کے دن اُنکو اُنکے سب عملوں سے آگاہ کردے گا۔ (جو اُنہوں نے دنیا میں کئے ہیں۔) اور بیشک خدا کو ہر شئے کا علم ہے۔

اس آیت کے رو سے معیت قیومیہ ہر شخص کے ساتھ ثابت ہوتی ہے۔ پس بوجہ معیت قیومیہ خُدا کا حضرت ابوبکر کے ساتھ ہونا کچھ فضیلت نہیں۔ اگر یہہ کہا جائے۔ کہ خداوند عالم بباعث حفاظت اُنکے ساتھ تھا۔ جیسا کہ قرینہ بھی اسی پر دال ہے۔ تو ہم کہینگے۔ کہ وہاں حفاظت رسولؐ منظور تھی۔ کہ لوگ آپکے درپے تھے اور آپ کے قتل کا ارادہ رکھتے تھے۔ حضرت ابوبکر کے درپے کون تھا۔ کہ اُنکی حفاظت ملحوظ ہوتی۔ اور حضرت کی حفاظت کے لئے یہ اہتمام تھا۔ کہ فرشتے غار پر موجود تھے۔ وایدہ بجنود لم تروھا۔ یعنے خدا نے اُس (پیغمبرؐ) کی ایسے لشکر سے مدد کی جس کو تم نے نہ دیکھا۔ اگر حضرت ابوبکر کی حفاظت مطلوب ہوتی۔ تو اس طرح فرماتا۔ وایدھما الخ اور یہ معیت قیومیہ بلحاظ قرینہ سوائے حفاظت کے اور کسی امر پر دلالت نہیں کرتی۔ اور خداوند عالم جو کسی کے ساتھ ہوتا ہے تو اُس سے یہ مقصود نہیں۔ کہ اُس سے چمٹا ہوا ہے۔ بلکہ اصل مقصود یہہ ہے۔ کہ اُس کا علم اور قدرت اُس سے متعلق ہوتا ہے۔ جناب رسولِ خدا صلعم کا یہہ فرمانا کہ خدا ہمارے ساتھ ہے تو اس سے یہی مقصود ہے کہ وہ ہمارے حال سے واقف ہے۔ اپنی قدرت سے وہ ہمارا نگہبان ہے۔ پس ہُوا

بھی اسی طرح کہ خدا نے دونوں کو محفوظ رکھا۔ آنحضرت کو بالاصالت اور حضرت ابوبکر کو بالوساطت۔ اگر تسلیم کریں کہ حضرت ابوبکر کی حفاظت کے لیئے خدا اُن کے ساتھ تھا۔ تو اس سے اُنکی کیا بزرگی ہے۔ اس لیئے کہ خداوند عالم کفار کی بھی حفاظت کرتا ہے۔ اُنکے جہازوں کو دریا کی آفتوں اور صعوبتوں سے بچاتا ہے۔ اور صحرا کے درندوں سے اُنکے مسافروں کی حفاظت کرتا ہے۔ کیا سوائے خدا کے اُن کا کوئی اور حافظ و ناصر ہے۔ عالم دنیا میں تو وہ ہر ایک کے لیئے رحمان ہے۔ ہاں قیامت کی اور بات ہے۔ کہ اُس رحیم مطلق کی رحمت واسعہ اُس دن مخصوص اوس کے مقبول بندوں کے لیئے ہوگی۔ اور یہ مسلمہ اور مصدقہ امر ہے۔ کہ سب معیتیں ایک قسم کی نہیں ہوا کرتیں۔ ایک معیت کا دوسری معیت پر حمل نہیں ہوسکتا۔ بمدیت معیتوں میں فرق ہوتا ہے۔ مثلاً جس جگہ یوں فرمایا ہے۔ واعلموا ان اللہ مع المتقین۔ (توبہ ع۳) یعنے جانو تم کہ خداوند عالم متقیوں کے ساتھ ہے۔ تو اس سے یہہ مراد ہے۔ کہ اُن کے اعمال حسنہ صالحہ مرضیہ کو پسند کرتا ہے۔ اور اُن سے راضی و خوشنود ہے۔ اور جہاں یہہ فرمایا ہے۔ کہ خداوند عالم مومنوں کے ساتھ ہے۔ تو وہاں یہ مقصود ہے۔ کہ واسطے نصرت کے اُنکے ساتھ ہے۔ چنانچہ جنگ بدر کے موقع پر فرماتا ہے۔ ان اللہ مع المؤمنین ع۲ (انفال ع۲) اور اس جگہ اپنے رسولؐ مقبول کی زبانی ان اللہ معنا فرمایا ہے۔ جس سے حفاظت الٰہیہ مراد ہے۔ اور یہہ حفاظت جیسے کہ عالم دُنیا میں مومنوں کے لیئے ہے ویسے کافروں اور منافقوں کے لیئے ہے۔ اس میں اُنکی کچھ خصوصیت نہیں۔ جس سے اُنکی فضیلت کی دلیل قاطع ہو۔ (کما بیناہ انفا) چنانچہ خود حضرات اہل سنت کے گھر سے اس امر کا ثبوت بہم پہنچا ہے کہ اس مقام پر معیت قیومیہ مخصوص آنحضرت کے لیئے ہے ابوبکر صاحب اس میں کچھ حق نہیں رکھتے۔ انہا معیۃ مخصوصۃ والا فھو مع کل احد۔ یعنے بیشک اسجگہ معیت قیومیہ مخصوص آنحضرتؐ کے لیئے ہے ورنہ

اللہ تعالےٰ ہر ایک شخص کے ساتھ ہے۔ پھر حضرت ابوبکر کی اسمیں کیا فضیلت ہے۔ (دیکھو تفسیر فتح البیان جلد ۴ صفحہ ۱۰۸ مطبوعہ مصر)۔

اسی طرح لفظ صاحب ہے۔ کہ اس سے بھی استدلال فضیلت عبث اور مہمل ہے۔ اس لئے کہ صاحب بمعنے ہمراہ ہے اور جو کوئی کسی کے ہمراہ ہوتا ہے۔ اس کو اُسکا صاحب کہتے ہیں۔ خواہ مومن ہو یا کافر۔ چنانچہ قرآن مجید سے اس کی پوری شہادت ملتی ہے۔ قال لہ صاحبہ وھو یحاورہ اکفرت بالذی خلقک من تراب ثم من نطفۃ ثم سوّاک رجلا لکنّا ھو اللہ ربّی ولا اشرک بربّی احداً (کہف ع ۵) یعنے کہا اوس (مؤمن) نے اپنے صاحب (کافر) کو جبکہ وہ اس سے سوال و جواب کرتا تھا۔ کہ کیوں تو خدا کا کفر نعمت کرتا ہے۔ جس نے تجھکو مٹی سے پھر نطفہ سے پیدا کرکے پورا مرد بنایا ہے۔ یقیناً میں تو اپنے معبود پروردگار کے ساتھ کسی غیر کو شریک قرار نہ دونگا۔ اس آیت میں صاحب سے مراد ایک شخص کافر ہے۔ جس کو اُس مؤمن نے نصیحت کی ہے۔ اس طرح سورۂ یوسف میں دو کافروں کو صاحب کہا گیا ہے۔ کما قال عزّ من قائلہ یاصاحبی السّجن امّا احدکما فیسقی ربّہ خمرا واما الاٰخر فیصلب فتاکل الطّیر من راسہ۔ (یوسف ع ۵) یعنے اے میرے دو صاحبو قیدخانہ میں۔ ایک تو تم میں سے اپنے بادشاہ کا ساقی ہوگا۔ کہ اوسکو شراب پلایا کرے گا۔ اور دوسرا سولی دیا جائیگا۔ اور اُس کے سر کے بعض حصّہ کو پرندے کھا ئینگے۔ عرب کے شاعر نے گدھے کو بھی آدمی کا صاحب کہا ہے۔ اصل الاصول یہ ہے کہ صاحب کا لفظ صحبت سے مشتق ہے۔ جو کوئی کسی کا ہم صحبت ہوتا ہے۔ کہ دونوں ایک جگہ میں ہوں یا کوئی ہم قوم اور ہم قبیلہ ہوتا ہے۔ تو اُسکو صاحب کہتے ہیں۔ نہ صاحب بمعنے صحابی ہے۔ اسی لئے تو خدا نے قیدار ابن سالف کو بھی صاحب فرمایا ہے۔ جس نے جناب صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو پے کیا تھا۔ کما

قال عزّ من قائلہ فنادوا صاحبہم فتعاطی فعقر۔ (پ ۲۷ ع ۹)۔ یعنے پس پکارا قوم ثمود نے اپنے صاحب کو پس کھینچ لی۔ اوس نے تلوار اور پے کیا اونٹنی کو (لعنہ اللہ) حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا نے کفار کا صاحب فرمایا ہے۔ "ما ضلّ صاحبکم وما غوی" یعنے تمہارا صاحب نہ گمراہ ہے نہ کجراہ ہے۔ (پ ۲۷ ع ۵) وما صاحبکم بمجنون۔ یعنے تمہارا صاحب دیوانہ نہیں ہے۔ (پ ۳۰ ع ۷) اولم یتفکروا ما بصاحبہم من جنّۃ ان ھو الا نذیر مبین۔ (اعراف ع ۲۳) یعنے کیوں نہیں سوچا اونہوں نے کہ انکا صاحب دیوانہ تو نہیں ہے۔ بلکہ خدا کی طرف سے راہ حق کی ہدایت کرتا ہے۔ اور عذاب خدا سے ڈراتا ہے۔ غرض لفظ صاحب صحبت سے مشتق ہے۔ جو کوئی کسی کا ہم صحبت ہوتا ہے۔ اُسکو صاحب کہتے ہیں۔ پس ایسے لفظ کے بیان میں کونسی بزرگی یا فضیلت ہے۔ جس کو مومن اور کافر دونوں پر بولتے ہوں۔ بالفرض ہم تسلیم بھی کریں کہ صاحب سے مراد صحابی ہے۔ جس نے بحالت اسلام حضرت خیرالانام کی ملاقات کی ہو۔ مگر اس میں بھی کچھہ فائدہ نہیں۔ جب تک کہ تمام عمر صحابی کی ایمان صحیح پر نہ گذری ہو۔ اور بعد وفات سرورِ کائنات کوئی احداث واقامۂ بدعات دین میں نہ کیا ہو۔ باقی رہا "فانزل اللہ سکینتہٗ علیہ" جس کی نسبت یہ کہتے ہیں کہ "علیہ" کی ضمیر لفظ صاحب کی طرف پھرتی ہے۔ اور وہ حضرت ابوبکر ہیں کیونکہ جزع وفزع اُنہوں نے کیا تھا۔ اور وہی مبتلائے رنج وغم تھے۔ پس یہ بھی سُست اور رکیک ہے۔ اسلیئے کہ اُسوقت گو اُنکا یہی حال پُر درد وملال تھا۔ مگر یہ کوئی قاعدہ نہیں کہ جناب رسولخدا صلعم جو اصل مقصود ہیں۔ جن کو خوف کفار تھا۔ اور جن کی قتل کے درپے اعدائے دین تھے جنکو اُنہوں نے جلا وطن اور بے خانماں کردیا تھا۔ وہ تو مورد سکینہ نہوں۔

اور غیر شخص جس کا کسی طرح سے حق نہیں۔ وہ اُس کا مستحق ہو جاتے۔ دیکھو خداوند عالم فرماتا ہے۔ "الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ" اگر تم نے اس کی نصرت نہ کی تو کچھ مضائقہ نہیں۔ خدا اُس کی نصرت کریگا۔ یعنے تو اُس کی اسوقت بھی نصرت کی ہے۔ جبکہ اسکو کافروں نے مکہ سے نکال دیا تھا۔ بعدہ اپنی نصرت کا ذکر کیا۔ "فانزل اللہ سکینتہ علیہ وایدہ بجنود لم تروھا" کہ اُسپر خدا نے سکینہ نازل کیا۔ اور اس کی ایسے لشکر سے مدد کی۔ جس کو تم نے نہ دیکھا۔ اب ہم پوچھتے ہیں۔ کہ سکینہ اس کے لئے چاہیئے۔ جس کی نصرت و مدد کی ہے۔ یا کسی غیر کے لئے۔ یہ سراسر غلط بلکہ اغلط ہے۔ کہ جو منصور و مؤید من اللہ ہے۔ اوس کو تو مورد سکینہ قرار نہ دیا جائے۔ اور جو شخص ہمراہی ہو جس کی پیش خالق نہ کچھ وقعت ہو نہ وقار۔ اسکو مستحق سکینہ سمجھا جائے۔ اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۝ (ص ع)

بعض مقامات پر جبکہ مؤمنین پیغمبرؐ کے ساتھ تھے۔ تو اُنپر بھی بواسطہ پیغمبرؐ سکینہ نازل ہوا ہے چنانچہ جنگ حُنین کے موقع پر فرماتا ہے۔ ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المؤمنین وانزل جنودا لم تروھا وعذب الذین کفروا وذلک جزاء الکافرین (توبہ ع) یعنے پھر خدا نے اپنے رسولؐ پر اور مومنین پر اپنا سکینہ نازل کیا۔ اور اُتارا (رسولؐ کے لئے) ایسے لشکر کو جس کو تم نے نہ دیکھا۔ اور عذاب کیا کافروں کو۔ اور یہی جزا ہے اون کافروں کی۔

دوسری آیت اس طرح ہے۔ ھو الذی انزل السکینتہ فی قلوب المؤمنین لیزدادوا ایمانا مع ایمانھم وللہ جنود السمٰوات والارض وکان اللہ علیما حکیما ۝ (فتح ع) یعنے خدا ہی ہے جس نے مومنین کے دلوں میں سکینہ نازل کیا ہے۔ تاکہ زیادہ ہوں

مومنین اپنے ایمان میں اور خدا کے لیئے آسمانی اور زمینی لشکر ہے اور وہی صاحب علم و حکمت ہے۔ تیسری آیت یہ ہے فانزل السکینتہ علیھم واثابھم فتحا قریبا ٥ (فتح ع۲) یعنے پس خدانے اون (مومنین) پر سکینہ نازل کیا اور اُنکو فتح قریب کا ثواب دیا۔ چوتھی آیت فانزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المومنین والزمھم کلمۃ التقوے۔ یعنے پس خدانے اپنے رسولؐ پر اور مومنین پر اپنا سکینہ نازل کیا۔ اور اُنپر کلمۂ تقوےٰ (پرہیزگار ہونے) کو لازم کیا۔ (فتح ع۳)۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ جس طرح خدا نے اپنے پیغمبرؐ پر سکینہ نازل کیا ہے۔ اُسی طرح بعض موقع پر بواسطہ پیغمبرؐ مومنین کو بھی مورد سکینہ قرار دیا ہے۔ جبکہ وہ پیغمبرؐ کے ساتھ ہوتے تھے چونکہ اسموقع غار میں حضرت ابوبکر ہی حضرتؐ کے ساتھ تھے۔ پس اگر خدا کو اونپر سکینہ نازل کرنا منظور ہوتا۔ تو اس طرح فرماتا۔ "فانزل اللہ سکینتہ علیھما"۔ یعنے تثنیہ کی ضمیر واقع ہوتی جس طرح کہ "اذ ھما فی الغار" میں تثنیہ کی ضمیر واقع ہوئی ہے۔ جس سے اُنکی فضیلت کی بیّن دلیل ہوتی۔ اور اُن کا مومن ہونا بھی درجۂ ثبوت کو پہنچ جاتا۔ مگر جبکہ ایسا نہیں فرمایا۔ اور فقط ضمیر واحد کے ساتھ فرمایا ہے۔ اور وہ راجع بسوئے حضرتؐ ہے۔ اس لیئے کہ وہی اصل مقصود اور مطلوب ہیں۔ تو اُن کا غیر مومن ہونا لازم آیا۔ چہ جائیکہ اُن کا صاحب فضیلت ہونا۔ پس پہلے اُنکا ایمان ثابت ہو۔ بعدہٗ کسی آیت سے اُن کی فضیلت کا استنباط کیا جائے۔

مزید براں قرینہ بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ جب "تنصروہ" اور "نصرہ" اور "اخرجہ" اور "لصاحبہ" اور بعد "علیہ" کے "ایدہ" کی ضمیر حضرتؐ کے لیئے ہے تو عین بجا ہے کہ "علیہ" کی ضمیر بھی حضرتؐ کے لیئے ہے۔ یہ کوئی قرینہ نہیں کہ باقی سب ضمیریں تو مخصوص حضرتؐ کی طرف پھریں اور اُن سب ضمیروں کے بیچ میں "علیہ" کی ضمیر حضرت ابوبکر کی طرف پھرے۔

کلام خدا جس کے برابر کوئی کلام فصیح و بلیغ نہیں۔ اس میں یہ کیونکر درست ہو گا۔ جبکہ کسی زبان میں ایسا فاش سُقم جائز نہیں۔ جس شخص کو ذرہ بھر بھی علم ہے اور قواعد عربیہ سے وقوف ہے۔ اُس کو اچھی طرح معلوم و معروف ہے۔ کہ "اذ اخرجه الذین" سے لے کر لا تحزن ان اللہ معنا تک شرط ہے کہ اس میں ہر ایک جملہ اپنے ماقبل کے جملہ سے متعلق ہے۔ اور "فقد نصرہ اللہ" اس کی جزائے مقدم ہے۔ اور فانزل اللہ سکینته کا عطف اُسپر ہے۔ یا یہ کہ جزا اس کی محذوف ہے کہ تفسیر کرتا ہے اس کی۔ فقد نصرہ اللہ اور اس کلام میں تقدیم و تاخیر ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ایسا وارد ہوا ہے۔ پس معنے آیت یہ ہوئے کہ جبوقت نکال دیا اُس پیغمبر کو کافروں نے وہ دو کا دوسرا تھا۔ جبکہ وہ دونوں غار میں تھے۔ جبکہ وہ اپنے ساتھی سے کہتا تھا۔ کہ مت رو۔ اور مت ہیبٹ۔ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ پس خدا نے اس کی نصرت کی اور نازل کیا اُسپر سکینہ اور تائید کی اُسکی ایسے لشکر سے جس کو تم نے نہ دیکھا۔

اوپر کی آیت کو چھوڑ کر صرف "اذ یقول لصاحبه لا تحزن ان اللہ معنا فانزل اللہ سکینته" کہہ لینا۔ اور بے وجہ عبارت میں خبط کرنا یقیناً یہ کام اُنکا ہے۔ جن کے حق میں یہ آیت ہے۔ افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض۔ (بقر ع) یہ بالکل صاف طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ "فانزل اللہ سکینته کا جملہ "فقد نصرہ" کے تحت میں بحیثیت مرام کے لئے واقع ہوا ہے۔ اور نزول سکینہ ضروری بھی اُسی کے لئے ہے جس کے لئے نصرت ہے۔ اگر "وایدہ بجنود" کا عطف "فانزل اللہ سکینته" پر نہ ہو بلکہ خلاف محاورہ "فقد نصرہ" پر کیا جائے۔ اور "علیہ" کی ضمیر کو صاحب کی طرف پھیرا جائے۔ تو یہ کمال مخالفت کلام ہے اور قاعدہ بلاغت وفصاحت سے نہایت بعید ہے۔ جس طرح کہ انتشار ضمائر

مخالف بلاغت ہے۔ ویسے اس طرح کا عطف بھی مخالف بلاغت ہے۔ علاوہ ازیں انتشار ضمائر تو اب بھی باقی رہتا ہے۔ کہ چھ ضمیروں میں سے پانچ ضمیریں تو ایک شخص کی طرف پھرتی چلی آئیں۔ اور ایک ضمیر دوسرے شخص کی طرف پھرے۔ اس طرح کا کلام خالی از استقام نہیں۔ اور نظم قرانیہ سے ہرگز متبادر نہیں ہوتا۔ کہ کہیں اس طرح کا عطف بھی آیا ہو۔ اگر خدا کو یہ منظور ہوتا۔ کہ سکینہ حضرت ابوبکر پر نازل ہو تو "فانزل الله سکینته علیهما" فرماتا جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ یا یہ کہ "وایده بجنود" کو فقد نصرہ الله کے تحت میں اس کے قرب وجوار میں ذکر کرتا۔

اگر خلاف نظم قرآن ہم فرض کریں کہ "علیه" کی ضمیر حضرت ابوبکر کی طرف پھرتی ہے۔ اور خدا نے اُنپر سکینہ نازل کیا ہے۔ تو اس صورت میں بھی اُن کی کچھ فضیلت نہیں۔ اس لئے کہ اگر اُنپر نزول سکینہ ہوگا۔ تو بالعرض ہوگا۔ واسطے حفاظت وصیانت حضرت کے مثل اور سامان حفاظت کے مثلاً کبوتری کا انڈے دینا اور درخت خاردار کا اُگنا اور مکڑی کا جالا تننا وغیر ذالک اور اس سکینہ سے اصل غرض یہ ہوگی کہ وہ خاموش ہو جائیں۔ اور ہائے وائے نہ کریں۔ مبادا کفار سن لیں۔ اور اندر گھس آئیں۔ اور بالذات اُنپر نزول سکینہ کس لئے ہوتا کہ اُنکا تو کوئی خواہاں نہ تھا۔ اگر دشمن درپے تھے۔ تو حضرت کے تھے۔ اور حفاظت بھی حضرت کی مطلوب تھی۔ اور نہ اُنہوں نے کوئی مبارک کام کیا تھا۔ جس کے سبب سے وہ مورد سکینہ قرار دئے جاتے۔ ہاں یہ کام تو ضرور کیا تھا۔ کہ باوجود تہیئہ اسباب وسامانِ حفاظت جزع و فزع کرنے لگے۔ اور اپنے تئیں ہلاکت میں ڈالنے لگے۔ اور جو امر خلافت حفظ وصیانت تھا۔ اس کے مرتکب ہوئے۔ اور جو کچھ اپنی طرف سے کرنا تھا کیا۔ سچ کہتے ہیں کہ جاہل ہمراہی سے سانپ اور بچھو بہتر ہیں۔ کہ اُنکے سبب سے تو خوف درد والم کا ہوتا ہے۔ اور جاہل ہمراہی سے خوف جان کا ہوتا ہے۔

گو اُسوقت خدا ہی اپنے حبیبؐ کا حامی و مددگار تھا۔ مگر یہ تو نہیں کہ اگر اُٹھ کر کفار کو اطلاع کر دیتے۔ تو اُس میں بھی کچھ مضائقہ نہ تھا۔ کیونکہ اس صورت میں تو پوشیدہ رہنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ خداوند پاک سب طرح کی طاقت و قدرت کا مالک ہے۔ اگر چاہتا تو اپنے رسولؐ کو اُنکے اپنے گھر ہی میں محفوظ رکھتا۔ غار میں جانے کی حاجت ہی نہ تھی۔ مگر ہر ایک امر کا ایک سامان ہوتا ہے۔ اور اُس کے علل ہوتے ہیں۔ خدا نے سامانِ حفاظت غار پر موجود کر دیا تھا۔ اُس سامان کی جہت سے حضرتؐ کو محفوظ رہنے کا پورا یقین تھا۔ اور اُنکو مطلق یقین نہ آیا۔ آخر تک ہی مذبذب رہے۔ پس جنکو خالق اکبر کی طاقت واسعہ اور قدرتِ کاملہ پر یقین نہ ہو وہ کیونکر مومن کامل اور نزول سکینہ کا مستحق ہو سکتا ہے۔

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی اپنی تفسیر میں ایک عمدہ فیصلہ دیتے ہیں کہ آیت غار میں " فانزل اللہ سکینتہ علیہ " کے مورد و مہبط حضور نبوی صلعم ہی ہیں اور علیہ کی ضمیر کے مرجع وہی خود ہیں کہ " وایدہ بجنود لم تروھا " کی ضمیر اس امر کی تائید کرتی ہے کیونکہ مؤید بجنود اللہ وہی ہیں جن جنود سے جنود ملائکہ (فرشتوں کا لشکر) ہی مراد ہے جو اُن کی حفاظت و حراست پر مامور تھا۔ اور جس نے تسکین دہی کی رعایت کی اور کفار کی آنکھیں آنحضرتؐ سے دوسری جانب کو پھیر دیں اور ایسا ہی جنگ بدر میں آنحضرتؐ کی ایسے لشکر سے مدد کی گئی ہے (اصل عبارت یہ ہے) فانزل اللہ سکینتہ علیہ وقیل ھو للنبیؐ ویکون المراد بالسکینۃ النازلۃ علیہ عصمتہ عن حصول سبب من اسباب الخوف لہ ویؤید کون الضمیر فی علیہ للنبیؐ الضمیر فی وایدہ بجنود لم تروھا فانہ للنبیؐ لانہ المؤید بھذہ الجنود التی ھی الملائکۃ فی الغار یحرسونہ ویسکنون روعہ ویصرفون ابصار الکفار عنہ کما کان فی یوم بدر۔ (صفحہ ۱۰۹

جلد ۲) غرض آیت غار سے اُنکی کچھ فضیلت ثابت نہیں ہوتی - اُنکے ہواخواہوں کی سخت غلطی ہے - کہ اس آیت کو اُن کی منقبت میں پیش کرتے ہیں - جس سے اُلٹا اُنکی تذمیم و تنقیص ہوتی ہے - ــہ

بس کن حدیث غار کہ عار است نزد عقل + آن حزن و بیقراری شیخ معمرت

تفسیر شریف عسکری ؑ سے مؤلف مفتری نے جس عبارت سرسری کو فضیلت ابوبکری میں پیش کیا ہے وہ اس قابل نہیں کہ اوسپر اعتقاد صحیح کیا جا سکے - کہ اس سے واقعی اُن کی فضیلت کا اخذ و استنباط صریح ہے - اگر اُن کا دل صاف ہوتا - اور حضرت ختمی مرتبت روحی فداہ یہ جانتے کہ یہ کبھی خدا کی اور میری مخالفت نہ کرینگے - نہ میری زندگی میں - نہ بعد میرے - تو حضرت ؐ اس قید کے ساتھ نہ فرماتے - کہ "اے ابوبکر جو کوئی خدا سے معاہدہ کرے اور پھر اسکو نہ توڑے اور اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہ کرے اور جس کے فضائل کو خدا نے ظاہر کیا ہے - اس سے حسد نہ کرے تو وہ شخص بہشت کی اعلےٰ منزل میں میرے ساتھ ہو گا -

بھلا جس دوست - جاں نثار پر پختہ اعتبار ہو اُس سے کیونکر ایسا کہا جائیگا - ہاں جس کے لئے دل میں کھٹکا ہو - اور اسپر کسی طرح سے یقین نہ آئے - اور یہ علم ہو کہ یہ ضرور عہد کو توڑے گا - اور اس میں تغیر و تبدل کرے گا - اور فضائل والے کی فضیلتوں کا حسد کرے گا - تو اُسکو بیشک ایسی تنبیہ و تبصیر کی جاتی ہے - چنانچہ حضرت ؐ نے بھی اسی وجوہات سے یہ شرطیں بیان کی ہیں - اور جب اُنھوں نے ان شرطوں کو وفا نہ کیا - تو مشروط بھی باقی نہ رہا - کیونکہ اُن کا احداث و اقامۂ بدعات اور تغیر و تبدل کرنا مثل طشت از بام ہے - دیکھو موطا امام مالک صفحہ ۳ ۔ ۱۷ مطبوعہ فاروقی باب فضل

شہداء فی سبیل اللہ کہ جناب رسول خدا صلعم نے شہدائے اُحد کے حق میں فرمایا۔ کہ میں اُن کے صحت خاتمہ پر گواہی دیتا ہوں۔ حضرت ابوبکر نے عرض کی یا رسول اللہ کیا ہم ان جیسے نہیں ہیں اور اُنکے بھائی نہیں ہیں۔ کہ اُنکی طرح اسلام قبول کیا ہے۔ اور جہاد کئے ہیں۔ اور نمازیں پڑھی ہیں۔ اور روزے رکھے ہیں۔ پھر آپنے اُن کے لئے خصوصیت کے ساتھ کیوں فرمایا ہے۔ حضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔ کہ ہاں بیشک اسی طرح ہے۔ کہ جس طرح تم کہتے ہو۔ مگر مجھے معلوم نہیں۔ کہ بعد میرے تم کیا کیا احداث کروگے۔ یہ سُنکر وہ سخت روئے۔ اور کہا کہ افسوس میں آپ کے بعد زندہ نہ رہتا۔ اس حدیث سے اُنکے سب فضائل ھباءً منثورا ہوگئے۔ اگر وہ مومن کامل ہوتے۔ اور حضرتؐ کو انکی نقیحہ ایمان پر وثوق ہوتا تو جب وہ رونے لگے تھے۔ حضرتؐ فرما دیتے۔ کہ تم تو اُنہی جیسے ہو۔ اور تمہاری تعریف تو خدا نے آیتِ غار میں کی ہے۔ اور تم صدیق نعم الرفیق ہو۔ پھر روتے کس لئے ہو۔ مگر جس کے نصیب میں رونا ہو اُس کا کیا علاج۔ (ایضاً فی کتاب المغازی للواقدی صفحہ ۱۰۳)+

ایک دوسرے مقام پر حضرت نے اُنکو یوں عتاب فرمایا ہے۔ چنانچہ ازالتہ الخفاء شاہ ولی اللہ دہلوی صفحہ ۱۹۹ - اور ادب المفرد مولفہ محمد بن اسمٰعیل بخاری صفحہ ۱۴۳ اور تفسیر درمنثور علامہ جلال الدین سیوطی جلد رابع صفحہ ۵۳ میں ہے۔ کہ عن حذیفۃ بن الیمان عن ابی بکر اما حضر ذلک حذیفۃ عند النبیؐ واما حدثہ ایاہ ابوبکر عن النبی قال الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل قال ابوبکر یا رسول اللہ وھل الشرک الا ما عبد من دون اللہ او ما دعی مع اللہ قال ثکلتک امک والذی نفسی بیدہ

الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل - یعنے حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے - کہ خود اُس نے رسولؐ اللہ سے سُنا - یا حضرت ابو بکر نے اُن سے کہا - کہ حضرت علیہ السلام نے فرمایا - شرک تم لوگوں میں چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی ہے - حضرت ابو بکر نے کہا - یا رسولؐ اللہ شرک یہی ہے نا - کہ غیر خدا کی عبادت کیجائے - یا خدا کے ساتھ دوسرا پکارا جائے - حضرت نے فرمایا تیری ماں تیری مصیبت میں روئے - قسم ہے اُس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری روح ہے - شرک تم لوگوں میں چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی ہے -
(ایضاً فی حیوۃ الحیوان للشیخ کمال الدین دمیری)

اب ہم نہیں سمجھ سکتے کہ جناب سرور عالم جس شخص کی نسبت یہ فرمائیں وہ کیونکر مؤمن کہا جاسکتا ہے - کیونکہ حضرت قسم کھاکر اور غیظ و غصہ میں آکر دو مرتبہ اُنکے شرک کو ظاہر کر رہے ہیں - اور چونکہ حدیث میں جمع مذکر مخاطب کی ضمیر ہے - پس معلوم ہوا - کہ اُنکے ساتھ کئی اور بھی شامل ہیں - جو اُنہی جیسے ہیں ورنہ حضرت بجائے الشرک فیکم - الشرک فیک فرماتے - اور یہ روایت کتب متذکرہ میں دو طریق سے مرقوم ہے - ایک کے راوی حضرت حذیفہؓ ہیں - جو بعلم اسماء منافقین مخصوص ہیں - اور دوسری کے راوی معقل بن یسار ہیں - اور وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ ہم حضرت ابو بکر کے ساتھ گئے تھے - اور حضرتؐ نے اُنہیں خطاب کرکے اس جملہ کو فرمایا - جب ہم اس حدیث کو اُس حدیث کو جس کو ہم نے موطا امام مالک سے نقل کیا ہے - حدیث حوض سے ملاتے ہیں تو ہم کو شیشے کی طرح معلوم ہوتا ہے - کہ وہ اصحاب یہی ہیں - جن کی نسبت حضرتؐ فرماتے ہیں - کہ میں روز قیامت حوض کوثر پر کھڑا ہوا آنے والوں کا انتظار کرتا ہوں گا - پس کچھ لوگوں کو میرے پاس سے علیحدہ کردیا جائیگا - میں کہوں گا - یہ تو میرے اصحاب ہیں - بارگاہ ایزدی سے جواب ملیگا - کہ تم نہیں جانتے - کہ یہ تمہارے دین سے پیچھے

کو لوٹ گئے تھے۔ اور مرتد ہوگئے تھے۔ اور نعمان بن ابی عیاش کہتے ہیں کہ میں نے
ابو سعید خدری سے یوں سنا۔ کہ جواب باری تعالےٰ یہ ہوگا۔ انک لا تدری
ما بدلوا بعدک تو نہیں جانتا کہ اُنہوں نے تیرے بعد دین میں کیا کیا تبدیلیاں
کر دیں۔ فاقول سحقا سحقا لمن بدل بعدی میں کہوں گا۔ کہ ہلاک ہوئے
ہلاک ہوئے وہ لوگ جنہوں نے میرے بعد میرے دین کو اور میرے قول کو بدل
دیا۔ دیکھو صحیح بخاری جلد ثانی مطبوعہ مصر صفحہ ۱۵۲ و جلد رابع صفحہ ۹۴
و صفحہ ۱۴۲) خداوند عالم ایسے لوگوں کی نسبت فرماتا ہے۔ ومن یرتدد
منکم عن دینہ فیمت وھو کافر فاولئک حبطت اعمالھم فی الدنیا
والآخرۃ واولئک اصحاب النار ھم فیھا خالدون ان الذین امنوا
والذین ھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ اولئک یرجون رحمت اللہ
واللہ غفور رحیم ۔ (بقر ع ۲۷) یعنے جو لوگ تم میں سے (اے اصحاب نبی)
اپنے دین سے پھر گئے اور کافر ہو کر مرے تو اُن کے سب اعمال ضائع ہیں۔ اور
دین و دنیا کا نقصان اُن کو نقد ہے۔ اور وہی دوزخ کے سزاوار ہیں۔ کہ
ہمیشہ اُس میں رہینگے۔ (ہاں) بیشک جن کا ایمان کامل ہے اُنہوں نے سچی ہجرت
کی ہے۔ اور راہ خدا میں جہاد کیا ہے۔ (اور اُنکا خاتمہ ایمان پر ہوا ہے)
تو وہی رحمت خدا کے امیدوار ہو سکتے ہیں۔ اور خدا اُنکے بخشنے والا مہربان ہے۔
(بعض صحابہ کی ارتدادی صورت کا ساخنہ مطلوب ہو تو ہمارا رسالہ "رد فیہ
عطو فیہ" بجواب رسالہ جمو فیہ معروفیہ ملاحظہ ہو) جس شخص کی عقل سلیم ہے۔ وہ
اس بات کے تسلیم کرنے میں ہرگز چون و چرا نہ کریگا۔ کہ جس شخص کو حضرت صلعم
محدث بدعات اور مشرک خفی قرار دیں۔ اوسکو بلا کسی شرط کے ایسا کبھی نہ
فرمائینگے۔ کہ تو میرے لئے ایسا ہے جیسے جسم کے لئے کان۔ آنکھ۔ سر۔ اور
جیسے بدن کے لئے جان۔ ہم کو اس بات کے قبول کرنے میں کوئی عذر نہیں کہ اگر
وہ ان شرائط کو پورا کرتے جن کا حسب قرارداد اُنہوں نے اقرار کیا تھا۔

(حالانکہ اس کو وفا نہ کیا) تو بیشک اُن کا درجہ حضرت کے نزدیک ویسا تھا۔ جیسا کہ شرائط میں بیان ہوا۔ مگر جب اُنہوں نے ان شرائط میں سے ایک شرط کو بھی پورا نہ کیا۔ تو وہ کس طرح اس کے لائق سمجھے جا سکتے ہیں۔ پہلی شرط یہ تھی۔ کہ خدا نے اپنے حبیب کو حکم دیا۔ کہ "ابو بکر کو اپنے ساتھ لے جاؤ اگر وہ تجھ سے مانوس ہوگا۔ اور تیری اعانت کرے گا الخ مگر جب ہم بغور دیکھتے ہیں۔ تو اُنہوں نے نہ کچھ اُنس کیا ہے۔ نہ کوئی اعانت کی ہے بجز اس کے کہ غار میں جا کر جزع و فزع اور ہائے وائے کرنے لگے۔ جس کی نسبت یہ ارشاد ہے۔ کہ خدا ہی نے اُس منکر شان نبوت کے کلمہ ہائے وائے کو نیچا کر دیا۔ ورنہ اُس نے تو کوئی دقیقہ نہیں اُٹھا رکھا تھا اور خدا ہی کا کلمۂ (وجودی جو پیغمبر صلعم ہے) اونچے درجۂ عزت و منزلت پر ہے۔ کہ کوئی اس کو ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ دوسری شرط یہ تھی۔ کہ اگر وہ اون عہدوں اور اقراروں پر قائم رہیگا۔ الخ مگر اس میں بھی وہ کامیاب نہیں۔ کیونکہ زیر درخت اس عہد پر بیعت رسول کی تھی۔ کہ ہم جہاد سے کبھی نہ بھاگینگے اور جنگ حنین میں ایسے بھاگے۔ کہ پیچھے کو پھر کر دیکھنا بھی دشوار تھا۔ صرف بنی ہاشم کے نو آدمی حضرت کے پاس رہگئے۔ اور حضرت پکارتے تھے۔ کہ کہاں بھاگ چلے ہو۔ میں خدا کا رسول ہوں۔ واپس آؤ۔ مگر سنے کون اتنے میں عباسؓ بن عبد المطلب کو حکم ہوا۔ کہ تمہاری آواز اونچی ہے۔ تم کسی ٹیلے پر چڑھکر اُنکو بلاؤ چنانچہ اُنہوں نے بلایا۔ کہ اے مہاجرین و انصار اے بیعت رضوان والو۔ اے سورت بقر والو۔ بیعت کو مت توڑو۔ کہاں بھاگے جاتے ہو۔ یہاں آؤ۔ اس آواز کو سنکر اُلٹے پھرے۔ اسی طرح خیبر میں بھاگے۔ جبپر حضرت نے یہ حدیث فرمائی۔ لاعطین الرایۃ غدا رجلا کرارا غیر فرار الخ۔ تیسری شرط یہ تھی کہ "جس کے فضائل کو خدا نے ظاہر کیا ہے۔ اوس سے حسد نہ کرے الخ مگر اس شرط کو بھی پورا نہ کیا۔ جناب امیر علیہ السلام سے حسد کیا

اُنکے حقوق کو غصب کیا۔ جو عہد روزِ غدیر جناب امیرؑ کی خلافت پر کیا تھا۔
اور خلیفۂ دوم نے مبارکباد دی تھی۔ اُس کو بعد وفاتِ رسولؐ توڑ ڈالا۔
اور بیوجہ استحقاق خود بادشاہ ہوئے۔ حالانکہ عہد یہ تھا۔ کہ یا رسولؐ اللہ
میں اس بات کو زیادہ پسند کرتا ہوں بہ نسبت اس کے کہ حضرتؐ کی مخالفت
میں مجھکو تمام دنیا کی بادشاہی ملجائے اور میں عیش و عشرت سے زندگی بسر کروں
الخ۔ غرض کسی شرط کو پورا نہ کیا۔ پس جب یہ حال ہے۔ تو جزائے شرط کیونکر
مرتب ہوگی۔ اس لیئے حضرتؐ نے کلام مشروط فرمایا تھا۔ کہ اگر تو ایسا اور ایسا
کرے گا تو بیشک جنت میں میرا رفیق اور مصاحب ہوگا۔ نہ معلوم شاہ جی نے
مفت کی زحمت کیوں اُٹھائی۔ اور کیوں عبث استدلال پیش کیا۔ جس سے
اُلٹا اُنکو خست و خجالت حاصل ہوئی۔ اور سخت ندامت اُٹھانی پڑی۔ اب
ہم اُن سے یہ پوچھتے ہیں۔ کہ آپ کے صدیق اکبر پر جو شیعوں کے طعن
بدگمان تھے وہ اب تو صحیح ثابت ہوئے۔ جنکی نسبت آپ کے دل میں بھی
کھٹکا رہتا تھا ؎

این ہم غنیمت است کہ گفتیم اینقدر
ورنہ خیال بود کہ گوئیم بیشتر۔

باقی آئندہ ۔ (تتمہ) یار باقی صحبت باقی

واضح رائے ارباب دیانت و فطانت ہو کہ سردست ہم نے بعجلت تمام اسی قدر
لکھا ہے اور اسی پر کفایت کی ہے۔ کیونکہ وقت تنگ تھا اور فرصت کم اور
اکثر احباب اولی الالباب کی فرمائشات بکثرت ہو رہی تھیں کہ جس قدر ممکن ہو
بہ فور زودی رسالہ رد شیعہ کی تردید ہو جانی چاہیئے۔ روزمرہ ہزاروں
آنکھیں اس کی جانب کھلی ہوئی تھیں۔ پس تقریباً ایک ہفتہ میں مسودہ تیار

کیا اور بسبب کثرت مشاغل دینی اور ضیق فرصت ایک ہفتہ میں درست اور صاف کر لیا۔ (کل پندرہ یوم تالیف رسالہ میں خرچ آئے) پہلے ہی سے یہی ارادہ تھا کہ رسالہ کو دو حصوں پر تقسیم کیا جائے کیونکہ اگر سالم طور پر ایک ہی دفعہ مرتب ہو تو ایک بڑے حجم کی کتاب ہو جائے گی اور جس قدر اس کا حجم زیادہ ہو گا اُسی قدر زیادہ دیر کے بعد ہدیہ انظار اولی الابصار ہو گا۔ حالانکہ اس قدر دیر گوارا ہی نہ تھی لہذا اس کے دو حصے کر دئے کہ ایک تو بالفعل مرتب شائع ہو کر مشتاقین کرام و قارئین عظام تک پہنچ جانا چاہیے اور وہ مصروف بہ مطالعہ صدق طالعہ ہوں۔ اتنے میں دوسرا حصہ بھی پہنچ جائے گا۔

ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارے معزز و محترم مخاطب جناب شاہ صاحب اس تحریر حقہ سے سبق ہدایت لے کر انشاء اللہ ضرور بر سر راستی آجائینگے۔ اور "انظر الی ما قیل ولا تنظر الی من قال" پر عمل پیرا ہوں گے۔ اگر وہ حق جوئی و صدق گوئی پر کمربستہ ہوں تو عجب نہیں کہ اُن پر راہ رشد و فلاح اور ہدایت و صلاح ایسی کشادہ ہو جائیگی جیسے افغانوں کو سیاحت ہندوستان کے لئے ہمارے ڈیرہ اسماعیل خاں کا درہ ہے۔ چونکہ ہمارا اُنکی ملاقات اور رُو بہ سخن ہونے میں بہت سا وقت صرف ہو چکا ہے اور دیگر اشغال ضروریہ کو بھی انجام دینا ہے۔ لہذا اب ہم اُن سے رخصت ہو کر دوسری طرف متوجہ ہوتے ہیں اگر خدا نے چاہا اور حیات مستعار باقی تو پھر کبھی ملینگے۔ "یار باقی صحبت باقی"۔ لو خدا حافظ۔ سلام علیکم۔

علاوہ قارئین عظام سے یہ التماس بعقیدت اساس ہے کہ وقت مطالعہ اگر کوئی بات پسند آجاوے تو دعائے خیر سے فراموش نہ کریں اور اگر بمقتضائے بشریت اس میں کسی قسم سے عیب چیں ہوں تو "بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ ولما یاتہم تاویلہ" کے خلاف۔ انکار یا تکذیب یا اعتراض و ایراد سے پہلے دریافت فرمالیں ممکن ہے کہ مزید تشریح و توضیح

سے استمداد کیا جاوے گا۔ صرف اپنے مقام پر خوردہ گیری جو غیبت مذمومہ
میں داخل ہے اپنے تئیں بچاتے ہیں۔ (وما علینا الا البلاغ)

اور دم رخصت اتنا اور کہہ دینا خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ جو صاحب رسالہ ہذا
کے حصہ اول کو ملاحظہ فرمائیں تو ضرور لازم ہے کہ حصہ دوم بھی بغیر مطالعہ
کئے نہ چھوڑیں۔ کیونکہ جواب دہی کی اصل تعرض وغایت کا حصر اسی پر ہے
کہ اس میں باقی ماندہ اشکال واعضال (متعلق خطبات وفرامین حضرت
امیرالمومنین علیہ السلام) کا حل بالاجمال ہے اور خاصکر لفظ شیعہ ہمشیع اشباع
کی بابت ایک عمدہ بحث موجود ہے۔ جس سے مذہب حقہ امامیہ خیرالبریہ کی
حقیت وحقانیت کو نہایت معقول پیرایہ میں ثابت کیا ہے۔۔ فارجعوا الیہا
لازدیاد الاهتمام۔ واطلاع المرام۔ وحصول التبصیر۔ وتبصرة البصیر۔ وهذه غصة
من الکثیر۔ وقطرة من الغدیر۔ وحبة من الوفیر۔ وذرة من الذخیر۔ مما حضر عندی
من التحبیر والتسطیر۔ نمقتها فی قلة المجال وتشتت البال والحمد لله المنعم
المتکرم المفضال۔ لا اله الا هو عالم الغیب والشهادة الکبیر المتعال۔ الذی وجوده
قبل القبل فی ازل الآزال۔ وبقاؤه بعد البعد من غیر انتقال ولا زوال والصلوة
والسلام علی من الله الاقدم ومظهر الجمال۔ ونوره الاتم ومظهر الکمال
سیدنا ومولانا محمد ن المبعوث علی العوالم واهل بیته الافاخم واصحابه الاعاظم
خیر اهل وآل۔ ونفوض امورنا الی الله فالله خیر حافظا فی کل حال۔ و
اذا اراد الله بقوم سوءً فلا مرد له وما لهم من دونه من وال۔ هو الذی
یریکم البرق خوفا وطمعا وینشئ السحاب الثقال۔ ویسبح الرعد بحمده
والملائکة من خیفته ویرسل الصواعق فیصیب بها من یشاء وهم یجادلون
فی الله وهو شدید المحال۔ له دعوة الحق والذین یدعون من دونه لا
یستجیبون لهم بشیءٍ الا کباسط کفیه الی الماء لیبلغ فاه وما هو ببالغه
وما دعاء الکافرین الا فی ضلال۔ ونحن نلعن علی کل واحد منهم بالغدو
والآصال۔

حررہ عبد آل محمد حسن
(زکی مانٹے پوری)

{ ۷۸۶ }

البشارہ

مع

النذارہ

(یاقومنا اجیبوا داعی اللہ)

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر میخواست ✦ آخر آمد زپس پردۂ تقدیر پدید

واقفانِ علوم مباحثہ ومناظرہ وعارفانِ رموز مکالمہ ومکابرہ پر مخفی نہیں ہے کہ مسلمانوں میں تفرق واضمحلال کی نازیبا صورت اُسی دن سے قائم ہوگئی ہے جس دن حضرت پیغمبرِ اسلام نے امت کی سچی خیر خواہی کی بنا پر اپنی آخری وصیت کے ذریعہ جس کو حدیث ثقلین کے مبارک نام سے دنیا کے ہر گوشے پر مشہور ومعروف پایا جاتا ہے ہم لوگوں کے لیے ایک گونہ معیار نجات وفلاح مقرر فرمایا کہ میری امت کے تہتر فرقوں میں سے خدا کے نزدیک ناجی اور فلاحی فرقہ وہی ہے جو عقیدۃً وعملاً خدا کی شاندار اور سچی کتاب (قرآن) اور میری عترت (اہل بیت) طاہرہ سے تمسک کرے گا یہی دونوں گراں بہا چیزیں ایکدوسرے کے ساتھ مل جلکر خدا کی مضبوط اور محکم رسی ہونے کا عظیم رتبہ رکھتی ہیں اور انکا ایکدوسرے سے علیحدہ ہونا بالکل ناممکن ہے۔ یہاں تک کہ بروزِ قیامت میرے پاس حوضِ کوثر پر وارد ہونگی۔ جو شخص ان دونوں چیزوں سے تمسک نہ کریگا (جو بمعنے مودت واتباع ہے)

تو یقیناً وہ گمراہ ہے۔ چنانچہ اس حکم محکم کی مزید بلاغ کے استحکام و استکمال و استتمام میں حضور خیر الانام علیہ وآلہ السلام نے عند الوفات یہہ ارشاد فرمایا کہ لاؤ میرے پاس قلم و دوات مع قطعہ قرطاس تاکہ میں تمہارے لیئے ضلالت اور غوایت کے بلاخیز و قہر انگیز طوفان سے مخلصی پا جانے کا اصل وسیلہ جلیلہ مقرر کر دوں تاکہ تم لوگ میرے بعد تا روز معاد کبھی درطۂ ہلاکت میں نہ پڑو۔ ان دونوں فرمانوں کے الفاظ اور نفس مضمون ہدایت مشحون بشرط غور و خوض ایکدوسرے سے بالکل ملتے جلتے ہیں۔ کیونکہ جس طرح اول الذکر خطاب میں بشرط عمل گمراہ نہ ہونے کی صاف بشارت (لن تضلوا) دی گئی ہے اُسی طرح آخر الذکر خطاب میں بھی وہی بشارت (لن تضلوا) موجود ہے جو بکمال تصریح و عنوان صحیح اس امر پر دال ہے کہ حضور علیہ السلام کو اس پچھلے حکم میں اس پہلے حکم کا امت سے عملی بنیاد قائم کرانا مقصود تھا۔ لیکن امت کی شومئے قسمت سے بعض خود سر اشخاص متعلی و متمرد خواص نے بوجہ مقتضائے فطرت یا نفسی امراض یا بباعث شخصی اغراض خدا کے سچے اور برگزیدہ رسول مقبول کے صحیح ارشاد سے اصلاً اعراض اور اُسپر کھلم کھلا اعتراض کیا کہ ہم صرف کتاب خدا ہی کافی ہے مطلب یہہ کہ خدا کی تجویز کی ہوئی مضبوط و محکم رسی کی دونوں لڑیوں سے ہم معتصم نہیں ہیں وحالانکہ رسّی کہتے بھی اُسی کو ہیں جس کی اقلاً دو لڑیاں ہوں اور وہ بھی آپس میں گھتی ہوئی ہوں۔ چنانچہ فانہما حبل اللہ ممدود ولن یفترقا اسی پر دال ہے۔ پس واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً الخ کے برخلاف عمل کیا) اور حضور محبوبؐ ذات غفور، باعث ایجاد ہر دوسرا زیب و زینت ارض و سما، تاجدار ما ینطق عن الھوی کی ذات منزہ و مبرا کو ملوث و متہم بامر ہذیان (عبث گوئی) کرکے کمال تنقیص و تذلیل و تحقیر شان نبوت کلیہ کے بانی کار ہوئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُسی وقت مسلمانوں میں پھوٹ اور باہمی نزاع واقع ہو گئی۔ اور تمام دین اسلام و بانئے احکام کے جیتے جی اور ہوتے ہوئے مسلمانوں کے دو فرقے نظر آنے لگے

یعنے ایک تو وہ فرقہ جس کا سرسری طور پر بیان کیا گیا۔ دوسرا یہ کہ جو چاہتا
تعمیل ارشاد و ختمی مآب ہونے لگا لیکن اول الذکر فرقہ کے گروہ شدار و دیہول
کی تعدی اور رخنہ اندازی سے انجام نہ ہو سکا۔ بنابر شہادت امام مسلم
بن حجاج نیشاپوری و امام محمد بن اسمعیل بخاری و دیگر محدثین و مورخین اسی
مصیبت عظمیٰ واقعہ یوم الخمیس کی یاد پر حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ
عنہما اس قدر شدید وگریہ فرماتے تھے کہ زمین تر ہو جاتی تھی۔ فرقہ مذکورہ کے آداب
کا خدائی تعلیم اور قرآنی تہذیب (لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی الخ)
کے خلاف معاملہ (قوموا عنی لا ینبغی عندی التنازع) کے غضب آمیز کلمہ
کے سننے کا موجب ہوا۔ اور حسب منشا بلا (ان تحبط اعمالکم) زیر دفعہ۔
(وانتم لا تشعرون) آخر کار خود جرم شدید ہو گئے۔ جبھی تو بعد سماعت
استیجاب سزا بارگاہِ نبوی سے دور کر دئے گئے۔ اسی دن سے مسلمان
دو رستوں پر چلنے لگے۔ یعنے ایک جو وہ مسلک نورانیہ خالصہ متمسک
کتاب اللہ و اہل بیت الرسول ہوا۔ دوسرا اس کے خلاف۔ اول الذکر نے
خلعت خوش طلعت شیعیت موجب حقیت کو زیب تن فرمایا۔ دوسرا کام فرسا
ارض سنیت قرار پایا۔ ایک ائمہ اہلبیتؑ کے کامل مودت و اتباع میں امن
گزیں ہوا۔ دوسرا انکے مدمقابل نفوس کے ظلم و عداوت کے نیچے مکیں ہوا۔
اور اُن دونوں کے درمیان اُسی دن سے خرمن اتحاد و اتفاق کے جلا دینے
والی پھوٹ اور نفاق کی آگ بھڑکنے لگی۔ یہاں تک کہ دنیا میں اپنا پورا
اثر کر گئی اور جو نتیجہ متبادر ہوا اُس سے ہر ایک ناظر نگاہ خوب آشنا
ہے۔ امت کے تفرق و اختلال اور شیرازۂ اسلام کے پراگندہ ہو جانے

کا وبال یقیناً بانیان قضیہ کے سر پر رہیگا۔ سنین ماضیہ میں ان دونوں فرقوں کی باہمی کدورت و خصومت کے نتائج متضادرہ کا حال پر وبال صفحہ روزگار اور تاریخ دنیا کے ہر ایک ورق پر اچھے خاصے انفصال کے ساتھ درج ہے اور ہر ایک تاریخ دان اس سے پوری واقفیت حاصل کرسکتا ہے۔ ان چند سطور میں اتنی گنجائش کہاں ہے کہ اُن تمام سوانح کو بیان کیا جاسکے ہاں اتنا کہدینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ھندوستان میں از سرِ نو یہ آگ اُس دن سے مشتعل ہونے لگی جب سے شاہ عبدالعزیز دھلوی نے کتاب صواقع ملا نصر اللہ کابلی سے صورت خطی کر کے اپنا تحفہ مرتب کیا۔ اور تفسیق رہروان جادۂ امامت مطلقہ کا منتی بوجھ اپنے سر لیا۔ سُنی اور شیعوں کی اتحادی زندگی کے بیچ میں پھوٹ اور نفاق کی حائل دیوار کھڑی کردی۔ اُسی دن سے بحث و مناظرہ اور مذہبی چھیڑ چھاڑ اور باہمی نزاع و تکرار کا دروازہ کُھل گیا۔ جو بہر صورت اخوت اسلامی کے لئے مہلک اور نہایت ہی خطرناک ہے۔ سبقت الی المناظرہ (تحریراً و تقریراً) شخص موصوف کے ہوا خواہوں کے حصہ میں ودیعت ہوا۔ اور اس کا رد و بدل موالیان عترتِ رسولؐ کے ذمے لگا۔ اول الذکر نے ابتدا سے تنقیص اہلبیت پیغمبرؐ پر چُست کمر باندھی اور متمسکین کتاب اللہ و عترت الرسولؐ نے (جن کے نام روز میثاق سے مودت و اتباع اہل بیتؑ کا قرعہ ڈالا گیا ہے) اُن کی زبان کا خوب التزام کیا۔ کس صورت سے۔

اُن کے اپنے ہی گھر سے۔ اپنے جملہ بیانات مدلول عنہا کا من و عن ثبوت اُنکی ہی کتابوں سے مع نشان صفحہ و سطر و مطبع ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر دیا اور اُن کا ہمیشہ سے یہی عملدرآمد رہا ہے اور یہی ہے اور یہی رہیگا کیونکہ اُن کا لاثانی اور نہایت قوی فلسفہ مدام اسی امر کا متقاضی رہا ہے کہ الفضل ما شہدت بہ الاعداء (فضیلت وہی ہے جبکی گواہی دشمن بھی دیں اور فضیلت دشمن کی ہی گواہی سے ثابت ہونی چاہیئے)۔ بخلاف حضرات موصوفین کہ اپنے معتقدات کے ثبوت میں اپنی کتب کو علےٰ زعمہم قابل احتجاج سمجھکر پیش کیا جو سراسر ناقابل احتجاج اور خلاف استشہاد اور برعکس داب مناظرہ ہے۔ نیز اپنے پیران طریقت کے خط و خال پر رنگ آمیزیاں کرتے ہوئے کتب ائمہ اہل بیتؑ سے جو کچھ اخذ و استنباط کیا۔ محض بربنائے خلاف گوئی دابلہ فریبی۔ اصل عبارت کا مفہوم کچھ تھا۔ اور اُنہوں نے اپنی طرف سے کچھ اور ہی بیان کر دیا۔ اسی طرح کتاب اللہ المجید میں اکثر آیات کو مایۂ ناز سمجھکر اپنے روحانی بزرگوں کے حق میں نص ناطق جانا اور اُن کی حلاوت حقیقت تفسیر و تبیین کو عجائبات قدرت کا مجسم نمونہ تسلیم کیا۔ چونکہ حق ہمیشہ خادمانِ علیؑ کے حصہ میں ہے کیونکہ انہی کے مولائے دین کے حق میں علی مع الحق والحق مع علی کا معنے خیز کلمہ کہا گیا تھا۔ لہذا اُنہوں نے اپنی قوت لسانی مملو بصدق بیانی اور اپنے زور بھرے قلم ظفر شیم اور محققانہ و مدققانہ نظر سے وہی

استدلال نقص تال انکے حق میں مضر ثابت کر دکھائے اور صریحاً اس امر کا قطعی فیصلہ دے دیا کہ حضرات موصوفین کوئی ایک آدھ آیت بھی کتاب اللہ المجید سے اپنے روحانی بزرگوں کی تائید یا تعریف میں پیش نہیں کر سکتے جن آیات کو بطور حجت پیش کیا ہے اُس سے ہرگز ہرگز انکے دعوے کی تائید نہیں ہوتی بلکہ اُن آیات پر تعمق نظر اس امر کا موجب خاص ہے کہ یہی آیات مشیعول کے اُس دعوے کی صداقت اور مزید تائید پر دال ہیں جو انہوں نے اُن حضرات کے روحانی بزرگوں کی نسبت کیا ہوا ہے اور اس تائید کے اعتبار پر یہی دعوے اُن کا ان کی بابت رہیگا - علاوہ ازیں یہ بات بھی ضرور قابل توجہ ہے کہ جب کبھی جماعت ممدوحہ میں سے کسی صاحب نے میدان مکالمہ و مناظرہ میں قدم رکھا ہے تو ہمیشہ اُسی کہنہ و فرسودہ لباس میں نظر آیا ہے - جس کو پہلے کئی ایک بار پہنا جا چکا ہے اور صناعانِ علم کلام کے پُرصولت ہاتھوں سے کئی مرتبہ اُتروایا گیا ہے - مدام گذشتہ باتوں کو دُھرایا اور اُنہی امور موضوعہ بحث کو مع تاویلات رکیکہ پیش کیا ہے جنکا پیشتر ہزار طرح سے جواب دیا گیا ہے اور جنکا جواب الجواب آجتک ناممکن - حالانکہ مناسب تھا کہ اصل جواب کا جواب ہوتا اور اگر ہوسکتا تو اُسی کی تردید کر کے اپنے دعوے کی حقانیت کا ثبوت بہم پہنچایا جاتا - لیکن ایسا کبھی ممکن نہیں اور بالکل امر محال ہے - چنانچہ زمانہ حال میں ایک صاحب نے اُنہی کی ہوئی باتوں کو نئے سر سے قلمبند کیا ہے - کس طرح جیسے اس طرح کہ جو رسالہ جات انکے ہم مذہب مولویوں نے فرقۂ ناجیہ کی تردید میں لکھے تھے اُنہی سے عبارت خطی کر کے اور کچھ اپنی طرف سے بھی ملا جلا کر

چند اوراق شائع کئے۔گویا رہروانِ جادۂ اہلبیتؑ کے مقابلہ میں میدانِ مجادلہ میں آ کھڑے ہوئے۔وہی شکل۔وہی صورت۔وہی طرز۔وہی عنوان۔ سچ ہے طینت کے شریک ہمیشہ زہر اُگلتے ہیں اور اپنے بزرگوں کے لئے اخذ انتقام میں حتے الوسع کوشاں رہتے ہیں۔یہہ بیان کرنا کہ وہ کس حیثیت کے انسان ہیں اور اُنکا علمی پہلو اور فضلی اسلوب کیسا ہے اس جگہ ضروری نہیں ہے۔ہاں قوم کے سید ہیں۔نام انکا جناب قطب شاہ صاحب۔مشرب صوفی۔پیشہ بیعت طلبی۔اصل غرض جہلاء کو پھُسلانا اور ناموری پیدا کرنا (الدنیاء زورٌ لا یحصل الا بالزُّور) جبھی تو اپنے اجدادِ طاہرین کی ملت مبارکہ کی تکذیب و تبطیل پر آمادہ ہوئے ہیں۔آپ کا وطن مالوف پیر محل (ضلع ملتان) فرودگاہ سند یلیاں والی۔کتب امامیہ مثلاً نہج البلاغہ۔ صحیفۂ کاملہ۔عمدۃ البیان۔تفسیر مبارکہم علیہ السلام۔وغیرہ وغیرہ سے بوجہ عدم فہم عبارت اپنا من مانا جی خوش کیا۔اپنے ہم مذہبوں میں وجاہت پیدا کی۔لوگوں نے ایک عجیب کھیل و تماشہ سمجھا۔کیا کیا باتیں ہوئیں۔ ہمارے مذہب حقہ کے ایک عالم کامل نے متوجہ ہو کر اُنکی آؤ بھگت کو مٹا دیا۔ اور تمام پخت و پز کو خاک سیاہ میں ملا دیا۔صاحب موصوف نے مقام معروف کے لق و دق۔وحشت خیز جنگل میں صنعت ناطقہ دکھاتے ہوئے اپنے مجہولات و مزخرفات کو وبائی کیڑوں کی طرح دُنیا میں پھیلانا چاہا اور دل میں یہی ٹھان لیا کہ یہہ زہریلے اثرات اہل اسلام کی اتحادی زندگی کے لئے مارِ آستین کا کام دینگے۔اور ہر متنفس کے لئے مہلک عارضہ ثابت ہوں گے۔ معہذا جہال

نے اسپر خوشی کی اور خوشی و خورمی کی اپنے زعم ناقص میں ایک اعلیٰ نظیر سمجھی - اہل علم جانتے ہیں کہ ہر ایک متکلم کے لئے مجیب تیار نہیں ہو سکتا - بلحاظ عوائق مناسب بعض مواقع پر سے جواب جاہلاں باشد خموشی - پر عملدرآمد ہوتا ہے - لکن اس خیال سے کہ ائمہ اہلبیت کے متخاصموں کے اصل خط وخال پر رنگ چڑھانے کو شاید عجائبات قدرت کا نمونہ سمجھا جائے یا مجیب کی مغلوبیت متصور ہو لہذا قوم کی مخلصانہ درخواست نیز اعلیٰ حضرت ذی مقدرت فلک رفعت مہر منیر صولت وسادہ فرسائے سطوت مؤید الملت ناصر الشریعت حامی مذہب اہلبیت علیہم السلام محب العلماء الکرام معین السادات ذی الاحتشام کہف الغرباء الایتام زبدۃ الامراء العظام قدوۃ الرؤساء الفخام عالیجناب نجابت انتساب سرکار دولتمدار سکندر وقار فریدون اقتدار دارا دربار نواب مستطاب جناب نصاب نواب محمد سعادت علی خاں و عالی جناب خانصاحب نواب کلب علیخاں ادام اللہ فیوضہم واجلالہم (جو سرگروہ گان قوم کھرل و رئیسان کوٹ کمالیہ - ضلع منٹگمری ہیں) کی صحیح سرپرستی و اعلیٰ قوم پروری اور سچی ہمدردی و حمائت مذہبی نے اس امر پر ضروری توجہ دلایا کہ صاحب موصوف کے ذاتی مزخرفات کے حبل ورید کی قطع و برید میں کسی طرح تکاہل و تسامح نہ کیا جائے اور بزودی تمام ایسے مہلک عوارض کے دفعیہ کے درپے ہو جانا چاہیئے تاکہ بالآخر یہ سمی اثرات اپنا پورا کام نہ کر جائیں اور قوم اسلام کے لئے مضرت رساں ثابت نہ ہوں چونکہ یہ صلاح و نیک مشورہ موقع بموقعہ و مدلل بدلائل اور سچی ہمدردی اور اعانت اسلامی پر موقوف تھا اس لئے

خدانے قرین بشرف اجابت فرمایا اور پردۂ غیب سے ایسے اسباب ظہور میں آئے۔ کہ فاضل نبیل عالم جلیل واعظ عدیم المثیل مناظر و متکلم بے عدیل صدر المحققین بدر المدققین مہبط فیوض ربانی دقیقہ شناس رموز قرآنی نکتہ سنج حقائق فرقانی غوطہ زن بحار معانی طباع و نقادِ لاثانی عالیجناب مجدت و مکرمت نصاب مولانا مولوی محمد حسن صاحب ورڈہوی دامانی بسط اللہ ظلال فیوضہ و علومہ علی الاعالی والادانی (الشہیر مولانا زکی تائے پوری) نے اپنی حیات مستعار کا کچھ حصہ اس کار خیر میں صرف کر دیا۔ اور تھوڑے عرصے کے بعد حسب ذیل کتب تصنیف و تالیف فرما کر قوم کے آگے لا کر پیش کر دیں۔ نور السمٰوات فی ابطال شرائط البرکات۔ ثمر الفراغہ بجواب رسالہ فہرست نہج البلاغہ۔ رموز بدیعہ بجواب رسالہ رد شیعہ۔ ان کتب کی خوبیوں کا اندازہ دیکھنے اور مطالعہ کرنے پر موقوف ہے۔ مولانا کی فاضلانہ قابلیت اور عالمانہ حیثیت اور مناظرانہ لیاقت تو مشہور و معروف ہے بقدر یہ کہنا کیونکر بیجا ہو گا کہ مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔ اور فی الحال موخر الذکر کتاب جو تقریباً چار سو صفحے کے قریب ہے یا کچھ کم۔ ۲۰×۲۶ تقطیع پر حسن طبع کا ایک عمدہ پہلو لئے ہوئے۔ آپ حضرات کے سامنے پیش کی جاتی ہے۔ ...... قیمت [illegible]

اس کتاب کی طرف بہت دنوں سے ہزاروں آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور سخت انتظار تھی یہاں تک کہ بعض احباب کی اشتیاق آمیز تحریریں بھی آ چکی تھیں۔ لہٰذا اب موقع ہے جلدی درخواستیں آجانی چاہئیں کیونکہ جب تمام

نسخے تقسیم ہو گئے تو پھر سوائے حسرت کے اور کچھ حاصل نہ ہو گا۔ انشاءاللہ دیگر کتب مذکورہ بھی عنقریب زیورِ طبع پہنکر ہدیۂ انظار اولی الابصار ہونگی۔

والسلام علیٰ من اتبع الهدیٰ۔

نوٹ :۔ جس قدر نسخے مطلوب ہوں مشتہران سے منگا لیجئے ؛

المشتہران والمنذران بہی خواہان قوم بندہ محمد عنایت علی و بندہ محمد اسماعیل اقوام سیال (رجبانہ) عفی عنہما۔

(پتہ) احمد پور سیال۔ ضلع جھنگ۔

تقریظ شریف و توثیق لطیف عطیہ زریں دگراں بہائے سرآمدِ متکلمین ہند ہمایوں طبیعہ مبارک صفیحہ فرخ مزاج مملوء بابتہاج واعظ و تاج زاجر و حاج سریر آرائے مملکت سخن ناظم اقلیم ہر چہاردہ فن خسرو کلام الکلیل سر فصحاء و بلغاء کرام قلم از کف ستاں منشیان علیح ارقام اعلیٰ حضرت فخر الملت ذی المجد والمناقب امام الجمعہ والجماعہ امیر کبیر رئیس خوش تدبیر عمدۃ العلماء زبدۃ الفضلاء اشرف الاتقیاء فخر الحکماء صولت لباس ستودہ سپاس شہزادہ فلک اساس بل ہو من سلالۃ خیر الناس عالی جناب شریعت مآب مولانا المولوی الحکیم الماہر والحبر الباہر السید کلب عباس وقاہ اللہ عن شر الوسواس الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس (ممتاز الافاضل) ومتعہ وسندیافتہ درجہ اول طبیہ کالج لکھنؤ (کلاتی غازی پوری) ؛

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی من علینا باعطاء العقل والشعور۔ والهدایۃ الانبیاء

المبرور والولایة الائمة المأثور ونجانا بفضله وکرمه من مضلات
الاهواء الدیجور والمذاهب الباطلة الکفور علی سبیل النجات الحق و
السرور والصلوة والسلام علی نبینا المحبور الذی هو بالعز مذکور
وبالفخر مشهور صاحب الصحف والانجیل والتورات والفرقان والزبور سیدنا
محمد ن المصطفی المأمور سراج الملة البیضاء والدین المشهور و
علی السراء والضراء مشکور وعلی آله الذین هم خلفائه کل منهم نور
بعد نور الهادین لدینه الی یوم ینفخ فی الصور الحاکمین بحکمه
یوم النشور اولهم مولانا امیر المومنین علی ابن ابی طالب وآخرهم
القائم المنتظر الحجة الله الغیور الذی سمی جده محمد صاحب الامر و
الدهور وسوف یظهر بالسیف القاطع النحور لیملأ الارض قسطا
وعدلا بعد ما ملئت ظلما وجورا ویفتح الله علی یدیه مشارق الارض
ومغاربها کما وعد به فی کتابه تبیانا لکل امور واللعنة علی اعدائهم
ما دامت الدنیا تدور وغرهم بالله الغرور (اما بعد) از انجا که سالکان
مسالک حقه دینا بحبال منهج محکمه را اشد ضرورت واحتیاج ثمره غرت وابتهاج این
چنین رسائل شریفه وعجائب منیفه بود زیرا که بیخ از اغره تشققات عنود و عقل عقود
لجوج جحود متمرد حسود غوایت آمود ناحق وناسود برملت بیضای امامیه
جمله ناجائز نمود خرمن بطلان وبدع را به کیال کذب وخدع پیمود لاجرم
پای ابتهال واضمحلال بر خاک ذلت وانفعال فرسود واقعی سخنان کهنه
وسر کرده و آزموده شده را از سر نو آزمود فلذا ادیب الادبار الاذکیاء

ابلغ البلغاء الفصحاء۔ زبدة العلماء الفضلاء۔ قدوة الفقہاء الاتقیاء
حبیبنا المعظم وصدیقنا المفخم متکلم ذی فن۔ مناظر علو سخن۔ واعظ
مؤتمن۔ بسعادت ورشادت مقترن۔ الذی ھو صاحب الکمال المبرھن
مولانا المولوی **محمد حسن** حماہ اللہ فی البلاء والمحن ووقاہ اللہ
عند الحوادث والفتن بجاہ جد الحسین والحسن۔ اثرات خامہ۔ رقم نامہ
حقیقت شمامہ مبنی بر رفاہ عامہ را در صورت چندیں اوراق با حقائق جمع
کردہ در قلع وقمع ایرادات ومزخرفات آں شخص بے لیح ذی دانش جمع
مرتب ومنتظم فرمود۔ وبہ بہتر اسم ہمایوں اقسم الموثق یدیعہ
فی ابطال الرد الشیعہ موسوم ساختہ محفل شرفرمود۔ بخدائے
معبود۔ کہ بہ نہج مستحسن ومحمود وطرز وعنوان مسعود میدان را اگر
فتح ربود۔ و لنعم لمن اقول حتی بلغ مابلغ وطلع حیث طلع۔ بناءً
علی ھذا۔ تشکر وتفخر وتوصیف راقم لائق بہمہ وجوہ فائق آں ذات ملکی
صفات منبع برکات مجمع حسنات کہ از نطول افادات ونزول ہدایات ووصول
ارشادات جبل گیران امامیہ از مؤلفات سامیہ از عزت وافتخار نامیہ بدست
آوردہ در مقابل پیروان رسم خامیہ کاسب فوز در شہ گرامیہ شدند۔
للہ الحمد والمنۃ کہ ایں چنیں نفوس دارائے ناموس درد واثر دنیا موجود
ومانوس کہ از یمن وبرکت وجود ہا بسط فیض وجود سراپا سعود محروم نگذاشتہ
نائل وحامل اجر جزیل وثواب جمیل در دنیا وآخرت میباشند۔
در اصل چنیں کتاب لاجواب۔ بہترین انتخاب کار آمد طلاب نافع ہمہ شیخ و

شاب کہ متضمن و مشتمل است بر مطالب نادر و نایاب و مقاصد بیحساب در دیدن
و شنیدن کم آمده (فاذا اقتبست من باطن الرسالة و ظاهرها -
و استضیئت بنورها من اولها الی آخرها - الفیتها کانها ماء معین
او سحر مبین - او بحر ذخار - او فلک تیار - من غوص وجد درا - و من
رکب نجح اطرا - او حدیقة ذات بهجة - قد غرس نخلیها من هو اصدق
لهجة - مضمونها ابیض من الثلج - و بیانها احلی من البلج - و عنوانها
اطیب من الجلج - و ذکرها اخضر من نخل لها انوار و ازهار - و انظر
من ریاض تجری تحتها الانهار - و لعمری لانها نسخة الکیمیاء للطلبات
او وسیلة الشفاء للاعلاء - حاویة لاشارات انیقه - خاویة علی عبارات
رشیقه - و والله لم یات بمثلها الزمان - علی هذا النهج و العنوان -
کانها الیاقوت و المرجان و عبقری حسان - او جنة ذات روح و ریحان
فیها فاکهة و عنب و رمان - و انها الهدی و رحمة لاهل الایقان - و
سند کامل لطالبی العرفان - و ذریعة رفیعة للامان - من شر کل
اهل النصب و الطغیان و موجب قوی لمرضات الرحمان - و مفتاح نجاح
للدخول فی قصور الجنان)
نظر برین و سبب سلمت بر داشته همه وقت داعی و مستدعی ام که ایزد و جلی
عالم السر و الخفی بطفیل نبی و علی و اولادهما ذی الفضل البهی و الشان الجلی
... مولانا زکی را بحفظ و امن حضرت بقیة الله الولی محفوظ و مامون
داشته باشد - و از شرور و ضرر اعداء دین و جمله حاسدین ایمن گذاشته
متوقعم که همواره بصدد رو ظهور پیوسته باشد تسلسل این امور عجیب و غریب -
و التماس حقیقت اساس این مقصد باجابت قریب - و هو السمیع و المجیب -
و ما توفیقی الا بالله علیه توکلت و الیه انیب ؕ حرره اقل الناس
المفتقر الیه السید کلب عباس وفقه الله لا علی السنین و الادناس فی یوم الرجاء و الیاس

خطِ پُر نمط محتوی بر نوع تقریظ لطیف مرقومۂ عالیجناب فخامت نصاب مجدت و مکرمت اکتساب مولانا مولوی سید عباس نواز صاحب سلمہ الواہب و دامت معالیہ العظمے (ممتاز الافاضل) مدرس اول مدرسۂ انتصار الشیعہ (مراد آباد) سابق سکرٹری امامیہ انجمن (رہتک)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(ھو الولی الحمید)

۲۳ - جولائی سنہ ۱۹۱۹ء　　　　انتصار الشیعہ - مراد آباد

زبدۃ الاماثل والاقران قدوۃ الاناصر والاعوان عالیجناب
مولانا مولوی محمد محسنؔ خان زادکم اللہ فی الاحسان

سلام علیکم و علے من لدیکم - صحیفۂ گرامی آپ کا ملا - آپکی شکایت بجا - لیکن میری معذوری بھی قابل توجہ ہے - جس دنوں آپ سے ملاقات ہوتی تھی - البتہ طبیعت بشاش تھی - لکھنے پڑھنے کو جی چاہتا تھا - اس کے بعد وسط مئی سے آجتک برابر علیل و کسیل ہی رہا ہوں عارضہ وہی ہے جس کا علم فقط مجھ تک محدود نہیں آپ واقف ہیں - معدہ کی خرابی سے قلت اشتہار - کمی جگر و سرور - عالیجناب فخر الاطباء مسیح الملک دام عزہ کا معجون حافظ القوے مع عرق ماءاللحم عنبری تین ہفتہ متواتر استعمال کیا گیا - افاقہ ہو چلا تھا - لیکن پھر چکر میں پھنس گیا - دہلی - آگرہ - کانپور - الہ آباد - لکھنؤ کا سفر پیش آیا - تقریباً دو مہینے وطن سے باہر رہا - اسی عرصہ میں جو الیکشن ممبر ہوئے

سنتا ہوں کہ سب لوگوں نے پسند کیئے۔ لیکن میرے نزدیک اس پسندیدگی کا راز محض الطاف خداوندی میں مضمر تھا۔ "ورنہ من آنم کہ من دانم" ؎

فکم للہ من لطف خفی * یدق خفاہ عن فہم ذکی

(۲) علیل تو پہلے ہی سے تھا۔ صعوبت سفر سے عارضہ بڑھ گیا۔ اور چھٹی بھی ختم ہو گئی تھی۔ آخر اپنے مسکن پر واپس آیا ایک ہفتہ گذرا تھا کہ عالیجناب خان بہادر نواب راجہ سید رضا علی صاحب۔ ایم۔ اے۔ (سابق سشن جج) دامت مکارمہ السامیہ (رئیس رضا آباد) کے دو تار (علاوہ صحیفہ جات کے) وارد ہوئے جن کا مضمون یہ تھا کہ رضا آباد میں سنی اور شیعوں کا مذہبی مناظرہ ہونے والا ہے آپ کا آنا ضروری ہے۔ کیونکہ منجانب شیعہ آپ ہی مناظر مقرر کیئے گئے ہیں۔ لابد اسی وقت بغیر کسی تیاری کے روانہ ہوا۔ اور ۷۔ جولائی کو وہاں پہنچا۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲ تک مناظرہ رہا۔ فتح شیعوں کی طرف رہی (الحق یعلو ولا یعلی) فریق ثانی کو سوائے گریز و فرار کے چارہ نہ رہا۔ چنانچہ "روئداد **مناظرہ رضا آباد**" عنقریب چھپیگا۔ اور انشاء اللہ آپ کے ملاحظہ سے بھی گذرے گا۔

(۳) اس کے بعد امامیہ انجمن روہتک کے ڈپوٹیشن کے ساتھ جو اسی زمانہ میں دورہ کے لیئے گیا ہوا تھا مجھکو بھی حسب اجبار شامل ہونا پڑا۔ آج چھٹا روز ہے کہ مراجعت ہوئی اور بخیر و عافیت گھر آیا ہوں۔ لیکن کمزوری اور تکان کی وجہ سے کوئی کام باقاعدہ نہیں ہو سکتا۔ خیال ہے کہ سال کی چھٹی لے لوں۔ لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔

(۴) یہ ہے میری سرگردانی کی پوری کہانی۔ آپ خود انصاف کریں کہ آپکے ارشادات کی تعمیل اور وعدوں کی ایفاء کا کہاں موقع مل سکتا

تھا۔ لیکن یاد رہے کہ میں غافل نہیں ہوں انشاءاللہ ضرور پورا کرونگا
السعی منی والاتمام من اللہ۔

(۵) آپنے جو پیکٹ بھیجا تھا وہ پہنچ گیا تھا عزیز الاطوار بشیر الدین حسن
اطال اللہ بقائہ نے لے لیا تھا۔ جب میں آیا اُسنے مجھے اطلاع دی
آپکے فرمان موجب مینے کتاب مستطاب **رموز بدیعہ فی ابطال**
الرد الشیعہ کو دیکھا اور اول سے آخر تک پڑھا جو یکے
از تالیفات و تصنیفات مطلع نجوم سپہر اُبہت و کامرانی۔ منبع رسوم
جوہر شناسی و نکتہ دانی۔ واقف رموز و اسرار قرآنی۔ کاشف احادیث
معادن علوم ربانی۔ عارف درجات و منازل برہانی۔ معظم القدر۔
جلی الصدر۔ بل ہو فی اللیلۃ الظلماء کالبدر۔ سمو المکان۔ علو الشان۔
حلو البیان۔ صاحب المروۃ الکاملہ۔ والفتوۃ الشاملہ۔ ذی السکینۃ
والتواضع۔ مع کون التحاشم والترافع۔ المتلبس بلباس الصدق والصفا
الفاخرہ۔ المتوج بتاج الورع والوفاء الباہرہ۔ الراکب علی فرس الفراست
الظاہرہ۔ المتمسک باذیال عترت النبی الطاہرہ۔ عضد المتکلمین والمتالہین
ذی الناطقۃ القاہرہ۔ المتخلق باخلاق العلماء الکرام۔ المتحقق باوصاف
الجمیلۃ الاشراف الافخام۔ ذی العلم والحیاء۔ مربی العلم والضیاء۔ الاعظم
الاعلم الاسعد الارشد الافقہ الزمن عالیجناب مولانا مولوی محمد حسن
صانہ اللہ عن المحن والفتن ہے۔ اللہ اللہ سبحان اللہ۔ کیا عمدہ کتاب
مجموعہ جواہر نایاب ہے۔ جس طرح آپنے تعریف کی تھی۔ اُسی طرح مضامین کی
خوبی اور خوش اسلوبی دیکھنے میں آئی۔ بندۂ خدا نے کس طرح مجاہدہ کیا ہے۔
اور دینی خدمت اور مذہبی حقوق کی رعایت کو ملحوظ رکھا ہے۔ دراصل ایسے
باکمال نفوس کا وجود ذی جود ہی غنیمت ہے۔ (وان اللہ لا یضیع اجر المحسنین)
واقعی یہ کتاب اسم بامسمے ہے۔ علمی رموز اور حل مالاینحل میں خاص اہتمام

کیا گیا ہے خصوصاً آیات و احادیث کی تشریح و توضیح نیز کلام بلاغت نظام حضرت امیر المومنین علیہ السلام (مندرجۂ نہج البلاغہ) کی تفسیر و تصریح مصنف کے وسیع معلومات علمیہ اور تجربات قویہ پر دال ہے۔ کیا محکم دلائل اور مستحکم براہین اور شواہد بیّنہ سے کام لیا ہے۔

ہر ایک قیمتی سے قیمتی مضمون کے نفیس ترین اقسام متعددہ جمع ہیں حُسن کلام اور شوخی و شستگی الفاظ قابل مدح ہے۔ اگر یہ صحیح ہے کہ صورت شے بھی اثر رکھتی ہے تو یہ کہنا بھی درست ہے کہ فقط اس کتاب کا دیکھنا ہی کشش قلب کا موجب خاص ہے۔ اور مطالعہ تو عین روحانیت اور مزید حقانیت کا باعث بالاختصاص۔ سچ ہے (کم ترک الاوّلون للاٰخرین) اس طرح کی تشریح نکات اور استقامت تحریر اور استحکامت تقریر اور خوش عنوانی اور حلو بیانی فقط مصنّف کے حصہ میں ودیعت تھی۔ کمال یہ ہے کہ ہر ایک ایراد و اشکال متعارضین و متخاصمین کا مکمل حل اور پورا جواب اسی طرح باقی اور مستدام ہے جس طرح کہ ارباب فلسفہ کو چاہئے۔ اس سے ہرگز انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہ تصنیف لطیف مصنف کی یکتائی اور فردیت کی بیّن دلیل ہے۔ مصنف کی اور کتابیں اور رسالہ جات بھی دیکھے ہیں۔ لیکن یہ کتاب ایک انوکھی طرز کی ہے اور ایک اعلےٰ انتخاب ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اہل فضیلت و ارباب علم کے نزدیک منظورِ نظر ہو گی۔ میں قوم کو مبارکباد دیتا ہوں اور مصنف کی ترقی عمر و اقبال کی دُعا کرتا ہوں۔ والسلام خیر ختام۔

راقم۔ نیازمند سید عباس نواز رضوی المشہدی عفی عنہ

(نوٹ)

باقی تعریفیں علماء کی حصۂ دوم میں لکھی گئی ہیں۔

فہرست کتب مصنفہ اعلےٰ حضرت فخر الملت عالیجناب مولانا مولوی محمد حسین صاحب الدیروی الترووی الداعانی الشہیر زنگی ٹانٹے پوری بفضلہ

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
سراج المجالس حصہ اول - جناب مولانا صاحب کی طرز مجلس خوانی اور عنوان مواعظ سے جو حضرات واقف ہیں اُنپر پوشیدہ نہیں ہے کہ آپ کی پڑھائی نہایت اعلےٰ اور سراسر قابلِ تعریف ہے - آپ کے مضمون عجیب طرز اور انوکھے ڈھنگ کے ہوتے ہیں جو کسی دوسرے ذریعہ سے لاممکن الحصول ہیں - وجہ یہ ہے کہ آپ کے پاس کتب ایران کا ذخیرہ کافی ہے مثلاً کتاب مستطاب مسالک الاحزان مشتملبر سیزدہ [۱۳] جلد اور طراز المذہب ناصری و مظفری ہر دو جلد - لسان الناطقین ہر سہ جلد - نور المواعظ ہر چہار جلد لسان الواعظین - برہان المواعظ وغیرہ وغیرہ آپ انہی کتب معتبرہ روایات منقول و درائی سے اخذ		و استنباط فرماتے ہیں - اور کتاب موصوف انہی کتب کا بہترین انتخاب ہے جو ایک سَو [۱۰۰] عدد مواعظ پر شامل ہے - فضائل و مصائب اہلبیت علیہم السلام نہایت ہی مرغوب طرح اور دل پسند پیرایہ میں لکھے گئے ہیں ہر ایک مضمون کے اول ایک مختصر اور جامع خطبہ پھر عنوان آیت اور اُس کی تفسیر اور اسکے مضمون متعلقہ کے ضمن میں نفیس ترین نکات علمیہ و قصص و امثال اخیر میں گریز اور پورا مضمون مصیبت جس کے لفظ لفظ میں ترشح مصیبت موجود ہے زیادہ تعریف کیا ہو - سنئے تو آپ ہی شاہد حال ہے - **ھدیہ...**	اعمر
		البیّنات حقیقت و معیار نبوت کلیہ و امامت مطلقہ اور کشف نکات علمیہ متعلق وحی و الہام الٰہی - غایت خلقت انبیاءؑ پر بعثت - خواص	

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
مادہ نورانیہ کا ذکر۔ درجات نبوت کا بیان حقیقت و تعریف خلیفۂ خدا۔ معنے خلیفۃ اللہ۔ وغیرہ وغیرہ مضامین کی تحقیق پر مبنی ہے	عمہ ۸ر	بلافصل پر پوری بحث اور کافی ثبوت اور مذہب حقہ شیعہ کی نجات و فلاحیت کا اظہار نہایت متانت و سنجیدگی کے ساتھ ہر ایک سوال و اشکال کا مکمل جواب۔ حجم کثیر تقطیع کلاں ہے۔	صہ ر
نور السمٰوات فی ابطال شواظ البرقات جناب سید قطب شاہ صاحب کی اولاً مایۂ ناز کتاب کی تردید ہے۔ جن آیات قرآنی سے استدلال خلافت اصحاب ثلاثہ کیا گیا تھا اُن کے اصلی مفہوم اور حقیقی مطالب و معانی سے آگاہ کیا گیا ہے اور برعکس دعوے مخالفین انشاء اللہ ارتداد اور نفاق آیات آلہیہ اور کتب مسلّمہ سے ... کے ... ظہور میں دکھایا گیا ہے اور جن آیات ... سے ناجائز طور پر ... اور اپنے حق میں مفید سمجھی گئی تھی اُنکی حقیقت کو کھولا گیا ہے اور اسکے ... خلافت	[illegible]	**ثمر الفرائد** جناب مومن صاحب کے رسالہ فہرست نہج البلاغہ کے جواب میں لکھا گیا ہے۔	عمہ ر
		رموز بدیعہ حصہ دوم۔ ثبوت خلافت بلا فصل جناب امیر المومنین علی علیہ السلام اور تحقیق معانی لفظ شیعہ ... اور خطبات نہج البلاغہ کی تصحیح اور ... فرقہ حقہ ناجیہ کی حقیقت پر ... (۶)	[illegible]
		الصلابیہ ... [illegible]	عمہ ر
		حبل اللہ ... مولوی ... کے سوالات پیش کردہ کا جواب	۹ ر

(نوٹ) بقیہ کتب فہرست کلان پر لکھی گئی ہیں جو علیحدہ چھپیگی۔

المشتہران خیر خواہان قوم بندہ محمد عنایت علی و بندہ محمد اسمٰعیل اقوام سیال

(رجیانہ) عفی عنہما (...) ... سیال ... ضلع جھنگ